

سلسلہ تالیفات قریشی بک ایجنسی لاہور نمبر 54

جلد چھٹی

دفتر دوم حصہ دوسرا

از

عالیجناب حضرت مولانا مولوی محمد نذیر صناعشری نقشبندی مجددی
حاکم محمد حفیظ اللہ قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی لاہور نے

بعد اخذ حقوق دائمی شائع کیا

بکترے پبلشرز

مسیح پبلشرز

مفتاح العلوم حصہ ششم

کے بعض فوائد عجیب جن کا موقع بموقع ایراد ہوا ہے

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین
	ما يتعلق بالتفسير		تصوف و سلوک
۴	آیہ ذالک الكتاب لا ريب فيہ کی تفسیر	۱۰	فکر و ذکر
۱۱۹	آیہ لیصل بہ کثیراً ویدعی بہ کثیراً کی تفسیر	۱۳	علم الیقین - عین الیقین - حق الیقین
	ما يتعلق بالحديث	۵۹	اولیائے کرام کا اختلاف احوال
۴۳	حدیث لو لاک لما خلقت الافلاک کی تنقید	۶۰	اولیاء اللہ کی بھلی کے ساتھ تشبیہ کی وجہ
۱۰۴	حدیث الحیاء من الامان	۱۰۳	کبھی خود جوش آفاضہ مرید کو جذب کر لے
۲۶۱	حدیث انما تقص لعلک کی تنقید	۱۱۳	انوار اقدیت کی ہر وقت درخشانی اور شہنشاہی
	ما يتعلق بالفقه	۱۲۱	عوام کے ادراک نہ کرنے کی وجہ
۱۶۳	تعلیم کی فضیلت	۱۲۱	کائنات کے تصرف و عدم تصرف کی صورتیں
۱۴۲	کسی جاندار کو آگ میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں	۱۹۹	صدائے آنا الحق کی تاویل
۲۴۲	کسی بادشاہ کو سلطان ابد کرنے کی تاویل	۱۹۹	وحدة الوجود میں ذاتا غنیت مراد نہیں ہوتی
	اخلاق	۲۴۲	ادراک خواطر کشف ضمائر کوئی کمال نہیں
۵	کسی کے خبث نفس کا پتہ جلدی نہیں لگتا	۱۹۹	انصاف بصفات حق
۹	از تکاب معاصی سے دل سیاہ اور کم بصیرت تباہ ہوتی ہے		عقائد
۲۴	مسلمان بھائی کی حقہ بڑا گناہ ہے	۳۰	منصب نبوت کی بدولت نوع انسان کا تمام مخلوق سے ممتاز ہے
۱۹	مردان حق بدگوئی بدگوئی سے متاثر نہیں ہوتے	۶۵	طاعات و عبادات کے آخرت میں محنت و ہونے کی بخت
۱۹	لوگوں کے عجوب سے جہم پوشی اور ان کے محاسن پر نظر کرنا دلیل کمال ہے	۶۹	اعمال و اقوال کا خیر و نقل آخرت میں
۲۰	عیب جوئی کی مذمت	۱۰۴	شہیدوں کی زندگی
۴۱	اہل اللہ مصائب و بلیات پر صابر ہی نہیں بلکہ راضی ہوئے ہیں	۱۰۸	شہیدوں کا رزق حتمی ہے یا معنوی
۵۵	بعض عابدان باخلاص کاملوت بہ نسیق ہونا ممکن ہے	۱۳۵	خواص بشر خواص ملائکہ سے افضل ہیں
۷۹	کسی کے ساتھ اسکی تریف کرنا خطرناک ہے	۱۵۶	مسئلہ ایصال ثواب
۸۳	حفظ لسان	۲۰۱	حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھی فرشتوں کا سجدہ تصدیق تھا یا تعلیمی؟
۸۴	ربانہاری کی مذمت	۲۲۴	قیامت میں گناہوں کا خاص شکلوں میں مجتمع ہونا
۹۹	عقل اور نقل کا مقابلہ	۲۵۹	حجت نبی کی تمام محبتوں پر فوقیت
۱۲۴	حسد کا مرض لا علاج اور ابدی ہے	۲۶۷	مرض دوسرہ کا ایک عجیب علاج
۱۴۵	کام میں تاخیر بری عادت تانی اچھی اور دونوں میں رزق	۲۶۸	خوف درجاد و ذوق شرط ایمان ہیں
		۲۶۹	خوف درجا کے ضروری ہونے میں حکمت
		۲۸۵	پیغمبروں کا ظاہر و باطن
		۲۸۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت
		۲۹۰	صوفیہ کے نزدیک معراج جسمانی تھا یا روحانی؟

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۰	حضرت ابی یوسف سلطانی قدس سرہ	۱۷۹	سچی کے صفتی ہونے کے بارے میں روایات
۵۱	حضرت عمر بن الخطاب قدس سرہ	۱۸۸	قلب انسانی خطرے میں
۵۲	حضرت ابراہیم اوہم قدس سرہ	۲۰۷	حیلے مجبورا اور حیلے مذموم
۵۳	حضرت شعیب بن علی قدس سرہ	۲۱۴	تہذیب اخلاق
۵۳	حضرت فضیل بن عیاض	۲۱۷	خزیر کے نجر البین اور نجم خزیر کے اشد الخیرات
۹۲	سلطان محمود غزنوی رحمہ	۲۲۷	ہونے میں حکمت
۱۰۳	دریائے نیل اور حضرت موسیٰ کا معجزہ	۲۳۲	ان کی خدمت کی فضیلت اور اس کا اجر
۱۴۸	انصار کے تاریخی حالات	۲۵۹	عقلی محبت اور طبعی محبت
۱۶۱	جنگ خیبر	۲۶۷	تکالیف و مصائب میں حکمت الہیہ
۱۶۲	حضرت علی کا دروازہ خیبر کو سپر بنانا	۲۷۷	بیونا آدمی سے کتنا اچھا
	اور اس روایت کی تنقید		
۱۶۲	اس روایت کی تنقید کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے	۳۰	حضرت شہید علیہ السلام
	حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ	۳۱	حضرت زکریا علیہ السلام
۱۶۴	اصوب و اسلم ہے	۳۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام
۱۹۸	حضرت حسین ابن منصور عطا رحمتہ علیہ	۳۳	حضرت داؤد علیہ السلام
۲۱۶	حضرت حسین ابن منصور کے قتل کے ذمہ دار	۳۳	حضرت سلیمان علیہ السلام
۲۲۲	علامہ تھمینی کے حکام تھے	۳۴	گریہ یعقوب اور پھر تاریخی بصارت
۲۳۱	برادران یوسف کے گناہ کی معافی	۳۵	حضرت یوسف علیہ السلام اور تعبیر رویا
۲۳۱	سکا و سوتے کا قصہ	۳۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ازاد ہونے کا قصہ
۲۳۹	حضرت لقمان کا حال	۳۷	حضرت جرعیس علیہ السلام
۲۸۳	حضرت بلقیس ملکہ سبا کا قصہ	۳۷	حضرت زکریا علیہ السلام
۳۰۶	حضرت زکریا علیہ السلام کا تین دن تک سکوت	۳۸	حضرت یونس علیہ السلام
	رد مذہب یا طلعہ	۳۹	حضرت یحییٰ علیہ السلام
	بعض سبتہ میں کے نمونہ سجدہ تعظیمی	۴۰	حضرت شعیب علیہ السلام
۳۰۲	کا البطلان	۴۱	حضرت ایوب علیہ السلام
۳۱۸	نصارے ایران کے عقائد باطلہ	۴۲	حضرت خضر کے بارے میں موضوع و مبانی تفسیری روایات
	مختلف تشریحات اور ادبی نکات	۴۲	حضرت الیاس علیہ السلام
۲۳	تاکید المدح برائشبالذم	۴۲	حضرت خضر علیہ السلام کا نام و نسب اور علم
۵۶	لفظ مصر کی تحقیق	۴۳	حضرت خضر کا معاصر کرنا سنگند تھا
۱۱۲	فلک الافلاک - فلک اطلس - عرش	۴۳	حضرت خضر کے قصہ شرب سبحیات اور عمر و ام کی تنقید
۲۹۲	عنا صرور علیہ الدینی	۴۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۲۹۲	علت اور اس کی چار قسمیں	۴۵	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۹۳	نیچر یا قانون قدرت	۴۶	حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ
		۴۸	حضرت امام حسن علیہ السلام
		۴۸	حضرت امام حسین علیہ السلام اور اس کے گریبا
		۴۹	سید الطائف حضرت حبیبہ بنت جعدی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِمَنْ هُوَ الْاَوَّلُ بِلَا اَنْهَاءَ ۝ وَالْاٰخِرُ بِلَا اِبْتِدَاءَ ۝ وَهُوَ
الَّذِي ظَهَرَ بُرْهَانُهُ ۝ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ كَيْفَانُهُ ۝ وَخَفِيَ عَيْنَانُهُ
بَانَ لَا يُبْجَىٰ بَيَانُهُ ۝ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّ الْاَلَمَيْنِ
الَّذِي طَلَعَ مِنَ الْبَطْنِ ۝ وَخَرَجَ اِلَى السَّمَاءِ ۝ وَنَوَّرَ الْعَالَمَ بِنُورِ
الدَّلَامِ الْبُقَاءِ ۝ وَعَلَى الْاَبْرَارِ وَالصَّالِحِينَ الْاَعْمَادِ ۝ لَا سَيْمًا عَلٰی
الَّذِينَ هُمْ اِفْلَاقُ الشِّرَافَةِ وَالْعَدَالَةِ ۝ كَالْبُرُوجِ وَالْاَوْتَادِ ۝

اَمَّا بَعْدُ اَی مفتاح العلوم کی چھٹی جلد یعنی شہ ولی مولانا رام کے دوسرے دفتر کے دوسرے ربع کی شرح
شروع ہو رہی ہے جس خداوند مستمان و رحیم و رحمن نے اپنی عنایت بیغایت سے اس خاکسار کو شجہ ہذا کے پہلے حصوں کی
قدیم و ترتیب کی توفیق بخشی۔ اور پھر ان کو قبول عام کے دربار میں امتیاز خاص کا درجہ بخشا۔ وہی اب بھی اس مہم
کی سرانجام دہی کے لئے اس عاجز کے دل کو تازگی۔ اس کے دماغ کو روشنی۔ اس کے ارادہ کو استحکام اور اس کی
ہمت کو استقلال بخشے گا۔ اور پھر وہی اس کو اپنی قبولیت کی عزت بخش کر سب کے لئے موجب برکت بنائے گا۔

خدا یا توئی بندہ را دستگیر	بود بندہ را از خدا ناگزیر
بخشایش خویش یاریم ده	ز غوغائے خود رستگاریم ده
چو پروانه بر شجر ابرخ توام	چنان داں کہ مرغی ز بارخ توام
چو ذرہ بگرد بزرگاں دوید	بدان خسروی آورد خود را پدید
من آن ذرہ خردیم از دیده دور	کہ نیروے تو بر من افکند نور
به نیروے تو چوں پدید آمدم	در گنجها را کلید آمدم
بسر بروم اول بساط سخن	دگر ره کنم تازہ درج کہن
با دل سخن دادیم دستگاہ	با خر قدم نیز بنائے راه

صفای دہاں خاک تاریک را
کہ تابینم آں راو باریک را

آمین ثم آمین

آغازِ شرح

بیچھے ذکر تھا۔ کہ ہر شخص کے ساتھ اس کی لیاقت و استعداد کے موافق سلوک ہونا مناسب ہے۔ اور اس اسی درجے میں رکھنا چاہئے۔ جس کا وہ مستحق ہے۔ اس سے بڑھا نا نہیں چاہئے۔ اس کی تاکیدیں ذیل کی حکایت ارشاد ہے:-

امتحان کردن بادشاہ آل دو غلام را کہ نو خریدہ بود

ایک بادشاہ کا (اپنے) دو غلاموں کو آزمانا جو نئے خریدے تھے

بادشاہ دو غلام ارزاں خریدے بایکے زان دو سخن گفت و شنید

ترجمہ۔ ایک بادشاہ نے دو غلام سے و امول خرید کئے۔ (اور ان دو میں سے ایک (غلام) کے ساتھ گفتگو کی۔ اپنی) بات کہی اور (اس کی) آسنی۔

نوٹ۔ ارزاں خرید کی تصریح سے یہ فائدہ ہے۔ کہ کسی چیز کی ارزاں خریداری میں اس کے حق و حق پرگہری نظر نہیں کی جاتی۔ سرسری اندازہ کر کے فوراً اس کو خرید لیا جاتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے بھی اسی طرح ان کو عجلت خرید لیا۔ امتحان و آزمائش اور غور و تأمل نہیں کیا۔ پھر ان کو آزمانے لگا۔ پہلے ان میں سے ایک کو آزمایا۔ تو:-

یافتش ز نیک دل و شیریں جواب از لب شکر چہ زاید؟ شکر آب

لغات۔ لب شکر۔ لب شکر خا۔ وہ لب جو اپنی شیریں کلامی سے گویا شکر کھاتے کھلاتے ہیں۔ اور یہ لفظ عموماً خوب دیکھے جاتے ہیں۔ شکر آب۔ شکر اور پانی ملا ہوا۔ مراد شربت قند۔

ترجمہ۔ تو اس (بادشاہ) نے اس (غلام) کو ہوشیار اور شیریں جواب پایا (کیوں نہ ہو) شیریں لب (حسین کی باتوں) سے (اور) کیا شکر؟ (سوائے) شربت (کے)

مطلب۔ پیاری پیاری صورت اور دلکش آواز ہو۔ تو باتیں خواہ مخواہ قند و نبات کی طرح شیریں ملتیں ہیں۔ بعدی آواز خوش از کام و دامن لب شیریں گرنند کند در کند دل بفسرید

اس غلام کی شکل و صورت و قریب اور بات چیت معقول و برجستہ تھی۔ مگر اخلاق و خصال نہایت ناپاک تھے۔

آدمی مخنی ست در زیر زباں ایں زباں پر وہ ست بردر گاہ جاں

ترجمہ۔ آدمی (اپنی) زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ یہ زبان (کیا ہے؟) درگاہ روح پر درگاہ جاں ایک

پردہ (تسا ہوا) ہے۔

مطلب۔ جب تک آدمی خاموش رہتا ہے۔ تو اس کی روح کے اچھے یا بُرے اوصاف چھپے رہتے ہیں۔ جب وہ اپنی زبان کھولتا ہے۔ تو یہ پردہ اٹھ جاتا ہے۔ اور پھر اس کی روح کی خوبیاں یا خرابیاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

سعدیؒ نے تامل و سخن نگہتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد
پہلا مصرعہ اس قول کا ترجمہ ہے۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے۔ کہ اَلْمَرْءُ فَيُخْبَوُ مَحْتِ لِسَانِهِ
یعنی آدمی اپنی زبان کے نیچے مخفی ہے۔ صائبؒ نے

و دوائے خموش بجا قبل برابرست و ریائے آرمیدہ بسا حل برابرست

سوال۔ زبان کے کھلنے پر درگاہ روح کا پردہ اٹھ جانے سے تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ اس غلام کے بُرے خصائل بادشاہ پر عیاں ہو گئے ہوں گے۔ مگر اوپر کے شعر سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی باتوں سے اس کے پسندیدہ اطوار نے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ اس تعارض کا کیا جواب؟

جواب۔ زبان کے کھلنے سے صرف لیاقت کلام۔ آداب گفتگو۔ اور علم و ہنر کا پتہ لگتا ہے۔ نفسانی امراض اور اخلاقی معائب ذرا گہرے ہوتے ہیں۔ ان کا پتہ مدت کے تعامل اور مصاحبت کے بغیر نہیں لگ سکتا۔

بقول سعدیؒ سے تو اس شناخت بیک روز از شمال مرد کہ تا کجاش رسدست پایگاہ علوم

دلے زباطش این مباشر و غرہ مشو کہ خبثت نفس نگر و دسبا ہما معلوم

اجنبی آدمی کی مثال پانی کے ایک برتن کی سی ہے۔ جس طرح برتن سے پہلے پہلے آپ زلال نکلتا ہے۔ اور تیلے اور مکدر پانی کی باری پھر آتی ہے۔ اسی طرح جب کسی اجنبی آدمی کی ملاقات کا موقع ہوتا ہے۔ جواب علم و ہنر ہو۔ تو اس کی گفتگو سے صرف اس کے علم و ہنر کا پتہ لگ سکتا ہے۔ لیکن اس کے ان اصلی وجہی اخلاق سے مدت کے بعد پلا پڑتا ہے۔ جو گھرے کے تیل کی طرح اس کے ظرف وجود میں نہ نشین ہوتے ہیں۔ اور گفتگو میں ان کو کوئی شائبہ نظر نہیں آ سکتا۔ پس بادشاہ کو اس غلام کی بات چیت سے صرف اس کی زیرکی۔ ہوشیاری اور باغ نظر محسوس ہوتی۔ اور انسان کی زبان اس کے انہی اوصاف کا پردہ ہوتی ہے۔ نہ کہ اس کے مخفی خصائل کا۔ لہذا غلام کے خصائل بد اور خبثت نفس کا پتہ بادشاہ کو ابھی نہیں لگا۔ وہ آگے چل کر لگے گا۔

چونکہ بادے پردہ را در ہم کشید سر سخن خانہ بر ما شد پدید

ترجمہ۔ جب ہوا کے ایک جھونکے نے پردہ کو ہٹا دیا۔ تو سخن خانہ کا بھید ہم پر نمایاں ہو گیا۔

کاندراں خانہ گہرا گندمست گنج زریا جملہ مار و کثر دمست

ترجمہ۔ کہ اس گھر میں موتی ہیں یا گہیوں ہیں۔ سونے کا خزانہ ہے یا سہرا سہرا سانپ اور بچھو (بھر پڑے) ہیں۔

یادراں گنجست و ماے برکراں زانکہ نبود گنج زرے پاسباں

ترجمہ۔ یا اس میں خزانہ ہے اور ایک طرف سانپ ہے۔ کیونکہ سونے (چاندی) کا خزانہ

حفاظت کے بغیر نہیں ہوتا۔

مطلب۔ غرض زبان آدھ کلام ہوئی۔ اور لیاقت کا راز سنکشف ہوا۔ تانت باجی راگ بوجھا۔ پھر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ شخص مجھے نہیں ہے۔ یا سارا پائے عیوب ہے۔ یا عیب و ہنر دونوں اس میں جمع ہیں۔ کیونکہ ہر کجاگلے ست فارے ست و ہر کجا گنجے ست مارے ست۔ سعدی ۱۱۵

زبان در دمان خردمند صیبت؟ کلید در گنج صاحب ہنر
چو در بستہ باشد چہ داند کے کہ جو ہر فردش ست یا پیلہ در

پرانے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ مدفون خزانے پر ایک سانپ ضرور رہتا ہے۔ جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ سی بنا پر کہا۔ ”زانکہ بنو در گنج زر بے باساں“ اور مطلب یہ ہے۔ کہ عمدہ یا خوبیوں کے ساتھ معائب بھی ہوتے ہیں۔

بے تامل او سخن گفتے چنان کہ ز پس پانصد تامل دیگر اں

ترجمہ۔ (چنانچہ) وہ (غلام حاضر جواب ایسا تھا کہ) بلا سوچے ایسی (برجستہ) بات کرتا کہ دوسرے لوگ پانسو مرتبہ سوچنے کے بعد (کر سکیں)

گفتی اندر باطنش و زیانے جملہ وزیا گوہر گویا سے

ترجمہ۔ گویا اس کے اندر ایک دریا (موجزن) تھا۔ جو (لیاقت کے) موتیوں سے لبریز تھا یا (وہ غلام خود) ایک گوہر ناطق تھا۔

نوٹ یہ ترجمہ اس لحاظ سے ہے۔ کہ دوسرے مصرعے میں ”وہ“ یعنی مراد دریا اور یا حوت تردید ہو۔ اگر یہ فقط دریا تسلیم کیا جائے۔ تو دوسرے مصرعہ کا ترجمہ یوں ہوگا۔ ”اور وہ دریا سارے کا سارا گوہر ناطق سے پُر تھا۔“

نور ہر گوہر کرد تا باں بدے حق و باطل را از و فراق شدے

لغات۔ تا باں۔ چکنے والا۔ فراق۔ فرق۔ امتیاز۔ الگ الگ نظر آنا۔ قرآن مجید کا بھی نام ہے۔ ترجمہ۔ اس کی ہر بات کے موتی سے جو نور جھلکتا۔ تو حق اور باطل اس سے الگ الگ نظر آنے لگتے۔

مطلب۔ بعض کے نزدیک یہ غلام ہی کی تعریف چلی جا رہی ہے۔ جو سبھی بر سالفہ ہے (کہا ہوں مراسم الشتر) مگر اکثر شارحین کے نزدیک جن میں مولانا باجر العلوم بھی ہیں۔ یہاں سے حق تعالیٰ اور اس کے کلام پاک کے ذکر کی طرف انتقال ہے۔ اور یہی بات حق معلوم ہوتی ہے۔ مولانا باجر العلوم تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مصرعہ اول بمنزلہ شرط ہے اور مصرعہ دوم بمنزلہ جزاء۔ گوہر سے مراد قلب ہے۔ ”کز“ کی ضمیر راجع بحق ہے۔ جو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کے سبب سے بلا تکلف مرجع ضمیر ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کا اضمار قبل الذکر جائز ہے۔ خصوصاً فارسی میں۔ پس چاہل معنی یہ ہوگا۔ کہ جس قلب کا نور حق تعالیٰ کی طرف سے تاباں ہوتا ہے۔ یعنی جو دل نور حق سے منور ہو۔ اس کے نزدیک حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ اور ان میں کوئی التباس باقی نہیں رہتا۔

نورِ فرقانِ فرق کر دے بہر ما **ذرہ ذرہ حق و باطل را جدا**
ترجمہ۔ (اگر ہم کو بصیرت حاصل ہوئی۔ تو) قرآن مجید کا نور ہدایت ہمارے لئے حق و باطل کا
ذرہ ذرہ متنازع اور جدا کر دیتا۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا کہ اس غلام کی باتوں سے (یا بننے دیگر منور قلوب کے) نور سے حق و باطل میں پورا امتیاز
ہو جاتا ہے۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے۔ ایسا امتیاز تو بظاہر نظر قرآن مجید سے بھی نہیں ہوتا۔ در نہ دنیا میں کفر
و ضلالت ہی کیوں رہتی۔ اس شعر میں اس کا جواب دیا ہے۔ یعنی قرآن مجید تو فی نفسہ پوری طرح خالص حق و
باطل ہے۔ مگر اس فرق کو دیکھنے کے لئے چشم بصیرت بھی ہو۔ دیکھو آفتاب سیاہ و سفید اور اونچ نیچ میں فرق
بجوبی نمایاں کر دیتا ہے۔ مگر یہ فرق اسی کو محسوس ہوتا ہے جس کی آنکھیں ہوں۔ اندھے کو کیا پتہ۔ پس اگر اندھے
کو یہ فرق محسوس نہیں ہوتا۔ تو یہ اس کی بینائی کا قصور ہے۔ نہ کہ آفتاب کا ہے۔

شبنم از روشن ضمیری محوش در آفتاب ہر کہ صائب صاف گردد زود وصل مے شود
شعر مذکور میں شرط مقدر ہے۔ جس پر قرینہ دلالت کر رہا ہے۔ یعنی تقدیر کلام یوں ہے۔ اگر مارا چشم بصیرت ہو سکے
نور فرقان برماحق و باطل را تمیز نمودے۔

نور کو بہر نور چشم ما شد **ہم سوال و ہم جواب از ما بے**
ترجمہ۔ (اگر ہم کو بصیرت حاصل ہوئی تو مضامین قرآن کے) گوہر کا نور ہماری چشم (حق) میں اٹکا
نور بن جاتا۔ (پھر) جو سوال ہمارے دل سے پیدا ہوتا اس کا جواب بھی ہمارے اپنے دل سے
ہی مل جاتا۔

مطلب۔ اپنے نور بصیرت کی بدولت قرآنی ہدایت سے اس قدر اطمینان و اذعان حاصل ہو جاتا۔ کہ پھر اول تو
کوئی شبہ ہی پیدا نہ ہوتا۔ اگر پیدا ہوتا تو آپ سے آپ رفع ہو جاتا۔ پس جب لوگوں کو قرآن مجید کے باوجود حق و
باطل میں تمیز کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ تو ظاہر ہے کہ خود انہی کی بصیرت کا نقص ہے۔ قرآن مجید کی طرف سے
حق و باطل کو تمیز کر دینے میں کوئی کمی باقی نہیں رہی۔ کیونکہ منشاء شک و شبہ یا تو کلام میں ہوتا ہے۔ یا سامع کی
طرف سے ہوتا ہے۔ اور جب سامع کی کج فہمی یا سوہنیت منشاء شبہات ہو۔ تو ہی کہا جاتا ہے۔ کہ کلام تو فی نفسہ
درست اور صحیح ہے۔ مگر سامع پر اس کی اپنی کج فہمی اس کلام کو سچا ثابت نہیں ہونے دیتی۔ جیسے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا
ہے۔ **ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ** یعنی قرآن مجید میں کوئی شک نہیں۔ تو یہاں اس کے یہی معنی ہیں۔
کہ اس کتاب میں فی نفسہ تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن بعض سامعین اپنے سوہنیت و کج فہمی کے
باعث شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حق تعالیٰ
نے **لَا رَيْبَ فِيهِ** فرمایا ہے۔ **لَا رَيْبَ فِيهِ** نہیں فرمایا۔ جو یہ اعتراض وارد ہو سکے۔ کہ پھر قرآن مجید کے
متعلق کافر شک کیوں کرتے ہیں۔ اس کی مثال اسی ہے۔ جیسے مریض برقان کسی سفید کپڑے کو زرد دیکھے۔ تو ظاہر
ہے کہ کپڑے کی سفیدی میں کوئی شک نہیں۔ مگر یہ خلاف واقع جو زرد رنگ نظر آ رہا ہے۔ تو اس مریض برقان کی
نظر کا قصور ہے۔ اسی طرح لوگوں کو کلام حق اور لفظات عارفین میں خلافت واقع شبہات ہوتے ہیں کیلئے

سعدیؒ

گوشت حدیث سے شذوذ ہوش بے خبر در حلقہ بصورت و چون حلقہ بردری

چشم کرکردی دو دیدی قرص ماه چوں سوال ست این نظر و اشتباہ

لغات - کر - سج - ٹیٹھا - قرص - گلیا - قرص ماه - جرم قر - سوال - بضم سین طلب - پرسش - انہار شبہ -
اعراض - ترکیب - چوں سوال ست این شرط مؤخر دو دیدی جزائے مقدم - شرط و جزا ال کہ جملہ شرطیہ معطوف
بتقدیر عاطف چشم نمونہ کردی جملہ فعلیہ معطوف علیہ -

ترجمہ - تم نے (اپنی) آنکھ کو ٹیٹھا کر رکھا ہے - (اور) چونکہ یہ (ٹیٹھی) نظر شبہ پیدا کرنے میں (خود نشا)
اعراض ہے (جس سے شبہ ناسنی ہوتا ہے) - اس لئے تم چاند کی گلیا کو دو دیکھتے ہو -

مطلب - آنکھ کے ایک کونے کو انگی سے دبائیں - تو آنکھ کا ڈھیلا ٹیٹھا ہو جانے سے ہر چیز ایک کی بجائے
دو دکھائی دینے لگتی ہیں - فرماتے ہیں کہ کچھ نظری تو خود تمہارے اندر ہے کہ ہر چیز کو ایک کی بجائے دو دیکھتے ہو -
یعنی حق کی بجائے باطل نظر آتا ہے - تو حقایق کا کیا تصور ہے - اسی طرح کا فرد مترک لوگ اپنی چشم بصیرت کی
کچی کے باعث ماہ حق یعنی ذات احدیت کو ایک سے زیادہ دیکھتے ہیں - حالانکہ وہ وعدہ لا شریک ہے -
اور اس کی وحدت کا چاند نمایاں طور پر تاباں و درخشاں ہے -

گناہ بجز وہی تست نا امید تو کہ تیر راست خطا کمتر از نشانہ کند
مذکورہ ترکیب و ترجمہ جس کو ہم نے اختیار کیا ہے "چوں" کو حرف شرط قرار دینے کی تقدیر پر ہے -
ایک شارح نے اس کو حرف تشبیہ قرار دیا ہے - مگر اس تقدیر پر زیادہ مقدرات نکالنے پڑتے ہیں - اور پھر
ترجمہ یوں ہوگا :-

اپنی آنکھ کو تم نے ٹیٹھا کر رکھا ہے - (اور پھر) چاند کی گلیا کو دو دیکھتے ہو (توحیرت میں پڑ جائے ہوا) -
(ٹیٹھی) نظر شبہ پیدا کرنے میں خود کو گویا (منشائے) اعراض ہے (جس سے شبہ ناسنی ہوتا ہے)

راست گرداں چشم را در ماہتاب تہائیکے بطنی نومہ رانک جواب

لغات - تہک مخفف ہے ایک کا - دیکھو - یہ لو - اے لو -
ترجمہ - (اپنی) بصیرت کی آنکھ کو ماہتاب (کے مشابہ) میں سیدھا رکھو - تاکہ تم (اس)
ماہ (حقیقت) کو ایک دیکھو - سو یہ ہے جواب (فرقائیت قرآن کے متعلق تمہارے سوال کا)
مطلب - ارتکاب معاصی دل کے لئے بمنزلہ زنگ ہے - جس سے دل کی روشنی و نورانیت زائل و او
زوال نورانیت سے امتیاز حق و باطل شکل ہو جاتا ہے - ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے
مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ان المؤمن اذا اذنب کانت نکتہ
ووداعی قلبہ فان تاب واستغفر صقل قلبہ وان زاد اذنب حثتہ لتلوا قلبہ فذلک
السان الذی ذکر اللہ تعالیٰ کلّ لیل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون - یعنی مومن جب کوئی
گناہ کرتا ہے - تو اس کے دل پر ایک کالا نقش پڑ جاتا ہے - پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے - اور بخشش مانگتا ہے - تو

دل پھر بدستور چمکے لگتا ہے۔ اور اگر زیادہ گناہ کرتا رہتا ہے۔ تو وہ سیاہی بھی زیادہ ہونے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے سارے دل پر چھا جاتی ہے۔ یہی وہ رنگ ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں یوں) ذکر فرمایا ہے کہ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ (سُتُورۃ)

خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک معلم قرآن نے اپنے کسی خوب و شاگرد کی طرف نفسانی نظریے سے بکچھا۔ تو اتنی سی معصیت اس کی قوت حافظہ کے لئے آفت بن گئی۔ قرآن مجید کی دولت اس کے سینے سے اٹھالی گئی۔ اور وہ ایک آیت تک پڑھنے سے معذور ہو گیا۔ بیچارہ اس حالت سے سخت مر و دو ہوا۔ خواجہ صاحب کے حضور میں جا کر رویا۔ اور حقیقت حال عرض کی۔ انہوں نے ایک بزرگ کی طرف اس کی رہنمائی کی۔ جن کی دعا سے اس کی زائل شدہ دولت و قرآن پھر حاصل ہو گئی۔ امام شافعی رحمہ فرماتے ہیں:

شکوت الی ولیع سوء حفظی فإوصائی الی ترک المعاصی
فإن العلم نور من اللہ ونور اللہ لا یعطی العاصی

میں نے اپنے (استاد) ولیع کے پاس اپنے ضعف حافظہ کی شکایت کی۔ تو انہوں نے مجھے گناہوں کے ترک کر دینے کی ہدایت کی۔ کیونکہ علم اللہ کا نور ہے۔ اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔

اسی بنا پر مولانا فرماتے ہیں۔ کہ تم اپنے قوائے اور اک اور آلات تعقل کو نادرست نہ ہونے دو۔ اور گناہوں سے بچو۔ جن سے ان قوی و آلات میں کجی و نادرستی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر دیکھو۔ کہ حقائِق تم کو اصلی اور حقیقی صورت میں چلنے ہونے لگیں گے۔ مولانا ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

پاک کن دد چشم را از مومے عیب تا بہ بینی باغ و سرستان غیب
چشم را در روشنائی خوئے کن گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن

خاتمہ بیت پر فرمایا ہے۔ کہ یہی جواب ہے۔ سائل کے اس سوال کا کہ اگر قرآن مجید فارق حق و باطل ہے۔ تو پھر دنیا میں ضلالت و گمراہی کیوں موجود ہے۔ وجہ جواب یہ ہے۔ کہ ضلالت کا وجود قرآن مجید کے فارق حق و باطل نہ ہونے پر مبنی نہیں۔ بلکہ اس پر مبنی ہے۔ کہ لوگوں کی نظر قرآنی تعلیمات کے اور اک کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اگر لوگوں کی نظر درست میں ہوتی۔ تو دنیا میں ضلالت و غوایت کا نام و نشان نہ رہتا۔ صاحب نے

کافی پیچیدہ واردات میں مارا بدست ورنہ وار و کعبہ کوئے توراہ از شش بہت

فکرت راکتر ہیں نیکو نگر ہست ہم نور و شعل آں گہر

ترکیب۔ بظاہر یوں متبادر ہوتا ہے۔ کہ فکرت مفعول بہ اول اور کر مفعول ثانی ہے ہمیں کا۔ مگر حقیقت میں یوں نہیں۔ بلکہ ہمیں میں ضمیر مخاطب ذواً بحال ہے۔ اور داشتہ فعل مقدر اپنے ان دونوں مفعولوں کے ساتھ مل کر اس کا حال ہے۔ ایک نسخہ میں ”فکرت راکتر کن“ درج ہے۔ یہ نسخہ صاف ہے۔ محتاج تکلف نہیں۔ ایک شارح نے مبین بمعنی کن سمجھا ہے۔ اس صورت میں بھی معنی صاف ہو جاتے ہیں۔ مگر نہ معلوم یہ محاورہ ان کو کہاں سے لے آئے لگا بہت کی ضمیر کا مرجع قائم کرے میں شارحین نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ شارح بحر العلوم نے صاحب مکاشفات کے قول کے مطابق اس کا مرجع فکر کو قرار دیا ہے۔ اور اس تقدیر پر کلمہ ”ہم“ اشتراک کا معنی دیتا ہے۔ ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ایک شارح نے اس ضمیر کو قرآن کی طرف

راج کیا ہے۔ ایک اور شراح نے اس کا مرجع غیر حق کو قرار دیا ہے۔ اور دوسری صورت میں ہم بمعنی نیز حرف عطف ہے۔

ترجمہ۔ اپنے فکر کو ٹیڑھا (رکھ کر) نہ دیکھو (بلکہ عارفوں کی طرح) درست (اور صحیح فکر کے ساتھ) نظر کرو (کہ ایسی) فکر راست ہے۔ جو اس وجود مطلق کے نور اور شجاع کے ساتھ مشارک ہے۔ مطلب۔ یہاں فکر سے منطقی اصطلاح کے موافق نظر عقلی مراد نہیں۔ بلکہ فکر عارفانہ مراد ہے۔ جسکے بعض

اکابر کا قول ہے۔ التفلک ساعة خیر من الدنیا وما فیہا۔ یعنی گھڑی بھر کا تفکر ساری دنیا اور اسباب دنیا سے بہتر ہے (بحر العلوم) اس کے ہم معنی ہے یہ حدیث اللہ نیا ملحو نذا و ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ و ما ذاک لا۔ یعنی دنیا ملعون ہے اور اس کے سامان ملعون ہیں مگر اللہ کی یاد اور وہ باتیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے (مشکوٰۃ) ۵

بفکر اے پریشان گزشت ایامش کیسکہ بچو تو صائب بفکر یار زلفت

دوسرے دونوں شارحین کے ترجمے علی الترتیب حسب ذیل ہیں :-

(۱) تم اپنے فکر کی غلط بینی چھوڑ کر راست بینی اختیار کرو۔ تو تم کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ قرآن بھی اس غلام کے گوہر سخن کا ہم نور و ہم شمع یعنی فارق حق و باطل ہونے میں مشارک اعلیٰ ہے۔

(۲) اپنی فکر کو کج مت کرو۔ اور اچھی طرح دیکھو۔ کہ وہ (غیر حق) بھی (جس پر تم کو اعتماد ہے) اسی گوہر کے نور کا عکس ہے۔ اور اسی کی شمع ہے۔ مطلب یہ کہ شمع کی گرویدگی میں منظر شمع سے غافل ہونا۔ اور اصل کو چھوڑ کر عکس طلب کرنا بیوقوفی ہے۔

ہر جوابے کا زکوش آید بدل چشم گفت از من شنو آں راہل

لغات۔ کان محففت کہ آل چشم سے چشم باطن مراد ہے۔ راہل۔ ہار کے کسرہ سے صیغہ امر ہے بلیدن۔ (چھوڑنا) ہے۔ ترکیب۔ ہر جوابے کا زکوش شرط دوسرا مصرعہ جزاء۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جزاء مقدر ہو۔ یعنی آل کفایت نکند شرط و جزاء لکھلعلہ ہو۔ اور دوسرا مصرعہ اس کی علت۔ لہذا ترجمہ بھی دو طرح ہو سکتا ہے ترجمہ (۱) جو (سماعی) جواب کان (کے ذریعے) سے دل میں پہنچتا ہے (اس کے بارے میں) چشم (بصیرت) کہتی ہے (کہ حقیقت کی بات اس سے نہیں سن سکتا) مجھ سے سن۔ اس کو چھوڑ دے۔

(۲) جو (سماعی) جواب کان (کے ذریعے) سے دل میں پہنچتا ہے۔ (وہ کافی نہیں)۔ لہذا چشم (بصیرت) کہتی ہے کہ (حقیقت کی بات) مجھ سے سنو اسکو چھوڑ دو۔

مطلب۔ پیچھے یہ شبہ ناشی ہوا تھا۔ کہ اگر قرآن مجید فارق حق و باطل ہے۔ تو پھر دنیا میں ضلالت و غایت کیوں موجود ہے۔ اور اس کا جواب صرف اتنا دیا تھا۔ کہ تم اپنی بصیرت کی آنکھ کو راست میں بناؤ۔ تو پھر قرآن کا فارق حق و باطل ہونا خود بخود نمایاں ہو جائے گا۔ اور کوئی منطقی دلیل اس کے فارق ہونے کی پیش نہیں کی۔ اب اس کی وجہ بیان کی ہے۔ کہ سماعی جواب جو کسی منطقی دلیل پر مشتمل ہوتا شفا سے تمام نہیں بخشتا۔ ایسا جواب صرف معنی ظن ہوتا ہے۔ جو کسی مخالف دلیل قوی کے پیش ہونے پر رد ہو سکتا ہے۔

جس کے بعد پھر وہی مشہد قائم ہو جاتا ہے۔ لہذا اسماعی جواب سے تسکین چاہنے کی بجائے خود اپنی چشم بصیرت سے کام لو۔ جس سے تم فارقتِ قرآن کو گویا دیکھ ہی لو گے۔ اور شنیدہ کے بودا مند دیدہ "مسلم ہے۔ کان (آکھ شنید) اور آنکھ (آکھ دید) میں فرق مراتب یہاں تک ہے کہ:-

گوشہ دلالِ رست و چشمِ اہلِ وصال چشمِ صاحبِ حال و گوشِ صاحبِ قال

لغات - دلال راستہ بتانے والا۔ سودا کرانے والا۔ وصل محبوب کا ذریعہ بننے والا۔ اہل وصال - صاحب وصل - جس کو محبوب کا وصل نصیب ہو جائے۔ صاحب حال جو کسی خاص کیفیت میں خود مستغرق ہو۔ صاحب قال وہ لوگ جو کسی کیفیت کا صرف زبانی و لسانی تذکرہ کرتے۔ اور دوسروں کو بتاتے ہیں خود ان پر وہ کیفیت طاری نہیں۔

ترجمہ - کان تو (معانی و حقائق کو دل تک پہنچانے میں صرف) دلال (کا کام کرتے) ہیں۔ اور چشم (بصیرت خود ان معانی و حقائق کو کان وغیرہ آلاتِ احساس کے توسل کے بغیر) حاصل کر لینے والی ہے۔ (یا یوں کہو کہ) چشم (بصیرت ان معانی کی کیفیت میں خود متکلیف ہے۔ اور کان صرف اس کو بیان کرنے والے ہیں۔

مطلب - یہاں کان اور چشم بصیرت کا فرق دکھایا ہے۔ یعنی ان دونوں کو معانی مقصودہ کے ساتھ الگ الگ دہی نسبت ہے۔ جو ایک پیغام لے جانے والے کو اور محب طالبِ وصل کو محبوب کے ساتھ ہوتی ہے۔ محب جب اپنے محبوب کے ساتھ وصل یا ب ہو جاتا ہے۔ تو پھر کسی قاصد پیغام رسائی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح جب قلب میں ابجلا اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو کان کے توسط کے بغیر اس پر معانی و مطالب اور حقائق و معارف منکشف ہونے لگتے ہیں۔

شبنم از روشن ضمیری جو شد در قناب ہر کہ صاب صاف گرد و زود وصل مشو
پھر اسکو کان وغیرہ آلاتِ احساس کے توسط کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور اس مرتبہ میں قلب گویا خود صاحبِ حال ہے۔ کہ وہ معانی و معارف کی اس کیفیت میں سرتاپا مستغرق ہے۔ اور کان صرف ان کے ناقل و حاکی ہیں خود ان کی کیفیت سے غیر متکلیف ہیں۔

دشنود گوش تبدیلِ صفات در عیان دیدہ تبدیلِ ذات

لغات - شنود اصل مصدر ہے شنودن سے۔ صفات - اوصاف - اخلاق و عادات - اور کیفیات نفسانیہ عیان - مشاہدہ۔ دیدہ آنکھوں سے دیکھنا۔ ذات - اصل وجود جو موصوفہ صفات ہوتا ہے۔
ترجمہ - کانوں کے سننے میں (زیادہ سے زیادہ یہ اثر ہوتا ہے کہ) عادات وغیرہ صفتیں بدل جاتی ہیں۔ (بجلاف اس کے دل کی آنکھوں کے مشاہدہ میں) یہ گہری تاثیر ہے۔ کہ اکایا لپٹ ہو جاتی ہے۔

مطلب - یہ ایک اور پیرایہ اس کان اور چشم بصیرت کا فرق بیان کیا ہے۔ یعنی وعظ و فصل سخن کر بھی عبرت ہوتی ہے۔ مگر اس کا اثر صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ بعض عادات کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ مثلاً تکبر کی مذمت سنی۔ تو

تواضع پر دل مائل ہو گیا۔ اسراف کے بُرے نتائج معلوم ہوئے۔ تو طبیعت کا کفایت ستاری کی طرف میلان ہو گیا۔ لیکن اس قسم کی تبدیلی کے بعد پھر ان بُری عادتوں کا خود کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ ابھی طبیعت نہیں بدلی۔ جو منشاء عادات ہے۔ صحبت بد و خیر وہ پھر وہ عادات تازہ ہو سکتی ہیں۔ مگر جب بجائے سننے کے چشم بصیرت سے ان ذوال کے نتائج سیہ کا احساس ہو جاتا ہے۔ یا چشم ظاہر سے ان نتائج کے مشاہدہ کا موقع مل جاتا ہے۔ تو اس کا اثر اس قدر گہرا ہوتا ہے۔ کہ گو طبیعت ہی بدل جاتی ہے۔ اور جب سب عادات و منشاء افعال ہی بدل جائے۔ تو پھر سابقہ عادات کا ٹھوکر کیونکر ممکن ہے۔ بعد کی ہے

بزودم مرغ سوئے دانہ فراز چو ن در مرغ میند اندر بند

زائش از علت یقین شد از سخن پختگی جو در یقین منزل کن

لغات۔ زائش۔ از زائش ہے۔ علت یقین سے علم یقین مراد ہے۔ جو یقین کا ادنیٰ درجہ ہے۔ سخن بات تذکرہ۔ ترکیب۔ از سخن اس مصرعہ میں کلمہ شد کے متعلق ہے۔ نہ کہ دوسرے مصرعہ میں کلمہ جو کے متعلق جیسے کہ ایک شارح نے اختیار کیا ہے۔

ترجمہ۔ اگر آگ (کا) تذکرہ (سننے) سے تم کو آگ کا علم یقین حاصل ہو گیا۔ تو (یقین کے) اس ادنیٰ درجہ پر ٹھکانا نہ کرو بلکہ یقین میں پختگی طلب کرو۔

مطلب۔ اس میں بھی سماعی علم سے اس علم کے فضل ہونے کی تائید ہے۔ جو مشاہدہ و عیان سے حاصل ہو۔ اور یہاں یقین ان تین قسموں کا ذکر ہے۔ جو صدقہ کی اصطلاحات سے ہیں۔ علم یقین یہ ہے۔ کہ کسی مخیر صادق سے کوئی خبر سن کر اس کو صحیح مان لیا جائے۔ جیسے فرض کرو کہ ایک شخص نے دنیا میں پیدا ہو کر آگ دیکھی ہی نہیں۔ تو کسی نے اس کو بتایا۔ کہ آگ ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جو اشیاء کو جلا دیتی ہے۔ اس مخیر کے اعتبار پر جو اس شخص کو یقین آجائے کہ وہ علم یقین ہے۔ اور اگر وہ شخص کسی چیز کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھ بھی لے۔ تو پھر کہیں گے۔ کہ اس کو یقین یقین کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اور اگر اس کے ساتھ ہی وہ خود بھی آگ میں کود پڑا۔ اور اس کے اثر سوزش کو اپنے جسم پر محسوس کیا۔ تو یہ حق یقین ہے۔ پس اسی طرح اول تو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کو صرف سن کر مان لیتے ہیں۔ یہ علم یقین ہے۔ اور اس سماع کے بعد جب بعض بندگان حق کو اس کے عشق و محبت میں مستغرق دیکھتے ہیں تو عین یقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ مگر خود بھی اس آتش عشق میں جلتے لگتے ہیں۔ تو اب حق یقین کے درجہ پر فائز ہو گئے۔ ہذا فرماتے ہیں کہ یقین کے ادنیٰ یا وسط درجہ پر قانع نہ بنو۔ بلکہ اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کی کوشش کرو۔ جو حق یقین ہے۔ صرف کان سے سننے یا چشم ظاہر سے دیکھنے پر کفایت نہ کرو۔ بلکہ چشم بصیرت کے مشاہدہ سے حق یقین حاصل کرو۔

تا نسوزی نیست آں عین یقین این یقین خواہی در آتش نشین

لغات۔ عین یقین۔ ٹھیک یقین پورا پورا یقین۔ حاصل یقین یعنی حق یقین۔ جو خود آگ میں پڑنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یقین کی تین قسمیں جو اوپر بیان ہوئی تھیں۔ ان میں دوسری قسم عین یقین تھی۔ یہاں وہ مراد نہیں۔ کیونکہ اس میں عین یعنی چشم مراد تھی۔ اور عین یقین کے معنی میں آنکھ کے ساتھ دیکھنے سے حاصل کیا ہوا

یقین مگر یہاں عین بیعتی اصل مراد ہے۔ جس کے معنی حق کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض شارحین کو اس لفظ کی تاویل میں بہت مشکلات پیش آئی ہیں۔ جتنے کہ بعض کو مجبوراً ماننا پڑا۔ کہ یہاں مولانا کی اصطلاح تمام صوفیہ سے جداگانہ ہے (کلید)۔

ترجمہ۔ جب تک کہ تم خود (آتش عشق میں پڑ کر) جلنے نہ لگو (مہار) وہ (یقین) حق یقین کے درجے کا نہیں ہے۔ (اگر) یہ یقین چاہتے ہو۔ تو (خود) آتش (عشق) میں بیٹھ جاؤ۔
 مطلب۔ چونکہ سماعت سے علم یقین حاصل ہوتا ہے۔ جو ادنیٰ ہے۔ مشاہدہ سے عین یقین کا درجہ ملتا ہے جو درجہ اوسط ہے۔ اور خود اپنی ذات پر سننے سے حق یقین کے درجے پر فائز ہو سکتے ہیں۔ جو یقین کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ لہذا فرماتے ہیں۔ کہ اگر اعلیٰ درجہ مطلوب ہے۔ تو خود آتش عشق میں کود پڑو۔ سننے یا دیکھنے پر اکتفا نہ کرو۔ کما قال المنہر الشہید علیہ الرحمۃ والغفران سے

ز عشق اودباغی کے کشلی سے شوم نظر کہ غرقِ سوختن چوں شعلہ سخنواہم ہر اہل

گوش چوں ناقد بود و دیدہ شود ورنہ قل در گوش پیچیدہ شود

لغات۔ ناقد۔ مرک۔ شناسا۔ پرکھنے والا۔ تمیز کرنے والا۔ قل۔ بضم قاف قول۔ شاید قول کا محضف ہے۔ یا صیغہ امر مجازاً مجھے مصدر استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ۔ (خیر اگر کان (بھی) پرکھنے والا ہو۔ تو وہ (بھی) بمنزلہ جہنم ہو سکتا ہے۔ ورنہ (اسکی تمام سنی سنائی) باتیں اسی میں لپیٹ کر رہ جاتی ہیں (دل تک نہیں پہنچتیں)۔
 مطلب۔ اگر کان بھی درجہ کمال کو پہنچ جائے۔ تو ادراک میں آنکھ کا کام کرنے لگتا ہے۔ اور اس صورت میں وہ دلال اور صرف آلہ احساس نہیں رہتا۔ حضرت شیخ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے تصدیق میں لکھا ہے۔ کہ جب معرفت درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو کان میں آنکھ کے خواص اور آنکھ میں کان کے خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنی کان دیکھنے لگتے ہیں۔ اور آنکھیں سننے لگتی ہیں۔ صائب سے

پردہ گوش ترا کرد دست غفلت آہنیں ورنہ ہر خار سے دریں گلشن زبانِ مبلست مولانا بھیر العلوم دم فرماتے ہیں۔ کہ اس قول میں غالباً گوش و جہنم سے گوش دل مراد ہیں۔

ایں سخن پایاں نذر دبا ز گرد تاکہ شہ با آں غلامانش چہ کرد

ترجمہ۔ یہ (علوم و معانی کی) بحث تو انتہا نہیں رکھتی۔ (اب واپس چلو) اور دیکھو کہ بادشاہ نے (اپنے ان (دونوں) غلاموں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

براہ کردن بادشاہ کے ازاں دو غلام راواز دیگرے

روانہ کرنا بادشاہ کا ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو۔ اور دوسرے سے

احوال آل پرسیدن - و باز گفتن و آنچه در دست

اس کے حالات دریافت کرنا - اور اس کا ان صفات (روعات) کو بیان کرنا جو اس میں ہیں -

آل غلامک را چو دید اہل ذکا آل دگر را کرد اشارت کہ بیا

لغات - غلامک - غلام کے ساتھ کاف تصغیر شامل ہے - جیسے مردک - کنیزک - طفلک میں - اور صیغہ تصغیر تحقیر - ترخم - وغیرہ کو معنوں میں آتا ہے - آگے مولانا خود بیان کرتے ہیں - ذکا - بفتح ذال معجمہ - دانش - تیزی طبع اور بالضم بجئے آفتاب - ترجمہ - (بادشاہ نے) جب اس شخص سے غلام کو (بہت) ذہین پایا - تو اس دوسرے (غلام) کو اشارہ کیا کہ اب تم ادھر آؤ -

کاف رحمت گفتش تصغیر نیست جدو گوید طفلم تحقیر نیست

لغات - رحمت - مہربانی - ترخم - تصغیر چھوٹا اور ناچیز قرار دینا - جد - دادا - تحقیر تحقیر سمجھنا - ترجمہ - میں نے اس کے نام پر یہ ترجمہ کا کاف بولا ہے (اس سے) اس کی شان کو گھٹانا (مقصود) نہیں (دیکھو) جب دادا (اپنے پوتے کو پیار سے) "میرا بچو نگرا" کہتا ہے - تو (یہ کوئی) تحقیر نہیں ہوتی -

مطلب - تصغیر کے ہر زبان میں خاص صیغے ہوتے ہیں - فارسی میں یہ صیغہ کسی اسم کے آخر میں کاف یا "چہ" شامل کرنے سے بنتا ہے - تصغیر کے معنی کسی چیز کی چھوٹائی ظاہر کرنا - اور مقصود اس سے کبھی اس چیز کی جسامت و ضخامت یا طول و عرض کی کمی ہوتی ہے - جیسے طبلم (ڈھولگی) سراچہ (چھوٹا سا گھر) کبھی اس کی تحقیر و تذلیل جیسے مردک (مردوا) دزدک (چوٹا) کبھی ترخم و محبت جیسے طفلمک (بچو نگرا) و خترک (مبارکی بیٹی) مولانا بطور دفع و حل مقدر فرماتے ہیں - کہ کوئی یہ اعتراض نہ کرے - کہ میں نے ایک عاقل و ذریک غلام کو غلامک کہہ کر اس کی تحقیر و تصغیر کیوں کی جبکہ بزرگی بعقل است نہ بساں سلبہ ہے - نیز ایک مومن کی تحقیر کرنا گناہ بھی ہے - حدیث بحسب اہل حق الشرائع ان یحقروا احبا المسلمین آدمی کو کسی بڑائی کا کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حقارت سے پیش آئے - کیونکہ یہ کاف صیغہ تصغیر تحقیر کے معنی میں نہیں بلکہ ترجم و شفقت کی غرض سے ہے - یہ ایک جملہ معترضہ تھا - جس کا ایراد مولانا کے ذوق بیان و جوش تقریر کے لطائف سے ہے -

چوں بیاد آں دووم در پیش شاہ بودا و گندہ دہاں ونداں سیاہ

ترجمہ - جب وہ دوسرا (غلام) بادشاہ کے (بلانے پر اس کے) حضور میں آیا - تو اس کا منہ بدودار اور دانت نیلے نیلے تھے -

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتار او جستجوے کرد ہم از کار او
ترجمہ۔ اگرچہ بادشاہ کو (اس کی بوسے دہن کے باعث) اس کی ہمکلامی سے تکلیف محسوس
ہوئی (دیا یوں کہو اگرچہ بادشاہ نے اس کی بد صورتی کی وجہ سے ابتداً اس سے ہمکلام ہونا
ناپسند کیا) تاہم اسکی حالت کی بھی تفتیش کرنے لگا۔

گفت باین شکل و این گندہ ہاں دور نبشیں لیک ازاں سو ترمران

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا۔ تو اس بھونڈی شکل اور بدبودار منہ کے ساتھ (دہتر سی ہے کہ) دور
بیٹھ۔ لیکن بہت دور بھی نہ بھاگ جا (یعنی مناسب فاصلے سے دور بیٹھا کر)۔
مطلب۔ کسی کی تحقیر اور دل شکنی جائز نہیں۔ مگر بادشاہ نے اس کو اس کے معائب جسم پر توجہ دلا کر دل شکستہ
کرنا چاہا۔ تو یہ ایک طرح سے امتحان تھا۔ اور مصلحت اس میں یہ تھی۔ کہ قرب سلطانی کا غرور اور محلات شاہی
کی نشست اس کے لئے انہار حقانیت سے حجابِ زہن جائے۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی مدنظر تھا۔
کہ کہیں وہ اس تحقیر سے متوخت ہو کر یا یہ سمجھ کر کہ دور رہنے کے حکم سے بالکل غیبت دوری مقصود ہے۔
بھاگ ہی نہ جائے۔ یا نظر سے اوجھل نہ ہو جائے۔ اس لئے حکم دے دیا۔ کہ دور بیٹھو۔ مگر رہو ہماری نظر
کے سامنے۔

تا علاج ایں دمان تو کنیم تو مریض و ما طبیب پر فینم

ترجمہ۔ تاکہ ہم تیرے اس (مرض) دمان کا علاج کریں۔ تو مریض ہے۔ اور ہم (بھی) حکیم
حاذق ہیں۔

مطلب۔ یہ شعر علت ہے۔ ”لیک زان سو ترمران“ کی جو اس سے اوپر کے شعر میں ہے۔ یعنی تم کو نظر کے
سامنے رہنے کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے۔ کہ تمہارے مرض کا علاج کیا جائے۔ اور معالجہ کے سامنے مریض کا ہونا
ضروری ہے۔ حرف تا انتہا کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی تم دور بیٹھو۔ اور نظر سے غائب بھی نہ ہو جانا۔ اس وقت
تک کہ تمہارا علاج کیا جائے۔ کیونکہ علاج سے پہلے قریب آنا مخاطبین کے لئے باعثِ اذیت ہوگا۔ اور اس سے
پہلے غائب ہو جانا فعلِ علاج ہوگا۔ بعض نسخوں میں وہ مصرعوں ہے۔ ”دور نبشیں مرکب ایں سو ترمران“ یعنی
دور بیٹھو اور (دھڑ دھڑ) ہمارے قرب کی طرف) اپنے نوں تقرب کو دوڑاتے نہ آؤ۔ یہ نسخہ بھی درست ہے۔ اور اس
صورت میں مرکب ایں سو ترمران تاکید قرار پائے گی۔ دور نبشیں کی۔ اور اس شعر میں حرف تا صرف انتہا کے
لئے ہوگا۔ یعنی جب تک تمہارا علاج نہ ہو جائے۔ ہمارے قریب آنا مناسب نہیں۔ اور ظاہر ہے
کہ ہمارے اختیار کردہ نسخہ میں معنی مزید کا افادہ ہے۔ اس لئے یہ قابلِ ترجیح ہے۔ فافہم۔

پہلے شعر میں انہار نفرت سے اس کی دل شکنی کی تھی۔ کہ حجابِ غرور مرتفع ہو جائے۔ اس شعر میں
علاج مرض کی تجویز سے اس کی مواسات و مدارات کا انہار کر کے اس کی طبیعت کو کسی قدر مائوس کیا گیا
ہے۔ تاکہ انتہائی دل شکنی مانع مقصود بھی نہ ہو جائے اور رفعِ حجابات کے بعد کسی قدر انس و تالفت کا سہارا مل سکے

انگھارا سر اڑکا محک ہو۔

بادشاہ کے اپنے آپ کو طیب پرفن کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی عارف باشد اور صاحب ارشاد تھا۔ اسی لئے وہ اس طریق سے غلام کا امتحان لے رہا ہے۔ اور تدریجی تدابیر سے اس کو راہ مقصود پر لارہا ہے جس طرح مشائخ کا لین اپنے مستفیدین کی اصلاح و تکمیل میں کیا کرتے ہیں۔

کہ تو زابل نامہ ورقہ بندی نے جلیس و یار ہم قہجہ بندی

لغات۔ اہل نامہ ورقہ۔ خط پتر چھپی چپائی پہنچانے والا۔ نامہ بر۔ قاصد۔ زابل ورقہ سے وہ شخص مراد ہے جو بالمشافہ گفتگو کرنے کے قابل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اس سے دور رہ کر صرف تحریری مکالمہ کیا جائے۔ جلیس۔ ہم نشین۔ مصاحب۔ بقعہ۔ گھر۔ مکان۔ ہم بقعہ ایک گھر میں ساتھ رہنے والا۔ ترکیب۔ آئنا و شعر میں کاف تعلیل کا ہے۔ اور یہ شعر عدت ہے در بنشین کی۔ جو اوپر کے تیسرے شعر میں گذرا۔ ترجمہ (تم کو دور بیٹھنے کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے کہ تم صرف خط پتر لائے لے بیٹھنے کے لائق ہو) یا تم اسی قابل ہو کہ تم سے زبانی گفتگو کی بجائے تحریری بات چیت کی جائے نہ کہ ہم نشین اور رفیق اور ہم خانہ ہونے کے لائق۔

بہر کیے نو گلیے سو ختن نیست لائق از تو دیدہ دو ختن

لغات۔ کیک بکسر کاف پتو۔ نو گلیہ نئی گڈری موصوف موزن اور صنعت مقدم آئی ہے۔ چھپتہ نوشتہ۔ دیدہ دو ختن۔ آکھ بند کر لینا۔ قطع نظر کرنا۔ بے پروائی کرنا۔ ترکیب۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ چنانکہ نو گلیے بہر کیے سو ختن لائق نیست مچھاں از تو دیدہ دو ختن سزاوار نہ باشد لہذا بہر کیے مع مقدرات جملہ ہمیشہ شیل۔ از تو دیدہ دو ختن مع مقدرات جملہ ہمیشہ مثل نہ۔ یہ دونوں جملے لڑکھٹیلہ ہوا۔ ترجمہ (جس طرح) ایک نئی گڈری کو پتو کی وجہ سے پھونک ڈالنا مناسب نہیں (اسی طرح) تجھ سے (بترے کسی عیب کی وجہ سے) بے پروائی کرنا (اچھا نہیں)۔ مطلب۔ پتو کی موجودگی بیشک گڈری کا عیب ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس سے بہت سے نواقص بھی مرتب ہوتے ہیں۔ لہذا اس کو تلف کرنا اور ایک عیب کی وجہ سے کئی فوائد کو ہاتھ سے کھڑنا غلطی ہے۔ نظامی ۲۰۵۔

میفکن گول گرچہ عار آید ست کہ ہنگام سر با بکار آید ست
اسی طرح غلام کو اس کے بعض جسمانی عیوب کی بنا پر ہاتھ سے دینا اور اس کے دیگر فوائد سے محروم ہونا سراسر نادانی تھی۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ دوستوں کی سابقہ عنایات اور موجودہ اخادات کو ملحوظ رکھ کر ان کی لغزشوں اور قصوروں سے درگزر کرنی چاہئے۔ باہم ایسے فساد و فساد کی بنیاد ڈالنا جو شقاق و نزاع کا باعث ہو۔ مناسب نہیں۔

اک دوست کی جفا سے جو پیچھے کھی الم از بہر انتقام نہ بہر گز نہاد کر

اس زخم دل کی مرہم شافی ہی ہے خوب

اس کے گزشتہ لطف و عنایت کو یاد کر

باہمہ نشین دوسہ دستان بگو تا بہ ہم صورت عقالت نکو

لغات - دستان سخن - گفتگو - قصہ ترکیب - ہر کلمہ تاکید ہے۔ اس کا مرکب عیوب مقدر ہے۔
ترجمہ - تم اپنے ان عیوب کے (آؤ) بیٹھ جاؤ۔ دو تین باتیں کرو۔ تاکہ میں تمہاری عقل کا حال بخوبی معلوم کر دوں۔

مطلب - اس سے پہلے بادشاہ نے سختی کے بعد کسی قدر نرمی کا بتاؤ کیا تھا۔ اب بالکل نرم ہو گیا۔ تاکہ غلام کی طبیعت پوری طرح مانوس ہو جائے۔ اور اس کی قلبی کیفیات کے عیاں ہونے میں کوئی امر مانع نہ رہے۔
صائب - تیرا بھرت نرم دل سنگ آب کرد شیراز ملائیت بشکر دست یافتہ است

اں ذکی را پس فرستاد او بکار سوئے حمای کہ رو خود را بخار

لغات - ذکی صاحب ذکا - ذہین - زیرک - عاقل - بخار - صیغہ امر ہے غاریدن سے کھجلاؤ۔ خوب لو۔ ماش کر
ترجمہ - پھر اس دوسرے عقلمند غلام کو (تو) بہانہ بنا کر ایک حمام کی طرف کام پر بھیج دیا۔
(اور یہ کہہ کر اٹال دیا) کہ جاؤ تم اپنا بدن خوب ملو (اور نہاؤ)

وین دگر رگفت توجہ زیر کی صد غلامی در حقیقت نے کی

لغات - زیر کی بیاضے خطاب مجھے زیرک ہستی ہے۔ اسی طرح غلامی غلام ہستی۔ اور کی کیجے مہتی ہے۔
ترجمہ - اور اس دوسرے غلام کو فرمایا تم کس قدر عقلمند ہو۔ تم (اپنی) گونا گوں خوبیوں کے لحاظ سے (فی الواقع سو غلام) کے برابر (ہو)۔ ایک (غلام) نہیں ہو۔

باز قابل تربی زان یا رخود نزد ما آ کہ تو بہ زان یا ر بد

ترکیب - دوسرے مصرعہ میں "تو" مبتدا "یہ" یعنی نیک خبر اور کلمہ رابطہ ہستی مقدر ہے۔
ترجمہ - تب تو تم اپنے ساتھی سے زیادہ قابل ہو۔ ہمارے پاس آؤ کہ تم اس برسے یار سے اچھے ہو۔

مطلب - اس غلام کے امتحان کی یہ اور بھی زبردست چال تھی۔ کہ ہم نشینی و مصاحبت کی عزت و بچے کے بعد۔ اب اس کو بنانا شروع کر دیا۔ اگر کوئی ناقص طبع و خام کار ہو۔ تو اس امتحان میں اس کے ذیل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ خود اپنی خوبی پر نازاں اور دوسرے کے عیوب بیان کرنے پر آمادہ ہو کر اپنی باطنی کمزوری کو نمایاں کر دیتا ہے۔

غنی را ز تنگ نظریاں نہاں آخرنے ماند اگرچہ شیشہ ساعت نفس در سینه می زند
کمال و مکمل مشائخ اسی طرح اپنے مریدوں کو آزمائنا کران کی خامیوں کا پتہ لگاتے اور ان کی اصلاح کیا کرتے ہیں۔

اے نہ کہ خواجہ تاش تو نمود از تو مار اسر و میکرداں سؤد

لغات - خواجہ تاش - ایک آقا کے چند غلام آپس میں خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔ انکے سر و گردن کسی سے برگشتہ کرنا - سؤد - حاسد -

ترجمہ - تم ویسے نہیں۔ جیسے کہ تمہارے ساتھ کئے غلام نے ظاہر کیا ہے۔ وہ حاسد تو رہتاری بڑائیاں کر کے ہیں تم سے برگشتہ کرتا تھا۔

گفت او دزد و کز ترست کز نشین حیر و نامرد و چنان ست چو نیش

لغات - کز ترست - بدچلن - کز نشین - بد صحبت - آوارہ - حیر - نشت - نشتے - وہ انسان جس میں مردانہ وزما نہ دونوں علامتیں ناقص طور پر ہوں۔ اس لئے وہ نہ پورا مرد ہوتا ہے نہ عورت۔ یہ کلمہ مجازاً نامرد بزرگ کم ہمت۔ یہ عرصہ آدمی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حاسے صلی کے ساتھ اس کا استعمال غلط مرد ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ فارسی زبان کا ہے جس میں حاسے صلی نہیں آتی۔ لہذا اسے ہونکے ساتھ بیزہمچ ہے۔

ترجمہ - اس نے تمہارے بارے میں کہا ہے۔ کہ وہ چورا اور بد چلن ہے اور بد صحبت۔ نشت اور نامرد ہے اور ایسا ویسا ہے۔

مطلب - امتحان کی یہ اور بھی سخت گند ہے۔ اپنے ساتھی سے اس کو قابل تر قرار دے کر اس پر بٹھا لیتا تو صرف اتنا ظاہر کر سکتا ہے کہ وہ عجب خود پسندی اور دوسرے کے حق میں عیب گیری و کتہ پینی سے کہاں تک بچنے کی طاقت رکھتا ہے۔ لیکن ایک کے حق میں دوسرے کی بدگوئی بیان کر دینے سے یقیناً آتش غضب شعل اور پھوش انتقام پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی شدید کڑائیش میں پورا اترنا نہایت نازک کام ہے۔ مگر یہ غلام محاسن اخلاق کی صفات سے موصوف تھا۔ اور غرور و عجب اور کبر و غصہ کی آمیش سے اس کی طبیعت پاک تھی۔ چنانچہ ان باتوں کے جواب میں کیا عرض کرتا ہے :

گفت پیوستہ بدست اور اشگو راست تر من کس ندید استم ازو

ترجمہ - غلام نے کہا وہ ہمیشہ سچ بولتا رہا ہے۔ میں نے اس سے زیادہ سچ بولنے والا کوئی نہیں دیکھا نہ ذرا میرے بارے میں کسی یہ باتیں سب سچ ہیں مطلب - وہ غلام ایک مدح و پاک نفس انسان تھا۔ کبر و غرور و غضب و انتقام وغیرہ لغتانی معائب پاک تھا۔ اور مردانہ حق کا یہی شیوہ جیتا ہے۔ کہ بدگوئی بدگوئی اس کے دل پر موثر نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس کی نفسیں و تصدیق کیا کرتے ہیں۔

حضرت مالک و نیاز رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ کسی عورت نے کہا۔ اور اکارا وہ بولے۔ شاہ تاش! تم نے تو یہ پہچانا۔ تیس برس سے کسی نے مجھ کو میرے نام سے نہیں پکارا۔ لیکن تم نے پہچان لیا۔ کہ میں کون ہوں! حضرت مولانا رومؒ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ میں اسلام کے تہتر فرقوں سے متفق ہوں۔ ایک شخص اس جگہ پر برا فوختہ ہو گیا۔ اور سر مجلس آپ کو مغلطہ گالیاں دینے لگا۔ مگر آپ نے اس کے جواب میں کچھ فرمایا۔ تو

یہی فرمایا میں تمہاری ان باتوں سے بھی متفق ہوں۔

ایک دفعہ دو شخص میرا لڑ رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا۔ "اولین! تو ایک کتے کا۔ تو دس سے گا۔ اتفاق سے مولانا کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی! کچھ کہنا ہے مجھ کو کہہ لو۔ مجھ کو اگر ہزار کہو گے۔ تو ایک بھی نہ سونگے۔ دونوں مولانا کے پاؤں پر گر پڑے۔ اور آپس میں صلح کر لی۔ بیشک تحمل مردانہ کمالات سے ہے۔ صاحب ۷

بے تحمل نشو و جو ہر مردی ظاہر دست اگر تیج بود سہینہ سپرے باد

راستی و نیکوئی و حیا علم و دینداری و احسان و سخا
راستگونی و رہنمادش خلقے ست ہر چہ گوید من نگویم تہمتے ست

لغات۔ راستی۔ سچائی۔ راست روی۔ نیک چلی۔ راستگونی۔ سچ بولنا۔ اس صورت میں یا سے آخر مصدری ہے مگر کوئی صغیر مضارع ہو۔ تو اس کے معنی ہیں سچ کہو۔ بہر دو تقدیر و ترکیب و ترجمہ بھی دو طرح ہو گا۔ ترکیب (۱) راستی و راستگونی معطوفات مل کر مبتدا ہوا۔ (۲) اور اس صورت میں راستی اور راستگونی کے معنی جدا گانہ ہونگے نہ کہ متحد۔ و رہنمادش خلقے ست اس کی خبر (۲) راستگونی بتقدیر و حرف "اگر" شرط۔ راستی و نیکوئی الخ مبتدا اور و رہنمادش الخ خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہوئی۔ ان دونوں تقدیروں پر دو طرح کے ترجمے ملاحظہ ہوں۔ پہلے ترجمے میں راستی کے معنی نیک چلی کے اور راستگونی کے معنی سچ بولنے کے ہیں۔ اور دوسرے ترجمہ میں راستی کے معنی سچائی کے اور راستگونی کے معنی اگر سچ کہو کے ہیں۔

ترجمہ (۱) نیک چلی۔ خوشخوئی۔ شرم۔ بردباری۔ دینداری۔ حسن سلوک۔ سخاوت اور سچ بولنا اس کے وجود میں پیدا لیتی ہیں۔ وہ جو کچھ (میرے بارے میں) کہتا ہے میں نہیں کہتا کہ یہ کوئی تہمت ہے۔

(۲) (اگر) سچ کہو۔ تو سچائی۔ خوش خلقی۔ شرم۔ بردباری۔ دینداری۔ حسن سلوک اور سخاوت اس کے وجود میں پیدا لیتی ہیں۔ الخ

مطلب۔ عیب جوئی و بدگوئی عامی و نقص کی ذیل ہے۔ صاحب ۷

طفے ست راہ خانہ خود کردہ است گم ہر ناقص کہ در صد و عیب صفت ست

بخلاف اس کے پاک ضمیر و روشن دل لوگ ہمیشہ دوسروں کی خوبیوں کا خیال اور معائب سے قطع نظر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ ہر راہ ایک کتے کا بچہ مرا پڑا تھا۔ جس کا منہ کھلا تھا۔ اور اس کے نقص۔ سے راہ چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ رفیقوں نے ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ او ہوا! اس مردارے کیسی بدبو پھیل رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ واہ وا! اس کے دانت کیسے خوب صورت او چمکیلے ہیں۔ صاحب ۷

فروع شمع سے سرازد منور چشم روشن را

اگر پاک ست دل آخر نظر ہم پاک میگردد

وہاں میں کوئی بگڑائی سے متاثر نہیں ہوتا

وہاں کے عیوب و خیرات ہوتی انسان کے محاسن و نظائر ہوتی ہیں

کرتھ گویم آل نکواندیش را مستم دارم وجود خویش را

لغات - کرتھ نیرمھا - ناراست - بے جا - مستم ہائے کی فتح سے جس پر ہمت لگائی جائے - ملزم - بدنام -
سوا - ترکیب - کلمہ کرتھ تو سخن کی صفت ہے جو مقدر ہے - یا یہ منفیاً نکواندیش پر محمول ہے - ذوق ترجمہ میں
ظاہر ہوگا۔

ترجمہ - میں اس نیک اندیش کے حق میں کوئی بے جا بات نہیں کہہ سکتا دیا میں اس نیک
اندیش کو کچھ نہیں کہہ سکتا (میں تو اپنے ہی وجود کو ملزم ٹھہراتا ہوں)۔

مطلب - محاسن اخلاق کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے عیوب کے مطالعہ میں لگا رہے - اور لوگوں کے
عیوب کی پروا نہ کرے - ایسا انسان پھر بری زبان سے سختی سہا کرے گا - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے - طوبی لمن شغلہ عیبہ عن عیوب الناس - قابل سہا کرے گا وہ شخص جس کا اپنا عیب اسے
لوگوں کے عیوب سے بے پروا کر دے

غرق خود عیبوں میں ہیں ہم سرسبز	پھر کسی کے عیب پر کیوں ہو نظر
عیب جو ہے مثل تھمی کے ذیل	ڈھونڈتی پھرتی ہے جو عضو طویل
عیب جوئی میں وہ پاتا ہے مرا	جس طرح ہے پیپ تھمی کی غذا
عیب جوئی کی نہ کرنا تم ہوس	تم ہما ہو اور یہ ہے کارگس

باشد او در من بپند عینہا من نہ بینم در وجود خود شہا

لغات - باشد - ممکن ہے - ہو سکتا ہے - شاید - تھا - اے بادشاہ!
ترجمہ - بادشاہ سلامت! ممکن ہے کہ وہ مجھ میں عیوب دیکھتا ہو - (جن کو) میں اپنے وجود
میں (بوجہ غفلت و کوتاہی نظر) نہیں دیکھ سکتا۔

ہر کسے گر عیب خود دیدے ز پیش کے بدمے فارغ فے اصلاح خویش

ترجمہ - اگر ہر شخص (برا نتیجہ دیکھنے سے) پہلے ہی اپنا عیب دیکھتا - (اور ساتھ ہی وہ دور
اندیش بھی ہوتا) تو اپنی (اس برائی کی) اصلاح سے وہ کب فارغ بیٹھتا۔
مطلب - یہ مولانا کا مقولہ ہے - جو بنا بہت مقام بطور نصیحت فرماتے ہیں - اپنی اصلاح کے لئے اپنے
عیوب کا احساس ضروری ہے - اور اپنی اصلاح دہی کر سکتا ہے - جو اپنے عیوب کو دیکھ سکے - ایک اور جگہ
فرماتے ہیں

ہر کہ نقص خویش را دید و شناخت اندر اشکال خود و اسے تاخت

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ غلام کا مقولہ ہو - یعنی وہ کہتا ہے کہ اس عیب میں غلام کو شاید میرے عیوب معلوم ہوں -
جو مجھے معلوم نہیں - اگر مجھے معلوم ہوتے - تو کیوں ان کی اصلاح سے میں فارغ رہتا - اور کیوں اس کو میری عیب
گیری کا موقع ملتا - یہ بھی میری تصور ہے - اس کا نہیں

از تامل میتوال دریافت صائب عیب خویش وائے برنگس کہ اس آئینہ را دورا نگند

غافل انداز خلق از خود بے خبر لاجرم گویند عیب ہمدگر

ترکیب - خلق موصوف اور از خود بے خبر صفت ل کر سبتا ہوا - غافل اند اس کی خبر - یہ جملہ اسمیہ شرط ہوا -
بتقدیر حرف شرط دوسرا مصرعہ جزا - ایک مترجم نے ترجمے میں غافل کو خلق کی صفت ٹھیرایا ہے - یہ خلاف سیاق بھی ہے - اور مقصود کے لئے غیر ناگرم بھی -

ترجمہ - چونکہ یہ لوگ جو اپنے (عیوب) سے بے خبر ہیں (خود اپنی حالت سے) غافل ہیں - اسلئے ایک دوسرے کے عیب بیان کرنے لگے ہیں -

مطلب - لوگوں کا ایک دوسرے کے عیب بیان کرنا مبنی ہے اس پر کہ وہ اپنی حالت سے غافل ہیں
یعنی اپنی اصلاح عادات و تہذیب خصال کا ان کو فکر نہیں - اگر یہ فکر ہوتا - تو ان کو کسی دوسرے کے عیب میں مشغول ہونے کی فرصت ہی نہ ملتی - اور وہ اپنی حالت سے غافل اس لئے ہیں - کہ ان کو اپنے عیوب کی خبر تک نہیں - اگر ان کو اپنے عیوب کا کچھ بھی احساس ہوتا - تو وہ اپنی حالت سے یوں غافل اور بے پروا نہ ہوتے - اس تقریر سے ہمارے اختیار کردہ ترجمہ کی وجہ ترجیح ظاہر ہے -

من نہ بینم روئے خود را شمن من بینم روئے تو تو روئے من

لغات - شمن - بُت پرست - مراد ظاہر پرست اور یہ لفظ عیب چین کے لئے استعمال کیا ہے - باس منابت کہ جس طرح بُت پرست ایک محسوس مجسم پر کو بطور بت پیش نظر رکھتا ہے - اسی طرح عیب چین کی نظر بھی اس شخص کی ذات کو اپنا تختہ شق بنا لے رکھتی ہے - جس کی عیب جوئی کرتی ہے - خود اپنی حالت کی خبر نہیں - کیونکہ اپنی حالت کے مطالعہ کے لئے نگاہ ظاہر میں کام نہیں دیتی - بلکہ چشم بصیرت کی ضرورت ہے -
ترجمہ - اے ظاہر پرست میں اپنے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا - بلکہ میں تیرے منہ کو دیکھتا ہوں - اور تو میرے چہرے کو -

مطلب - عام لوگوں کی عیب گیری و نگاہ چینی کی حالت کو اپنی اور مخاطب کی تمیز میں ادا کیا ہے جیسے اگر وہ ریاکار لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے سے بنا و فی تقدس کا اظہار کرتے ہوں - تو ان کی تصویر ان نغظوں میں کھینچی کرتے ہیں - کہ من ترا ملا بجویم تو مرا حاجی گو "مطلب یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے عیوب تلاش و تجسس میں لگے رہتے ہیں - خود اپنی کسی کو خبر نہیں - سعدی رح

منہ عیب خلق اسے فرومایہ پیش کہ چشمت زد و دوز دار عیب خویش
چہرہ دامن آلود را حد زخم چودر خود شناسم کہ تردد امنم

آں کسے کہ او بیند روئے خویش نور اواز نور خَلْق است پیش

لغات - روئے منہ کنایہ ہے عیوب چہرے - یا عام عیوب سے - خلق - مخلوق -
ترجمہ - جو شخص اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے - اس کا نور (بصیرت) مخلوق کے نور (بصیرت) سے

بڑھ کر ہے۔

مطلب - ظاہر پرست دوسرے لوگوں کے عیب کو دیکھتا ہے۔ اور چشم باطن رکھنے والا اپنے عیوب کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ اپنے عیوب کے احساس کے لئے چشم ظاہر کام نہیں دے سکتی۔ اس کے لئے بصیرت باطن اور چشم قلب دیکھا ہے۔ لہذا ایسا شخص صاحب بصیرت ہونے کے علاوہ عام لوگوں سے اشرف و افضل ہوتا ہے۔

سیب خود دیدن مرا از یگانہ ممتاز کرد
منفعت از پاز زیاد از پر بده طاد رس را

نورِ حسی ہو و اں نور سے کہ او
نورِ خود محسوس بیند پیش رو

ترجمہ - جو نور اپنے (چشم سے) کے (نور کو) اس طرح (محسوس کرے) (جیسے) منہ کے سامنے (ہو) وہ حسی (و جسمانی) نور نہیں بلکہ باطنی (و روحانی) ہے۔

گر ہمیشہ نورِ اواباتی بود
زانکہ دیدش دید خلّاتی بود

لغات - اَبَی - عین ناقص - ابدی - خلّاتی - خداوند تعالیٰ کے ساتھ منسوب - خلّاتی - تلاق خدا کا نام ہے۔ ترجمہ - اگر وہ (صاحب نور) مر (بھی) جائے - تو اس کا نور (نہیں) مرقا - وہ (قائم) رہتا ہے۔ کیونکہ اس کی بنیادی خداوندی بنیائی ہوتی ہے۔ کما تیل سے۔

مروہست گرچہ میر و زان کو ترے شود
اگر برداشت آب از بحر گوہرے شود

گفت تو ہم عیب او گوئو ہو
اں چنانکہ گفت او از عیب تو

ترجمہ - (بادشاہ نے) کہا جس طرح اس نے تیرے عیب بیان کئے ہیں تو بھی اس کے عیب ایک ایک کر کے بیان کروال۔

تا بد احم کہ تو غنّو ابر منی
کہ خداے ملک و کار منی

لغات - احم - احمک یا احمک بضم سیم و سکون لام بادشاہی سلطنت - حکومت - یہ کلمہ ملک کا خفف نہیں ہے بلکہ ملک کا صیغہ مؤنث ہے۔ اذخاں تائے تائیت - کہ خدا - ملک - اہتم - منتظم۔

ترجمہ - تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تو میرا غنّو ابر ہے۔ میری سلطنت اور کار و بار سلطنت کا ایک باخلاص منتظم ہے کہ اس کے شر سے چھٹ کر آگاہ کرتا ہے۔

گفت آے شہ من بگویم عیب باش
گرچہ بہت او مر مر خوش خواجہ تاش

ترجمہ - اس نے (جواباً) عرض کیا - حضور ایچھے میں اس کے عیب بیان کر دیتا ہوں۔ اگرچہ وہ میرا ایک اچھا خواجہ تاش (یعنی ساتھ کا غلام) ہے۔ (اس کے عیوب یہ ہیں کہ)

عَیْبِ اَوْثَرِ وُفَا وُمرُومِ عَیْبِ اَوْ صِدْقِ وُصفا وُهمُومِ
ترجمہ - اس کا عیب محبت - وفا اور مردمی ہے - اس کا عیب بچائی صفائی اور
ہمدردی ہے -

کُتْرِ عَیْشِ جَوَانْمُرْدِی وُدادِ آلِ جَوَانْمُرْدِی کہ جالِ رَاہِمِ بَدَاوِ

لغات - جو انمردی - بہادری - شجاعت مگر فارسی میں عموماً اس لفظ کا استعمال سخاوت و کرم کے لئے ہوتا ہے
جیسے کہ حاتم و غیرہ مشہور ہیواہل کرم کو جو انمرد لکھتے ہیں - شیخ سعدی کوتاہاں میں ایک عنوان لکھتے ہیں - حکایت حاتم
طائی و صفت جو انمردی کے بیان ہی معنی مراد ہیں - قادر و طاہر بخشش - ایک شاعر نے اس کے معنی انصاف
کے لئے ہیں - مستحق ہیں - مگر یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتے - صناع - ذائقہ کے لفظ میں صنعت بنتیں ہے - اور ان
دونوں شعروں میں ایک اور معنی ہے - جس کو تاکید المرح بہا لشمسہ الذم کہتے ہیں - جیسے سیاق عبارت سے کسی
کی مذمت معلوم ہو - مگر حقیقت وہ کمال مدح پر - جیسے فارسی کا شعر ہے ہر نگہ نام تو بر دل نوشت گشت عرب
مگر درم کہ دوست تو میکشد خوری - ایسے جس نے تیر نام دل پر لکھ لیا - وہ معزز بن گیا - مگر درم کہ وہ تیر نام اپنے
اور منتقل کر کر بھی تیرے ہاتھ سے خوری ہی اٹھا مارا - مگر کے لفظ سے شبہ ہوتا تھا - کہ اب مدوح کی مذمت
ہو گی - مگر وہ بھی کمال سخاوت و کرم کا مضمون نکلا - اسی طرح ان دو شعروں میں کہا - کہ اس کے عیب یہ ہیں - اور
عیب شماری بظاہر مذمت ہے - مگر ان عیب کو جو ظاہر کیا گیا - تو وہ اعلیٰ اخلاقی بہر تھے - اس طرح کا بیان بیع تھا
جاتا ہے - بجائے اس کے کہ سیدھے طور پر یوں کہہ دیا جائے - کہ اس میں کوئی عیب نہیں -
ترجمہ - اس کا ایک چھوٹا سا عیب سخاوت اور بخشش (ہے) سخاوت بھی ایسی کہ جان تک دے
دی (جائے) - تو اس کو اس سے دریغ نہیں -

صد ہزاراں جالِ خُدا گر وہ پدید چہ جو انمردی ہو و کالِ رَاہِمِ بَدَاوِ

لغات - پدید - ظاہر - نمایاں - حقہ - بہادر و تعظیم کے لئے استعمال ہوا ہے - جیسے خلیفہ جو انمردی بود - ایک شاعر
نے اس کو استفہام نگاری کے لئے سمجھا ہے - جیسے اس جو انمردی نباشد - مگر اس سے مطلب خبط ہو جاتا ہے - اگر
تبکلف مطلب کو ڈھب رلا یا جائے - تو لطف سے خالی ہے -

ترجمہ - خداوند تعالیٰ نے لاکھوں جانیں پیدا کی ہیں - جو شخص ان (جانوں) کو (بھی) نہ دیکھے
(پھر اپنی موجودہ ایک جان کو اس کی راہ میں قربان نہ کر دے اس کی یہ) کس قدر جو انمردی ہے -
مطلب - یہاں سے شوق شہادت اور اختیار فنا کے مضمون کی طرف انتقال - ہے کسی عارف نے فرمایا ہے

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از عیب جانے دیگر است

راہِ خدا میں نقد جان کو تیار کر دینا حیاتِ ابدی کے خزانوں کے خزانے والا ہے - صاحبِ رے

در راہِ او تیار کن این خردہ حیاتِ دانگہ نگاہ کن کہ چہ ذرا سے دہند

فرماتے ہیں کہ جو شخص جان شماری کے عوض میں اپنے عالمی لاکھوں جانوں اور بے پایاں خزانہ حیات کی بھی پروا

نکریے۔ اور ان کے چاہل ہونے یا نہ ہونے کو خیال تک میں نہ لائے۔ اور پھر جان دے دے۔ جو انمزدی تو اس کی ہے۔ حافظ رحمہ

نغم ہر دو جہاں پیش عاشقان بچے کہ میں متاع قلیل ست و آن بہا حقیر
لیکن جو شخص ان لاکھوں جانوں کو دیکھتا ہے۔ تو ان کے لئے ایک حقیقہ جان کے دینے میں کیوں پس و پیش کرنے لگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

ور بدیدے کے بجاں سنجشِ مبدے بہر بختیاں کے چنیں غمگین شدے
ترجمہ۔ اگر وہ (ان بے پایاں جانوں کو) دیکھ لے تو اس کو جان (کے دینے) میں کیوں بخل ہوگا
وہ بھلا ایک جان کے لئے کیوں غمگین ہونے لگا۔ غنی ۲۷
عاشقان روزِ شہادتِ خسر وقت خود تیشہ بر سرِ فر شاہی بود فریاد را
بر لبِ جو بخل آبِ دل در بود کوز جوئے آبِ نابینا بود
ترجمہ۔ نہر کے کنارے پر کسی کو (پانی (دینے) میں بخل وہی شخص کرے گا۔ جو پانی کی زبردستی نہر کو نہیں دیکھتا۔

مطلب۔ ایک بے آب و گیاہ بیاباں میں کسی اندھے کے پاس پانی کی چھانگل ہو۔ اسکو اپنی ذاتی مصلحت پر اجازت نہیں دیتی کہ لوگوں کو پانی دے کر خود پیاسا مرے۔ وہ ایک نہر کے کنارے پر پہنچا کر بھی۔ بے خبری کی حالت میں اپنا پانی دینے سے انکار کرے گا۔ اگر اس کی آنکھیں ہوتیں تو سمجھتا۔ یہ نہر موجود ہے۔ یہاں سائل کو پانی دے دینا مصلحت کرم و شرف کا ہم سننے ہے۔ جب چاہوں گا۔ پھر نہر سے چھانگل بھریوں گا۔ یہی مثال ہے ان بے بصیرت لوگوں کی جن کو اس حیاتِ باقی کی خبر نہیں ہے۔ جو موجودہ حیاتِ فانی کو خدا کی راہ میں نثار کرنے کے بعد ملتی ہے۔ اس لئے وہ یہ متعہ شہادت کے نیچے آنے سے ڈرتے ہیں۔ لیکن جن کو وہ حیاتِ فطر آتی ہے۔ اور وہ دریائے جہنم کو اپنے سراسرے موہن پایہ آہ میں۔ ان کے لئے حیاتِ فانی سے درست بردار ہو جانا کچھ مشکل نہیں ہے۔

در گذر بجہ صائب قطرہ دریا سے شود کس چرا جاں را ز اناں جانِ جہاں دارد دین

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقین داند و پاداشِ خود در یوم دیں
کہ یکے را وہ عوضِ مے آید ہر زمان جوئے دگر گول ز آیدش

لغات از یکہ بیان مے با ہے یعنی یقین۔ پاداش۔ جزا۔ سزا۔ بدلہ۔ یوم دین۔ روز قیامت۔ عوض۔ معاوضہ۔ اجر۔ جو۔ بخشش۔ حیرات۔ زاید۔ بعل آید۔ تکرر کہ یکے۔ ہر کس اسم موصول اپنے جملہ داند انہ کے ساتھ مل کر سبتہ ہوا۔ جس میں پاداش حسین ہے۔ اور دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ کہ یکے را انہ اس کا بیان حسین و بیان مل کر مفعول ہوا داند کا۔ ہر زمان جو دے دگر گول ز آیدش جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی سبتہ کی۔

ترجمہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بالیقین جانتا ہو کہ قیامت

کے روز اس کا یہ اجر ہے۔ کہ ایک نیکی کے عوض میں دس گنا معاوضہ پائے۔ وہ ہر وقت طرح طرح کے صدقہ و خیرات عمل میں لاتا رہے گا۔

مطلب - حدیث شریف میں مروی ہے۔ کل علی ابن ابیہر بشر امثالہا۔ یعنی روزِ قیامت کے ہر عمل کا اجر دس گنا ملے گا۔ (بجاء العلوم) از شاہیر یہ روایت اس حدیث سے روایت بالیغ ہو۔ لو تعلمون ما اذخر لکم ما خزنتہ علیہ ما زوی عندک۔ یعنی اگر تم کو آخرت میں اپنا ذخیرہ معلوم ہو جائے تو دنیا میں ذخیرہ جمع نہ کرو ایک اور حدیث ہے۔ لو تعلمون ما لکم عند اللہ لا حبیبکم ان تزدادوا فاقۃ و حاجۃ۔ یعنی اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے ان کیا کچھ اجر ملنے والا ہے۔ تو تم کو اور بھی زیادہ فائدہ اور محتاجی میں زندگی بسر کرنا پسند آئے گا جن صغیر ام سیوطی (۲) پس جب ایک ایک نیکی کا عوض دس دس گنا ملتا نظر آتا ہو۔ تو پھر نیکی کرنا کیا شک راہ میں جان دینا کیا مشکل ہو گا۔

جو دجلہ از غوضہ و دین ست پس غوض و دین ضد تر نیست

ترجمہ - تمام (بخیوں) کی سخاوت اجر (آخرت) کے مد نظر ہونیکے سبب ہے۔ پس (وہ بخل نہیں کر سکتے)۔ کیونکہ بخل خوفِ فقر سے ہوتا ہے اور آخرت کے اجر کی توقع خوفِ فقر (فقر) کی ضد ہے۔

مطلب - بخل کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ شیطان انسان کے دل میں اس قسم کے دوسوے ڈالتا ہے۔ کہ مثلاً اگر ہزار روپے سے پچیس روپے زکوٰۃ نکل گئی۔ تو نو سو پچھتر روپے رہ جائیں گے۔ اور اگر اسی طرح زکوٰۃ باری کا سلسلہ جاری رہا۔ تو یہ سارا مال بالیقہ سے جاتا رہے گا۔ اور ہم فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اَلْشَّيْطَانُ يُعِدُّ لَكُمْ الْفَقْرَ وَيَأْتِيَكُم بِالْفُتْنَاءِ۔ شیطان تم کو محتاجی و درویشی سے ڈراتا ہے اور بے حیائیوں پر تم کو آمادہ کرتا ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ بندہ کو صدقہ و خیرات کا عوض دینا و آخرت میں دونوں جگہ فیض کا وعدہ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يُعِدُّ لَكُمْ مَغْفِرَةً كَثِيْرَةً وَفَضْلًا طَوِيْلًا۔ اللہ تعالیٰ اپنے لوگوں سے بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ دنیا میں اس سے مال بڑھتا ہے۔ سعدی (۲) سے

زکوٰۃ مال بدرکن کہ خوشہ رز را چو باغبان ہر دہشت تر در باغ بود
دلیل ۵۔ ز احسان میشود صاحب کرم را دولت افزا
یعنی ہر چاہ را آب از کشیدن ہمیشہ تر گردد
اور آخرت میں بھی اس کا اجر کئی گنا ملتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِي يَرْضَى اللّٰهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَعِّفْهُ لَهُ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ط کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حنہ دے پھر اللہ اس کو کئی گنا زیادہ ادا کرے۔ جس شخص کی نظر اللہ کے سوا عید صادقہ پر ہوتی ہے۔ دنیا میں فضل الہی اور آخرت میں اجرِ امتثال ہی اس کے زیر نظر ہو۔ وہ شیطان کے بہکانے سے فقر و فاقہ سے کب خائف ہوتا ہے۔ یہ مطلب یہ کہ جس کو اجر آخرت کی امید ہے۔ وہ فقر و دنیا سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ فقر اس کو محبوب ہو جاتا ہے۔ جیسے اوپر ہم دیکھ گزری۔ کہ کوئے علمون مَا لَكُمْ حِجْنًا اللّٰهُ لَا حَبِيْبَ لَكُمْ اَنْ تَزِدُوْا فَاَقَاۡتَةً وَحَاجَةً (۲) ترجمہ چھپے گزر چکا آگے ہی کیا ناسیہ میں فرماتے ہیں :-

بخل ناویدن بود اغواض را شاد دارد دیدہ و رخواض را

لغات - اعوان جمع عوض معاوضہ - در - بضم وال - دنی - خواض - خائے سحر اور صاومجہ کے ساتھ
یعنے غواص یعنی غوطہ خور - ڈکی لگانے والا -

ترجمہ - بخل (کاسب) معاوضوں پر نظر نہ ہونا ہے - غوطہ خور کو موتی کی توقع (غوطہ کی
مشقت میں بھی) خوش رکھتی ہے -

مطلب - غوطہ خور کو سمندر سے موتی ملنے کی امید ہوتی ہے - اسی لئے وہ سمندر کی گہرائی میں اترنے
کے خطرات کو برداشت کرتا ہے - بلکہ خوشی کے ساتھ برداشت کرتا ہے - اگر موتی کی امید نہ ہو - تو وہ سمندر
میں قدم بھی نہ رکھے - اسی طرح جب کسی کو اجر کی امید نہیں ہوتی - تو وہ خیرات نہیں کرتا - بکری بچل اختیار کر لیتا ہے -

پس بعالم سچ کس نبود بخیل زانکہ کس چیزے نیار بے بدیں

لغات - نیار - اسے بیل نیار - بدل - عوض - بدلہ -
ترجمہ - پس جان میں کوئی بھی بخیل نہ ہوگا - کیونکہ کوئی شخص کچھ (عمل خیر) معاوضہ کی
توقع (کے بغیر) غل میں نہیں لاتا -

مطلب - اور جہاں سے یہ شوق شہادت کی بخت شروع ہوئی تھی - فرمایا تھا - کہ "چو فردی بود کار اندی"
یعنے اعلیٰ جو اندی تو بھی ہے - کہ بلا معاوضہ جان دے دے - اور اس کے عوض میں لاکھوں جانیں بھی ملیں - تو
ان کی پروا نہ کرے - پھر اس کی تائید میں فرمایا - کہ بخل کرنے والے اسی لئے بخل کے مرگب ہوتے ہیں - کہ ان
کو کوئی اجر و معاوضہ نظر نہیں آتا - "بخل نایدن بودا عواض را" اور جن کو سخاوت کا اجر و معاوضہ نظر آتا ہے -
وہ شب و روز وجود و کرم پر عمل کرتے ہیں - ہر زمانہ جو دے دگرگوں زایدش - اس سے معلوم ہوا - کہ لوگوں کی
سخاوت کوئی حقیقتی سخاوت نہیں بلکہ محض خود غرضی ہے - ورنہ اگر ان لوگوں کو سچی قرار دیا جائے - تو اس سے
یہ نتیجہ کھلے گا کہ دنیا میں کوئی بخیل ہی نہیں - پس بعالم سچ کس نبود بخیل - کیونکہ جو شخص بھی بہاری نظر میں بخیل ہے
اگر اس کو اجر اور معاوضہ کے ڈھیر دکھا دو گے - تو وہ بھی بذل و کرم اختیار کر کے حاتم کا بھائی بن جائیگا - کیونکہ
اس کا بخل اسی محدود وقت تک ہے - جب تک اسے اجر نظر نہیں آتا - تو گویا عالم میں بخیل کا وجود ہی فرضی ہے - واقعی
نہیں - اور یہ حال ہے - کیونکہ قرآن مجید اس کی واقعیت پر شاہد ہے - و اما من بخل واستغنی - اور فرمایا -
سبطون ما بخلو بذا چونکہ یہ حال لازم آیا - امیدواران اجر کو سچی تسلیم کر لینے سے اس لئے یہی بات باطل ہے
یعنے امیدواران معاوضہ حقیقی سخی نہیں ہیں - بلکہ سخی وہی ہے - جو مال و دولت حتیٰ کہ جان تک دیدے - مگر معاوضہ
پر نظر نہ رکھے - حافظہ سے

سایہ طوبی و دجی سور لب حوض ہوا سے مہر کوئے تو برفت از یادوم
ایک شاعر صاحب فرماتے ہیں - کہ اس شعر میں یہ کہنا کہ دنیا میں کوئی بخیل ہی نہیں - مولانا کا ایک لطیف ہے - مگر
ان کے نزدیک یہ شعر اپنے مابین سے مربوط نہیں - فطہرات سخاوت ہذا القول -

پس سخا از خشم آید نے ز دست دیدار و کار جز بپنا زست
ترجمہ - پس سخاوت کا وقوع آنکھ سے ہوتا ہے نہ کہ ہاتھ سے - آنکھ ہی را خرا کام آتی

ہے۔ آنکھ والے کے سوا کوئی انجیل کے الزام سے انہیں بچ سکا۔

مطلب۔ اوپر کی بحث سے یہ الزامی نتیجہ نکالنے کے بعد کہ پھر تو گویا دنیا میں کوئی انجیل ہی نہ ہوا۔ اب صحیح نتیجہ پڑنے میں کہ انجیل تو ہیں۔ مگر جن لوگوں کو تم ان کے مقابلے میں سخی کہتے ہو۔ سچی سخاوت سے موصوف وہ بھی نہیں کیونکہ ان کی نظر معاوضہ پر ہے۔ ان کی سخاوت بے غرضانہ نہیں ہے۔ اصل سخاوت تو یہ ہے۔ کہ سچی جس طرح دکھ سے مال چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح آنکھ کو بھی معاوضہ کی طرف سے بند کر لے۔ بلکہ سخاوت کا مدار اعلیٰ آنکھ ہی پر ہے۔ کہ پہلے معاوضہ سے قطع نظر کرے۔ پھر دکھ سے داد و دہش کرے۔

با احتمال بعید یہ شعرا و پر کے الزامی نتیجہ کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر اسید واران معاوضہ بھی ہمتا رہی نظر میں سخی ہیں۔ تو پھر سخاوت کا مدار دکھ کے دینے پر نہ ہوا۔ بلکہ آنکھ کے دیکھنے پر ہوا۔ کہ معاوضہ ملتا نظر آ کر یا تو سخاوت کی۔ ورنہ دست در بجل ہو کر رہ گئے۔ واہ وا! کیا اچھی سخاوت ہے۔ نظامی ۴۵

ہر کہ در بند کار خود باشد گر چہ بنیش نیک، بد باشد

عیب دگر آنکہ خود میں نیست او ہشت او در ہستی خود عیب جو

لغات۔ خود ہیں۔ اپنے آپ کو دیکھنے والا۔ خود پسند۔ ہستی۔ وجود۔ صنائع۔ شہر میں روادار علی الصداق ترجمہ۔ اس (غلام ذکی) میں دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ خود میں نہیں ہے (یعنی وہ اپنے ہنروں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ اپنے وجود میں عیب کی تلاش کرتا رہتا ہے۔ **مطلب**۔ اب پھر غلام کی تقریر کا سلسلہ چلتا ہے۔ جو دوسرے غلام کے محاسن کو معائب کے نام سے بیان کر رہا ہے۔ بطور تاکید المدح ببالشہ الذم ۵

کار میں نیست غنی چوں دگر لاں خود بینی
نردم تا خود آئینہ پریشم گداز

عیب گوے و عیب خجے خود بدست **باہمہ نیکو و با خود بد بدست**

ترجمہ۔ وہ خود اپنا عیب بیان کرتا اور اپنا ہی عیب تلاش کرتا رہتا ہے۔ سب کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا ہے۔ اور خود اپنے ساتھ بد (سلوکی) کرتا رہا ہے۔ امیر خسرو ۵
نیست آن مردانگی کاہ غزا کا شہر گشتی در صف عشاق خود را کش کہ میں مردانگی است

گفت شہ جلدی کمن در مدح یار **مدح خود در ضمن مدح او میار**

ترجمہ۔ بادشاہ نے فرمایا۔ تم (اپنے) رفیق (کے) عیب بیان کرنے کی بجائے اس کی مدح (کا) دفتر کھولنے میں جلدی نہ کرو۔ اور ہاں اپنے کسر نفس اور اس کی مبالغہ آمیز مدح و ثنا جو کرتے ہو (اس کی مدح کے ضمن میں) (اشارہ) اپنی (ہی) مدح (ہے)۔ ایسا نہ کرو (بلکہ خوب غور و مامل کے ساتھ اس کے واقعی عیوب کا پتہ لگا کر مجھے اطلاع دو)

زانکہ من در امتحاں آرم و را شرمساری آیدت در ماجرا

ترجمہ۔ کیونکہ میں اس کی آزمائش کروں گا۔ ایسا نہ ہو کہ (آخر کار) تم کو اس واقعہ میں
نور امت پیش آئے

قسم خوردن غلام صدق خود و طہارت ظن خود

غلام کا اپنی سچائی اور اپنے گمان کی پاکیزگی پر قسم کھانا

گُفْتُ نَ وَاللّٰهِ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ مَالِكِ لِمَالِكٍ رَّحْمٰنٍ رَّحِيْمٍ

لغات۔ واللہ اور باللہ واو اور با حروف قسم ہیں۔ ترکیب۔ اللہ موصوف اور عظیم۔ مالک المالك
رحمن۔ رحیم اس کی صفات مل کر مبین ہوا۔ اس کے بعد اگلے شعر سے لیکر اگلا لیسویں شعر تک اس کا بیان چلا
جاتا ہے۔ مبین و بیان مل کر قسم ہوئی۔ یا ان اشعار کو صدق پر مشتمل متعدد جملات معترضہ قرار دیا جائے۔ پھر لیسویں
اور تینتالیسویں دو شعروں میں دوسری قسم ہے۔ اس کے بعد چوتالیسویں شعر میں تیسری قسم ہے۔ ان تین قسموں
کے بعد کہ صفات خواجہ تاش و یار من الخ جواب قسم ہے۔

ترجمہ۔ غلام نے کہا۔ نہیں (یہ بناوٹ نہیں) بخدا! بخدا اسے بزرگ! جو مالک سلطنت ہے
مہربان ہے، رحم والا ہے۔

اَلْخُدَاۤءُ كَمَا فَرَسْتُمْ وَاَنْبِيَاۤءُ فِیْ سَجَاتِہِیْ بِفَضْلِ کَبْرِیَا

ترجمہ۔ وہ خدا جس نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ کسی احتیاج (کی مجبوری) سے نہیں۔ بلکہ (محض
اپنے) زبردست فضل سے (جس سے کوئی عزائم نہیں ہو سکتا)

مطلب۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کا محتاج نہ تھا کہ ہدایت خلق کے لئے انبیاء کو بھیجے۔ اور اس کے
بغیر ہدایت نامکن تھی۔ بلکہ وہ اگر چاہے۔ تو خود لوگوں کے قلوب کو مائل بہ ہدایت کر دے۔ حتیٰ کہ وہ انبیاء و
مبلغین کے ارشاد و ہدایت کے بغیر ہی راہ راست پر آجائیں۔ پس بوقت انبیاء یعنی برصورت ہے۔ تاکہ
سندوں کی پاک و ناپاک نیتوں اور نیک و بد ارادوں کا امتحان ہو جائے۔ حافظ رحمہ

خوش بود گر محک سحر بہ آدمیایں ساسیہ روست شود ہر کہ دروغش باشد

اَلْخُدَاۤءُ وَنَدَیْ كَمَا رَاخَاۤءُ ذَلِیْلٍ اَفْرِیْدَاۤءُ شَہْسُوَارِ اِنْ حَلِیْلٍ

ترجمہ۔ وہ خداؤں جس نے (اپنی قدرت سے) ناچیز مٹی میں سے (میدان عرفان و تقرّب کے)
بڑے بڑے شہسواروں کو پیدا فرمایا۔

مطلب۔ یہ اس کا کمال قدرت ہے۔ کہ ادنے سے ادنئے چیزیں سے اعلیٰ سے اعلیٰ ہی پیدا کی ہو لانا
وہم ایک اور جملہ فرماتے ہیں

اے سہل کردہ خاک کے راہزور خاک دیگر را بگردہ بود البشر

پاک شان کردار مزاج خاکیاں بگڑا نید انگ اٹلاکیاں

لغات - خاکیاں - اہل خاک - مخلوق عنصری تنگ - رفتار - تیز دوڑ - افلاکی - آسمانی - مخلوق آسمانی ملائکہ وغیرہ - ترجمہ - اُن کو مخلوق خاک کے مزاج سے پاک کیا - (جسے کہ) مخلوق آسمانی سے بھی دوڑ میں سبقت دلا دی -

مطلب - عامہ افراد انسان مثل دیگر حیوانات قواسم سبعیہ و بہیمیہ سے مغلوب ہوتے ہیں - جن کے غلبہ سے ان میں اخلاق رذیلہ پیدا ہو کر - گو ناگوں فتنہ و فساد کے باعث ہوتے ہیں - مگر انبیاء و صلحا میں یہ قوتیں بمقتضائے فطرت اس خاص اعتدال پر ہوتی ہیں جس سے وظیفہ حیات شخصی و نوعی قائم رہ سکے - اور بس - باقی وہ سر یا قواسم ملکبیہ و روحیہ کا منظر ہوتے ہیں - اسی لئے ان کی بدولت تاحدا امکان دنیا سے غلبہ و غلبہ ظلمانی امور دور ہوتے ہیں - بلکہ ان میں سے بعض نفوس قدسیہ عرفان و تقرب کی منازل طے کرنے میں سجدہ سر سج ایسے ہوتے ہیں کہ ملائکہ مقربین بھی ان کی ہمراہی سے عاجز آ جاتے ہیں - جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج میں جبریل علیہ السلام جو تمام ملائکہ کے سر تاج ہیں - تقرب خاص کی منزل میں ہمراہی کی تاب نہ لائے - سدیرا رہے -

چنان گرم در تہ قہت براند کہ جبریل و سدیرہ زو بازماند

بر گرفت از نار و نور صاف ساخت وائکہ او بر حلقہ انوار تاخت

لغات - بر گرفت - الگ کر دیا - نکال لیا - بچا دیا - نار - آگ - جس سے یا تو آتش و زخ مراد ہے - یا اخلاق رذیلہ جن کو شیطان کے ساتھ نسبت ہونے سے جو آتشیں مخلوق ہے نار سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - تاخت - چڑھ دوڑا - فاتحانہ جد کیا - چھا گیا - ایک نسخے میں تافت بفاک سمجھ لکھا ہے - جس کے معنی ہیں چمکا - اگرچہ یہ لفظ نور و نار کے لحاظ سے یہاں زیادہ چسپاں ہے - مگر اس صورت میں تافیع مخدوش ہو جاتا ہے -

ترجمہ - ان کو آگ سے بچا دیا - اور خالص نور بنا دیا - اور (نور بھی) وہ جو تمام انوار پر غالب آ گیا -

مطلب - ان کو اخلاق رذیلہ سے جو شیطان مخلوق آتش کے ساتھ منسوب ہونے کے باعث بمنزلہ آتش ہیں پاک و منزہ کر کے نور علی نور بنا دیا - اور دیگر تمام انوار پر فوقیت بخشی - اگر نار سے نار جہنم مراد ہو - تو یہ مطلب ہے کہ ان کو آخرت کے ہر خوف و خطر سے نجات بخشی - کہ لا خوف علیہم ولا ہم یخزنون ان کی شان ہو

اں سابر قے کہ بر آرواح تافت تاکہ آدم معرفت زال نور یافت

لغات - سابر روشنی - برق - بجلی - ترکیب - نور خدا مبتدا - مقدر آں سابر قے انجمن - است و الیٰ علیہ ترجمہ (نور خدا) وہ درخشانی برق (ہے) جو ارواح پر چمکی - جسے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس نور سے معرفت پائی -

مطلب۔ حدیث میں آیا ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو جمع کر کے ان پر نور برسا۔ من اصاب من ذلک النور اهدى ومن اخطأ ضل۔ پس جس پر اس نور کا پرتو پڑا۔ اس نے ہدایت پائی جس پر اس کا پرتو نہ پڑا۔ وہ گمراہ ہوا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام انہی حضرات میں سے تھے۔ جن پر اس نور کا پرتو پڑا تھا۔ اس کے وہ شیطان کی کوشش اضلال کے باوجود صراطِ مستقیم پر قائم رہے۔ حافظہ سے

چوں صبا اجل بیاورتن بے طاقت ہوا داری آں سرو خزاں بروم

آں کر آدم رست و رست شدت حید پس خلیفہ اش کردہ آدم چوں بدید

لغات۔ رست۔ چھوٹ گیا۔ حید۔ چن لیا۔ چال کر لیا۔ ترکیب۔ بدید کا فاعل ضمیر راجع بآدم ہے۔ اور اس کا مفعول اول اور مفعول ثانی اہلِ مقدس ہے۔

ترجمہ۔ وہ (نور) کہ جب آدم کے ہاتھ سے نکلا۔ تو شیت علیہ السلام نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ پھر ان کو آدم علیہ السلام نے اپنا جانشین بنالیا۔ جبکہ ان کو (اس نور کا اہل) دیکھا۔

مطلب۔ نور خداوندی جو ارواح پر درخشاں ہوا۔ وہ بذاتِ خود تو ایک ہی تھا۔ مگر اس کی تاثیر کے دو پہلو تھے۔ ایک صاحبِ نور کا خود ہدایت پانا۔ دوسرے ہدایت دینا۔ عاصم مومنین پر اس نور کا افادہ صرف پہلی حیثیت سے تھا۔ اور انبیاء و مرسلین پر دونوں حیثیتوں سے۔ انبیاء علیہم السلام جو شریعت لائے۔ اور اس کی تبلیغ و اشاعت کرنے کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ اس نور کے افادہ کی مذکورہ دوسری حیثیت سے ہے۔ جس کو منصبِ نبوت و رسالت کہتے ہیں۔ اور یہ وہ ولایتِ النبیہ ہے۔ جس پر انسان کا مشرف و ممتاز ہونا ہی کائناتِ عالم پر اس کی ذریت کا باعث ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے اس نور کو چھوڑ جانے اور شیت علیہ السلام کے اس کو سنبھالنے میں منصبِ نبوت کی سپردگی مراد ہے۔ ورنہ نور بحیثیتِ اول تو دنیا میں ہر مومن ہدایت یافتہ کے ساتھ ہے۔ اور ایک ساتھ ہی رہیگا۔ اس کا چھوڑنا اور کسی دوسرے کو دنیا کو فی معنی نہیں رکھتا۔

حضرت شیت علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند اور ان کی اولاد میں سب سے پہلے پیغمبر ہیں شیت سر پائی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں "سیر الہ" راز حق۔ خدا فی کھید۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی دنیا سے پہلے ان کو خلافتِ النبیہ میں اپنا جانشین بنالیا تھا۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے منصبِ پیغمبری دیا ہوا۔ انہیں صحیفے اور بقولے پچاس صحیفے ان پر نازل ہوئے۔ حسن صورت اور صفائے سیرت میں حضرت آدم علیہ السلام سے شاہت رکھتے تھے۔ ان کی است میں بہت سے لوگ مستقیم ہدایت رہے۔ اور کچھ لوگ قابیل کی اولاد کے ہم مشرب ہو گئے۔ جو آدم علیہ السلام کا ایک گمراہ فرزند تھا۔ شیت علیہ السلام نے نو سو بارہ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کا قول ہے کہ سچا مومن وہ ہے۔ جو ان سولہ صفات سے موصوف ہو۔ معرفت حق۔ ملاک پر یقین۔ تیز خویش۔ اطاعتِ امیر عادل۔ بڑا دین۔ صلہ رحم۔ دوستوں سے سلوک۔ حاجت بڑا می فقرا۔ رعایتِ غریب۔ ترکِ تمحاصی۔ صبر۔ صدق۔ نیکو کاری۔ انصاف۔ قناعت۔ شکر۔

نوح ازاں گوہر جوہر دار شد در ہوائے بحر جاں دربار شد

لغات - بر خور دار - پھل پائے والا - کامیاب - مستفیض - ہوا - خواہش - جذبہ - دربارِ مونی بر سامنے والا -
صنائع - گوہر - ذرہ - بحر مناسبات ہیں - اور طوفان کے اعتبار سے نوح علیہ السلام کا نام بھی مناسبت رکھتا ہے
ترجمہ - جب حضرت نوح علیہ السلام اس گوہرِ ذرہ سے مستفید ہوئے - تو اپنے دریائے رُوح
 کے تہِ نوح سے (ہدایت کے) مونی بر سامنے لگے -

مطلب - جب حضرت نوح علیہ السلام منصب رسالت پر مرفوز ہوئے - تو لوگوں میں تبلیغِ دین فرمانے
 لگے - دوسرے مصرعہ کی ایک توجیہ یوں بھی ہو سکتی ہے - کہ ہوا کے سنے جو - یعنی فضا کے بین الارض والسماء ہوں
 اور جان سے عامہ عباد کی ارواح مراد ہوں - پھر مطلب یہ ہوگا - انہوں نے لوگوں کی فضا کے ارواح میں ہدایت
 کے مونی بر سامنے شروع کر دیئے -

حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت حضرت آدم علیہ السلام کی وفات تک ایک سو چالیس سال بعد ہوئی - جو ان ہوسے ہی مرتبہ رسالت
 پر فائز ہو کر لوگوں کی ہدایت میں مشغول ہو گئے - مدتوں بلکہ صدیوں کے مواظبت و فصل کج اور اشرار و تبلیغ کے باوجود
 چند ہی اشخاص ایمان لائے - اور اس سچی و کوشش میں مخالف لوگوں سے بہت تکالیف اٹھانی پڑیں - آخر
 نوسو چالیس سال تک کی تکلیف اور ناکام تبلیغ کے بعد خدا کی درگاہ میں شکایت کی - تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا - کہ
 تم اپنے اور اپنے متبعین کی نجات کے لئے ایک کشتی بنا لو - کفار کو ہم طوفانِ آب میں غرق اور مصلِ جہنم کر نیکی
 چنانچہ آسمانوں سے کثرت پانی برسا - اور زمین میں ایک تنور اور دوسرے چشموں سے بھی پانی کثرت البشارتِ نوح
 ہوا - جس سے تمام آبادیاں اور کوہ و دشت غرق ہو گئے - حضرت نوح کا فرزند کنعان اور آپ کی بیوی دا
 دوئوں جو مبتلائے کفر تھے - ایمان لائے اور کشتی میں بیٹھنے سے منکر رہے - چنانچہ وہ بھی تلامذہ آپ سے غرق
 ہو گئے - طوفان کا واقعہ نزول آدم علیہ السلام سے دو ہزار دو سو بائیس سال بعد ظہور پذیر ہوا - اس کے بعد حضرت
 نوح علیہ السلام نے ساڑھے تین سو برس اور زندگی پائی - جو لوگ کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھے - وہ دنیا
 میں آباد ہوئے - مگر موجودہ دنیا کی تمام آبادی حضرت نوح کی نسل سے ہے - کیونکہ دوسرے اشخاص میں سے
 کسی سے نسل نہیں چلی - اس لئے آپ کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں - عمر مبارک ایک ہزار چار سو چھیالیس سال ہوئی -
 رحلت کے وقت آپ نے عزرائیل سے کہا - دنیا کی مثال ایک ایسے گھر کی سی ہے - جس کے دو دروازے
 ہوں - ایک دروازے سے آئے - اور دوسرے سے نکل گئے - کما قیل ۷

بادہ یک ساغر اندوشت دروے یک وق چوں گل رعنا خزان و تو بہارِ زندگی

جان ابراہیم ازال انوارِ زفت **بے حذر و شعلہاے نارِ زفت**

لغات - جان سے یہاں ذات اور شخصیت مراد ہے - زفت - عظیم - جہیم - مراد عالی قدر - بے حذر - بلا خوف
 ازال میں حرف از تقلید ہے - اور اس کا معلول بے حذر ہے - نہ کہ درنا زفت - کیونکہ درنا زفت کی علت تو دراصل
 عداوت کفار تھی -

ترجمہ - حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات مبارک (بھی) انہی انوارِ عالی قدر کی بدولت بلا خوف
 آگ کے شعلوں میں جلی اگئی - (اور کوئی ضرر نہیں پایا)
مطلب - حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغِ دین اور ترویجِ پرستی پر ایک غوغائے مخالفت بلند ہو گیا -

اور سب سے زیادہ بادشاہ وقت جس کا نام نہ دو تھا اور خدا کی کا دعوت کرتا تھا۔ آپ کی مخالفت پر آمادہ تھا کیونکہ دین حق کی تبلیغ سے اس کی خدائی کا قلع قمع ہوتا تھا۔ لہذا اس نے اپنے امرا کے مشورے سے آپ کی یہ سزا بخویر کی کہ ایک بڑا آتش کد تیار کر کے اس میں آگ روشن کی۔ اور حضرت ابراہیم کو اس بھڑکتی آگ میں گرا دیا۔ ابھی آپ آگ تک نہ پہنچے تھے کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ اگر حکم ہو تو ہم دے گئے۔ لئے حاضرین فرمایا۔ مجھے آپ سے کوئی درد و اعانت لینے کی حاجت نہیں۔ جبریل نے کہا۔ تو جس ذات برتر کی امداد و اعانت کی احتیاج ہے۔ اسی سے سوال کیجئے۔ کہ یہ وقت نہایت خطرناک ہے۔ فرمایا۔ حَسْبِيَ سُوَالِي عَلَيْهِ بَحَالِي یعنی سوال کی ضرورت ہی نہیں۔ جبکہ وہ خود میرا حال جانتا ہے۔ دانم ناقیل ہے۔

باسورتن عشق اگر نسا زم چکنم جان در رو عشق اگر نسا زم چکنم
گویند بہ پروانہ چہ اے سوزی چوں عاشق آں شمع طرازم چکنم
اسی وقت بارگاہ رب العزت سے آگ کو حکم پہنچا۔ یَا نَارُ کُونِي بَرْدًا وَ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ۔ اے آگ ابراہیم کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ فوراً وہ آتشکد ایک تختہ گل بن گیا۔ اور آپ کا بال بیکا نہیں ہوا یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ستائیس سال کی عمر میں پیش آیا۔ مولانا فرماتے ہیں مگر بارگاہ خداوندی سے آپ کی یہ توقیر کہ آگ نے آپ پر کچھ بھی اثر نہیں کیا۔ بلکہ وہ مبدل بہ باغ ہو گئی۔ نور نبوت کا اثر تھا۔

چونکہ اسماعیل درجوش فدا پیش دشنہ آبدار ش سہنا

لغات۔ جوئے۔ نہر۔ ندی۔ جوئے نور مراد ہے۔ دشنہ خنجر۔ صنایع جسے آبدار میں مناسبت ہے۔ ترجمہ۔ چونکہ حضرت اسماعیلؑ بھی اس (نور نبوت) کی نہر میں غرق تھے (اس لئے حکم حق سے سربا نی نہیں کی اور قربان ہونے کے لئے) اس کے خنجر آبدار کے آگے سر (تسلیم) جھکا دیا۔ مراد طلب۔ اس میں حضرت اسماعیل کے راء حق میں قربانی کے لئے پیش ہونے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ اس بیت مطابق مشہورست۔ ورنہ تحقیق شیخ اکبر قدس سرہ آئندت کہ ذبیح ہوئے بود آئنتہ۔ یہود کا بھی یہی دعوت ہے۔ کہ ذبیح حضرت اسماعیل نہ تھے۔ بلکہ حضرت اسحاق تھے۔ اسلامی عقول میں سے بعض صوفیہ بھی اسی قول کی طرف گئے ہیں۔ مگر سیاق قرآن مجید۔ شہادت احادیث۔ آثار صحابہ کرام بصورت جدوری اس کے مؤید ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ تھے۔ یہود کی یہ تخیل باطل محض اس نیت پر مبنی ہے۔ کہ ذبیح اللہ ہونے کی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ یعنی حضرت اسماعیل سے منسوب نہ ہونے پائے۔ بلکہ حضرت موسیٰ و غیرہ انبیاء سے بنی اسرائیل علیہ السلام کے جدا مجد یعنی حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ منسوب ہو۔ اور صوفیہ کا کشف کتاب و سنت کے سامنے کوئی وقت نہیں رکھتا۔ اس مسئلے پر مفصل بحث مفتاح العلوم کی جلد اول میں گزر چکی ہے۔

جان داود ارشعاعش گرم شد آہن اندر دشت بافش نرم شد

لغات۔ آہن دہ۔ دشت باف۔ دشت زرو باف مراد ہے یعنی زرو بٹنے والا ہتھ صنایع۔ آہن روح سے نرمی آہن کو مناسبت ہے۔

ترجمہ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی روح (مبارک) بھی اسی (نور) کی شعلہ سے گرم ہو گئی (کہ) لوہا ان کے (زرہ) بننے والے ہاتھ میں نرم ہو گیا۔

مطلب۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک نبی تھے۔ جو صاحب سلطنت بھی تھے۔ آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت شموئیل علیہ السلام اور اس قوم کے بادشاہ طالوت کے بعد نبوت اور سلطنت دونوں کے وارث ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے ان پر کتاب زبور نازل فرمائی جس میں وعظ و نصیحت اور وظائف درج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی خوش آواز سی عنایت کی تھی کہ جب وہ زبور پڑھا کرتے تھے۔ تو وحوش و طیور ان کے گرد جمع ہو کر سن کر تے۔ اسی لئے محسن داؤدی مشہور ہے۔ علاوہ اس کے ان کو یہ ہجرہ اور عطا کیا۔ کہ لوہا ان کے ہاتھ میں بغیر آگ میں رکھنے اور کوٹھے پیٹنے کے موم سا نرم ہو جاتا تھا۔ اس معجزے کی بدولت حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنایا کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ۚ يٰ دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَخُذْ مَا آتَيْنَاكَ بِقُوَّةٍ ۚ وَامْكُمِلْ بِسْمِ اللَّهِ الْأَرْوَاحَ السَّالِطَةَ ۚ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْبَصِيرُ ۚ (سورہ صافات)۔ یعنی اور ہم داؤد پیغمبر کو بزرگی دے چکے ہیں۔ پہاڑ و قوم داؤد کے ساتھ تسبیح کیا کرو اور پرندو۔ اور ہم نے لوہا اس کے لئے نرم کر دیا تھا کہ پورے بدن کی زرہ بنائے۔ اور کڑیاں اندازے سے جوڑ (سورہ صافات) آپ اسی کام کی اجر سے اپنی معیشت چلاتے۔ خزانہ شاہی سے کچھ نہ لیتے۔ شیخ عطار رحمہ

چون عنایت قادر مہیوم کرد در کف داؤد آہن موم کرد

چول سلیمان شد و صالح را ضعیق و یوشش بندہ فرماں مطیع

لغات۔ وصال۔ وصل۔ ملاپ۔ رضیع۔ شیر خوار۔ دودھ پیتا بچہ۔ بندہ فرمان اور مطیع معطوفین ہیں بتقدیر عاطف۔

ترجمہ۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اس (نور) کے حصول سے شیر خوار بنے (تو اس کی برکت سے) دیو (و پری) آپ کے بندہ فرمان (اور) مطیع بن گئے۔

مطلب۔ نور کے حصول سے شیر خوار بننے کا مطلب یہ ہے۔ کہ نور نبوت سے آپ کی روحانیت نے پرورش اور نشوونما پائی۔ کیونکہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند تھے۔ خاندان نبوت سے پیدا ہوئے۔ اور اسی میں تربیت پائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے بعد بارہ برس کی عمر میں تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ بھی سلطنت اور نبوت کے جامع تھے۔ حاکم حقیقی نے ان کو اس قدر وسیع اور پر شوکت حکومت دی تھی کہ کسی کو ایسی نصیب نہیں ہوئی۔ چنانچہ انسان کے علاوہ طیور و وحوش جن و پری اور ہوا کو ان کے فرمانبردار کیا۔ ہوا کی فرماں برداری کے سبب سے وہ ہوائی تخت پر بیٹھ کر تھوڑی سی دیر میں صد میل تک یہ سفر کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحُ عَاصِفَةٌ تَتْبَعُ يَأْمُرُهَا إِلَىٰ أَرْضٍ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ذُرِّيَّتَهُ ۚ وَكَانَ يَكْبِتُ رُجُومَ الشَّيَاطِينِ ۚ وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَن يُعْوِضُونَ لَهُ ۚ وَيَحْمِلُونَ حِمْلًا ۚ وَذُنُوفُهُ ۚ وَكَانَ لَهَا حِفْظَيْنِ ۚ اور ہم نے زور کی ہوا سلیمان کے لئے تابع کر دی تھی۔ وہ اس کے حکم سے اس ملک کی طرف چلتی تھی۔ جہاں ہم نے برکت رکھی ہے۔ اور ہم کو سب چیزوں کی خبر ہے۔ اور بعض شیطان جو ان کیلئے (سمندر سے) جواہرات نکالنے کو غوطے لگاتے اور اس کے سوا دوسرے کام بھی کرتے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ تھے (انبیاء ۶)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی زندگی میں بہت المقدس کی بنیاد ڈال دی تھی۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کو مکمل کیا۔ چنانچہ انہوں نے سفید۔ سبز اور زرد پتھروں سے مسجد کی چار دیواری بنائی۔ اور چاندی۔ سونا۔ موتی۔ لعل۔ یاقوت۔ فیروزہ اور طرح طرح کے اور جواہرات پیش قیمت اس کی چھت میں چڑھا دیے۔ کہ جن کی چھکے وہ عبادتِ حق اندھیری رات میں بھی روز روشن کی طرح منور رہتا تھا۔ آپ چالیس برس سلطنت کر کے با دن سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

دفعۃً یعقوب چوں بہا و سر چشم روشن کردار بُوئے پسر

لغات۔ در قضا سر نہاد حکم الہی پر صبر کیا۔ چشم روشن کرو۔ بنیادی درست ہو گئی۔ ترجمہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو (اسی نور حق کے زیر اثر) حکم الہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ تو اس کے اجر میں ان کو یہ موقع ملا کہ اپنے پیارے (فرزند) کے پیرا ہن کے ذریعے سے اس کی بوسے (اپنی آنکھیں روشن کیں۔

مطلب۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ازراہ حدنگلی میں لے جا کر کوئیں میں ڈال دیا۔ اور وہ ایک کاروان کے ہاتھ لگ کر بطور غلام مصر میں فروخت ہو گئے۔ وزیر سلطنت کے گھر میں پرورش پائی۔ جوانی کے بعد منصب نبوت پر فرائض کو اپنے حسن لیاقت سے مصر کی وزارت عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ تو اس قدر عرصہ ان کے دروفاق میں رونے کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ مگر کوئی کلمہ ناشکری دے صبری کا زبان سے نہیں نکالا۔ اگر کچھ کہا۔ تو یہی کہا۔ اِنَّمَا اَشْكُو بَدِيٍّ وَخَيْرِي اِلَى اللّٰهِ۔ یہی صبر ہے غمِ عالم کی وجہ سے اگر اضطرابِ اشکباری عارض ہو۔ تو وہ داخل بے صبری نہیں ہے مشیتِ ایزدی اور تقدیر الہی کے شاکِ جو نا اور زبان سے بے جا کلمات بولنا بے صبری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر آپ کی چٹان مبارک اشک آلود ہو گئی تھیں۔ فرمایا کہ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ اِلَّا مَا يَرْضٰی رَبُّنَا۔ یعنی بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمناک ہے اور ہم جو بات منہ سے نکالیں گے تو وہی نکالے جو ہمارے پروردگار کو پسند ہو (مشکوٰۃ) حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ صبر بھی نور نبوت ہی کا ایک پرتو تھا۔ چنانچہ اس صبر کا اجر یہ ملا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے اپنی تین بیویوں کے پاس بھیجی۔ تو اس کو آنکھوں سے لگاتے ہی آپ کی بنیادی دوبارہ عود کر آئی۔

یوسف مہر و چو دیدار آفتاب شد چُنال بیدار در تعبیر خواب

ترجمہ۔ چاند کے سے کھڑے والے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب وہ آفتاب (نور) دیکھا تو (اس کی روشنی سے) تعبیر خواب میں ایسے بیدار مغر ہو گئے کہ کسی خواب کی جو تعبیر کر دیتے درست نکلتی تھی۔

مطلب۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں بطور غلام فروخت ہوئے۔ تو ان کو عزیز مصر کی بیگم زلیخا نے خریدا۔ جو انکی بدقول ہوا زیدہ عاشق تھی۔ انکی بیچن سے نہایت ناز و نعمت سے پرورش کی۔ جب جوانی کو پہنچے۔ تو زلیخا نے ان سے اپنی ناہنجہ مراد چاہی۔ انہوں نے کہا۔ تو بے توبہ! میں بھلا اپنے آقا کے محن کے حرم میں خیانت کر سکتا ہوں؟ قال معاً ذا اللہ

انہ رجب احسن متواہی اندہ لا یفلح الظالمون ہ شہر کی عورتوں میں چرچا ہونے لگا۔ کہ زلیخا اپنے غلام پر ایسی ہے۔ اور اس پر خود دست درازی کر چکی ہے۔ زلیخا نے اس داغِ مذمت کو دھونے کے لئے اپنے شوہر سے کہہ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں بھجوا دیا تاکہ یہ سمجھا جائے۔ کہ خود غلام نے کوئی ناروا حرکت کی ہوگی۔ اسی کو سزا دی گئی ہے۔ مگر تاہم وہ اپنے دلربا کی تکلیف کی روادار نہ تھی۔ درپردہ وار وعظہ جیل کو حکم دیا۔ کہ یوسف کو طوق و زنجیر نہ پہنایا جائے۔ بلکہ پورے آرام و راحت سے رکھا جائے۔ ایام قید میں حضرت جبریل علیہ السلام نے قید خانے کے حکم سے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم سکھا دیا۔ جسے کہ وہ اس علم میں لیتا ہو گئے۔ جب عباد سے فارغ ہوتے۔ توقیدیوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے۔

ان دنوں شاہ مصر کے خلاف جس گناہ میں تیا بن ولید تھا۔ اور وہ قوم عمالقہ سے تھا۔ ایک سامان کی گئی ہفتہ نے بادشاہ کے باورچی اور ساقی کو گناہ کیا کہ اس کے کھانے اور شراب میں زہر ملا کر اسے مار ڈالیں۔ ساقی کو دینی نعمت کے مار ڈالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اس نے رشوت لینے اور شراب میں زہر ملانے سے انکار کر دیا۔ مگر باورچی کا دل غداری کے دھوئیں سے سیاہ تھا۔ اس نے رشوت لے کر کھانے میں زہر ملا دیا۔ جب بادشاہ کے سامنے آئیں۔ تو ساقی بولا۔ حضور کھانا تناول نہ فرمائیں۔ اس میں زہر ہے۔ باورچی بولا۔ حضور یہ شراب نہ پیئیں۔ زہر اس میں ہے۔ بادشاہ نے ساقی سے کہا۔ اچھا تم یہ شراب پی جاؤ۔ ساقی غٹ غٹ پی گیا۔ اور جھکا بھلا رہا۔ پھر باورچی سے کہا۔ تم یہ کھانا کھا جاؤ۔ وہ لگا اگر تم کرنے۔ پاس ہی ایک گھوڑا کھڑا تھا۔ اس کو یہ کھانا کھلایا گیا۔ تو وہ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو قید کر دیا۔

دونوں قیدیوں نے قید خانے میں آکر دیکھا۔ کہ تمام قیدیوں میں ایک عبرانی نوجوان (یوسف) کے چرچے ہیں وہ خوابوں کی تعبیر بتاتا ہے۔ اور ہر تعبیر موہو پوری اُترتی ہے۔ ان دونوں نے آزمائش کے لئے بے دیکھے دو خواب بنائے۔ اور دونوں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے۔ ساقی نے کہا میں نے دیکھا۔ کہ میں انگوروں میں سے شراب پھوڑ رہا ہوں۔ باورچی بولا۔ میں نے دیکھا۔ کہ میرے سر پر دوٹیاں لگھیں ہیں۔ اور پرندے ٹھونگیں مار مار کر ان میں سے ٹکڑے کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسف نے فرمایا۔ ساقی تین دن کے بعد خلاصی پا کر درجہ اعلیٰ پر مستاز ہوگا اور بادشاہ کو شراب پلایا کرے گا۔ اور باورچی سو لی پھر چھپایا جائے گا۔ اور پرندے اس کے سر میں سے مغز نکال نکال کر کھا میں گئے۔ ساقی اور باورچی نے یہ جواب سن کر کہا۔ ہم نے تو یوں ہی دل سے خواب بتائے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ قُضِيَ الْأَمْرُ لِلَّهِ فَإِنَّهُ سَتَقْدِرُ إِن - تم نے جو کچھ پوچھا۔ اب اس کا فیصلہ ہو چکا۔ صائب ۷

بلا چو دشمن جاں شد عذیبہ کار کند قضا چو تیغ بار د سپر چہ کار کند

اس کے بعد شاہ مصر نے ایک خوفناک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر حضرت یوسف نے بتائی۔ کہ سات سال کا شدید قحط آنے والا ہے۔ اس تعبیر نے حضرت یوسف کو قید خانہ سے نجات دلائی۔ اور بادشاہ نے ان کو خلعت گراںمایہ اور کمبند صریح عنایت کر کے تمام خزانوں کا متمم کیا۔ تاکہ اسے والے قحط طویل کے مصائب کی روک تھام کا ابھی سے بندوبست کریں۔ آپ نے تمام ملک میں ذراعت کا ایک وسیع کاروبار جاری کر کے بڑے بڑے ذخائر غلہ جمع کر ڈالے۔ جسے کہ وہ قحط آگیا۔ اور اس کی معیاد حضرت یوسف ۱۲ کے حسن انتظام سے پچیس سو درجہ پوری ہو گئی۔

چوں عصا از دست موسیٰ آب خورد ملکوت فرعون را یک لقمہ کرد

لغات - ملکوت - سلطنت - حکومت - صنایع آب خوردن و لقمہ کردن مناسبات ہیں۔
ترجمہ - جب الٹھی نے حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے (معجزے کی برکت کا) پانی پیا۔ تو اس نے فرعون کی سلطنت کو ایک نوالہ کر لیا۔

مطلب - چونکہ سوکھی لکڑی کی الٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک زندہ اژدہا بن جاتی تھی۔ اور نباتات و حیوانات میں سے ہر چیز کی زندگی پانی پر منحصر ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيًّا۔ اور ہم نے پانی سے تمام جاندار اشیاء بنائیں (انبیاء ۳۱) اس لئے اس اژدہا کے لئے بھی پانی کا اثبات ضروری تھا۔ اور چونکہ اس اژدہا کی زندگی معجزے پر موقوف تھی۔ اس کو کسی پانی کی ضرورت نہ تھی۔ لہذا بطور ادعائے شغری اس کا پانی معجزے کو قرار دیا۔ اور وہ معجزہ بھی اسی اژدہا کو ثابت کا ایک کرشمہ تھا۔ جس کے عجائبات کی تفصیل جلی آ رہی ہے۔ اور اژدہا نے عصا کا سلطنت فرعون کو لقمہ کرنا بھی معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ اس سے لیکر فرعون کا اضحیٰ حال اور اس کی شوکت و ہیبت کا تر ازل مراد ہو چکا ہے جب اژدہا نے عصا سے جادو کر کے سانپوں کو نگینا شروع کیا۔ تو پھر تو جادوگر بھراٹھے۔ اَمَّا بَدِّیْتُ مَوْسٰی وَهَارُونَ جَسَدًا مِّنْ مَّوْصِلٍ مَّقَابِلَہِ کا ایک بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ اور ادھر فرعون جس نے معجزہ کا مقابلہ بحر کے ساتھ کر کے اپنی ادعائی خدائی کی آن بان کو قائم رکھنے کی تدبیر کی تھی۔ اب اس کے پاس صرف مزارعے موت کی دھکیاں رہ گئیں۔ فَلَا قُطْعَانَ اَیْدٍ لِّکُمْ وَرَکْمَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا صَلَیْبَ لَکُمْ فِیْ جَدِّ وَرِجِ النَّخْلِ۔ اس سے اس کی خدائی کا ظلم اور بھی ٹوٹ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت و شوکت کی دھاک بندھ گئی۔ جو فرعون کی سلطنت کے زوال کی طرف پہلا قدم تھا۔ یہی مطلب ہے عصا سے موسیٰ کی سلطنت فرعون کو لقمہ کر جانے کا۔

جان جبرجیس از فرش چوں رازیا ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت

لغات - فرش - فرش - رازیا - یعنی اس کی عظمت - جاں فشاند - برد۔
ترجمہ - حضرت جبرجیس علیہ السلام کی جان نے جب اس (نور) کی عنایت کا راز پایا۔ تو ازان کا یہ مرتبہ ہو گیا۔ کہ اسات مرتبہ کا دروں کے ہاتھ سے تنہا ہوئے اور پھر (جان) پائی۔
مطلب - حضرت جبرجیس علیہ السلام انبیاء مقہورین سے ہیں۔ جن کو کافروں نے کئی مرتبہ قتل کر کے پارہ پارہ کر ڈالا۔ اور آگ میں بھونک دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ ہر مرتبہ زندہ و تندرست ہو کر فرض تبلیغ ادا کرنے لگے۔ پھر آخری مرتبہ اللہ تعالیٰ کی شہادت سے وہ فضیلت شہادت سے ممتاز ہوئے۔ اور ان کے دشمن اس ظلم کی شامت میں تباہ و برباد ہو گئے۔ بعض کتب سیر میں لکھا ہے کہ مرتبہ ان کو قتل کیا گیا۔ اور بعض میں صرف پانچ مرتبہ ان کا قتل ہونا مذکور ہے۔ ممکن ہے بعض کتابوں میں سات مرتبہ قتل ہونا بھی مروی ہو۔ جس کو مولانا نے اختیار فرمایا ہے۔

حضرت جبرجیس علیہ السلام کا قصہ جو کتب سیر میں لکھا ہے۔ مختصر آویں ہے۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کے شاگرد تھے۔ فلسطین میں رہتے تھے۔ شہر حوص میں ایک بادشاہ بڑا ظالم و منکبر اور بے دین تھا۔ اس کے پاس ایک بت بنام "افلون" تھا۔ لوگوں کو اس کی عبادت پر مجبور کیا کرتا۔ جو انکار کرتا۔ اس کا سر قلم کر دیتا۔ حضرت جبرجیس نے اس کے ظلم و ستم کے پیچھے سننے۔ تو حوصل میں جا کر سرور بادشاہ کو سرزنش کی۔ اور توحید کی

دعوت دی۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر ان کو گرفتار کر لیا۔ اور ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ رات کو فرشتہ حق نے ان کی تمام قید و بند کھول دی۔ خلعت نبوت سے سرفراز کیا۔ اور پورے سات سال تک فرض تبلیغ ادا کرنے کا حکم الہی پہنچایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام صبح کو پھر سر دربار موجود تھے۔ اور وہی بادشاہ کی تنبیہ: توبہ کا سلسلہ جاری تھا۔ بادشاہ نے پھر غضبناک جلاؤ کو حکم دیا۔ کہ اس کو قتل کر دو۔ قتل کے بعد ان کے جسم کے ٹکڑے کئے گئے۔ اور شہروں کے آگے ڈالے گئے۔ شہروں نے بجائے اس کے کہ ان ٹکڑوں کو کھاتے۔ سب کو اکٹھا کر دیا۔ اور سارے قطعات جسم باہم جڑل گئے۔ اور حکم الہی حضرت جبرئیل پھر زندہ و سلامت کھڑے ہو گئے۔ پھر شاہی مجلس میں گئے۔ اور پھر وہی وعظ و تبلیغ اور وہی زجر و تنبیہ کا دفتر کھل گیا۔ اہل دربار نے کہا۔ یہ جادوگر جو جادو و گدروں کو اس کے مقابلے میں لایا جائے۔ جادو گرا گئے۔ بڑے بڑے کرتب دکھائے۔ مگر یہاں ان کے کرتبوں کا بھی وہی حشر ہوا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جادو و گدروں کا ہوا تھا۔ وہ بھی سب پکار اٹھے۔ کہ ائمتنا پر کتب جو جلیس جادو و گدروں کے ہار مان جانے کی شہرت سے چار ہزار آدمی حضرت جبرئیل کا تابع ہو گیا۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا۔ آخر تائب ہو گیا۔ ایک سال اندر سے کھوکھلا بنوایا۔ اس کے اندر گندھک وغیرہ آتشگیر مادے بھر کر حضرت جبرئیل کو اس میں بند کر دیا۔ اور آگ لگا دی۔ جس میں ان کا وجود خاکستر ہو گیا۔ مگر اللہ کے حکم سے وہ پھر زندہ ہو گئے۔ اور پھر وعظ و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ غرض اسی طرح کئی مرتبہ مختلف اذیتوں سے ان کو شہید کیا گیا۔ اور وہ پھر زندہ ہوتے رہے۔ بہت سے لوگ اس معجزہ کے مشاہدہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔ اور بہت سے انکار پر اترے رہے۔ اسی طرح سات سال گزر گئے۔ اب حضرت جبرئیل نے دعا کی۔ الہی میری میعاد تبلیغ پوری ہو چکی۔ میں بھی کفار کی تعدی و ظلم سے تنگ آ گیا۔ اب مجھے اپنے جوار رحمت میں بلا لے۔ مگر ایک آرزو یہ ہے کہ میں ان شتمکاروں پر نزول عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ دعا قبول ہو گئی۔ اسی وقت ایک ابرسیاہ نمودار ہوا۔ جس سے آگ برسنی شروع ہوئی۔ کفار سمجھ گئے۔ کہ یہ جبرئیل کی دعا کا اثر ہے۔ تلواریں سونت کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کو شہید کر دیا۔ ادھر آگ زور و شور سے برسنے لگی۔ جس سے تمام بت پرست ہلاک ہو گئے۔ اور اہل حق کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔

چونکہ زکریا ز عشقش دم زدے کرد در خوف و خش جاں فدے

لغات۔ زکریا۔ رائے مجہ اور کاف کا فحشہ راہ حملہ کا کسرہ یا کی تشدید۔ نام پیغمبر۔ دم زدن۔ دم بھرنے۔ دعویٰ کرنا۔ جوف۔ پیٹ۔ خول۔ پول۔ تھوٹھ۔ فدے۔ خدا کا رالہ ہے۔ قربان۔ نثار۔ ترکیب۔ درفش کے آخر میں شین ضمیر و احد غائب مضاف الیہ مقدم ہے اور جان مضاف توخرینے جانش۔ جو جان خود کے معنی میں ہے۔ ترجمہ۔ چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام اس (خدا) کے عشق کا (جو اس نور کا مبدیہ ہے) دم بھرتے تھے (اس لئے) درخت کے جوف میں اپنی جان قربان کر دی۔

مطلب۔ حضرت زکریا بھی ایک پیغمبر خدا تھے۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ مگر اس سرکش قوم نے ان کی ہدایت سے کم فائدہ اٹھایا۔ بلکہ انشا دشمن ہو گئے۔ اور مار ڈالنے کے لئے دوڑے۔ حضرت زکریا علیہ السلام آگے بڑھے اور دشمن تیغ بدست کچھ فاصلے سے دوران کے پیچھے دوڑے آتے تھے۔ آخر ایک درخت نے حضرت زکریا کو پناہ دی۔ درخت کا تنہ کھل

حضرت زکریا علیہ السلام

کی۔ حضرت زکریاؑ اس میں سما گئے۔ اور تہ بھر مل گیا۔ اس کیفیت کو کافروں نے نہیں دیکھا۔ جب یہاں پہنچے۔ تو حیران
تھے کہ زکریاؑ کہاں غائب ہو گئے۔ آخر شیطان لعین نے بتایا۔ کہ اس درخت میں تھختی ہیں۔ اس نے یہ بھی مشورہ
دیا کہ درخت کو اوپر سے نیچے کر کے چڑھا دو۔ تاکہ اس کے اندر وہ بھی چڑ جائیں۔ یہ بات بھی مشہور ہے۔ اگرچہ کسی کتاب
میں نہیں دیکھی۔ کہ وہ درخت نیم کا تھا۔ شیطان نے اس کا پتہ کافروں کو دکھا کر بتایا۔ کہ اس شکل کا وہ درخت دار
آہنی آگہ تیار کرو۔ اس تحریک سے آگہ کی ایکاد ہوئی۔ چنانچہ درخت کا تنہ اوپر سے چیرنا شروع کیا گیا۔ جب آگہ
حضرت زکریاؑ علیہ السلام کے سر پہنچا۔ اور وہ تکلیف سے تلملائے۔ تو بارگاہ رب العزت سے خطاب ہوا۔ خبردار!
اگر ذرا بھی بے صبری وقوع میں آئی۔ تو انبیاء کے دفتر سے تمہارا نام کٹ جائیگا۔
حافظ صبور بادش کہ دراء شفیق ہر کس کہ جاں نذا دیکنان ہے
یہ حکم اگر انہوں نے اُفت تک نہیں کی۔ اور رضاؑ الہی میں اپنا جسم و جان خاموشی کے ساتھ آگہ کے حوالہ کر دیا۔ یہ
صبر و رضا اسی زکریاؑ پر تو اور قرب حق کی منزل پر فائز ہونے کا ذریعہ تھا۔ کما قیل سے
تاشا نہ صفعتہ سر نہ نفی در روا نہ ہرگز بسر زلف نگار سے نہی

چونکہ یوں جرّے زل جام یافت در دُرُونِ ماہی او آرام یافت

لغات - پوتش ایک پیغمبر کا نام - حجرہ - ٹھونٹ - درون - پریٹ - باطن -

ترجمہ - چونکہ حضرت یونس علیہ السلام نے بھی اسی (نور کے) جام سے گھونٹ نوش کیا تھا اس لئے مچھلی کے پیٹ میں (بیٹھ کر بھی سبائے تکلیف و اذیت کے آرام پایا۔

مطلب حضرت یونس علیہ السلام شہر نینوہ کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جن کی تعداد لا لاکھ سے کچھ زیادہ تھی۔ چنانچہ فرمایا۔ **وَأَدْسَلْنَاكَ إِلَىٰ مِثَاقِدِ الْوَيْلِ وَأَوْرَيْنَاكَ نَارَ الْيَدْنِ**۔ یعنی ہم نے ان کو لاکھ کچھ زیادہ آدمیوں کی طرح بھجوا۔ حضرت یونس نے ان کو بت پرستی سے روکنے اور دین موسوی پر چلنے کی ہر چہ ہدایت کی مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر آپ نے اُن لوگوں سے فرمایا۔ اگر تم توبہ نہ کرو گے۔ تو تم پر عذاب الہی نازل ہو گا۔ اور خدا ہو کر اپنے اہل و عیال سمیت وہاں سے نکل گئے۔ **وَذُِّلَّتْ لَکُمُ الْاَرْضُ اِذْ ذُہِبَ مُعَاضِبًا**۔ اور چھپی والا (یونس) جب ناراض ہو کر چل دیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد اہل شہر کو قلعہ ہو گیا۔ سب نے عیش و آرام چھوڑ کر ٹاٹ کا لباس پہنا۔ اور نہایت عجز و ناز سے بارگاہِ ایزدی میں روئے اور توبہ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر ان سے عذاب و دفع کر دیا۔ **فَلَوْلَا کَانَ قُرْبُیْہٖ اٰمَنْتُمْ فَنَنْفَعُکُمْ اَمَّا کُمْ اِلَّا قَوْمٌ یُّوَسِّسُوْنَ**۔ **اَلْمُنُوْکِشْفٰ عَنْہُمْ عَذَابُ الْاٰخِرِیْ فِی الْحَیْوۃِ الدِّنِیَا وَنَتَّعٰہُمْ اِلٰی حَیٰتِہٖ**۔ تو تم یونس کی (بستی) کے سوا اور کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی۔ کہ (نزولِ عذاب سے پہلے ایمان لے آئی۔ اور ان کو ایمان لانا فائدہ دیتا۔ کہ (یونس کی قوم کے لوگ) جب (عذاب آتا ہوا دیکھ کر جھٹ سے) ایمان لے آئے۔ تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب و دفع کر دیا۔ اور ان کو ایک وقت خاص تک بستے رہنے دیا (یونس ع ۱۰)

حضرت یونس علیہ السلام کو یا تو یہ توقع تھی کہ خدا کے نافرمان تباہ و غارت ہو جائیں گے۔ یا اچانک کیاسنتے ہیں کہ عذاب کی میعاد گزر گئی۔ اور وہ لوگ بخیہ و عافیت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب حضرت یونس کے لئے مناسب تھا کہ شہر میں واپس جاتے۔ ہدایت پانے والوں میں اب استقامت کی تبلیغ کرتے۔ مگر انہوں نے

حضرت ابوالحسن علیہ السلام

اپنے وعید عذاب کے پورا نہ ہونے پر نادام ہو کر اور اہل شہر کے استہزاء کا نشانہ بننے سے ڈر کر کسی اور طرف کی راہ لی۔ گویا اپنی دانت میں حریفوں کی تنگ گیری سے بچ کر آزادی کی وسیع سرزمین میں نکل گئے۔ یہ خیال کیا۔ کہ اگر خدا چاہے۔ تو ان کو اس سے بھی کسی تنگ ترقید میں ڈال سکتا ہے۔ وَطَنُ اَنْ لَّنْ نَقْدِرَ عَلَیْکَ۔ اور گنا کیا کہ ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ ان کو دکھا دیا۔ یعنی جب چلتے چلتے آپ ایک دریا کے کنارے پہنچے۔ اور ایک کشتی میں ہو بیٹھے۔ تو کشتی دریا میں ٹھیکہ گئی۔ ملاح نے کہا۔ کشتی میں کوئی بندہ اپنے خداوند سے بھاگ کر آن چڑھا ہے۔ اس واسطے کشتی آگ ہی ہے۔ حضرت یونس نے خود ہی کہا۔ کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ مجھے دریا میں پھینک دو۔ کشتی والوں نے ان کے جلال و جلال سے مرعوب ہو کر بہت کچھ عذر کیا۔ مگر انہوں نے کہا۔ نہیں مجھے ضرور دریا میں ڈال دو۔ ناچار انہوں نے حضرت یونس کو دریا میں ڈال دیا۔ حکم الہی سے ایک مچھلی ان کو نگل گئی۔ قدرت حق دیکھو۔ کہ جو بندہ فضاے شہر کو اپنے لئے تنگ سمجھ کر بھاگا جاتا تھا۔ اس کو اب تنگ ماہی کی فضا میں جگہ دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مچھلی کو حکم ہوا۔ کہ اس کو تیرا غذا نہیں بنایا گیا۔ بلکہ تیرا پیٹ اس کا قیہ خانہ ہے۔ خبردار اسے کچھ آسیب نہ پہنچے۔ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ کے اندر تسبیح و استغفار میں مصروف رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔ اور ان کو اس قید سے نجات بخشی۔ فَالْتَقِبْهُ الْخُحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ فَلَوْلَا اَنْ كَانَ مِنَ الْمُسْتَحْسِنِ ۝ لَلْبَثْ فِي بَطْنِهَا اِلٰی یَوْمٍ یُّبْعَثُوْنَ فَلَبَدًا نَآءًا بِالْعَرَاۤءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ ہ پس اس کو مچھلی نگل گئی۔ اور اپنے آپ کو وہ لامست کر رہا تھا۔ پس اگر وہ تسبیح و استغفار نہ کرتا رہتا۔ تو ضرور اسے قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑتا۔ پھر ہم نے اس کو پیڑ میدان میں ڈال دیا۔ اور وہ بیمار ہو گیا تھا (الصفۃ ع ۵) مچھلی نے حضرت یونس کو دریا کے کنارے سے پرانگیں دیا۔ وہاں فوراً ایک سبز درخت پیدا ہو گیا۔ حضرت یونس نے اس کے سائے میں آرام پایا۔ مگر کچھ روز درخت خشک ہو گیا۔ اور حضرت یونس پر شدت کی دھوپ پڑی۔ اس درخت کے مرجھانے سے حضرت یونس کا دل پژمردہ ہوا جناب باری سے وحی آئی۔ کہ تم کو ایک درخت کی پژمردگی سے اس قدر غم ہوا۔ مجھے اپنی مخلوق کے تباہ ہونے کا کیوں نہ فکر ہوتا۔ حضرت یونس نے توبہ و استغفار کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ان کو قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اہل مینہ نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور ان کی برکت سے یہ شہر نہایت آسودہ و مرفہ الحال ہو گیا۔

چونکہ یحییٰ مست شد از شوق او سر بطشت ز رہاوار ذوق او

لغات۔ یحییٰ۔ ایک پیغمبر کا نام جو حضرت زکریا کے فرزند تھے۔ طشت۔ کھال۔ ترجمہ۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام اس (نور) کے شوق سے مست ہو گئے۔ تو اس کے ذوق میں (بلاورین) سونے کے کھال میں (اپنا) سر رکھ دیا (یعنی اس کی راہ میں قتل ہونا گوارا کر لیا) مطلب۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا زہد و عبادت ضرب المثل ہے۔ چودہ سال کی عمر میں ہی ان کی گریختیت سے یہ حالت تھی۔ کہ دونوں رخساروں پر شدت اشکباری سے دل غم پڑ گئے تھے۔ ان کے زمانے کے بادشاہ کا نام ہر دس تھا۔ اس کے حرم میں ایک عورت تھی۔ جس کو طبعاً انبیا و صلحا کے ساتھ عداوت اور بغض تھا۔ جب یہ عورت بوڑھی ہو گئی۔ تو اسے اندیشہ ہوا کہ میں بادشاہ کی نظر سے گر جاؤں گی۔ لہذا اس نے اپنی لڑکی جو دوسرے شوہر سے تھی۔ اور نہایت خوبصورت تھی۔ بادشاہ کے کھاج کے لئے پیش کی تاکہ مٹی کے توسل

سے جی میری قدر و منزلت قائم رہے۔ بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اس نکاح کے جوڑے کے لئے فتوے طلب کیا۔ تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ یہ لڑکی تجھ پر حرام ہے۔ لہذا بادشاہ نے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ اب ماں بیٹی کے دل میں حضرت یحییٰ کے خلاف دشمنی کی آگ آدھ بھٹی شعل ہو گئی۔ اور وہ ان کے قتل کی تدبیر کرنے لگیں۔ ایک دن بادشاہ شراب کے نشے میں بدست تھا۔ بوڑھیا نے موقع مناسب سمجھ کر اپنی بیٹی کو زیورات و ملبوسات سے خوب آراستہ و پرہیزگار کے بادشاہ کے پاس خلوت میں بھیجا۔ بادشاہ نے حالت مستی میں اس پر میلان ظاہر کیا۔ مگر لڑکی نے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور کہا۔ میں حضور کی خواہش اس وقت پوری کر سکتی ہوں۔ کہ تجھی کا سر کاٹ کر اور ایک طشت میں رکھ کر میرے سامنے لایا جائے۔ فوراً بادشاہ کے حکم سے جلا دیا گیا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک کاٹ کر اور ایک طشت میں رکھ کر لے آیا۔ جو لڑکی کے سامنے رکھ دیا گیا۔ لکھا ہے کہ اس سر مبارک سے بھی تین بار یہ آواز آئی۔ کہ یہ لڑکی تجھ پر حرام ہے۔ حضرت یحییٰ کے قتل کا سانچہ ان کی چالیس سال کی عمر میں واقع ہوا۔ جبکہ حضرت آدمؑ کے ہبوط کو پانچ ہزار پانسو سال گزر چکے تھے۔ یہ سفاکانہ قتل جو نہ صرف ظلم و ستم ہی کا باعث تھا۔ بلکہ اس میں دین الہی کی تباہی بھی مضمر تھی۔ سلطنت شام کے لئے سخت شامت کا موجب ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد فارس کے ایک بادشاہ نے جس کا نام فرخوس تھا۔ اس ملک پر حملہ کیا۔ اور حضرت زکریا و حضرت یحییٰ علیہما السلام کے خون کی شامت میں ستر ہزار آدمی لقمہ تیغ ہوئے۔

چوں شعیب آگاہ شد زین ارتقا چشم را در باخت از بہر لقا

لغات - شعیب ایک پیغمبر کا نام ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم زمانہ اور ان کے خسر تھے۔ ارتقا ترقی مراتب - لقا ملاقات - وصال - درباخت - دیدیا - بار دیا۔

ترجمہ - جب حضرت شعیب علیہ السلام اس (نور کی بدولت) ترقی پانے سے آگاہ ہوئے۔ تو وصال حق (کے اشتیاق) کے لئے آنکھیں دسے ڈالیں۔

مطلب - حضرت شعیب علیہ السلام کا لقب خطیب الانبیاء ہے۔ کیونکہ آپ نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ باوجود میں روئے روستے آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اور اس درجہ کا شوق لقا و قربت ہی کی بدولت ہو سکتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اہل مدین اور اصحاب ایکہ کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ یہ لوگ بیت پرستی کے علاوہ ان رذائل اخلاقی سے بھی ملوث تھے۔ کہ وزن اور پیمانے میں فریب کرتے اور کھوٹے سکے چلاتے اور سافروں کو لوٹ لینے سے بھی باز نہ آتے۔ حضرت شعیبؑ نے ان کو بہت نصیحت کی۔ مگر چند اشخاص کے سوا کسی پر اثر نہ ہوا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ایکہ کے لوگوں پر ایک سیاہ ابر سے آگ برسائی۔ اور مدین کے باشندوں کو زلزلہ سے ہلاک کیا۔

شکر کردایوب صابر بہت سال در بلا چوں دید آثار وصال

لغات - ایوب ایک پیغمبر کا نام ہے۔ صابر صبر کرنے والا۔ آثار - نشانیاں۔
ترجمہ - حضرت ایوب صابر علیہ السلام نے بھی جب (اس نور کی روشنی کی بدولت)

تکالیف و مصائب (کے برداشت کرنے) میں وصال (حق) کی نشانیاں دیکھیں تو سات برس تک (شدید مصائب میں صبر و شکر کرتے رہے۔

مطلب۔ اہل اللہ کے نزدیک مصائب و ملیات ناگوار نہیں بلکہ مرغوب خاطر ہوتی ہیں۔ حضرت بنیہ بغدادی کا قول ہے کہ بلا عارفی کا خراج ہے۔ مردوں کو بیدار کرنے والی ہے۔ اور غافلوں کو ہلاک کرنے والی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کو جب کوئی مصیبت پہنچتی تو کہتے الہی روٹی تو آپ نے بھیجی۔ سالن بھی بھیجئے۔ تاکہ میں اچھی طرح کھاؤں حضرت فضیل ابن عیاض قدس سرہ مناجات کیا کرتے کہ الہی تو مجھے بھوکا رکھتا ہے۔ اور میرے بال بچوں کو بھوکا رکھتا ہے۔ اور رات کو چراغ نہک نہیں دیتا۔ تیرا ایسا معاملہ تو اپنے دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں نے کس طرح یہ دوست پائی کہ تو میرے ساتھ اپنے دوستوں کا سا سلوک کرتا ہے۔ اس رضا و صبر کے نمونہ کبرے حضرت ایوب علیہ السلام تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام عیض ابن حضرت اسحاق کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی ان کی ماں اور افرایم ابن حضرت یوسف کی بیٹی ان کی بیوی تھیں۔ یہ غیر بہت آسودہ حال اور صاحب اولاد تھے۔ دمشق کے متعلق کہی گئیں ان کے قبضے میں تھے۔ علاوہ اس کے مرنیسی اور غلاموں کی بھی ان کے پاس کثرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے امتحان کے لئے ان کا تمام مال و متاع لے کر ان کو بالکل مفلس کر دیا۔ مگر وہ اس حالت میں بھی دلچسپی سے خدا کا شکر کرتے رہے۔ پھر ان کی اولاد مرنیسی۔ تو بھی کچھ مضطرب نہ ہوئے۔ اس کے بعد ان کو بہت سخت بیماری لاحق ہوئی۔ اور گوشت پوست پھٹنے لگا۔ مگر وہ اس حالت میں بھی خدا کی رضا پر راضی اور ہر طرح شکر گزار رہے۔ اور عبادت سے ایک لمحہ غافل نہ ہوئے۔ ان تمام مصائب میں ان کی بیوی نے ان کا حق رفاقت و خدمت خوب ادا کیا۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام امتحان میں کامل نکلے۔ تو شافی مطلق نے انہیں تندستی عطا فرمائی۔ اور پہلے سے دو چند رہا اور مرنیسی اور غلام محنت کئے۔ اور اولاد بھی عنایت کی۔ فَلَکَشَفْنَا مَا بَیْہ مِنْ ضَرِّہَا وَآتَيْنَاهُ أَهْلَہُ وَنَزَّلْنَاهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَہُ مِّنْ عِزِّدُنَا وَذِکْرَہُی الْوَلِی الْکُتُبَاب۔ پس چونکہ اس کو تھا۔ دُور کر دیا۔ اور اس کے گھروالے اشخاص و اسباب و استعم اس کو دیئے اور اتنے ہی اور یہ ہمارے ہاں سے اس پر مہربانی تھی۔ اور عبادت کرنے والوں کے لئے نصیحت (انبیاء ۶) اس کے بعد حضرت ایوب دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے روم کی طرف تشریف لے گئے۔ اور وہیں ۹۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

خضر و الیاس از پیش چوں دم زند آب حیواں یافتند و کم زدند

لغات۔ دم زند۔ پی لیا۔ گھونٹ بھر لیا۔ آب حیواں۔ آبیات۔ کم زدند۔ پروانہ کی۔ التفات نہ کی۔ خضر و الیاس دو پیغمبروں کے نام ہیں جن کی نسبت مشہور ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ بعض لوگوں کو کہتے ہیں۔ ہر سال دونوں حج کرتے ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے سے ملائی ہوئے ہیں۔ اور ملحق راس جو حج کے اعمال سے ہے۔ اس کے لئے وہ خود ایک دوسرے کا سر منڈتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے متعلق بہت سی باتیں سائنس دانز مشہور ہیں اور بہت سی موضوع احادیث رائج ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وہ نہا الا حادیت (القی ین کر فیہا الخضر و حیاً تکلم کذب ولا یصح فی حیوۃ حدیث واحد کحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی المسجد فسمع کلہ ما من وراءہ فذہبوا لیظنوا انہ

اہل اللہ مصائب و ملیات پر صابر ہوتے ہیں

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت خضر و الیاس کے بارے میں سائنس دانز اور مفسرین روایات

فاذا هو الخضر وحديث يلتقي الخضر والياس كل عام بينه موعود روايات کی قسم سے وہ احادیث بھی ہیں۔ جن میں حضرت خضرؑ اور ان کے زندہ ہونے کا ذکر ہے۔ یہ ساری احادیث مجھوت ہیں۔ اور ان کے زندہ ہونے کے بارے میں کوئی ایسی بھی صحیح حدیث مروی نہیں۔ جیسے یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے تو آپ نے اپنے پیچھے سے کلام سنا۔ لوگ اس طرف گئے۔ تو دیکھا کہ خضر موجود ہیں۔ اور یہ حدیث کہ خضر اور الیاس ہر سال باہم ملاقات کرتے ہیں (موضوعات کبیرا)

ترجمہ۔ جب حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام نے اس (نور کی) شراب کا گھونٹ پیا۔ تو پھر آب حیات کو پا کر بھی اس کی رو انہیں نہ گئی۔

مطلب۔ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کو اس نورانی جام شراب کے نوش کرنے سے وہ جاودانی زندگی حاصل ہوئی۔ کہ اس کے آگے آب حیات کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت الیاس کا حال کتب سیر میں اس طرح لکھا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جبکہ اس قوم کی سلطنت دور و درپیش گئی۔ اور ان میں شرک و معصیت کا زور ہو گیا۔ مگر حضرت الیاسؑ کی ہدایت ان پر کارگر نہ ہوئی۔ بلکہ ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔ اس لئے حضرت الیاسؑ آٹھ برس تک پہاڑوں میں روپوش رہے۔ جن لوگوں نے ان کے قتل کیا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے آگ برسا کر ہلاک کیا۔ حضرت الیاسؑ غریب و مفوک الحال لوگوں کے گھروں میں جاتے۔ اور ان کی برکت سے ان کے گھروں میں سرسبز و خوشحالی ظاہر ہوتی۔ اتفاقاً ایک روز حضرت الیسع ابن اخطوب کے گھر آئے۔ ان کی ماں بہت بیمار تھی۔ حضرت الیاسؑ کی برکت سے ابھی ہو گئی۔ پھر حضرت الیسع نے ان کی رفاقت اختیار کی۔ اور دونوں نے اپنی قوم میں اگر ہدایت کرنی شروع کی۔ ایک دن یہ دونوں حضرات پہاڑ میں گئے۔ وہاں ایک تیز رفتار گھوڑا کسا یا نمودار ہوا۔ حضرت الیاسؑ نے حضرت الیسع کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور گھوڑے پر چڑھ کر چادر منہ پر ڈال لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور اب تک زندہ ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ اللہ کے چار بندے اب تک حالت حیات میں ہیں۔ حضرت ادریس اور حضرت یونس آسمان پر۔ حضرت خضر اور حضرت الیاس زمین پر۔

حضرت خضر علیہ السلام کے نسب و خاندان اور دیگر حالات کے متعلق صحیح و مستند روایات نہایت کم ملتی ہیں۔ اسدق الکلام کلام اللہ الملک الکلام سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے ایک ایسے برگزیدہ بندے سے ملاقات کی تھی۔ جن کو علم لدنی حاصل تھا۔ اور یہ علم علم تشریفی سے جدا گانہ ہے۔ علم تشریفی حضرت موسیٰ کا حصہ تھا۔ اور روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ برگزیدہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا۔ ۱۲ فی علی علم من علم اللہ علیہ لا تعلّمہ وانت علی علم من علم اللہ علیہ لا تعلّمہ۔ یعنی مجھے اللہ کے علوم میں سے ایک خاص علم حاصل ہے۔ جو اس نے مجھے سکھایا ہے تم اس کو نہیں جانتے۔ اور تم کو اللہ کے علوم میں سے ایک خاص علم حاصل ہے جو اس نے تمہیں سکھایا ہے۔ میں اس کو نہیں جانتا (خازن)

بعض کتابوں میں مشہور روایات کی بنا پر لکھا ہے کہ حضرت خضر اور سکندر ذو القرنین دونوں ہم عصر تھے۔ اور دونوں چشمہ آب حیات پر گئے۔ مگر ایک شایخ نے اس قول کی تردید کی ہے۔ اور ان کی تردید کی بنا یہ ہے کہ ایک اور سکندر ابن فیفوس رومی گدرا ہے۔ اس اشتراک اسمی سے دھوکا کھا کر سمجھ گئے۔ کہ یہ

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام

سکندر رومی اور حضرت خضر کی معاشرت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ چنانچہ شراح صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ یہ جو شہور ہے۔ کہ حضرت خضر اور سکندر دونوں جتنے عیال پر گئے بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ کہاں حضرت خضر علیہ السلام اور کہاں سکندر رومی۔ اول تو زمانہ دونوں کا بہت مختلف۔ پھر سکندر رومی کافر۔ اور حضرت خضر نبی۔ پھر ان دونوں کا ساتھ کہاں ہوتا۔

یہ تردیدی تقریر سپرد قلم کرنے میں عجلت اور مسامحت سے کام لیا گیا۔ اس لئے اس میں کئی پہلوؤں سے سقم ہیں۔ اول تو سکندر اور خضر کی معیت کے دعوے سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ سکندر رومی ہی ہے۔ کیا دنیا میں اور کوئی سکندر نہیں ہوا۔ دوسرے جب حضرت خضر علیہ السلام کے دوام عمر کا خیال عام شہور ہے چنانچہ خود بھی شراح صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ بغیر کجیات پینے کے زندہ ہیں۔ تو پھر سکندر کے تاخیر عمر کی صورت میں اس کے حضرت خضر کے معاصر ہونے میں کیا اشکال ہے۔

تیسرے سکندر رومی کے کفر کی قطعیت محتاج دلیل ہے۔ قرآن مجید جہاں ارشاد ہے **وَلَيْسَ لَكَ عَنْ ذَٰلِقَاتَيْنِ**۔ اور پھر آگے اس ذوالقرنین کے وہ شاندار کارنامے اور اس کے وہ مقدس کلمات بیان کئے گئے ہیں۔ جن سے ان کے نبی ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت ہے۔ **لَا دُرَى ذَوَالْقَرْنَيْنِ** نبی ام لا۔ وہاں تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ **وَقِيلَ اسْمُهُ اِلَّا سَكْنَدَر ابْنِ فَيْلَقُوسَ كَيْفَ جَسَّ بَادِشَاهُ كَاكَافِرٌ يُّوْنَا قَطْعِي** اور ہوس اس کے ذوالقرنین ہونے کا کسی کو احتمال ہو سکتا ہے؟

حضرت خضر علیہ السلام کا ملاقاتی سکندر خواہ کوئی ہو۔ بہر کیف اس میں شک نہیں۔ کہ آجیات کا قصہ محض ایک افسانہ ہے۔ اور حضرت خضر کی بے پایانی عمر بھی ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔

تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ کہ حضرت خضر کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ اور مشائخ صوفیہ و اہل معرفت کے نزدیک وہ متفق علیہ ہے چنانچہ حضرت خضر کی زیارت۔ ملاقات۔ مشکل معاملات میں ان کی دستگیری اور مقدس مقامات میں ان کی موجودگی کے قصے اس کثرت کے ساتھ زبان زد عام و مکتوب فی الکتاب ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ شیخ ابو عمرو ابن الصلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ **هو حي عند جما هيد العلماء والصالحين والعامه** یعنی وہ جمہور علماء و مشائخ اور عوام کے نزدیک زندہ ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس دونوں زندہ ہیں۔ ہر سال ایام حج میں ملاقات کرتے ہیں۔ حضرت خضر کی زندگی کا باعث یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے جنت آباد کجیات سے پانی لی لیا تھا۔ ذوالقرنین اس چشمے کی تلاش میں ظلمات میں داخل ہوا۔ حضرت خضر اس کے مقتدرہ الجیش میں تھے۔ وہ اس چشمے پر پہنچ گئے۔ اور اس کا پانی نوش کر لیا مگر ذوالقرنین دوسرے راستے پر لڑ گیا۔ اس لئے اس کو وہ چشمہ نہ ملا۔ اور نہ وہ اس کا پانی پی سکا۔ دوسری جماعت اس طرف گئی ہے۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام مر چکے ہیں۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے۔ **وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ اٰخِلًا** اور ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کے لئے دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشا کی نماز کے بعد فرمایا۔ **اَدَايْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَان رَأْسَ مَا نَدَّ سَنَةً لَا يَبْقَى مِنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ وَلَوْ كَانَ الْخَضِرُ مَتَا كَلَانَ لَا يَعْشَى بَعْدَهَا**۔ یعنی آج جو شخص زمین کے تختے پر زندہ ہے۔ وہ باقی نہ رہے گا۔ اگر خضر بھی اب تک

زندہ ہیں۔ تو اس کے بعد وہ بھی زندہ نہ رہیں گے۔

نزدانش عیسیٰ مریم چو یافت بر فراز گنبد چارم تباخت

لغات - نزدبان - سیرھی - زینہ - عیسیٰ مریم میں اضافت ابنی ہے - یعنی عیسیٰ ابن مریم بر فراز اوپر - گنبد چارم چوتھا آسمان - یہ بنا علیہ المشور فرمایا - ورنہ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر پایا - اور اسی آسمان پر ان کا قیام ہے - مشکوٰۃ شریف میں قتادہ بن انس کی روایت متفق علیہ میں درج ہے کہ لَمَّا صَعِدَ بَنِي حُتَّةٍ إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ پھر برقی مجھے اوپر کوئے اڑا یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچا - آگے لکھا ہے إِذَا نَجَّيْ وَ عَيْسَىٰ تَوَاجَا نَكَّ بَحْجَىٰ اور عیسیٰ ملے - انجھ پھر اس کے بعد میرے آسمان کا ذکر ہے -

ترجمہ - جب حضرت عیسیٰ ابن مریم کو اس (نور) کا زینہ مل گیا - تو (اس کی بدولت) وہ چوتھے آسمان پر جا پہنچے -

مطلب - ایک بشر کا آسمان پر پہنچنا تو رما درکنار - وہ پرواز کر کے ایک درخت پر بھی نہیں چڑھ سکتا - مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ طاقت بخشی گئی کہ وہ آسمانوں میں جا پہنچے - تو یہ بھی اسی نور کا کرشمہ تھا - جس نے ان کو عامہ بشر سے ممتاز کر کے ایک فوق العادہ طاقت کا منظر بنا دیا - یہ قصہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا - ان کے زمانے میں ایک یہودی بادشاہ نہایت متکبر و مکرش تھا - حضرت عیسیٰ نے ان کو اپنے دین کی ہدایت کی - مگر وہ باز نہ آیا - بلکہ ان کے قتل کے درپے ہو گیا - اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام روپوش ہو گئے - بعد ازاں ان کا ایک حواری (سچ) جس کو ہودا اسخر زوی کہتے تھے - ان سے برگشتہ ہو گیا - اور اس نے بادشاہ کے پاس جا کر تیس درم کے عوض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے قیام کی مجبوری کر دی - یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دار پر چڑھانے کا مصمم ارادہ کر لیا - جب منجھ سرکاری سپاہیوں کے ساتھ نشانہ بندی کے لئے حضرت عیسیٰ کی کھنچی قیام گاہ میں پہنچا - اور تمام لوگ ان پر بے تحاشا ٹپڑے - تو قدرت حق نے کیا جلوہ دکھایا کہ اس ہنگامہ بے تمیزی میں حضرت عیسیٰ تو کھسک کر کہیں اڑھو اڑھو ہو گئے - اور منجھ کی تسکلی و صورت ہو ہو حضرت عیسیٰ کی سی بن گئی - لوگ اس کو مارنے پیٹنے اور ٹانگوں سے گھسیٹنے واز کر لائے - وہ بہتیرا چلتا بکارتا تھا - کہ میں یہود ہوں - مجھے کیوں مارتے ہو - مگر اس کی کوئی نہیں سنتا تھا - ادھر عیسیٰ علیہ السلام کو تو جبریل علیہ السلام حکم خدا آسمان پر اٹھا لے گئے - اور ادھر منجھ کو سولی پر چڑھا کر ہلاک کیا گیا - چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ - اور ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا - بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا (النساء ۲۴)

چوں محمد یافت آل ملک و نعیم قرص مہ را کرد در دم اود و نعیم

لغات - نعیم - نعمت - الغام - قرص - ٹکیہ - در دم - دم بھر میں - و نعیم - دوبارہ - دو ٹکڑے -

ترجمہ - جب حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (اس نور کی بدولت) وہ ملکات اور نعمت پائی - تو آپ نے چاند کی ٹکیا کو دو ٹکڑے کر دیا -

مطلب۔ یعنی یہ نور نبوت ہی کا کرشمہ تھا۔ کہ آپ کو معجزہ شق القمر کی طاقت ملی۔ کسی غیر نبی کو اس طاقت کا ہزارواں حصہ بھی نہیں حاصل ہو سکتا۔ ساحر اگرچہ طح طح کے عجائبات کر دکھاتے ہیں۔ مگر ان کے عملی عجائبات کا اثر بھی اجسام ارضی پر نمایاں ہو سکتا ہے۔ اجرام فلکی پر جادو اثر نہیں کر سکتا۔ معجزہ اور جادو میں ایک یہ بھی فرق مسلم ہے۔ معجزہ شق القمر کی صحت کے دلائل مفتاح العلوم کے حصہ دوم میں مفصل گزر چکے۔

چوں ابو بکر آیت توفیق شد با جنہاں شہ صاحب صدیق شد

لغات۔ آیت نشانی۔ توفیق۔ لغوی معنی کسی چیز کو دوسری چیز سے برابر کرنا، اصطلاحاً اللہ تعالیٰ کا اسباب کو بندے کی مراد کے موافق بنادینا۔ تاکہ اس کی مراد پوری ہو جائے۔ صاحب۔ ساتھی۔ رفیق۔ صدیق۔ نہایت راست گو۔ کسی کی بات کو نہایت سچ سمجھنے والا۔ یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا خاص لقب ہے۔ ترجمہ۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (اس نور کی بدولت) توفیق حق کی نشانی ٹھہرے۔ تو اسے (عظیم النظیر) شاہ (دارین) کے رفیق اور صدیق بن گئے۔

مطلب۔ افاضہ النبیہ جس کو اس بحث میں نور سے قہر کیا ہے۔ جہاں جہاں نبوت و رسالت کی شکل میں کار فرما ہوا۔ اوپر تک اس کا ذکر ہو چکا۔ اب ولایت کی صورت میں اس کی جلوہ نمائی کا ذکر ہے۔ اور اس جماعت میں سب سے پہلے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے توفیق کے مذکورہ اصطلاحی معنی کو ملحوظ رکھ کر خیال کیجئے۔ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی وہ ہے۔ جو بھجواے حدیث خیار کھرنی الحجاہلیۃ خیار کھرنی الا سلام اور یہ حدیث بھی آپ ہی کی شان میں ہے (عند جاہلیت سے باطل سے بیزار اور جو یاے حق تھی۔ جسے کہ آپ کی حیات قبل از اسلام میں بھی کہیں ہو۔ لغو۔ نجش۔ فساد۔ مینوشی وغیرہ منہیات اسلام کا سراغ نہیں ملتا۔ گویا طبع لطیف کا جس قسم کے مسلک لطیف و نظیف کی طرف میلان تھا۔ قدرت حق نے وہ دین اسلام کی شکل میں ان کے پیش کر دیا۔ یہی مقصد ہے۔ توفیق کے لفظ سے۔ اور اس موہبت النبیہ سے مستفید ہونے کے سب سے بہترین نمونہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کو آیت توفیق کہا ہے۔ فیض یا تنکاحِ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں بلکہ لاکھوں سے متجاوز ہیں لیکن افضل ہمہ را کس محمد کا تاج صرف حضرت ابو بکر کے لئے مخصوص ہے۔ جسے کہ وداع کلمہ کی نازک رات۔ اور غار ثور کی غیر متوقع پناہ گیری میں بھی آپ سلک صحبت سے الگ نہیں ہوئے۔ یوں آپ مصاحب خاص ہیں۔ معراج کی صبح کو ابو جہل آپ کے سامنے معراج کا ذکر استہزاء کے ساتھ کرتا ہے۔ تو آپ صلہ واقعہ سینے سے پیشتر ہی فرماتے ہیں۔ کہ اگر حضور کوئی دعوے اس سے بڑھ کر بھی کر دیں۔ تو ہم وہ بھی ماننے کو تیار ہیں۔ غلبہ روم کی قرآنی پیشگوئی کا ٹھنڈا بظاہر احوال محال نظر آتا ہے۔ مگر اس کے صدق کے دعوے میں آپ ابو جہل کے ساتھ سو سو اونٹ کی شرط بدلنے کو آمادہ ہیں۔ ان وجوہ سے آپ کو صدیق کا لقب ملا۔ کما قبل ے

ابو بکر شد سرخوش جام صدق شراب و نایافت در کام صدق
میں شاہر مجلس احمدی ز دل سرخوش ساغر سمدی

تہی از غبار ریاسینہ اش
بہار صفا فرشت آئینہ اش

چوں عمر شد آں معشوق شد حق و باطل را چو دل فاروق شد

لغات - شیدا - عاشق - فاروق - ذوق کرنے والا - الگ الگ کر دینے والا -
ترجمہ - جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معشوق (نور) کے عاشق ہوئے - تو اس کے
عشق کی بدولت زبان سے بھی احق و باطل میں اس طرح (بلار و رعایت) فرق کرنے لگے
جس طرح دل سے (کرتے تھے)

مطلب - خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وہ مرد اسلام ہیں - جن کا دل - زبان - و ذوق
اور تیغ سیاست ہمیشہ یک جہت و ہم نوا رہتے تھے - صحبت نبوی نے حضرت ابو بکر کو صدق و سفایں نیکانہ روزگار
بنایا - تو حضرت عمرؓ کو اقلیم عدل و داد کا شہر بار بنا دیا - نور نبوت پر ان کے عاشق ہونے کا واقعہ بھی دلادیر نہایت
جوش عداوت میں تیغ آخہ گھر سے نکلتے ہیں - مگر قرآن کی چند آیات کہیں سے گوش زد ہوتی ہیں - تو یہ حالت
ہو جاتی ہے - جیسے کسی غارتگر دل و جان کے نظارے نے بیاب کر دیا ہو - سرگند و دربار نبوت میں پہنچے اور فیض
حضور سے بہرہ اندوز ہوئے ہیں - چوں دل فاروق شد - کی توجیہ یہ ہے - کہ ہر مومن کامل الایمان کا دل تو ضرور فاروق
حق و باطل ہوتا ہے لیکن بیسیوں مواقع پر مصلحتاً یا رعایتاً اس کو سکوت و تسامح سے کام لینا پڑتا ہے - مگر حضرت
عمرؓ کی زبان اور تیغ دونوں کے تابع تھے - حمایت حق اور رد باطل کے لئے دل نے جو کچھ کہا - مناس کو زبان
نے ادا کر دیا - اور اس کی تعمیل میں فوراً تلوار بھی حرکت میں آنے لگی - احادیث کا دفرائے واقعات سے پڑے -
ایک شارح نے یہ مصرعہ یوں لکھا ہے - حق و باطل را زول فاروق شد - اس میں یہ پیچیدگی نہیں - مگر معلوم ہوتا ہے
شارح صاحب نے "چوں" کی پیچیدگی سے گھبرا کر اپنے اجتہاد سے یہ تصرف کیا ہے - کیونکہ تمام معتبر مفسرین
میں سے کہ ہمارے قدیم ترین تعلیمی نسخے میں بھی چوں دل درج ہے - ہر کیفیت حضرت عمرؓ کے کمالات بھی نمونہ قابل
ہیں - کماتیل سے

عمر بافت کام از نے عدل و داد
نشد گرم بے اعتدالی سرش
تیمیز احکام نفس و خد
چونکہ عثمان آں عیاں را عین گشت

بر آفاق چوں راست و احتیاد
کہ بد کفہ معدلت ساغر شش
عمر بود فاروق ہر نیک و بد
نور فالض بود ذوالنورین گشت

لغات - عیاں - نظر میں آنے والا - نمایاں معاین و مشاہدہ - عین - سچہ - چشمہ - فالض - چھا جانا - پہنچنا
ذوالنورین - دونوں والا - خاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہے - کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی صاحبزادی رقیہ آپ کے نکاح میں تھیں - جب ان کا انتقال ہوا - جن کی عیادت کی وجہ سے حضرت عثمان
جنگ بدر میں بھی شریک نہ ہو سکے تھے - تو آنحضرت نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح آپ سے کر دیا - حضور
کی دو صاحبزادیوں سے شرف زوجیت پانے کی بدولت یہ لقب ملا -

ترجمہ - چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس (نور) نمایاں (کے نظارہ) کے لئے (ہمہ تن)
چشم (اشتیاق) بن گئے (اور) اس نور کا افاضہ کسی حد تک ختم نہیں ہوا (بلکہ) برابر جاری رہا -

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

اس لئے وہ ذوالنورین بن گئے۔

مطلب۔ سبحان اللہ ذوالنورین کی کیا عجیب توجیہ ہے۔ **فللہ درہ**۔ فرماتے ہیں۔ کہ فیض نبوت کا نور حضرت عثمان پر پڑنے لگا۔ تو آپ بھی سراپائے اشتیاق بن گئے۔ ادھر نور نے افاضہ کو محدود نہیں رکھا۔ تو ادھر انہوں نے بھی استغافہ نور سے پس نہیں کی نتیجہ یہ کہ اگر دوسرے لوگ اکبرے نور سے منور تھے۔ تو حضرت عثمان دوہرے نور سے منور اور نور علی نور تھے۔ کما قیل ے

آنکہ اد بود جامع القدآن
بؤ واما دستید الکونین
رونق الحیاء من الایمان
الملقب بفخر ذوالنورین

چوں ز روش مرتضیٰ شد درفش **گشت او شیر خدا و مہرج جاں**

لغات۔ درفشان۔ موتی برسنانے والا۔ مہرج۔ بفتح میم و سکون راء مہلہ چراگاہ۔ جنگل۔ ترجمہ۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس (نور) کے رخ سے (اقتباس) پر تو کر کے لوگوں کو افاضہ کے (موتی برسائے) گئے۔ تو وہ ارواح کے جنگل میں شیر بن گئے۔

مطلب۔ شیر سلطان الصحرا و امیر السباع ہوتا ہے۔ نفوس انسانی کے عالم کو اگر ایک صحرا سے وسیع فرض کر لیا جائے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کمال ولایت کی بدولت اس صحرا کے شیر مہریتاں ہیں۔ یعنی تمام نفوس کے متصرف اصلاح۔ یہی وجہ ہے کہ سلوک و طریقت کے اکثر سلاسل آپ ہی تک منتهی ہوتے ہیں۔ اور آپ کو یہ درجہ اس ذریعہ سے مستفیض ہونے کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ اقبال ے

مسلم اول شہ مردان علی
از دلایے دو دمانش زندہ ام
عشق را سرمایہ ایماں علی
در جہاں مثل گہر تابندہ ام
از رخ اوفال پیغمبر گرفت
لمت حق از شکوہش فر گرفت
مُسل حق کرد امش بوتراب
حق ید اللہ خواند درام الکتاب

روشن از نورش چو بطن آبدند **عرش را درین و قرطین آبدند**

لغات۔ بطن سے صیغہ تشبیہ ہے۔ دو فرزند مراد حسین و ذرین۔ دو موتی۔ قرطین۔ گوشوارے ترجمہ۔ چونکہ حضرات حسین رضی اللہ عنہما اس (نور) کے پرتو سے روشن پیدا ہوئے۔ اس لئے وہ عرش کے دو موتی اور دو گوشوارے تھے۔

مطلب۔ عرش کے ذرین و قرطین ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ ان کا وجہ اس قدر بلند ہے۔ کہ عرش کو بھی ان کی ذات گرامی سے خرد زینت ہے۔ جس طرح کسی کو زیور و آرایش سے زینت ہوتی ہے۔

آں یکے از زہر جاں کروہ تار **وال سر افکندہ بر آتش مست و**

لغات۔ سر افکندہ۔ سر رکھ دیا۔ یعنی قاتل کے خنجر کے سامنے گردن رکھ دی۔ جان دے دی۔ مست۔ مست محبت۔ عاشق۔

ترجمہ۔ اس ایک (یعنی امام حسن علیہ السلام) نے زہر کے سبب سے اپنی جان در راہ حق میں (نثار کر دی۔ اور اس (دوسرے) یعنی امام حسین علیہ السلام نے اس کی راہ میں (مقام کر بلا) عاشق کی طرح (اپنا) سر رکھ دیا۔

مطلب۔ خدا کی راہ میں زہر سے یا خنجر سے جان دینے کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا۔ کہ خود کشی پر آمادہ ہو گئے۔ کیونکہ خود کشی تو بجانے اطاعت حق کے التامصیت ہے۔ تو پھر یہ فعل خدا کی راہ میں کیونکر مقبول ہو سکتا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اپنی زندگی خدا کے لئے سمجھی ہوئی تھی۔ اور خدا کی اطاعت میں اس کو صرف کیا تھا۔ اسی طرح موت کو بھی بخواب اللہ سمجھ کر اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ بے صبری اور شکوئی نہیں کیا۔ جسے کہ مرنے وقت اپنے قاتلوں سے انتقام و قصاص لئے جانے کی بھی آرزو ظاہر نہیں کی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے تھے رکنیت ابو محمد لقب مجتبیٰ اور سبط اکبر ہے۔ وہ نہایت کریم و رحیم۔ زاہد۔ عابد۔ سخی اور بادشاہ تھے۔ انہوں نے دو دفعہ اپنا سارا مال اور تین دفعہ آدھا راہ خدا میں خیرات کر دیا تھا۔ پینتالیس سال اور چند ماہ کی عمر ہوئی تھی۔ کہ یرزید نے مدینہ میں ان کو زہر دلوا دیا۔ جس کے اثر سے ماہ ربیع الاول ۶۰ھ ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ سید الشہداء اور سبط اصغر لقب یرزید۔ حضرت امام حسن کے قتل سے فارغ ہوا۔ قواب ان کو اپنے مقاصد میں غار راہ سمجھتا تھا۔ اور ان کے تباہ کرنے کے لئے کوئی حیلہ سوچ رہا تھا۔ کہ اتفاق سے اہل کوفہ نے جو حضرت علی کرم اللہ کے خاص عقیدہ ہونے کا دعار رکھتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام سے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور آپ کو بار بار بلا بھیجا۔

امام مدوح نے ہر چند ان کو ٹالا۔ مگر وہ آپ کی تشریف آوری کے لئے اصرار پر اصرار کرتے رہے۔ آخر امام حسین نے خاص اپنے خاندان کے بہتر اشخاص کے ساتھ جن میں ان کے فرزند۔ بھتیجے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھتیجے وغیرہ اہل بیت کے لوگ شامل تھے۔ کوفہ کا قصد کیا۔ زید کو تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے بائیس ہزار کی فوج گراں ان کے مقابلے کے لئے بھیجی۔ جس نے شہر کوفہ سے کچھ دور دیارے فرات کے کنارے پر اس مقدس قافلے کو گھیر لیا۔ اہل کوفہ نے بھی ہوا کا رخ بدلا ہوا دیکھ کر امام مدوح کی حمایت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ دشمنوں نے دریا پر قبضہ کر لیا۔ حضرت امام حسین اور ان کے ہمراہیوں میں سے کسی کو پانی کا ایک

قطرہ نہ پینے دیا۔ یہاں تک حضرت امام علیہ السلام اپنے شیر خوار بیٹے حضرت علی اصغر کو جو پیاس سے تڑپ رہا تھا۔ گود میں اٹھا کر خیمہ سے باہر لائے۔ اور دشمنوں کو اس کی حالت دکھا کر فرمایا۔ لوگو! اگر ہم پر نہیں۔ تو اس معصوم بچے پر تو رحم کرو۔ اور اسے پانی پی لینے دو۔ ان بے رحم ظالموں نے پانی کے عوض تیر برسائے شروع کر دیئے۔

اور وہ بیگناہ بچہ آب پیکال سے سیراب ہو کر باپ ہی کی گود میں شہید ہو گیا۔ آخر مقابلہ ہوا۔ حضرت امام حسین اور ان کے رفقاء نے بہترے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ مگر آخر ۴۰ کا مقابلہ بائیس ہزار کے ساتھ کیا حیثیت رکھتا تھا اہل بیت کے افراد گناہ ایک ایک کر کے العطش العطش پکارتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر نام ایک شقی کے ہاتھ سے شہادت پائی۔ یہ ساکنہ دس ماہ محرم ۶۰ھ ہجری کو واقع ہوا۔ حضرت امام علیہ السلام کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی۔

یزید ایک بکا رو عیاش شخص تھا۔ وہ امام حسین علیہ السلام کی پاک شخصیت کو اپنی ناپاک ذات کے

حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام اور سارا خاندان

لئے ہمیشہ خطرناک سمجھتا تھا۔ اس لئے اس نے پہلے تو یہ چاہا۔ کہ امام ممدوح میری اطاعت و بیعت پر راضی ہو جائیں۔ تاکہ ان کی طرف سے خطرہ نہ رہے۔ جب اس طرح اس کی مراد نہ ہوئی۔ تو ان کے قتل کی تدابیر پر غور کرنے لگا۔ امام حسینؑ کو اس کے ارادے معلوم تھے۔ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اپنے آپ کو قتل و ہلاک سے بچانے کے لئے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اور خود دین حق کی تدبیل و توہین کے باعث بنیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اگر امام حسینؑ یزید کی بیعت کر لیتے۔ تو عالم اسلام میں فتنہ کو تقوے پر اور دنیا طلبی کو حق شناسی پر فتح حاصل ہو جاتی۔ لیکن آپ حق کی حمایت میں ثابت قدم رہے۔ یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا۔ جسے کہ حمایت حق میں جان دے دی۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ دال سرافندہ براہش مرست دار۔ آپ نے حق اور دین حق کی حمایت و پاسداری میں اس پامردی کے ساتھ اپنی جان شیریں قربان کر دی۔ جس طرح ایک عاشق اپنے محبوب پر تیار ہو جاتا ہے۔ اسی خیال کی تائید میں حضرت سلطان المسند خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیریؒ قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اور خوب فرماتے ہیں۔

شاہ مرست حسین و پادشاہ مستحسین
دین مرست حسین و دین پناہ مرست حسین
مہر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لائے مرست حسین

چول جنید از جنہا و دیدار مدد خود مقاماتش فزوں شد از عدد

لغات۔ جنید ایک ولی کامل اور شیخ سلسلہ کا اسم مبارک ہے۔ جنید صمدی کے صنف سے۔ فوج۔ لشکر۔ مقامات مراتب کمال۔ صنائع۔ جنید اور جنید میں تینیں ملحوظ ہے۔ ترجمہ۔ جب حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے اس (نور الانزال کی) فوج سے وہ مدد پائی جس کی بدولت وہ نفس و شیطان کی قوتوں پر فتیاب ہوئے تو ان کے مراتب کمال (حدود) شمار سے بڑھ گئے۔

مطلب۔ یہ اسی نور کا فیضان تھا کہ حضرت جنید اولیاء اللہ کی صف اولین میں سید الطائفہ کے لقب سے ملقب ہیں۔ اور آپ کے کمالات باطن کی انتہا نہیں۔ حضرت جنید قدس سرہ کا طریقہ صحیح ہے۔ اور حقیقت میں آپ صاحب اجتہاد مانے گئے ہیں۔ بہت سے مشرک نے آپ کا مشرب اختیار کیا ہے۔ اور طیفوریوں کا مشرب جو حضرت بایزید بطامی قدس سرہ کے اصحاب ہیں اس کے برعکس ہے۔ مگر حضرت جنید کا مشرب سب سے اشراف و اوفق ہے۔ آپ نے طریقت و شریعت میں پورا توازن قائم رکھا۔ کمافیہ سے دیکھنے جاہ شریعت در کفہ سندان شوق ہر ہوسا کے نداد جام و سندان خفتن

بہت سی تصانیف یادگار چھڑیں۔ جو تصوف کے گراںمایہ ترین نکات سے سمور ہیں۔ ان کمالات کے باوجود معاصر حامدوں نے آپ پر کفر و زندقہ کے فتوے لگائے۔ جمادی الاول ۳۹۸ھ ہجری میں وفات پائی۔ مرقہ مبارک بغداد میں ہے۔

بایزید اندر مزینش راہ دید نام قطب العارفین انحق شنید

لغات۔ بایزید۔ ایک عارف کامل اور پیشوا سے طریقت کا نام نامی ہے۔ مزید۔ زیادت۔ بیشی۔ صنائع۔ بایزید اور مزید میں تینیں کا تائید ملحوظ ہے۔

ترجمہ۔ حضرت بایزید قدس سرہ نے اسی (نور) کی زیادتی میں راہ (معرفت) پایا یا نہ جانتے کہ قطب العارفین کا لقب اللہ تعالیٰ سے سنا۔

مطلب۔ حضرت بایزید سبطی نے جو اس قدر رفیع الشان درجہ پایا۔ تو یہ اسی نور سے مستفیض ہونے کا ثمرہ تھا۔ جس کے استفاضہ سے آپ نے کسی حد تک بس نہیں کی۔ حتیٰ کہ حضرت جنید رحمہ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ مقام توحید میں تمام سالکوں کی انتہائی تک دو۔ بایزید کی ابتداء کے برابر ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ میں اٹھارہ ہزار عالم کو بایزید سے پُر دیکھتا ہوں۔ اور پھر بایزید کو درمیان نہیں پاتا۔ یعنی وہ خود حق میں گم ہیں۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ ”بایزید اندر مزید شش راہ دید“ حضرت بایزید کا مشرب فدا و محبت ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں پہلی مرتبہ حج کو گیا۔ تو کعبہ کو دیکھا۔ دوسری بار گیا۔ تو صاحب کعبہ کو دیکھا۔ تیسری بار گیا۔ تو خانہ کعبہ کو دیکھا۔ نہ صاحب کعبہ کو۔ یعنی میں ایسا از خود رفتہ ہو گیا۔ کہ سوائے حق کے اور کچھ نہ دیکھا۔ نہ دیتا تھا جس طرف۔ دیکھا۔ وہی نظر آتا تھا۔ حافظہ سے

پیش آئینہ دل ہر آنچہ سے دارم۔ بجز خیال جمالت نئے نماید باز
ایک بار ایک شخص آپ کے دروازے پر گیا۔ اور آپ کو آواز دی۔ حضرت بایزید نے فرمایا۔ کہ کس کو کہتے ہو۔ اس نے کہا۔ بایزید کو۔ فرمایا میں بیچارے بایزید کو تیس برس سے ڈھونڈ رہا ہوں۔ اور یہ نہیں لگتا۔ صاحب مآثر فرماتے کہ ازین رشتہ سرے یافتہ اند۔ بے خبر گشتہ ز خود تا خبر سے یافتہ اند

یہ بات لوگوں نے حضرت ذوالنون مصریؒ کے سامنے بیان کی۔ تو کہا۔ اللہ تعالیٰ بھائی بایزید پر رحم کرے حق تعالیٰ میں محو ہو گئے ہیں۔ جیسے کہ اور خاصان حق ہو چکے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ آپ کا لقب قطب العارفین بالہام ربانی مقرر ہوا ہے۔ اسی لئے مولانا فرماتے ہیں۔ نام قطب العارفین از حق شنید۔ حضرت شیعہ بنی کے ہمرمان تھے۔ سال وفات ۲۶۱ھ ہے۔ مرقد شریف آپ کے صلی وطن بظام میں ہے۔

نوٹ۔ اس سے آگے بعض نسخوں میں یہ شعر درج ہے
شاہ منصور آگہ نصرت یار شد تخت را گدانت شوے دار شد

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ جو نصرت الہی سے مستفید ہوئے۔ وہ تخت کو چھوڑ کر دار کی طرف بڑھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قبول عام کی سند سے کنارہ کش ہو کر ہفت طعن ہونا اور دار پر چڑھنا منظور کر لیا۔ اور یہ اتنا بھی اگرچہ بظاہر ایک مصیبت تھی۔ مگر درحقیقت نصرت الہی کی مترادف تھی۔

یہ شعر احقاقی معلوم ہوتا ہے۔ کسی نقل و کاتب کو حضرت منصور کے ساتھ غایت اعتقاد نے احقاق و تخلیط کے جرم پر جرات دلائی۔ اسی لئے یہ شعر شذوئی کے عام مروجہ دست و دلہ نسخوں میں کسی میں نہیں ملتا۔ ہمارا قدیمی قلمی نسخہ بھی اس سے خالی ہے۔

چونکہ کرنخی کرخ اور اشدر میں شریف عشق و ربانی نفس

لغات۔ کرنخی۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے۔ جو انیسویں کبار میں سے ہیں۔ کرخ۔ نواح بغداد میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ نواح بلخ میں ہے۔ حرس بجائے حملہ

نگہبان - ربانی نفس - خدائی سانس والے - جن کی زبان سے جویات نکلتے - وہ بالہام ربانی ہو ترکیب
نکرخ اور "میں اضافت ہے یعنی کرخ خود را - خلیفہ نفس میں نکت اضافت ہے -

ترجمہ - جب حضرت معروف کرخی اپنے مقام کرخ (میں اس توجہ تام سے مشغول بعبادت
تھے گویا اس کے ہمراہ داربن گئے تو (اسی نور کی بدولت) عشق (الہی میں سابقین اولین)
کے نائب اور خدائی کشتی آواز والے بن گئے

مطلب - کرخ کا پہرہ دریا محافظ ہونا اس اعتبار سے ہے - کہ جس طرح پہرہ دار اپنی نوکری کے مقام
سے ایک لحو کے لئے نہیں ملتا - اسی طرح حضرت معروف کرخی رہنے طاعت و عبادت اور ریاضات و محاببات
کے اشغال میں اسی مقام میں ایسی گوشہ گیری اختیار کر رکھی تھی - کہ کبھی کسی اور جگہ نہیں جاتے تھے - بعض نسخوں
میں جس پر کج درجہ ہے - جس کے معنی گھڑیاں کے ہیں - اور گھڑیاں کے بجتنے سے کسی امر کا عام اعلان و اعلام ہوا
کرتا ہے - اس صورت میں یہ مطلب ہوگا - کہ آپ اپنے کمالات کی بدولت اس گنہگاروں کے لئے بھی جس شہرت
ثابت ہوئے - جس طرح خود آپ دنیا سے تصوف میں معروف اور اسم با اسم ہیں - اسی طرح کرخ کا نام بھی آپ
کی نسبت سے شہرہ آفاق ہو گیا - ورنہ اس کو کون جانتا تھا - ربانی نفس سے یہ مراد ہے کہ وہ مرتبہ فنا و محویت
پر فائز ہو کر گفتہ او گفتہ اللہ بود کے مصداق ہو گئے -

حضرت معروف کرخی قدس سرہ کے ماں باپ عیسائی مذہب کے پیرو تھے بچپن کے ایام میں ان کو استاد کے
پاس بھیجا گیا - توحید دستور عیسوی عقائد کی تلقین سے ان کی تعلیم کا آغاز ہوا - مگر جو کچھ فطرت صحیحہ کے پیدا
ہوا ہو - اس پر گمراہ کن تعلیم کا کیا اثر پڑ سکتا تھا - استاد ہر چند کہتا تھا - کہ مڑھو - ان اللہ ثالث ثالثہ -
اشدین میں سے تیسرا ہے - تو معروف کرخی ہر مرتبہ ہی کہتے تھے - **هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ** - استاد نے دلائل
سے - نرمی سے - لطافت انجیل سے کوشش کی کہ وہ تثلیث کا کلمہ منہ سے نکالیں - مگر جو منہ قدرت نے
کلمہ توحید کے لئے پیدا کیا تھا - اس سے کلمہ شرک کیونکر نکل سکتا تھا - آخر استاد نے دق ہو کر ان کو پٹینا شرموع
کیا - معروف "جو استاد" کی تاب نہ لا کر کتب سے نکلے - اور ایسے بھاگے کہ "مہر پر" کی بھی پروا نہ کی - اور سیدھے
حضرت علی ابن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے - اور انہی کے ہاتھ پر داخل اسلام ہو کر مشرف
بہ بیت ہوئے - ادھر ماں باپ ان کے فراق میں جاں لب تھے - اور کہتے تھے - کہ ہمارا بچہ خواہ کسی دین پر
رہے - مگر زندہ و سلامت آجائے - کچھ دنوں بعد ماں باپ کا خیال آیا - گھر گئے - دستک دی - ماں باپ
نے اندر سے پوچھا - کس دین پر ہو - کہا دین محمدی پر - اس آواز کے جذبہ نے ان پر بھی اثر کیا - اور دونوں
مسلمان ہو گئے - حضرت معروف کرخی رح طریقت و شریعت دونوں کے جامع تھے - تقویٰ و فتویٰ
دونوں پہلوؤں میں ان کی ذات گرامی ائمہ من آیات اللہ تھی - حقیقت میں تربیت حضرت داؤد طائی رحمۃ
علیہ سے پائی - اور علم شریعت و فقہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں حاصل کیا - ماہ محرم سنہ
ہجری میں وفات پائی - مقبول ایزد تاریخ وفات ہے - بغداد میں قبر شریف زیارت گاہ عام ہے -

پورا دہم مرکب آئینہ اندشاد گشت اوسلطان سلطان داد

لغات - پورازند - پورا دہم - ابن ادہم ایک ولی کامل تھے - جن کا نام مبارک ابراہیم ہے -

تخت سلطنت چھوڑ کر قیامت خیز کی۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ داد۔ انصاف۔ صنائع۔ ابن ادہم اور سلطان میں مناسبت ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم قدس سرہ نے بھی خوشی خوشی (اپنی عقیدت و ارادت کا) گھوڑا اس (نور) کی طرف دوڑایا۔ (ظاہری بادشاہی کے چھوڑتے ہی اقلیم باطن کے) بادشاہان (صاحبِ عدل کے) بادشاہ بن گئے۔

مطلب۔ شر کے الفاظ میں حضرت ابن ادہم کے احوال خصوصاً کی رعایت ملاحظہ ہو۔ شاد کے کلمہ میں یہ رعایت ہے۔ کہ انہوں نے جب نور حقیقت کی طلب میں تخت و تاج کو چھوڑا۔ تو یہ کام ان کو بادل ناخو استہ نہیں کرنا پڑا۔ جیسے کہ کسی فاتح کے بہ سے مجبور ہو کر یا رعایا کے معزول کر دینے سے جبراً و قہراً بادشاہی سے دست بردار ہوتے وقت بادشاہ کے دل کی کیفیت ہوتی ہے۔ بلکہ انہوں نے عین خوشی اور اطمینان قلب کے ساتھ کاروبار سلطنت کو خیر باد کہا۔ ظاہری بادشاہی کے تاجدار حقیقی معنی میں عادل و منصف نہیں ہوتے۔ یہ درجہ تاجدارانِ اقلیم باطن کا ہے۔ جو فقر و درویشی کی لازوال سلطنت کے شہر یار ہیں۔ ابن ادہم ظاہری بادشاہوں کی صف سے نکل کر باطنی سلاطین کی جماعت میں شامل ہوئے۔ اور پھر ان میں بھی سب سے برتر درجہ حاصل کیا۔ صائب ۷

وزیرِ بے قدر کند سلطنت عالم را ہوس ملک نباشد پیر ادہم را
حضرت ابراہیم ابن ادہم بلخ کے بادشاہ تھے۔ اور تخت شاہی پر بھی عبادت کے پابند تھے۔ مگر شامہ شان و شکوہ کا یہ عالم تھا۔ کہ جب سواری نکلتی۔ تو آگے پیچھے چالیس چالیس سوار سونے کی ڈھالیں اور گرز لٹے ہوئے جلو میں ہوتے۔ ایک رات تخت شاہی پر خواب فرما تھے۔ توفیق الہی دستگیری کے لئے شامل حال ہو گئی۔ تو سونے سونے آنکھ کھل گئی۔ محل کی چھت پر آہٹ محسوس ہوئی۔ آواز دی کون ہے؟ جواب ملا۔ کہ تمہارا دوست ہوں۔ اونٹ گم ہو گیا۔ یہاں تلاش کر رہا ہوں۔ ابن ادہم نے کہا۔ چھت پر اونٹ کا کیا کام۔ آواز آئی۔ غافل ابن ادہم جب کوٹھے پر اونٹ کا تلاش کرنا موجب تعجب ہے۔ تو کیا اطمینانی لباس میں اور طلائی تخت پر خد اطمینانی اس سے زیادہ تعجب کی بات نہیں؟ یہ بات کیا تھی۔ تاثیر میں ڈوبا ہوا ایک تیر تھا۔ جو ابن ادہم کے دل پر بیٹھ گیا۔ صبح کو ایک دربار عام کیا۔ تمام اُمراء و وزرا کے سامنے شاہی لباس اتار انگلیں و رویشی پہنی۔ اور ہنگل کی راہ لی۔ دربار پر ایک سناٹا چھا گیا۔ کسی کو دم مارنے کی تاب نہ تھی۔ صائب ۷

زیرِ ابراہیم ہمیں قدر ملک درویشی کہ طوفان دیدہ از آسائش ساحل خبر دارد
معارف طریقت کے ساتھ آپ علم شریعت کے بھی جامع تھے۔ اور حضرت امام اعظم۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں آپ کا شمار ہے۔ ۲۶۷ میں وفات پائی۔ صدیقِ آواں تاریخ وفات ہے۔

والتشقیق انشراح راہ شگرف گشت او خورشید راے و تیز ظرف

لغات۔ تحقیق ایک مشہور دلی اللہ گزرے ہیں۔ شق۔ پھاڑنا۔ پھینا۔ طے کرنا۔ شگرف۔ عمدہ۔ نادر عجیب۔ طرف۔ نگاہ۔ نظر۔ آنکھ۔

ترجمہ۔ اور (اسی طرح) وہ حضرت شقیق بلخی قدس سرہ اس (نور کے) نادر راستے کو

طے کرنے سے آفتاب کی سی روشن عقل والے اور تیز نگاہ والے ہو گئے۔

مطلب۔ حضرت شفیق لمیجی ایک لکھ پتی تاجر تھے۔ ایک مرتبہ کاروبار تجارت کے سلسلے میں ترکستان گئے۔

وہاں ایک تہخانہ کے پاس سے گزر ہوا۔ ایک بت پرست بت کے سامنے زار و قطار رو رہا تھا۔ اور التجائیں کر رہا تھا آپ

اس کا تماشا دیکھنے کھڑے ہو گئے۔ اور کہا۔ اسے نادان! ایک پتھر کی مورت کے سامنے جو نہ دیکھ سکتی ہے۔ نہ سن سکتی ہے۔

نہ بدل سکتی ہے۔ نہ تیری کسی قسم کی دستگیری کر سکتی ہے۔ رونا فضول اپنی آنکھیں کھونا ہے۔ کچھ کو اس خدا سے چی و

قیوم کے حضور میں دعا مانگنی چاہئے۔ جو سنتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ اور مرادیں پوری کرتا ہے۔ بت پرست نے حضرت

شفیق کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور کہا۔ اسے مدعی دانائی۔ ایمان سے بچ بچا کہنا۔ کہ مجھ کو جو بھروسہ اس پتھر کی مورت

پر ہے۔ تم کو اپنے خدا سے ہی وقیم پر بھی ہے یا اپنے مال و سرمایہ پر ہی بھروسہ کئے ملک بملک مارے مارے

پھرتے ہو۔ بت پرست کی اس بات نے حضرت شفیق پر حقیقی توحید کا دروازہ کھول دیا۔ اپنی خامی سے توبہ و نوح

کے متوکل بن کر ہو گئے۔ اور توکل کے مرتبہ کمال کو پہنچے۔ کمالات باطنی کے ساتھ آپ علوم ظاہر میں بھی کیا سے

زمانہ تھے۔ آپ کا قول ہے۔ کہ میں نے سترہ سو آستادوں کی شاگردی کی۔ اور کئی بار شترکت میں مطالعہ کیا۔ بزرگوار

سارے علم کالب لباب مجھ کو یہ ملا۔ کہ خداوند تعالیٰ کی رضا مندی چار چیزوں میں ہے (۱) توکل (۲) اخلاص (۳)

عداوت شیطان (۴) موت کے لئے تیاری۔ ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں باہر غل جی

کہ کاؤ لگنے کا فریاد اٹھنے لگا۔ آپ نے وعظ میں کچھ دیر کے لئے توقف کیا۔ مصلیٰ پر چڑھ پھول پڑے تھے۔ جو کسی مرید نے

لا رکھے تھے۔ ان کو اٹھا کر سو گھنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک بیباک شخص بولا۔ اور نیچے گھارنے شہر پر دعا وا

بول دیا۔ مسلمان خطرہ میں ہیں۔ اور امام المسلمین نیچے پھول سو گھ رہے ہیں۔ حضرت شفیق نے فرمایا۔ منافقوں

کو صرف پھول سو گھنا نظر آیا کرتا ہے۔ غنیم کے مقابلے اور ان کے ساتھ نبرد آزما کی نظر نہیں جاسکتی۔

اتنے میں کیا سنتے ہیں۔ کہ کاؤ بھاگ گئے۔ آپ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا۔ ۱۹۰ھ میں

ولایت ختلان میں شہید ہوئے۔

شفیضیل از رہزنی رہ پیر راہ چول بلنخطہ لطف شد ملحو طشاہ

لغات۔ شفیل بضم فاء فتح عداد ایک ولی کامل تھے۔ رہزنی رہ مرکب اضافی ہے بفک اضافت۔ رہستہ

روٹنا۔ راہ۔ پہلا راہ بمعنی سبیل ہے۔ دوسرا راہ بمعنی طریقت پیر راہ۔ پیر طریقت۔ مرشد۔ پیشوا۔ لخطہ۔ نظر اٹھا

کر دیکھنا۔ لخطہ لطف مرکب اضافی ہے بفک اضافت۔ نگاہ لطف۔ نظر عنایت۔

ترجمہ۔ جب حضرت شفیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ پر (بھی) اس شاہ حقیقی تعالیٰ شانہ

کی نظر عنایت پڑی۔ (یعنی وہ اس نوز کے پر تو سے بہرہ مند ہوئے) تو اس سے پر ڈاکہ ڈالتے

ڈالتے پیر طریقت بن گئے۔

مطلب۔ حضرت شفیل ابتدائے شباب میں ایک نامی ڈاکو تھے۔ مگر ان کا یہ مشغلہ بھی ایک عجیب شان کا

تھا۔ بظاہر نہایت عابد و متواضع تھے۔ علاقہ مرو اور بادور کے بیابان میں خیمہ ڈال رکھا تھا۔ ٹاٹ کا لباس پہنے

رہتے۔ جو شدید ریاضت و درویشوں کا شیوہ ہے۔ اونی ٹوپی سر پہنوتی۔ ایک بیسبک گردن میں لٹکتی رہتی۔ چورو

کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے تابع فرمان تھی یا رلوگ ادھر ادھر سے لوٹ مار کر کے مال لاتے اور آپ

کے سامنے رکھ دیئے۔ آپ اس کو تقسیم کر دیتے۔ جو چیز اسناد آئی۔ خود رکھ لیتے۔ ہر نماز باجماعت پڑھنے کا ان تمام تھا۔ جو نوکر یا صاحب شغل جماعت ہونے میں مستی کرتا۔ اس کو اپنے دائرہ میں نکال دیتے۔ ایک مرتبہ ان لوگوں نے ایک قافلہ کو لوٹا۔ اہل قافلہ میں ایک شخص جس کے پاس سب سے زیادہ قیمتی مال تھا۔ آنکھ پکڑ کر ایک طاف کو بھاگا۔ وہ سے ایک خیر نظر پڑا۔ غور کیا۔ تو اس میں ایک بزرگ مشغول بنوا فل دیکھائی دیئے۔ پاس آیا۔ اور اپنی زر و جواہرات کی ہتھیلی پیش کر کے عرض کی۔ حضرت! میری یہ امانت آپ رکھیں۔ میں آج رات جاؤں گا۔ حضرت فضیل نے اشارہ دیا کہ خیمہ کے کونے میں رکھ دو۔ وہ شخص اپنے مقام پر واپس آیا۔ تو اہل قافلہ سب لٹ چکے تھے۔ اور ڈاکو بھی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس نے دل میں کہا۔ اب موقع ہے۔ کہ اس عابد پر ماسے اپنا مال واپس لے آؤں۔ خیمہ کے پاس پہنچا۔ تو وہ یہ دیکھ کر دریا سے حیرت میں غرق ہو کر رہ گیا۔ کہ سب ڈاکو جمع ہیں اور وہ حضرت بزرگ قافلہ کا مال ہوا مال ان کو تقسیم فرما رہے ہیں۔ اس شخص نے دل میں کہا۔ لا حول ولا قوت کیا ریش مشیت و صورت مقطع ہے۔ میں تو کوئی بڑے غوث و ابدال سمجھا تھا۔ یہ تو انہی ڈاکوؤں کے گورو گنگھٹاں لکھے۔ افسوس میں نے خود اپنے ہاتھ سے اپنا مال کھوایا۔ حضرت فضیل نے دور سے اس کو مبتلا سے حیرت و تشویش دیکھا۔ تو پاس بلایا۔ وہ ڈرنا ڈرتا پاس گیا۔ پوچھا کیا بات ہے۔ عرض کیا۔ میں اپنی امانت لینے آیا ہوں۔ کہا جہاں رکھی تھی۔ بٹھا لو۔ اس شخص نے کونے میں سے اپنی ہتھیلی اٹھائی۔ تو وہ جوں جی توں صحیح و سلامت تھی۔ اس کو لے کر چلا گیا۔ ڈاکوؤں نے سمجھا۔ کہ یہ بہت قیمتی مال تھا۔ اور حقیقت حال سن کر کہا۔ آپ نے بڑا غضب کیا۔ کہ آپ نے اس کا مال واپس دے دیا۔ قافلے میں ہمارے لئے آدرا کیا رکھا تھا۔ فضیل نے کہا۔ دوستو! اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا۔ میں اس کے نیک گمان کو رائیگاں کھو نا نہیں چاہتا۔ میں بھی اپنے خداوند تبارک و تعالیٰ پر نیک گمان رکھتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ بھی میرے نیک گمان کو رائیگاں نہیں کھوے گا۔ ڈاکہ زنی میں بھی کمال مروت و بلند نظری ملحوظ ہوتی تھی۔ جس قافلہ میں کوئی عورت ہوتی۔ تو اس قافلے پر نظر اٹھا کر نہ دیکھتے۔ غریب و مفلس کی تھوڑی بونچھری ہرگز نہ لوٹتے۔ بلکہ اس کی اور بھی نوازش کر دیتے۔

ایک دن ایک قافلہ پر دھاوا کیا۔ تو اہل قافلہ میں سے کسی نے یہ آیت یاد از بلند پڑھی۔ **الْمَدْيَانُ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْتَلِعَ قُلُوبُهُمْ لِذَا كَرَّمَ اللَّهُ**۔ کیا مسلمانوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا۔ کہ اللہ کی یاد سے ان کے دل بھج جائیں۔ اس آیت کا پڑھنا کیا تھا۔ اثر کی ایک بر بھی تھی۔ جو فضیل کے دل سے پار گل گئی۔ اسی وقت یہ حالت ہو گئی۔ کہ زار زار روتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ **وَجَاءَ قَتَابُ وَآثَابُ**۔ ہاں وہ وقت آگیا۔ اس نے توبہ کر لی۔ اور رجوع کیا۔ یہی مرد ہے مولانا کے اس قول کو کچھ لمحوں لطف شدہ ملحوظ شاہ۔ یعنی ان پر جلال الہیہ کا پر تو پڑا۔ اور وہ راہ راست پر آ گئے۔ اس کے بعد یہ حال تھا۔ کہ شہر شہر دیوانہ وار پھرتے تھے۔ جن لوگوں کو ان سے نقصان پہنچے تھے۔ ان میں سے جس کو پاتے۔ اس کے قدموں میں گرتے۔ ہاتھ جوڑتے۔ منت کرتے۔ اور معافی چاہتے۔ ایک یہودی کی ایک ہزار کی ہتھیلی انہوں نے لوٹ لی تھی۔ اس نے قسم کھائی۔ کہ میں وصول کروں گا۔ معاف نہیں کروں گا۔ آخر بطور استہزا کہا۔ اچھا اگر معاف کرنا چاہتے ہو۔ تو یہ ریت کا ٹیلہ یہاں سے اٹھو اوو۔ حضرت فضیل اس وقت بھاؤ ڈرا اور ستلا لے کر کام میں لگ گئے۔ شام تک مشغول رہے۔ خدا کی قدرت رات کو ایسی آدھی آئی۔ جو سارے ٹیلے کو اڑا لے گئی۔ صبح یہودی یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور اپنی قسم پوری کرنے کے لئے ایک ہزار دینار کی ہتھیلی فضیل کے پیش کر کے کہا۔ یہی مجھ کو دید و حضرت فضیل

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں شامل ہو کر علم فقہ حاصل کیا۔ اور ریاضات و مجاہدات سے طریقت و معرفت میں وہ رتبہ حاصل کیا کہ بڑے بڑے اہل کمال پر بھیچے رہ گئے۔ حتیٰ کہ خلیفہ ہارون رشید زیارت کے لئے دروازہ پر آنا۔ تو اس کی باریابی بھی گرانباری خاطر کی باعث ہوئی۔ اور ٹری ردوگد کے بعد اندرانے کی اجازت ملتی تھی۔ مدت تک کوفہ میں مقیم رہے۔ پھر آخر عمر میں مکہ معظمہ کی طوافِ حجرت اختیار کر کے وہیں مجاورت اختیار کی۔ اور ماہِ محرم ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ امام عادل تاریخ وفات ہے۔

حضرت فضیل رحمہ کی زندگی سے دو گراںہا سبق ملتے ہیں۔ ان کی زندگی کے پہلے دور سے یہ سبق ملتا ہے کہ بعض متعبدان باخلاص کاملوث بفسق ہونا ممکن ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ بعض فاسقین مصطفیٰ طاعات و عبادات کے پورے پابند اور وظائف ذکر و شغل پر مستقیم ہو سکتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کو ان حالت سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ کہ کہیں ان کی عبادت و طاعت کو دیکھ کر ان پر یہاں تک اعتما کرنے لگ جائیں۔ کہ ان کے فاسقانہ افعال کو بھی سباح تصور کریں۔ بلکہ یہ سمجھیں۔ کہ وہ غیبِ شیطان کی کشمکش میں رہے۔ طبعِ سلیم عبادت کے صراطِ مستقیم پر لائی ہے۔ اور شیطانِ جہیم فسق و گنہگار کی چاٹ لگانے میں زور صرف کر رہا ہے۔ اور یہ حالت عموماً ایسے لوگوں کی ہوتی ہے۔ جو کسی مرتد کمال کے زیر تربیت نہیں ہوتے۔

ان کی زندگی کے دوسرے دور سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ اہل حقوق کے غضب کردہ حقوق سے سبکدوشی حاصل کرنے میں پوری سعی کرنی چاہئے۔ اور اس سعی میں جو بھی محنت و مشقت اور نیت و سماجت کرنی پڑے اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ اس کے بغیر نجات مشکل ہے۔

بشرحانی راہِ بشرِ شاد آداب سر نہاد اندر بیابانِ طلب

لغات۔ بشر کشادہ رو آدمی۔ ایک ولی مرتبہ کا نام نامی ہے۔ حاتی۔ برہنہ پا۔ ننگے پاؤں چلنے والا۔ حضرت بشر رحمہ کا لقب ہے۔ بشر بشارت دینے والا۔ صنائع۔ بشر و بشر میں لفظی اور حافی اور سر نہاد اندر بیابان میں مصنوعی سنا سبت ہے۔

ترجمہ۔ (جب) حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو اس نور کی روشنی میں ادب نے بشارت دی۔ تو وہ تلاشِ (حقیقت) کے بیابان میں چل پڑے۔

مطلب۔ حضرت بشر حافی اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ علم ظاہر کے اصول و فروع کے بھی پورے عالم تھے۔ "بشر شاد آداب" کا مطلب یہ کہ ان کے ادب نے انہیں بارگاہِ حق سے قبولیت کی بشارت دلائی۔ اور ادب ہی نے ان کو ولایت کے مراتب عالیہ پہنچایا۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ ایامِ شباب میں ان کا طرزِ زندگی ادبِ شانہ تھا۔ مگر ایک دن کسی جگہ کا غدر ہمسما اللہ الرحمن الرحیم لکھی پڑی پائی۔ اس کو ادب کے ساتھ اٹھایا۔ عطر خریدا۔ اس سے معطر کیا۔ اور ایک اونچی جگہ پر رکھ دیا۔ اس رات ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ کیلان قضا و قدر اس بزرگ سے کہتے ہیں۔ کہ آپ جانیے۔ اور بشر حافی سے خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام کہہ دیجئے۔ کہ تم نے ہمارے آگاہ کو پاک کیا۔ اور اس میں عطر بھریا۔ ہم بھی تم کو دنیا میں پاک کر دیں گے۔ اور دارین میں بزرگی عطا فرمائیں گے۔ حضرت بشر کو یہ بشارت پہنچی۔ تو اسی وقت سے اپنے یارانِ آوارگی کو خیر باد کہا۔ اور طلبِ حق میں لگ گئے۔ حضرت بشر ادب کا ایک نمونہ کبرئے تھے۔ ادب ہی نے ان کو حافی کا لقب دلایا۔ اور ان کو

بعض عابدان باخلاص کا لوث بفسق ہونا ممکن ہے

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

مات العرش کے پاؤں پھرایا جس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن کسی قاری کو پڑھتے سنا۔ **الم نجعل الارض**
مهاداً کیا ہم نے زمین کو بچھو نہیں بنایا۔ بشر نے یہ آیت سنتے ہی جوئی اتار ڈالی۔ اور کہا۔ بادشاہ کے بچھا
ہوئے بچھو نے پر جوئی سمیت چلنا ادب کے خلاف ہے۔ پھر عمر بھر جوئی نہ پہنی۔ ارباب سیر لکھتے ہیں۔ کہ
قدرت حق نے بھی ان کی برہنہ پائی کی یہ عزت کی۔ کہ جن جن راستوں اور سرکوں پر ان کا گزر ہوتا تھا۔ وہاں کوئی
چوپایہ لید یا گوبرا اور کوئی پرندہ بیٹ نہیں کرتا تھا۔ بغداد میں قیام تھا۔ اور وہاں ان کی کرامت سے سڑکیں
صاف ستھری رہتی تھیں۔ ایک دن کسی پرندے نے سڑک پر بیٹ کر دی۔ تو ایک بزرگ نے کہا۔ **انا للہ**
وانا الیہ راجعون معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج بشر حافی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس لئے جانوروں کے
لئے غلات گرانے کی جو بندش تھی۔ وہ کھل گئی۔ چنانچہ معلوم ہوا۔ کہ فی الواقع اسی روز ان کا انتقال ہوا تھا
بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت بشر سے پوچھا گیا۔ کہ آپ جوئی کیوں نہیں پہنتے۔ تو انہوں نے اس کی وجہ
یہ بیان کی۔ کہ جس روز دوست حقیقی سے میں نے صلح کی۔ تو میں ننگے پاؤں تھا۔ اب جوئی پہنتے مجھے شرم آتی ہے
حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اکثر ان کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک دن شاگردوں نے عرض کیا۔ آپ
اس پایہ کے محدث و مجتہد ہو کر ایک دیوانہ کے ساتھ پھرتے ہیں۔ فرمایا میں حدیث و اجتہاد کے علم میں ان
سے افضل ہوں۔ تو وہ خدا کے علم میں مجھ سے افضل ہیں۔ اور خدا کا علم اس علم سے کہیں برتر و بے پایاں ہے۔
کما قیل

گنج اندر دل کتاب علم یک علم دل ہرگز نہ گنجی۔ در کتاب
چونکہ ذوالنون از غمش دیوانہ مصر جاں را پچو شکر خانہ شد

لغات۔ ذوالنون چھلی والا۔ یہ حضرت یونس بن ہتی کا لقب ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ چھلی کے
پرٹ میں ہے۔ اور ایک ولی کامل کا نام ہے۔ جن کا وطن مصر تھا۔ دیوانہ سے یہاں عاشق و شہید اور
بے خود مراد ہے۔ نہ کہ پاگل اور مختل الذہن۔ مصر ایک ملک کا نام جس کا دار الحکومت شہر قاہرہ ہے۔
اس شہر کو بھی قایم سے مصر کہتے ہیں۔ چنانچہ سورہ یوسف میں ارشاد ہے۔ **وقال الذی اشتراک**
من مصر لا ہرأۃ اکر می متواہ۔ شہر مصر کے جس امیر نے اس کو اپنے حضرت یوسف کو خرید لیا تھا۔
اس نے اپنی عورت سے کہا۔ کہ اس کو قدر و منزلت کے ساتھ رکھ (سورہ یوسف ع ۴)۔ اور عام طور پر شہر کو بھی
مصر کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ **۱۰ ہبطوا مصرأ**۔ کسی شہر میں جاؤ۔ یہاں یہی آخری معنی
مراد ہیں۔ شکر خانہ یعنی خانہ شکر یا ضافت مقلوب شیرازی کا گھر۔ حلوانی کی دکان صنایع حضرت ذوالنون
مصری کے لئے مصر جاں اور شکر مناسبات ہیں۔

ترجمہ۔ جب حضرت ذوالنون مصری (اسی نور کے پرتو سے) اس (محبوب حقیقی) کے
غم میں بے خود ہو گئے۔ تو (اُن کا یہ درجہ تھا۔ کہ) روحوں کی بستی (بھر) کے لئے شیرینی کا
گھر بن گئے۔

مطلب۔ آپ اس نور کے پرتو سے اس درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ کہ اہل طلب اور شائقان استفاضہ
کو ان کے قرب و محبت میں حلاوت فیض حاصل ہوتی تھی۔

حضرت ذوالنون مصری ان اویسیاے کبار میں سے ہیں جنہوں نے اپنے عبادت نامہ عاماتہ کو غنوں سے بالکل مخفی و مستور رکھا ہے۔ اس سے آپ اہل بلاست میں داخل ہیں۔ بعض بزرگ آپ کو زمین سمجھتے تھے۔ آپ کی توبہ کا قصد میں ہے کہ ایک عابد کا چرچا تھا۔ بخود اس کو وہیں مصروف بریافت تھا۔ اس کی زیرت کو گئے۔ تو دیکھا کہ وہ اپنے نفس کو طرح طرح کی اذیتیں دے رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ اسے نفس جب تک تو میری حالت میں میرے ساتھ شریک ہونا منظور نہ کرے گا۔ اسی طرح کچھ کو اذیت دوں گا۔ جسے کہ بھوکا پیاسا بالاک ہو جاتا۔ حضرت ذوالنون پر اس کے مجاہدہ کا ایسا اثر ہوا کہ بے اختیار رو دیے۔ عابد نے ان کی طرف نظر کی۔ اور کہا مجھ پر کیا تعجب کرتے ہو۔ مجھ سے بہتر و افضل آدمی دیکھنا ہو۔ تو اوپر پہاڑ پر جاؤ۔ حضرت ذوالنون پہاڑ پر گئے۔ تو دیکھا۔ وہاں ایک عبادت خانہ ہے۔ اور ایک مرد جوان عبادت خانہ کی دہلیز میں اس طرح بیٹھا ہے کہ ایک پاؤں عبادت خانہ کے اندر ہے۔ اور ایک باہر ہے۔ جو کھلی پڑا ہے۔ اور اس میں کرم چل رہے ہیں۔ اس کا حال پوچھا۔ تو کہا۔ میں ساہا سال سے یہاں مصروف بعبادت تھا۔ اتفاق سے ایک عورت یہاں سے گزری اس کے دیکھنے پر دل مائل ہوا جس نے اس کے تعاقب کے لئے باہر نکلتا جاؤ۔ ابھی ایک قدم باہر رکھا تھا۔ کہ غیب سے آواز آئی۔ کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ برسوں خدا کی اطاعت کر کے اب شیطان کی اخاعت پر آمادہ ہے۔ معاف مجھے تنبیہ ہو گئی۔ اس پاؤں کو جو دہلیز سے باہر نکلا تھا۔ میں نے فوراً کاٹ ڈالا۔ اور رہیں بیٹھ گیا۔ اب دیکھئے میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ حضرت ذوالنون کو ان مشاہدات سے کمال ستیتہ حاصل ہوا۔ اور محبت حق کی لو لگ گئی۔ پھر یہ حالت تھی۔ کہ ایک مرتبہ آپ کو دہلیز میں ایک خزانہ زکریا پتہ مل گیا۔ زین کھودی۔ تو ایک تختی نکلی۔ جس پر لکھا تھا "اللہ جل جلالہ" تختی اٹھائی۔ تو اس کے نیچے دینار سرخ کا ایک انسا جھل جھل کر رہا تھا۔ اسے میں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے وہ تمام دینار حاضرین میں تقسیم کر دیئے۔ اور کہا تختی میں خود رکھوں گا۔ جس پر میرے دوست کا نام لکھا ہے۔ پھر اس نام پاک کو بوسہ دیا۔ رات کو خواب میں آواز آیا۔ کہ اے ذوالنون دوسرے لوگوں نے سونے کی طرف میلان کیا۔ مگر تم نے ہمارے ہم کو پسند کیا جو تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور برتر ہے۔ لہذا اس کی برکت سے ہم نے بھی تم پر علم و حکمت سکے دیے۔ اور تم کو دل دے دیے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ متوکل علی اللہ کے عہد میں شکستہ کے قریب وفات پائی۔

چوں سری بے سر شد اندر راہ او بر سر پر سرور ان شد جاہ او

لغات۔ سری یعنی سین و کسرا و تشدید یا بروزن علی یہاں سکون یا ضرورتاً آیا ہے۔ ایک بزرگ اہل اللہ کا نام ہے۔ بعض لوگ اس کو برتری کسر میں وراے کسور مشد و پڑھتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ پورا نام سری عطی ہے۔ یعنی سین وقاف و کسرا و طلمہ۔ جسے سرگنام۔ فنا۔ پیچود۔ سرور۔ سرور امیر۔ بر سر پر شد کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ تخت پر جلوہ گر ہوا۔ تخت سے بھی بلند رتبہ ہو گیا۔ یہاں دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ صنایع۔ سری۔ بے سر پر سرور۔ سری میں لفظی مناسبت پر قطع ہے۔

ترجمہ۔ جب حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (اس نور کے برتو سے منور ہو کر) اس (خداوند تعالیٰ شانہ) کی راہ میں فنا ہو گئے۔ تو ان کی یرشان تھی۔ کہ امرا و سلاطین کے تخت سے بھی ان کا درجہ بڑھ گیا۔

مطلب - بے سر اور سرور کے لفظوں میں جو مدح کی گئی ہے - قابل توجہ ہے - عوام الناس بلکہ خواص بھی جو اپنے اپنے سرسلاست لئے پھرتے ہیں - سرور دل یعنی سلاطین کی بارگاہ میں ان کی رسائی نہیں ہوتی - اگر ہوتی ہے تو بڑی مشکلات کے بعد - ایک مرد خدا راہ حق میں بے سر ہو جاتا ہے - یا یوں کہو - کہ کمال تواضع سے اپنی انانیت کے سر کاٹ گرتا ہے - بظاہر سلاست سر والوں کے مقابلے میں اس کے اندر ایک کمی پیدا ہو گئی - مگر درحقیقت سر والے ناقص ہوتے ہیں - اور وہ بے سر کمال ہوتا ہے - حتیٰ کہ مقبول حق ہو جانے سے اس کا یہ درجہ ہو جاتا ہے - کہ تمام سرور اس کے آگے بہت ہو جاتے ہیں - حتیٰ کہ سروران دنیا بھی ان کے نام پر سر جھکانا موجب فخر سمجھتے ہیں - حافظ

۵ از پائے تاسرت ہمہ نور خدا شود در راہ ذوالجلال چوبے پاؤ سر شوی

حضرت سری سقّی رحمہ حضرت معز بن کنانہ رحمہ کے خلیفہ اور حضرت حنیفہ بغدادی رحمہ کے اماموں تھے - ابتدا میں دو کاڈاری کرتے تھے - پرانی سقّی اشیاں سستے داموں فروخت کرتے - اور یہی ان کی وجہ تسمیہ تھی - سقّی کے معنی گراڑا ڈھانچوٹا سقّی کہاڑ فروش بکباڑا - دن میں جب موقع ملتا - تو دکان کے دروازے پر پردہ چھوڑ کر نفل پڑھنے لگھٹے ہو جاتے - مذکورہ نویںوں نے لکھا ہے - کہ کئی سو نفل پڑھنا روزانہ معمول تھا - دکان کیا تھی - عبادت خانہ تھا - بازار تجارت میں اشغال ریاضت کا رنگ جما رکھا تھا - کہا جاتا ہے - کہ گوشہ بیان یا غار کوہ میں بیٹھ کر یاد خدا میں مصروف رہنا بڑا کمال ہے - لیکن جہاں عہد و معبود کے معاملے میں کوئی تیسرا امر حاج ہونے کے لئے موجود ہی نہیں - وہاں خود بخود کیسوی میسر ہے - ایسی کیسوی کے حصول میں کیا کمال ہے - کمال تو یہ ہے - کہ بازار میں بیٹھ کر خدا کی یاد غالب رہے - تعلقات کے عین محاصرے میں پڑ کر ماسوی اللہ سے اپنے آپ کو بے تعلق رکھے - اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہمہ تن اور بدل و جان مصروف رہے - سعدی

گرت ال و جاہ ست و زرع و تجارت چو دل با خداست خلوت نشینی

نفس کشی کی یہ حالت تھی - کہ چالیس سال تک شہد کھانے کو جی چاہتا رہا - مگر جی کی یہ آرزو پوری نہ کی - خوف حق کا یہ حال تھا - کہ فرمایا میں نہیں کی بار آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہوں - کہ مباداشومی معصیت سے سیاہ ہو گئی ہو - ہمدردی بنی نوع اس وجہ تک تھی - کہ فرماتے ہیں چاہتا ہوں - تمام مخلوق کا غم دالم میرے دل پر ڈال دیا جائے - تاکہ وہ بار غم سے سبکدوش ہو جائیں - بکاتیل

بسان چشم کہ گرید برائے ہر عضو غنی بہر کہ رسد یکند لول مرا

حضرت سری سقّی رحمہ اللہ علیہ نے ۵۷۵ھ میں وفات پائی -

صد ہزاراں پادشاہانِ ممالک سرفرازانہ زانوئے جہاں

نام شاں از رشک حق نہاں بنا ہر گدائے نام شاں را برنخواند

لغات - مکان - جمع مہ بزرگ - زانوئے جہاں - ماورائے دنیا - عالم غیب - قرب حق - عالم بالا -

گدائے - فقیر - درویش - ولی -

ترجمہ - لاکھوں (اقلیم طرہیت کے) بڑے بڑے بادشاہ جو اس عالم بالا سے درمنصب ولایت پر سرفراز ہیں - ان کا نام رشک حق کی وجہ سے مخفی رہا ہے - ہر درویش اہل اللہ

بھی ان کا نام ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

مطلب - حق تعالیٰ کے لاکھوں ایسے مستور الحال محبوب و محب دنیا میں موجود ہیں۔ جن کو کوئی نہیں جانتا وہ عوام الناس کے سے لباس میں لوگوں کے ساتھ ملے جلتے رہتے ہیں۔ اور قصداً اپنی حالت کو مخفی رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کو ان کے ظہور و بروز پر اس لئے رشک ہے کہ وہ نہیں چاہتا۔ کہ میرا محبوب لوگوں میں محبوب و منظور ہو۔ جیسے کہ چکاپے۔ اولیائی تخت قبائی مایہ صمد سوائی لینے میرے ددست میری قبا کے نیچے ہیں۔ ان کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ دیکھا قیل ۵

غیرت از چشم برم روئے تو دین نام

گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ ہم

یہی وجہ ہے کہ اولیائے کاملین عموماً اظہارِ خوارق سے محبت رہتے ہیں۔ اور اپنے اشتغال و اعمال کو مخفی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شیخ ابوعلی دقاق رحمہ نے شیخ نسیم ابن عبداللہ تشریف قدس سرہ کے بارے میں کہا کہ وہ کرامات و خوارق کے مخزن تھے۔ مگر اپنے حال کو از حد چھپاتے تھے۔ اور کسی پر اپنے احوال کا انہما۔ پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ سودا گروں کی طرح ایک بڑا کچھا کنبول کا اپنے ساتھ رکھتے۔ تاکہ لوگ سمجھیں۔ کوئی سیٹھ سا ہو کہ رہے۔ زبردست ہے۔ دنیا دار ہے۔ حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عیار جو انفرادی تھا۔ جو اپنے پیشے میں بڑا رطار تھا۔ اور کلمات حکم میں بھی ہشیار تھا۔ حضرت حمدون نے پوچھا۔ بتاؤ۔ جو انفرادی کیا ہے۔ اس نے کہا میری جو انفرادی یہ ہے۔ کہ قبائے معصیت آتا دوں۔ اور مرقع طریقت پہن لوں۔ اور مراتب کمال کو پہنچوں۔ اور آپ کی جو انفرادی یہ ہے۔ کہ مرقع طریقت کو آتا دوں۔ تاکہ مخلوق آپ پر اور آپ مخلوق پر فریفتہ نہ ہوں۔ ایک شخص نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مصیبت کا رونا دیا۔ فرمایا۔ تم شریف میں جاؤ۔ مسجد خیف میں تم کو ایک بزرگ ملیں گے۔ ان سے دعا کرو۔ یہ شخص وہاں پہنچا۔ ایک بزرگ وہاں بیٹھے۔ عصر کے وقت ایک اور سفید پوش بزرگ تشریف لائے۔ جن کی تعظیم کے لئے یہ بزرگ اور سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ عصر کی نماز باجماعت پڑھی گئی۔ اور وہ نوادہ سفید لباس بزرگ چلے گئے۔ اب سائل نے موجودہ بزرگ سے اپنا دعا کہا۔ انہوں نے دعا کی۔ پھر پوچھا۔ میرا یہ تم کو کس نے دیا۔ اس نے کہا۔ خواجہ حسن بصری نے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں؟ وہ ہم کو رسوا کرتے ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی ان کو رسوا کریں گے۔ ہاں میاں بہتیں معلوم ہے۔ یہ سفید لباس بزرگ کون تھے۔ یہ خواجہ حسن بصری تھے۔ ہر روز ظہر کی نماز بصرہ میں پڑھتے ہیں۔ اور عصر کی نماز مسجد خیف میں ادا کرتے ہیں۔ غرض اہل اللہ اپنے احوال کو مخفی رکھا کرتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمہ نے ان کے بارے میں ٹھیک کہا ہے ۵

بسر وقت شان خلق کے رہ بند کہ چوں آب جیواں نظمست در اند

رحمت و رضوان حق دیر ہزاں باد بر جان و روان پاکِ شاں
ترجمہ۔ خداوند تعالیٰ کی رحمت اور خوشنودی ہر وقت ان کی جان اور روح پاک

پر ہو۔
مطلب - یہ شعر رضی اللہ عنہم۔ اور رحمۃ اللہ علیہم کا مجموعی ترجمہ ہے۔ رضی اللہ عنہما کہ کرام کے نام کے ساتھ اور رحمۃ اللہ اولیاء عظام کے اسماء کے ساتھ لکھنے اور بولنے کا رواج ہے۔ چونکہ اوپر پہلے انبیاء کا پھر اولیاء کا

ذکر ہو چکا ہے۔ ممکن ہے یہ دونوں کلمے بطور انت و نشان دونوں جماعتوں کی طرف الگ الگ راجع ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ کہ مجموعی طور پر دونوں کی طرف اشارہ ہو۔

حق آل نور و حق نورانیاں کاندراں بجز اندھو ماہیاں
ترجمہ۔ قسم۔ سبہ اس نور کی اور قسم ہے ان نورانی بزرگوں کی جو اس بجز (نور) کی گویا
پھیلیاں ہیں۔

مطلب۔ بجز نور کی پھیلیوں سے اہل اللہ کا لین مراد میں۔ اور ان کو سولہ نکتی نکتہ پھیلیوں سے تشبیہ دے چکے
ہیں۔ اس لئے کہ جس طرح پھیلی کثرت آب سے خوش ہوتی ہے۔ اور پانی سے کسی حد تک سیر نہیں ہوتی۔ بلکہ اس
کی طرف سے تھکی میں مزید کا تقاضا ہوتا رہتا ہے۔ غرض یہ ہے

عاشق فنا سیر معشوق نگرود ماہی طلب آب کند گرچہ غذا شد

اسی طرح اہل اللہ مراتب تقرب میں کسی حد تک بس نہیں کرتے۔ دوسرے لوگ ایسے ہیں۔ جیسے غیر ماہی آبی جانور
یعنی مثل غوک (سینک) کہ پانی میں نہ مٹے تو بھی غوب۔ نہ ملے تو بھی پروا نہیں۔ یا مثل دیگر حیوانات میں جن
کے لئے پانی میں غرق ہونا پیام موت ہے۔ انہی میں قسم کے لوگوں کے بارے میں مولانا دیبا چہ مثنوی میں
دیا چکے ہیں۔

ہر کہ جزا ہی مست زایش میرشد ہر کہ بے روزی مست روزش دیرشد

یعنی (۱) ماہی اولیاء اللہ جن کو آب تقرب پر کسی حد تک قناعت نہیں (۲) غیر ماہی۔ آبی جانور۔ غوک وغیرہ جو دوام
آب و کثرت آب سے بے نیاز ہیں۔ یہ عامہ سلبین ہیں (۳) بے روزی جن کو دریا سے تقرب میں زندگی بسر کرنا
نصیب ہی نہیں۔ بلکہ راہ سلوک ان کے لئے بمنزلہ موت ہے۔

انتباہ۔ "حق نورانیاں" کے کلمے سے اہل اللہ کی قسم کھانے پر یہ اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ کہ غیر اللہ کی قسم
کھانی غیر مشروع ہے۔ کیونکہ اس نور سے نور حق مراد ہے۔ اور ان حدیثات کو اس نور سے انتہا کا بلنس ہے۔ اس
لئے ان کی قسم کھانا بمنزلہ نور خدا کی قسم کھانے کے ہے۔ یا یہی کہو۔ کہ چونکہ مولانا در پر اس وقت توحید کا غلبہ
ہے۔ اور اسی کی بیان فرما رہے ہیں۔ اس لئے ان نورانیوں کو اصطلاحاً حائین حق سمجھ کر ان کی ہی قسم کھانی (تکلیف)

نحر جان و جان بجز ارگومیش نیست لائق نام نویجویش

ترجمہ۔ اس بجز نور (کو) اگر میں بجز جان کہوں (اس لئے کہ جان اس میں غرق ہے) یا اس
کو جان بجز کہوں (اس لئے کہ سمندر کے ساتھ اس کو وہی نسبت ہے جو جان کو جسم کے ساتھ)
تو بھی لائق نہیں (کیونکہ اس کی ذات ان ناموں سے بھی اعلیٰ ہے۔ لہذا) میں اس کے لئے
کوئی اور نیا نام تلاش کروں گا۔ سعدی ر ۵

اے برتر از خیال و قیاس دکان و دہم در ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و بیاباں رسید عمر

ماہچہاں در اول و عقب تواندہ ایم

اولیاء اللہ کی پھیلی کے ساتھ تشبیہ کی وجہ

حق این آئے کہ این آں از دست مغز ہا نسبت بد و باشند پوست

لغات - آں عربی میں بمعنی وقت - لمحہ - دقیقہ - فارسی میں بمعنی ملکیت جیسے کہتے ہیں - اس چیز آں میں سے بعض شاعرین نے اس شعر میں آں کے بمعنی وقت کے سمجھے ہیں - مگر ہمارے خیال ناقص میں اس کے بمعنی ملکیت کے موزوں ہوں گے - کہ این و آں از دست کا محاورہ اسی کا مستعملی ہے - صنائع - آں بمعنی ملکیت اور آں بمعنی اسم اشارہ میں تینیں تام -

ترجمہ - قسم ہے (حق تعالیٰ کی) اس ملکیت (واسعہ) کی کہ یہ اور وہ (ہر چیز) اسی سے ہے (دوسرے لوگوں کی ملک اور تصرف اگر اپنی پختگی کے لحاظ سے بمنزلہ) متغیر بھی (ہوں تو) اس کے مقابلے میں (گو یا نرے) چھلکے ہیں - ایک اور جگہ ارشاد ہے ۵
ملک ملک ادست فرمان آں او گمتری سگ برور آں شیطان او

کہ صفات خواجہ تاش ویا مین ہست صد چنداں کہ این گفتار مین

ترجمہ - کہ میرے ساتھ کے غلام اور (میرے) یاد کے اوصاف میرے اس بیان سے بھی سو گنا زیادہ ہیں -

مطلب - اوپر سے جو قسموں کا ایک طویل سلسلہ چلا آتا تھا - جس میں غلام کی زبان سے مولانا نے نواحیت کی قسموں کے ضمن میں ان خاصان حق کے احوال و اوصاف مجملہ ذکر کئے ہیں - جو اس ذر کے منظر تھے - یہ اس قسم طویل کے بعد جواب قسم ہے - کہ میں نے جو اس غلام ذکی کی تعریف کی ہے - یہ تو کچھ بھی نہیں کی - بلکہ وہ اس سے بھی سو گنا زیادہ سچی و جوشنا ہے - گما تیل ہے
اگر مبدع و ثنا ہر کے ستودہ شود تو آنکسی کہ ستودہ بہ تست ج و ثنا

آنکہ میدا نغم ز وصف آں ندیم با ورت ناید چہ گویم اے کریم

لغات - ندیم بہنشین - مصاحب - شریک مجلس - با ورت یقین - جویم - بزرگ - سخی -
ترجمہ حضور! اس ہم نشین (غلام خواجہ تاش) کے اوصاف جو کچھ مجھے معلوم ہیں کیا بیان کروں - آپ کو یقین نہیں آئے گا - (لہذا خاموشی بہتر ہے) بقول کہیے
خاموشی بہتیم (تعریف دوست کاں نہ در تحریر انجمنہ در وقت میرا

شاہ گفت کنوں از ان خود بگو چند گونی آن این و آن او

لغات - از ان خود اپنے طرز و انداز میں سے اس شعر میں آن تینوں جگہ بمعنی طرز و انداز ہے - آن این اس کا کمال - آن او اس کا حال -

ترجمہ - بادشاہ نے کہا اب اپنے حالات میں سے بھی کچھ بیان کرو - اس کے اور اس کے (یعنی غیروں کے) احوال کب تک ذکر کرتے جاؤ گے -

توجہ داری وچہ حاصل کردہ از نگہ دریا چہ در آورده

لغات - نگہ - سطح زیریں - آورده - بر آورده - تو باہر نکال لایا ہے - ترجمہ (کچھ تو بتا کہ) تو کیا ہنر رکھتا ہے اور کیا حاصل کیا ہے - دریا (سے کمالات) کی تہ سے کیا مونی تنجھل کر لایا ہے -

روز مرگ ایں حس تو باطل شود نور جاں داری؟ کہ یار دل شود ترجمہ - موت کے دن تیری حس ظاہری تو باطل ہو جائیگی کچھ نور جان (حس باطن) بھی تجھے حاصل ہے کہ نہیں جو وہاں دل کا رفیق ہوگا -

مطلب - قواس بدنیہ ظاہر یہ مرنے کے بعد بیکار محض ہیں - وہاں قواس روحانیہ باطنیہ کام دیں گے - بیان کر کہ تجھے یہ طاقت روحانیہ حاصل ہیں یا نہیں؟ سعدی رحمہ

اگر ہوشمندی نہ تھے مگر اسے کہنے ضرورت نہا نہ بجائے

در یکد کیس چشم را خاک آگند ہشت آنچہ گور را روشن کند؟

ترجمہ - تجھ کے اندر جو اس چشم ظاہر کو مٹی بھر دے گی - تو پھر کچھ دکھائی نہ دیکھا کیا وہ سامان بھی تیرے پاس ہے؟ جو قبر کو روشن کر دے -

مطلب - چشم را خاک آگند سے صرف خاک میں دفن ہونا مراد ہے - یعنی جب تم تاریک قبر میں جاؤ گے تو وہاں شمع اعمال کو کی ضرورت ہے - جو وہاں روحانی راحت روشنی پھیلا دے - چنانچہ شمع اور اس کی روشنی بھی استعارہ ہے - نیک اعمال اور ان سے بطور نتیجہ حاصل ہونے والے سامان راحت سے در نہ یہاں آنکھ میں مٹی پڑ جانے سے مجھے یقینی ہے کچھ کا خاک آلود ہو کر بے بصر ہونا مراد نہیں - نہ عالم برزخ میں آلات جو اس ظاہر کے قیام مقرب ہونے سے جو اس روحانیہ میں کوئی فتور آ سکتا ہے - اور نہ وہاں ظاہری چراغ و شمع مفید ہیں - پس سامان روشنی سے بھی روشنی مقصود ہے صاحب

تو نہ راہ از بن عالم فانی بردار کہ ہمیں بقدر اسباب سفر خواہد ماند

آئیناں کیس دست پائیت بردرد پرو بالت ہست؟ تا جاں بر پرد

ترجمہ - جس وقت تیرے ہاتھ پاؤں ریزہ ریزہ ہو جائیں گے - (کیا اس وقت کے لئے) تیرے پاس کمالات روحانیہ کے بال و پر ہیں؟ تاکہ دان کی مدد سے (روح) اوج قرب کی طرف پرواز کر سکے -

نور دل از جاں بودے یار غار مستعار آئیناں لئے نسبت عا

لغات - یار غار - گہرا درخت - یا مخلص پہلے کسی حصے میں اس لفظ کی تشریح کر چکی ہے - مستعار

عاریت کی چیز۔ مانگی ہوئی چیز۔ مست غار۔ مغرور سرست۔ تکبر صنائع۔ مستعار درست غار میں صنعت
تجنیس
ترجمہ۔ اے گہرے دوست! دل کی روشنی جان کے نور ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسے مغرور!
اسکو کوئی مانگی جانے کی چیز نہ سمجھ (لہذا بتا کہ جان بھی منور ہے یا نہیں)۔
مطلب۔ دل کی روشنی خود اپنی روحانی روشنی سے پیدا ہوتی ہے۔ لہذا اپنا گھرا اپنے ہی چراغ سے
روشن ہو سکتا ہے۔ اگر چاہو۔ کہ اپنا چراغ خاموش رہے۔ اور پردوس کے چراغ کی روشنی غنیمت سمجھو تو اس طرح
کام نہیں چلتا۔ کسی پیر کمال کی مدد سے خود اپنے چراغ کو روشن کرو۔ خود اپنے اندر روحانی روشنی پیدا کرو۔ اسے غلام
کیا تیرے اندر خود اپنا روحانی نور ہے یا نہیں؟

آزماں کیں جان حیوانی نماذ جان باقی بایت بر جان شاند

لغات۔ جان حیوانی۔ روح حیوانی۔ یا روح طبعی۔ جو اہل باکی موضوع بحث ہے۔ یعنی وہ بجا لطیف
جو لطافت اخلاط سے دل میں پیدا ہو کر تشریف میں کے واسطے تمام اعضائے جسم میں منتشر ہوتا ہے۔ اور اعضا
میں اس سے حیات و مستعد۔ قبول حس و حرکت۔ تغذیہ و تنمیه اور تولید کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔
ماند یعنی نچوڑ ماند یعنی صیغہ ماضی مجتہ مستقبل۔ جان باقی۔ روح انسانی۔ جو تصوف و طریقت کی موضوع بحث
ہے۔ اور انوار غیب کی مہبط۔

ترجمہ۔ جس وقت یہ جان حیوانی (جو مبداء حس و حرکت ہے) نہیں رہے گی۔ تو اس وقت
جان باقی کو (جو انسان کا جوہر خصوصی ہے) اس کی جگہ پر بٹھانا چاہئے۔

مطلب۔ حیات دنیا کا دار روح حیوانی ہے۔ اور موت کے ساتھ روح حیوانی فنا ہو جاتی ہے۔
گر روح انسانی قائم رہے گی۔ جس پر ثواب و عقاب کے آثار مؤثر ہوں گے۔ فرماتے ہیں کہ موجودہ زندگی کے
خاتمہ سے روح حیوانی فنا ہو جائے گی۔ اس وقت تم کو جان باقی مقادیر الٰہی اور روح کامل کو اس کی جگہ بٹھائے
اور زندہ بحیات روحانی ہونے کی ضرورت ہوگی۔ تاکہ قیامت میں قرب حق حاصل ہو سکے۔ ایک اور جگہ ارشاد
ہے کہ

مگر نہ رنجی بجاں بر آسمان

کمتر از حیوان شدی میں را بجاں

بادشاہ نے یہاں تک تکمیل روح کی ضرورت بیان کی ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ دیکھو قرآن مجید سے بھی تکمیل
روح کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

شرط من جاب الحسن نے کر دن ست بل حسن را سوعی حضرت بردن ست

لغات۔ جاب الحسن۔ اقتباس ہے اس آیت سے من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها۔ من جاء بالحسنة
ہے فله عشر أمثالها اس کی جزا۔ شرط سے یہاں یہی شرط مراد ہے۔ کر دن۔ عمل میں لانا۔ حسن۔ نیکی۔
ترجمہ۔ من جاء بالحسنة (جو شخص لائے نیکی) کی شرط سے (اس نیکی کا) کرنا (مقصود)
نہیں بلکہ نیکی کو حضور حق کی طرف لے جانا (مقصود) ہے

مطلب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ جَاعَ بِأَحْسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أََمْثَالِهَا۔ جو شخص ایک نیکی عمل میں
 ناسے اس نفع سے دس گنا اجر ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دس گنا اجر کا ملنا جس نیکی کی شرط سے مشروط ہے۔ اس
 کا حصول کرنا ہی مروت نہیں بلکہ خدا کے حضور میں لانا مراد ہے۔ چنانچہ جہاں بد کے لفظی معنی ہی ہیں کہ اس کو لانا
 پس استحقاق ثواب نیکی کے صرف عمل سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ عمل کے بعد اس کو آگے لے جانے سے پیدا ہوتا ہے۔
 ایک۔ عربی نے کی بیٹے کو پت۔ اسے میرے فرزند نیک وار جہد
 جائیں گے جب لوگ پیش ذوالجلال اور ہوا اعمال کی نسبت سوال
 پوچھیں گے تم لائے کیا اعمال ہو؟ یہ نہ پوچھیں گے کہ کس کے لال ہو؟
 اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا اعمال نفع دہاں ساتھ جاسکتے ہیں۔ یا عمل کرنے والی کی روح کے ساتھ ان کا اثر جائیگا۔
 چنانچہ فرماتے ہیں۔

جو ہرے داری زانساں یا خری؟ کہ عرضہا کہ فنا شد چوں بری

لغات۔ جو ہر۔ عرب گوہر۔ موتی۔ جواہرات۔ کوئی قیمتی چیز۔ ہر۔ خوبی۔ کمال۔ روح۔ خلاصت۔ بہ مطلق
 میں وہ چیز جو قائم بالذات ہو۔ اور اپنے وجود میں کسی چیز کی محتاج نہ ہو۔ خری میں یا سے خطاب ہے۔ یعنی خری
 کیا تو لگدھا ہے۔ عرض۔ ضد جو ہر۔ یعنی وہ چیز جو قائم بالذات نہ ہو۔ بلکہ اپنے وجود کے لئے کسی دوسری چیز کی
 محتاج ہو۔ جیسے رنگ مقدار وغیرہ۔

ترجمہ۔ تم انسان (ہونے) کا جو ہر بھی رکھتے ہو۔ (جو اعمال حسنہ سے پیدا ہوتا ہے) یا (زرے) لگدھے
 ہو۔ (یہ جو ہر انسانیت یعنی روح کامل ہی حضور حق میں جاسکے گی۔ کیونکہ اعمال تو محض اعراض
 ہیں) یہ اعراض جب فنا ہو گئے۔ تو کیونکر لے جاسکو گئے۔

مطلب۔ گدھے سے مراد مطلق حیوان ہے۔ یعنی حیوان مکلف باعمال نہیں ہے۔ انسان مکلف باعمال
 ہے۔ اور اعمال سے انسانیت درو حانیت مکمل ہوتی ہے۔ جو شخص اعمال حسنہ اختیار نہ کرے۔ وہ گویا اپنے آپ
 کو حیوانات کے درجے میں رکھتا ہے۔ لہذا فرماتے ہیں کہ تم جو حضور حق میں جاؤ گے۔ تو اعمال کے ساتھ معوض
 انسانیت ہو کر جاؤ گے۔ یا اعمال سے خالی محض ایک حیوان کی حیثیت سے جاؤ گے پس اعمال کے ذریعے سے اپنی
 روح کو کامل اور سنور کر کے لے جانا ہی گویا اعمال حسنہ کا لے جانا ہے۔ ورنہ نفس اعمال حسنہ کوئی لے جانے کی چیز
 ہے۔ نہ تو محض اعراض ہیں۔ کہ عمل میں آئے۔ اور فنا ہو گئے۔ ہاں ان کا اثر روح پر رہ جاتا ہے۔ اور روح مکمل ہو کر
 عالم عقبہ میں جاتی ہے۔ یہی اعمال کا ہاں جانا ہے۔ آگے بھی بادشاہ اسی سے متعلق کہتا ہے۔

ایں عرضہاے نماز و روزہ را چو نکہ لایبقی ز مائین انتفا

لغات۔ انتفا۔ نابود ہو گیا۔ معدوم ہو گیا۔ جاتا رہا۔ صنائع عرضہا مسات نماز و روزہ مضاف الیہ را
 علامت اضافت۔

ترجمہ۔ چونکہ (اعراض) دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتے۔ اس لئے یہ نماز و روزہ کے
 اعراض نابود ہو جاتے ہیں (پھر بعینہ عقبہ میں کیونکر جا سکتے ہیں)

مطلب - متکلمین کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ العرض لا یبقی ذماتین یعنی عرض دو زمانیں لینے دو انوں میں باقی نہیں رہتی۔ بلکہ ہر آن میں خود ہونی ترہتی ہے۔ جو عرض آن سابق میں موجود تھی۔ وہ آن لاحق میں معدوم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی مثل باقیانے حقیقت حادث ہو جاتی ہے۔ اس سے شاہ موصوف نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ یہ اعراض عالم عقیبہ میں نقل نہیں ہو سکتے (بحر العلوم)

سوال - نماز روزہ وغیرہ طاعات اور قرآن و سورہ و قرآنہ کے متعلق بہت سی ایسی احادیث آئی ہیں جن سے ان کا قبر کے اندر بہت کی حمایت کرنا۔ منکر و کفر سے گفہ کو کرنا اور آخرت میں خدا کے سامنے شفاعت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اگر بیان بالا کے مطابق اعمال کا عالم برزخ اور عالم عقیبہ میں جانا صحیح نہ ہو۔ تو پھر ان روایات کا مطلب کیا ہو گا؟

جواب - بادشاہ کی تقریر حقیقی نہیں ہے۔ کہ اس میں دفع اشتباہ کی ضرورت ہو۔ بلکہ مغالطہ پر مبنی ہے۔ اس کا تحقیقی جواب خود غلام کی جوابی تقریر میں آئے گا۔ یہاں اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ ہر چیز کی حیثیت ظاہری اور ہوتی ہے۔ اور اس کی حقیقت نفس الامری اور۔ طاعات و عبادات کی بھی حیثیت ظاہری الگ ہے۔ اور ان کی حقیقت جدا گانہ جو پس بندے سے ان اعمال کا حصہ در یہاں کیفیت ظاہری ملحوظ ہے۔ اور اس کیفیت سے اس کا منقول و محصور ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ وہ محض حرکات و سکنات ہیں۔ جو وقوع میں آتے ہی منتفی ہو گئے۔ اور یہ اعمال عالم برزخ یا عالم آخرت میں جو متمثل و موجود ہوں گے۔ تو باعتبار اپنی حقیقت کے ہوں گے۔ اور ان کی حقیقت بے شبہ فی نفس ثابت اور متحقق ہے۔ فلا اشکال مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں کہ جوہریت اور عرضیت ذاتیات حقائق سے نہیں ہے بلکہ لوازم ہمایات سے ہے۔ کہ حقیقت واحدہ کا انتقال عرضیت سے جوہریت کی طرف محال ہو۔ اور اس کو قلب حقائق نہ جائے۔ بلکہ حقائق موطن مختلفہ میں موجود و ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اعمال کے حقائق اس جہان میں صاحب عمل کے ساتھ قائم ہونے والی اعراض ہیں۔ اور یہی حقائق عالم آخرت میں جوہر بن کر موجود ہو جائیں گے۔ بلکہ اس وقت بھی جوہر کی صورت میں موجود ہیں۔ جیسے کہ احادیث میں واقع ہے۔ کہ تسبیح غرس ہے۔ اور اس جنت سے اور نصیب قرآنہ بھی شاہد ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والباقیات الصلوات اور اجمالاً صلحہ باقی ہیں۔ ہل الخیرون الا بما کنتہم لعلون۔ پس جزا عین عمل ہے۔ و وجدوا ما عملوا حاضرا۔ پس عین اعمال کو دیکھنا حاضر ہونے کے اعراض کے جوہر ہونے کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں۔ جو فلاسفہ مشائس کے اس قول کے مقلد ہیں۔ کہ جوہر ایک حقیقت ذاتی ہے۔ اپنے افراد کی۔ اور عرض کا مفہوم بھی؛ فزاد اعراض کے لوازم سے ہے خارج میں پس یہ انکار کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ اور اس انکار میں مخبر صادق کی تکذیب ہے۔ لیکن چونکہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے۔ اور اسے انکار سبج کفر نہیں ہو سکتا۔ دوسری حقائق کا وجود اس طریق پر ہے۔ کہ کسی جگہ کسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور کسی جگہ کسی صورت میں۔ چنانچہ خصائے مرنے کی ایک حقیقت خاص ہے۔ کہ کبھی لکڑی کی صورت میں نظر آتی ہے۔ اور کبھی آردہ کے روپ میں۔ اور یہ دونوں صورتیں نفس الامر میں ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سنعیل ہا سیرھا الا ولی۔ ہم اس کو پھر سابقہ سیرت پر لے آئیں گے۔ یہاں حقیقتہً اللہ انہیں کہا علیٰ ذرا باقی اکثر حقائق پر قیاس کر لیتا ہے۔ بادشاہ وہی اپنی بات کہہ رہا ہے۔

نقل نتواں کردہ اعراض را لیک انجوہر بر بند امراض را

ترجمہ۔ اس اعراض کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل نہیں کر سکتے۔ (کیونکہ اس کے لئے بقا ضروری ہے۔ اور وہ منتفی ہے) اہل (یہ اعراض طاعات جو ہر روح اسے امرِ اعلیٰ) کو دُور کر دیتے ہیں۔

تامبڈل گشت جو ہر زین عرض چوں زیر پیر کی زائل شد مرض

ترجمہ۔ یہاں تک کہ اس عرض سے جو ہر (روح روحانی فساد سے) مبدل (بفلاح) ہو گیا۔ جیسے کہ پیر ہیزے مرض زائل ہو جاتا ہے۔
مترطلب۔ اوپر سے یہ بات چلی آتی ہے۔ کہ اعراض کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جاسکتے۔
البتہ وہ اپنے محل کے تقاضوں و معائب کا زائل کر سکتے ہیں۔ اب فرماتے ہیں۔ ان اعراض کے اس اثر تبدیل و تغیر سے ان کا محل جو ہر ہے۔ منقلب بھوت ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی ایک مثال پیر ہیزے دی ہے۔ جو ایک عرض ہے۔ مگر جسم سے مرض کو دُور کر دیتا ہے۔ آگے اس کی مزید توضیح فرماتے ہیں۔

گشت پیر ہیز عرض جو ہر کج شد دمان تلخ از پیر ہیز شہد

ترجمہ۔ پیر ہیز (جو کہ) عرض (ہے) کوشش کی بدولت جو ہر (کو مکمل کرنے والا) بن گیا۔ (جیسے کہ صفرائی وجہ سے اکڑوا (ہو جانے والا) اسنے (جو جو ہر ہے) محرکات و مولدات صغرا سے) پیر ہیز (کرنے) کی وجہ سے (لذت صحت سے) مثل شہد (شیریں) ہو گیا۔

از زراعت خاکہ شستہ سنبہ داروے موکر و موڑا سنبہ

لغات۔ زراعت۔ کھیتی۔ کاشتکاری۔ سنبہ۔ بلی۔ خوشہ۔ داروے۔ بولوں کو بڑھانے والی دوا۔ سنبہ۔ دراز سنبہ۔

ترجمہ۔ کاشتکاری (کا کام ایک) عرض ہے۔ اس عرض سے اجڑائے زمین (جو جو ہر ہیں) خوشہ بن گئے۔ بالوں میں لٹنے کی دوا (کا استعمال ایک عرض ہے۔ اس عرض) نے بالوں کو (جو جو ہر ہیں) دراز کر دیا۔

آن نکاح زن عرض بد شد فنا جو ہر فرزند چاہل شد زما

ترجمہ۔ (اسی طرح) عورت سے جماع (کرنا) ایک عرض تھا۔ جو فنا ہو چکا (مگر اس کی وجہ سے) جو ہر فرزند ہم سے چاہل ہو گیا۔

جفت کردن اسپ اشترا عرض جو ہر گرہ بزا سیدن عرض

لغات۔ جفت کردن۔ نہ کوادہ پر ڈالنا۔ اشترا۔ اونٹ۔ یہ لفظ بعض دیگر نسخوں میں بسین ہلہ ہے۔ اس کے معنی خچر کے ہیں۔ مگر یہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ خچر کی جفتی متعارف نہیں کہوہ۔ پھیرا۔ اونٹ کا بچہ۔

ترجمہ (اسی طرح گھوڑے کو گھوڑی سے) اور اونٹ کو راؤنٹی سے اجعت کرنا عرض ہے (اور اس سے) بچہ پیدا ہونا مطلوب (ہے) جو جوہر ہے۔

ہشت آل بیتاں نشانِ ہم عرض گشت جوہر سیوہ اش اینک عرض
ترجمہ (علیٰ ہذا) باغ کا لگانا عرض ہے۔ اس کا سیوہ جوہر (ہے) یہی مقصود (ہے)

ہم عرض وال کیمیا بُردن بکار جوہرے زان کیمیا گرشہ بیار
ترجمہ کیمیا (کی ترکیب) کا استعمال عرض سمجھو۔ اس کیمیا گرشہ جوہر (سیم و طلا) یا (دو گوں) کو ہاتھ آگیا۔

صیقلی کردن عرض باشد شہا زین عرض جوہر ہے زاید صفا
لغات صیقلی کو ہے کی چیز کو جلا کرنا۔ چکانا۔ زنگ صاف کرنا۔ شہا۔ اے بادشاہ۔ اس میں یہ اشکال ہے کہ بنو بادشاہ تو غلام سے خطاب کر رہا ہے۔ پھر وہ غلام کو بادشاہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ کہ مجازاً کیا کہہ دیتے ہیں۔ جیسے کسی ہمرتبہ کو بھی عزیز پرور بندہ نواز کہہ دیتے ہیں۔
ترجمہ شاہ صاحب بصیقل کمرنا عرض ہوتا ہے۔ اس عرض سے جوہر اپنے اندر صفائی پیدا کر لیتا ہے۔

پس گو کہ من عملہا کردہ ام دخل آل اعراض را بہا مرم

لغات دخل۔ آدنی۔ نثرہ۔ منافع۔ مرم۔ مرمے رسیدن سے مت بھاگ۔ مت لو۔
ترجمہ پس یہ فضول و دعویٰ نہ کرو کہ میں نے عمل کئے ہیں۔ ان اعراض کا ثمرہ (دکھا سکتے ہو تو) دکھنا تو اس سے گزیر نہ کرو۔

مطلب۔ جب ثابت ہوا کہ اعمال خود ساتھ جانے کی چیز نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ذریعہ سے روح کامل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے اندر وہ صفات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے ساتھ جائیں گے۔ اور اس کے لئے مسرت ابدی کا باعث ہوں گے۔ پس محض بجا آوری اعمال کا دعویٰ فضول ہے۔ ان کے ذریعہ اگر روح میں کچھ کمال پیدا ہوا ہے۔ یا وہ صفا۔ بہ خصوص یہ اس کے اندر پیدا ہوئے ہیں۔ تو دکھاؤ۔ صاحب۔
بنامے بجا صاحب نظرے جوہر خود را عینے نتوان گشت تصدیق فرمے چن

ایں صفت کردن عرض باشد شمش سائے بزاز پئے قرباں شمش

ترجمہ اس طرح (محض عمل) کرنا عرض ہے (اور اتنی سی بات پر دعویٰ کمال فضول ہے) خواہش رہو۔ قربانی کے لئے بکری کے سایہ کو ذبح کر کے لے کر شمش (نہ کرو۔

مطلب صرف عمل فعل سرا یہ کہاں نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اثر فنی مقصد و وسعہ جو نہ پرنایا ہی ہوتا ہے۔ عمل فعل تو ایک رہا کر بھی کرتا ہے۔ اگر سطل عمل مفید ہو سکتا۔ تو مرانی کا عمل بھی مفید ہوتا۔ غرض عمل تو ایک عرض ہے۔ اس پر مدعا خیر رکھنا فضول ہے۔ جیسے بکری کے سائے کی قربانی کرنے سے اس پر چھینے جلائی ایک لکھ کام ہے۔ یہ ترجمہ اوامطلب ہیں اعتبار ہے۔ کہ اس صفت کے معنی اس طرح کے ہوں۔ اور اگر دن سے مراد عمل ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ یہاں صفت کردن بمعنی حج کردن مراد ہو۔ اور "اس" سے غلام کی اس حج کی طرف اشارہ ہو۔ جو وہ غلام ذکی کے حق میں کر رہا ہے۔ پھر مطلب یہ ہوگا۔ کہ تم جو غلام ذکی کی یہ حج دشنا کر رہے ہو۔ یہ محض ایک عرض اور بے بود امر ہے۔ ان لایعنی باتوں سے کیا فائدہ بلکہ کہاں روحانی چھل کرو اور اگر کر چکے ہو۔ تو دکھاؤ۔

گفت شام بے قنوط عقل نیست گرتو فرامی عرض راقل نیست

لغات۔ قنوط۔ ناامیدی۔ یاس۔ ترکیب گرتو فرامی اخیر شرط مؤخر۔ اس اور قول مبتدا مقدر اور بے قنوط عقل نیست خبر مل کر جزائے مقدم ہوئی۔ شرط و جزا مل کر جواب بنا ہوا۔ ترجمہ۔ (غلام نے کہا حضور! اگر آپ یہ فرماتے ہیں۔ کہ عرض ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لے جانی جا سکتی۔ تو یہ بات عام لوگوں کی عقل سے لئے ناامیدی سے خالی نہیں۔ مطلب۔ اگر آپ اعمال کے دوسرے عالم میں منتقل ہونے سے انکار فرماتے ہیں۔ تو اس سے عوام آخرت سے ایوس ہو کر عقل سے دست بردار ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ تو اسی امید پر عمل آجلا رہے ہیں کہ ان کے اعمال کا وزن ہوگا۔ اور بمقدار وزن اجر ملے گا۔ اگر عمل کا ایسے جہان میں جانا ہی غیر مستیقن ہو جائے۔ تو پھر کون عقل رکھتا۔ اقبال لکھنؤ مرگ و اسلام و قلع آرزوست زندگانی محکم و لا قنوطواست

از دشمن سیر و قوائے زندگی خشک گرد و چشملے زندگی

اس بیت کا مطلب ایک دوسری طرح بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی قنوط عقل کو نفی نقل کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ جیسے کہ مذکورہ میں قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ نفی نقل کو قنوط عقل کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ اس صورت میں قنوطیوں ہوگی۔ کہ حضور یہ جو فرماتے ہیں کہ اعمال قابل نقل نہیں۔ تو یہ محض عقل حوام کے قصور اور قلت اور اک کا نتیجہ ہے۔ جو امر غیبیہ اور اسے عقل کو سمجھنے سے قاصر و عاجز ہے۔ لہذا اس نے حکم لگا دیا۔ کہ اعمال قابل نقل نہیں۔ معانی ۷

از ہر ہی عقل بجائے نرسیدیم پیچیدہ تر از راہ بود راہبر

پادشا با جز کہ یاس بندہ نیست ہر عرض کاں فت باز آئیدہ نیست

ترجمہ۔ بادشاہ سلامت! (یہ بات) بندہ کی یاس کے سوا اور کچھ نتیجہ دینے والی نہیں کہ جو عرض جانی تر ہی وہ واپس آنے والی نہیں۔

مگر نبودے مر عرض رانقل و حشر فعل بودے باطل و اقول قشر

لغات۔ حشر۔ دوبارہ زندہ ہونا مراد قیامت میں حاضر کیا جانا۔ قشر چھلکا مراد فضول

ترجمہ۔ اگر عرض (عمل) کا (لگنے) جہان میں جانا اور حاضر کیا جانا (مسلمہ) نہ ہو تو ہر فعل بیکار اور اقوال فضول ہوتے۔

مطلب۔ حالانکہ دنیا میں جو نیک اعمال و اقوال وقوع پاتے ہیں۔ وہ بے کار اور بے بود نہیں ہوتے۔ جسے کم احادیث سے ثابت ہے۔ بلکہ نیک آدمی کے اعمال ایک پرستی پر کی شکل میں نمودار ہو کر اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اوپر لے جاتے ہیں۔ اور فرائض کا جو کلمہ نیک آدمی کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ ایک شیشی پر زہ بن کر اڑتا ہے۔ اور شکوۃ میں نہ رہی ہے۔ اگرچہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قال سبحان اللہ اعظمہ بحمدہ عشت لہ نخلۃ فی الجنة۔ یعنی جو شخص سبحان اللہ اعظمہ بحمدہ پڑھتا ہے۔ اس کے لئے ایک کھجور جنت میں لگ جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال حسد اور کلمات تبرکہ کا وجود۔ دوسرے جہان میں نقل ہوتا ہے۔ ہذا یوں کہنا صحیح ہو گا کہ:-

اِس عَرْضًا نَقْلُ شَدُوْنِ دِکَرِ حَشْرِ فَا نِی بُوْد کُوْنِ دِکَرِ

لغات۔ لَوْن۔ رنگ۔ کُوْن۔ ہوتی۔ وجود۔

ترجمہ۔ ان (تمام) اعراض کی نقل (اس ظاہری ہیئت و کیفیت سے نہیں بلکہ) ایک دوسرے رنگ میں ہوگی۔ ہر فنا ہونے والے (جو ہر عرض) کا حشر ایک جداگانہ ہستی میں ہوگا۔

مطلب۔ غلام کے قول کی توضیح یہ ہے۔ کہ حضور نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ روح ہی حق تعالیٰ کے حضور میں لے جانے کی چیز ہے۔ نہ کہ اعمال۔ اور دلیل اس دعویٰ کی یہ دی ہے کہ اعمال اعراض ہیں۔ و الاعراض لا یبقی زما ین فالا محال کہ مبقی زما ین۔ اور جو چیز دو فوں زمانوں تک باقی رہ نہیں رہ سکتی۔ وہ موجود ہونے ہی محدود ہو جاتی ہے۔ اور جو چیز موجود ہوتے ہی محدود ہو جاتے۔ وہ قابل نقل نہیں۔ لہذا اعمال قابل نقل و حشر نہیں ہے پس لامحالہ روح ہی قابل نقل ہے۔ اس دلیل کا یہ مقدمہ کہ اعمال اعراض ہیں۔ مطلقاً قابل تسلیم نہیں۔ ہاں فی النشأۃ الاولیٰ مسلم ہے۔ آپ کے اس خیال کا مبنیہ کہ اعمال محشور و منقول نہیں ہوں گے۔ یہ امر ہے کہ یہ اعراض ہیں۔ اس لئے فانی وغیر باقی ہیں۔ مگر یہ مبنی ہی غلط ہے۔ کیونکہ اعمال ضرور اعراض ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ بھی مان لیتے ہیں۔ کہ اعراض غیر باقی نہیں۔ لیکن یہ کون کہتا ہے۔ کہ یہ اعراض بوجہ غرضیت ہی منقول ہوں گے۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ اعراض دوسرے رنگ میں یعنی رنگ جو ہریت میں منقول و محشور ہوں گے۔ اور یہ کچھ ضرور نہیں۔ کہ عرض کا حشر رنگ عرض ہی پر۔ گو محال بھی نہیں (کلید لخصاً)

نَقْلُ ہر چیزِ بُوْد ہِم لَاقِشْ لَاقِ کَلَمَ بُوْد ہِم سَاقِشْ

لغات۔ کَلَمَ۔ کبروں یا بیٹیروں کا پروردگار سابق۔ لَاقِشْ۔ لَاقِشْ۔ بان۔ چو پان۔ گذر بار۔

ترجمہ۔ ہر چیز کی نقل اس کی لائق (صورت) میں ہوگی۔ کلمے کا لائقنے والا بھی اس کے لائق ہوتا ہے۔

وقتِ فحشر ہر عرضِ راضوئے رست صورتِ ہر یک عرضِ اُنوبے رست
ترجمہ۔ حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی۔ اور ہر عرض کی صورت کے لئے
ایک نوبت (مقرر ہے)۔

مطلب۔ ہر عرض جو اس وقت ہماری نظر میں عرض ہے۔ اس کے جوہر کی صورت کی اختیار کرنے
کی نوبت مقرر ہے۔ بعض اعراض اس سے پہلے جو ہر تھے۔ بعض اب ایک دوسرے وجود میں رکھا فی عالمِ اللہ
تعالیٰ جوہر ہیں۔ بعض ان کے عالم میں بصورت جوہر محسوس ہوئے۔ جیسے صلہ رحمی ہمارے پیش نظر ایک عرض
ہے۔ مگر وہ ایک دوسرے وجود میں جو اللہ کے علم و نظر میں ہے۔ اور محض مادیات نے ہم کو اس کی خبر دی ہے
ایسی حالت رکھتی ہے۔ جو جوہر سے مخصوص ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ
الرحمہ معلقۃ بالعرش نقول من و صلتی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ۔ یعنی رحم عرش سے
نکل رہی ہے اور دعا کرتی ہے۔ کہ جو میرے تعلق کو قائم رکھے اللہ اس کو خوشحال رکھے۔ اور جو میرے تعلق کو
قطع کرے اللہ اس کو قطع کرے۔ (مشکوٰۃ)

پس محشر میں بھی بعض اعراض کا حشر بصورت جوہر ہوگا۔ جیسے کہ اکثر احادیث میں مذکور ہے۔ اسی طرح اگر
اعراض اعمال کا بصورت جوہر محسوس ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ تو کیا بعید ہے۔

بنگر اندر خود نہ تو بودی عرض ؛ جنبشِ جفتے و جفتے با عرض

لغات۔ بچکر۔ دیکھ۔ جنبش۔ حرکت۔ جفتے۔ جوڑنا۔ زن و شو یا زوادیہ دونوں کے لئے مستقل ہے۔ عرض۔
خواہش۔ مطلب۔ مقصد۔

ترجمہ۔ تم خود اپنے آپ کو دیکھو کیا (پیدائش سے پہلے تم (منزلہ) عرض نہ تھے؟ (چنانچہ ایک
خاوند کی ایک بیوی کے ساتھ (خاص) خواہش کی وجہ سے ایک حرکت (تھی)۔ جو وقوع میں آئی
اور اس سے تم پیدا ہو گئے)

مطلب۔ دور میں جاتے ہو۔ خود اپنے آپ کو دیکھو۔ کہ آپ ایک وقت میں اپنے اہل بیت کی حرکت جماعی کی حالت
خائی تھے۔ جبکہ قائم بالذہن اور موجود فی الموضوع تھی۔ اور یہی حالت عرض کی ہوتی ہے۔ اب پیدا ہونے کے
بعد جوہر بنے بیٹھے ہیں۔ جو موجود مستقل فی الخارج لانی الموضوع ہے۔ چنانچہ حکما بھی اس کے قائل ہیں۔ کہ ہر شے
جبکہ موجود فی الذہن ہوتی ہے۔ تو اس کا وجود اور ہوتا ہے۔ اور جب وہ موجود فی الخارج ہوتی ہے۔ تو پھر اس کا
وجود جدا گانہ ہوتا ہے۔ پس جو نسبت کہ ذہن کو خارج دنیا سے تھی۔ وہی نسبت خارج دنیا کو آخرت سے ہے۔ چنانچہ
اعمال اس وقت ساجد فی الموضوع ہیں۔ اور تباست میں موجود لانی الموضوع ہو جائیں گے۔ اور اس میں کوئی استحالة
نہیں (کلید) آگے بھی اسی قسم کے نظائر مذکور ہیں۔

بنگر اندر خانہ و کاشانا در مہندس بود چوں افسانا

لغات۔ کاشانا۔ کاشانہ کی جمع۔ گھر۔ مکان۔ مہندس۔ انجینئر۔ فن تعمیر کا ماہر۔ افسانا مراد خیالات و ہنر

تصویرات -

ترجمہ - اسی طرح گھروں اور محلوں کو دیکھو کہ (پہلے) کس طرح انجینر کے (دماغ) میں (ان) کی (ذہنی) تصویرات (موجود) تھیں۔

مطلوب - ہر عمارت کا نقشہ پہلے انجینر کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ کہ بول (تعبیر) ہوگی۔ یوں ہوگی۔ وہ نقشہ تو عرض ہے۔ پھر وہ تعمیر موجود فی الخارج ہو جاتی ہے۔ یہ جوہر ہے۔ اسی طرح ایک عرض جو ہر کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ چنانچہ پہلے انجینر کے ذہن میں اس عمارت کا نقشہ یوں تیار ہوتا ہے۔

کال فلاں خانہ کہ ماویدیم خوش بود موزوں صفہ و سقف و درش

لغات - خوش - خوبصورت - صفہ - گھر کا سقف حصہ - سقف چوترا - دالان -

ترجمہ - کہ فلاں خوبصورت گھر جو ہم نے دیکھا - اس کا دالان - چھت اور دروازہ موزوں تھے۔ (ہم کو بھی ایسی ہی عمارت تیار کرنی چاہئے)

از مهندس آل عرض اندیشہا آلت آوز دوستوں از بیشہا

لغات - آلت - آلہ - اوزار - سامان مراد ہے۔ ستون - محکم - ترکیب - عرض اندیشہا میں اضافت توضیحی ہے۔ فلک اضافت - پھر یہ مرکب اضافی مضاف ہے۔ مهندس مضاف الیہ از اضافہ ہے۔ ترجمہ (پھر) انجینر کے خیالات کی عرض (اپنی تحریک سے) سامان (تعمیر) اور (لکڑی کے) ستون جنگل سے لائی (اور عمارت بن گئی - جو جوہر ہے)

چیت اصل و مایہ ہریشہ جز خیال و جز عرض اندیشہ

ترکیب - عرض اندیشہ - مرکب اضافی ہے فلک اضافت -

ترجمہ (ایک فن تعمیر پر کیا منحصر ہے) ہریشہ (کو دیکھو اس) کا اصل اور سرمایہ خیال اور عرض فکر کے سوا اور ہے کیا؟

جملہ اجزائے جہاں را بے غرض در نگر حاصل نشد جز از عرض

لغات - اجزائے جہاں - کائنات عالم - بے غرض - ابلع ہوا کے بغیر - در نگر - دیکھ اس میں درزا آمد ہے۔

ترجمہ - تمام کائنات عالم کو غرض (نقشانی) کے بغیر ایک ایک کر کے (دیکھ جاؤ تو معلوم ہوگا کہ کوئی چیز سوائے غرض کے اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتی۔

اول فکر آخر آمد در عمل بنیئت عالم چیاں اں درازل

لغات - بنیئت بنا - بنیاد - تعمیر - بعض نسخوں میں یہ لفظ نسبت ہے۔

ترجمہ (جس طرح یہاں ایک شے پہلے فکر و ذہن میں ہوتی ہے۔ پھر عمل (اور وجود خارجی) میں آتی ہے۔ اسی طرح دنیا اور عالم کو ازل میں سمجھو۔ دنیا اسی طرح عالم کی نسبت ازل میں سمجھو۔)

مطلب۔ پہلا حصہ اس قول کا ترجمہ ہے۔ "أَوَّلُ الْفِكْرِ الْخَلْقُ" پہلے تجویز پھر عمل۔ غرض تمام اجزائے عالم ایسی ہی اشارے سے حاصل ہوتے ہیں۔ جو عرض کے ساتھ مشابہ ہونے کے سبب بعض کھلا سکتی ہیں یعنی صورت علمیہ حق سبحانہ و تعالیٰ۔

میوہ در فکریں اول بود در عمل ظاہر باخسر می شود
ترجمہ۔ سیوے پہلے دل کے تصور میں ہوتے ہیں۔ آخر میں عمل (کی صورت) میں ظاہر ہوتے ہیں۔

مطلب۔ باغ کا شوقین پہلے اپنے دل میں یہ خیال رکھتا ہے۔ کہ اس قطع کا باغ ہو۔ اس میں اتنے چمن ہوں۔ چمن میں اتنے اتنے سیب۔ ناشپاتی۔ انار۔ امرود۔ نارنگی کے درخت ہوں۔ غرض یہ ہو۔ وہ ہو۔ چنانچہ وہ اپنے اس ذہنی نقشے کے مطابق باغ تیار کر لیتا ہے۔ تو گویا عرض جو ہر کے دنگ میں نمودار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

چوں عمل کردی شجر بنیاندی اندر آخر حرف اول خواندی
ترجمہ۔ جب تم نے باغ کی بنیاد رکھنے کا کام شروع کر دیا اور درخت لگا دیے۔ تو (تصور کے) حرف اول کو (حصول مقصد کے) آخر (وقت) میں پڑھا۔
مطلب۔ باغ کا تصور گویا نقش تھا۔ اور اس تصور کو عملی جامہ پہنا کر گویا اس نقش کو پڑھنا فرماتے ہیں۔ کہ پھل کھانے کی توقع جو آغاز تصور میں تھی۔ انجام عمل پر پوری ہوئی۔

گرچہ شاخ و برگ بخش اول است آں ہمہ از بہر میوہ مرسل است
ترجمہ۔ اگرچہ اس (میوہ دار درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ مقدم ہیں۔ (مگر) وہ سب (چیزیں) میوہ کے لئے (پہلے) بھیجی جاتی ہیں۔
مطلب۔ اصل مقصد میوہ ہوتا ہے۔ گروہ آخر میں حاصل ہوتا ہے۔ پہلے اس کے توابع شاخ پتے وغیرہ نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو چیز مقصود ہوتی ہے۔ پہلے اس کا تصور قائم ہوتا ہے۔ اور وہ چیز آخر میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔

پس سرے کہ مغز میں افلاک بود اندر آخر خواجہ لولاک بود

لغات۔ سر۔ سرور۔ سرور۔ مغز۔ خلاصہ۔ لب لباب۔ مقصود اصلی۔ خواجہ لولاک۔ حدیث لولاک والے۔ یعنی جن کے حق میں یہ حدیث قدسی وارد ہوئی ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ اگر تم پیدا نہ ہوتے۔ تو

تو اس آسمان کو پیدا کرتا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ صنعتا نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ یہی طرح خلاصہ میں ہے۔ لیکن اس کے معنی صحیح ہیں۔ چنانچہ وہی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کیا ہے۔ کہ انا فی جبریل نقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنة ولولاک وما خلقت النار۔ یعنی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے۔ اور (انہوں نے) اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا۔ اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم نہ ہوتے تو میں بہشت کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر تم نہ ہوتے۔ تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ اور ابن عساکر کی روایت میں ہے۔ لولاک ما خلقت الدنيا۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا (موضوعات کبیر)۔

ترکیب۔ بظاہر یوں متبادر الی اللہ بن ہوتا ہے۔ کہ سرے کہ الخ مبتدا اور خواجہ لولاک اس کی خبر ہوگی۔ مگر یہ ترکیب خلاف مقصود ہے۔ درحقیقت ترکیب یوں ہے۔ سرے کہ الخ اور کہ مغز الخ اس کا بیان ال کر مبتدا مبعوث خبر مقدار اندر آخر اس کے متعلق خواجہ لولاک حال ہے بود کی ضمیر سے۔

ترجمہ۔ پس وہ سرور (دارین صلی اللہ علیہ وسلم) جو ان افلاک کے مغز (و مقصود) تھے۔ خواجہ لولاک بن کر (سب انبیاء سے) آخر میں (مبعوث) ہوئے۔

مطلب۔ افلاک اور اندرون افلاک کی کائنات کا نقشہ اور ما بین الارض السموات کا تماشا اگرچہ بدلتا رہتا ہے۔ دراز سے قائم ہے۔ مگر ان سب سے مقصد سرور کائنات علیہ التسلیم والحمیات کی جلوہ فرائی تھی۔ اور آپ کی بہشت سب سے آخر میں ہوئی۔ جس طرح بچل جو درخت سے مقصود خاص ہے۔ آخر میں ظہور پاتا ہے۔ ولہذا ما قبل سے اسے ختم رسل قرب تو معلوم شد۔ دیر آمدہ زراہ دور آمدہ

نقل اعراض است این بحث و مقال نقل اعراض است این شیر شغال

ترجمہ۔ یہ بحث اور گفتگو بھی (جو اس وقت ہو رہی ہے) اعراض کی نقل ہے۔ یہ شیر اور گیدڑ (کا ذکر بھی) جو مقصود میں درج ہوتا ہے (اعراض کی نقل ہے)۔

مطلب۔ آپ کی یہ بحث بھی کہ اعراض منقول نہیں ہو سکتے۔ غرض نقل اعراض ہے۔ اور شیر اور گیدڑ جو محلی عند اور موجود فی الخارج ہیں۔ ان کا ذکر بھی نقل اعراض ہے۔

جملہ عالم خود عرض بود و نہ تا اندریں معنی بیاید هل آئی

ترجمہ۔ (ایک شیر گیدڑ پر کیا منحصر ہے) تمام (اجزائے) عالم عرض تھے (جیسے کہ پہلے بھی بیان ہو چکا) اس بارے میں یہ آیت آئی ہے کہ هل آئی علی الانسان حیث من اللہ ہر لم یکن شئیئا من کونہ (یعنی کیا انسان پر ایک ایسا وقت نہیں آیا۔ کہ وہ کچھ بھی نہ تھا)

مطلب۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم اولاً وجود خارجی اصلاً نہیں رکھتا تھا۔ اب پھر یہ سوچو کہ۔

ایں عرضہ از چہ زائید؟ از صور ویں صور ہم از چہ زائید؟ از فکر

لغات۔ صور بضم صا و فتح وا جمع صورت مراد صور مثالیہ۔ فکر کبہ فار و فتح کات جمع نکت مراد صورت علیہ حق سبحانہ۔

ترجمہ یہ (دنیا کے) اعراض (اور جواہر) کی پیدائش کس چیز سے ہوئی؟ (جو ہر کی مثالی) صورتوں سے اور یہ (جو ہر کی مثالی) صورتیں کس سے پیدا ہوئیں؟ (صور (علیہ حق سبحانہ) سے (لہذا:-)

این جہاں یک فکریت است عقل کل شاہدست فکر تراکل

لغات - فکریت سے یہاں علم خداوند تعالیٰ مراد ہے۔ عقل کل اکثر کنایہ ہوتا ہے۔ جبریل علیہ السلام سے اور کبھی کنایہ نور محمدی سے مگر یہاں مراد حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ رسل بضم را و سین جمع رسول۔ فکر تھا صور علیہ حق سبحانہ۔

ترجمہ - یہ جہاں (در اصل) حق سبحانہ و تعالیٰ کا ایک علم ہے (جو اس عالم سے متعلق ہے) حق سبحانہ گویا بادشاہ ہے (اور اس کی) صور علیہ بدرجہ قاصدوں کے ہیں۔
مطلب - اس بحث سے ثابت ہو گیا کہ اجزائے عالم تمام نقل اعراض ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ کبھی نقل اعراض بصورت اعراض ہوتی ہے۔ اور کبھی بصورت جواہر۔ نیز یہ بات بھی یاد رہے کہ پہنچ گئی۔ کہ اعمال صورت جو ہر میں بھی محذور و منقول ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے شکل عرض محذور ہونے میں بھی محض ان کا عرض ہونا مانع نہیں۔ اب ایک اور دلیل ارشاد فرماتے ہیں۔

عالم اول جہاں امتحان عالم ثانی جزاے این و آن

ترجمہ (عالم کے دو حصے ہیں ایک) پہلا عالم (جو) آزمائش کا مقام (ہے۔ اور ایک) دوسرا عالم (جو) سب کے عملوں کی جزا (دوسرا کا مقام ہے)۔
مطلب - دنیا میں واقع ہونے والے اچھے یا بُرے اعمال فی نفسہ موجود ہیں۔ تو بھی ان پر جزا و سزا ہوتی ہوگی۔ ورنہ اگر وہ اعمال لاشعۃ محض ہو گئے۔ تہاں کی جزا و سزا کے کیا معنی؟ (الدنیا من رعد الاخرۃ) کا مشہور روایہ کہ دنیا کا بویا بیج را بگل نہیں جاتا۔ بلکہ اس کی بھی یا بُری پیداوار اگلے جہاں میں اٹھائی پڑتی ہے۔ کما قیل۔

از مکافات عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو
تو کیا پیداوار کا بیج بالکل فسادنا بود ہو جاتا ہے۔ نہیں بلکہ اس کا وجود قلت سے کثرت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اعراض اعمال اگلے جہاں میں جواہر میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اس کا ثبوت آپ خود ہیبتہ واقعات سے لیجئے۔

چاکرت شاہ خیانت میکند آل عرض زنجیر و زنداں مے شود

ترجمہ - حضور! (مثلاً) آپ کا نوکر خیانت کرتا ہے (تو اس کا) یہ (فعل) خیانت جو عرض (ہے۔ سزا کے وقت) زنجیر و قید خانہ (کی صورت میں تبدیل) ہو جاتا ہے (جو جو ہر ہے)۔

بندہ ات چوں خدمت شایستہ کرد آل عرض نے خلعت شد و رنبرو؟

ترجمہ (اور مثلاً) جب آپ کا نوکر اچھی خدمت بجالایا تو کیا وہ (خدمت جو) عرض رہے جزا کے معرکہ میں ایک خلعت نہیں بن گئی؟ (جو جوہر ہے)

ایں عرض باجوہر ایں ہضیت و طیر ایں ازان و ایں زاید بسیر

لغات - ہضیت - انداز - طیر - پرندہ - بسیر - نگاہ - مسلسل -

ترجمہ - یہ عرض جوہر کے ساتھ ایسی ہے جیسے انداز اور پرندہ - یہ اس سے اور وہ اس سے لگاتار پیدا ہوتے رہتے ہیں -

مطلب - انداز بے جان ہے اور مرغ جاندار - جس طرح ایک بے جان چیز سے جاندار چیز اور جاندار سے بے جان چیز پیدا ہوئی ہے - چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مَخْرُوجُ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمَخْرُوجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ اس طرح ہر اہل سے جو اہر اور جو اہر سے اعراض بن کر منتقل ہوتے رہتے ہیں - پس نہ اعراض کی نقل بصورت اعراض نامکن ہے - اور نہ اعراض کا منتقل ہوا ہر ہونا محال ہے - لہذا یہ دعوے کہ نقل اعمال ان کے اعراض ہونے کی وجہ سے محال ہے بالکل غلط -

گفت شاہنشاہ چینیں گیراں مراد ایں عرضاے تو یک جوہر نرزاو

ترجمہ - بادشاہ نے کہا چلو یوں ہی سمجھ لو یہی مطلب (متفق علیہ) سہی کہ عمل اعراض سے جوہر بن جاتے ہیں مگر تمہارے اعمال سے تو کوئی جوہر پیدا نہ ہوا (اگر پیدا ہوا ہو تو دکھاؤ)

گفت مخفی داشت بہت آنرا خرد تا بود غیب ایں جہان نیک و بد

لغات - خرد - عقل - یہاں عقل کل یعنی حق سبحانہ مراد ہے -

ترجمہ - (غلام نے) کہا حق سبحانہ نے اعراض اعمال کو بصورت جوہر پیدا کر کے عام نظروں سے مخفی رکھا ہے - قیامت کو ظاہر کرے گا کہ اس دنیائے (عمل کا) نیک و بد (توشہ و بغض امتحان) نظروں سے مستور ہے -

ز آنکہ گریہ اشدرے اشکال فکر کافر و مومن نگھنے جز کہ ذکر

لغات - پیدا - ظاہر - نمایاں - فکر - خیالات - عقائد - ذکر - خدا کا ذکر -

ترجمہ - کیونکہ اگر یہ عقیدہ (اور نسبت مارادہ) کی (وہ) صورتیں (جو عالم غیب میں شکل جوہر ہیں) نمایاں ہو جائیں - (تو پھر) کافر و مومن (سب یکساں طور پر) ذکر کے سوا اور کوئی بات زبان سے نہ نکالتے -

بس عیاں بودے غیب شاہ دین نقش دین و کفر بودے بر جہیں

ترجمہ - پھر تو لے شاہ دین (جزائے اعمال) صاف ظاہر ہوئی - نہ کہ مخفی - دین اور کفر کا نقش (شخص کے) اعضاء پر نمایاں ہوتا -

کے دریں عالم بُت و بتگر بُدے ؟ چوں کسے راز ہرہ لستخر بُدے ؟

لغات بگڑت بنایا۔ سحر۔ سحر۔ ہنسی اڑانا۔ زہرہ۔ دلیری۔ جرات۔ طاقت۔
ترجمہ (پھر اس عالم دنیا میں بُت اور بُت تراش کہاں ہوتے۔ اور کسی کو دین حق پر تمیز کرنیکی جرات کیونکر ہوتی۔

بس قیامت ہووے ایں دُنیاے ما در قیامت کہ کند جسم و خطا

ترجمہ۔ پس (جب جزائے اعمال سب کو نظر آنے لگتی۔ تو) یہ ہمارا جہان (گویا) قیامت ہوتا
اور قیامت میں کون جرم و خطا کرے (سب نیکوکار بن جاتے)۔

مطلب۔ پھر سعید و شقی کا امتیاز ہی اٹھ جاتا۔ اور امتحان کا مقصد فوت ہو جاتا۔ پس نتائج اعمال اور
ثمرات افعال کو پرہ غیب میں رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ حق شناس اور ناحق شناس میں امتیاز قائم
رہے۔ حافظ رحمہ

خوش بود گر نیکو تجربہ آید میاں تاسیہ رُوے شود ہر کہ دروغش باشد

گفت شہ پوشید حق پادشہ بد لبک از عامہ نہ از خاصان خود

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا (بے شک) اللہ تعالیٰ نے (نیک و) بد جزا (پر وہ غیب میں) چھپا
رکھی ہے۔ لیکن عام لوگوں سے نہ کہ اپنے خاص بندوں سے (اس کی ایک مثال یہ ہے کہ:-)

گردِ اے افکنم من یک امیر از امیران خنیہ دارم نر و زیر

ترجمہ۔ اگر ایک عمدہ دار کو میں دام (غتاب) میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ تو (اپنے عام) اہلکاروں
سے (اس معاملے کو) مخفی رکھتا ہوں نہ کہ وزیر سے (کیونکہ وہ خاص مشیر کار ہے)

حق بن ہو و پس پاداش کار در صورتِ مائے عملہا صد ہزار

ترجمہ۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے مجھ کو اعمال کا بدلہ لاکھوں عملوں کی صورت میں دکھا دیا ہے
نوٹ۔ اس بات سے بادشاہ کے عارف کامل ہونے کا پتہ لگتا ہے۔

تو نشانے وہ کہ من دائم تمام ماہ را بر من نے پوشِ غمام

لغات۔ غمام۔ ابر۔ بادل۔ گھٹا۔

ترجمہ۔ تم (اپنے اعمال کی صورتوں کا) کوئی نشان مجھے بتاؤ۔ تاکہ میں ان سب سے واقف
ہو جاؤں (حقیقت امر کے) چاند کو میرے سامنے (ادھر ادھر کی باتوں کا) ابر چھپا نہیں سکتا۔

گفت پس از گفت من مقصود صیت چوں تو میدانی کہ آنچہ بود صیت

ترجمہ۔ غلام نے کہا جب حضور (خود) جانتے ہیں۔ کہ (میرا عمل) جو کچھ کہتا وہ کیسا ہے۔ تو میرے
بیان کرنے سے کیا مقصود ہے۔

گفت شہ حکمت در اظہار جہاں آنکہ دانستہ بروں آید عیاں

ترجمہ - بادشاہ نے کہا (ہاں اس میں ایک حکمت ہے - دیکھو) جہاں کو عالم ظہور میں لانے سے (اللہ تعالیٰ کی ایک یہ) حکمت ہے - کہ جو کچھ اس کے علم میں ہے وہ نمایاں ہو جائے -
مطلب - یعنی بیشک مجھے تمہارے اعمال کی حقیقت معلوم ہے - مگر تمہاری زبان سے ادا کرنا مد نظر ہو اور یہ فعل عبت نہیں - بلکہ سنت اللہ ہے - کیونکہ وہ اپنے علم پر کتفانیں کرتا - بلکہ اپنی معلومات کا اظہار چاہتا ہے چنانچہ اس کے عالم کے پیدا کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ جو کچھ اس کے علم میں ہے - وہ ظاہر ہو جائے - اس لئے اس نے مسببات کو اسباب سے وابستہ کر دیا ہے -

آئینہ میدانت تا پیدا نکرد بر جہاں نہاد سنج طلق و درو

لغات - سنج - تکلیف - طلق - دروزہ -
ترجمہ - جو کچھ اس کے علم میں ہے اگر اس کو ظاہر کرنا نہ چاہتا - تو جہاں (کی عورتوں) پر دروزہ اور دیکھ کی تکلیف نہ ڈالتا -
مطلب - عورت کو وضع حمل کے قریب دروزہ عارض ہونے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے - کہ ادھر ادھر کے گھروں میں اطلاع ہو جائے - کہ فلاں عورت - کے بچہ پیدا ہونے والا ہے - کذا قیل - ایک شارح صاحب اس بیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں - کہ جو کچھ حق تعالیٰ جانتے تھے - جب تک اس کو پیدا نہ کر لیا - اس وقت تک جہاں پر کسی قسم کی تکلیف نہیں ڈالی - پہلے ان اعمال و افعال کو پیدا فرما کر پھر ان پر کسی قسم کی جزا و سزا رکھی -

لیکن ماں بیکار توانی نشست تابدی یابنیکی از تو بر سخت

ایں تقاضائے کار از بہر آل شد مومل تا شود سرت عیاں

ترجمہ - (دیکھو) تم ایک لمحہ بھی بیکار نہیں بیٹھ سکتے - جب تک کہ بدی یا نیکی تم سے صادر نہ ہو - اور یہ (نیک یا بد) کام کرنے کے تقاضے اس لئے (تم پر) مسلط کئے گئے ہیں کہ تمہارا الجھن ظاہر ہو جائے - نوٹ - بعض نسخوں میں اس سے آگے یہ شعر درج ہے -

ورنہ کے گیر دکلاوہ تن قرار چوں ضمیرت مے کشد اور ابکار

ترجمہ - ورنہ بدن کا چرخہ کب قرار پکڑے - جب تیرا ضمیر اس کو کام کی طرف کھینچتا ہے -

پس کلابہ تن کجا ساکن شود چوں سرشتہ ضمیرش میکشد

لغات - کلابہ - چرخہ - ضمیر - دل -

ترجمہ - پس بدن کا چرخہ کب ساکن ہو سکتا ہے - جب کہ دل اس کے دھلکے کو کھینچنے چلا

چلا جاتا ہے (اور اس کو مختلف اعمال و حرکات پر مجبور کرتا رہتا ہے)
مطلب - دل سے متواتر تقاضائے افعال اٹھتا رہتا ہے۔ اس لئے بدن ان افعال کے صدور کے
 بغیر چین نہیں کرتا۔

تاسہ تو شد نشان آتش بر تو بیکاری بود چوں جان کنش

لغات - تاسہ - اضطراب - بے چینی - جان کنش - جان کنی - نزع -
 ترجمہ - مہاری (شوقِ عمل کی) بے چینی اسی کشش (قلب) کی نشانی ہے (کہ) بیکاری تم پر
 گویا جانِ کندن بن جاتی ہے۔

ایں جهان و آل جہاں زاید آمد ہر سبب ماورا تر از وے دلہ

لغات - آید - ہمیشہ - سبب - علت - اثر - نتیجہ - سبب -
 ترجمہ - یہ جہاں اور وہ جہاں ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ہر سبب مان ہے اور سبب
 (اس کا) بچہ ہے۔
مطلب - غرض اپنے معلومات کے اظہار کے لئے حق سبحانہ نے عالم کو پیا کیا۔ اور اس کے اندر ایک شے
 کو دوسری شے کے ساتھ سلسلہ سببیت و مسببیت میں منسلک کر دیا۔

چوں اثر زائید آل ہم شد سبب تا بزائید و اثر ہائے عجب

ترجمہ - جب (ایک سبب سے دوسرا) سبب پیدا ہوا۔ تو پھر وہ بھی سبب بن گیا۔ یہاں تک
 کہ اس نے عجیب سببات پیدا کئے (اور اسی طرح سلسلہ اسباب چلا جاتا ہے)۔

ایں سببہا نسل پرست لیک دیدہ باید منور نیک

ترجمہ - یہ سلسلہ اسباب (اسی طرح) نسل در نسل چلا جاتا ہے مگر ان کے دیکھنے کے لئے بہت
 روشن آنکھ کی ضرورت ہے۔

مطلب - غرض ان تمام نظائر و امثلہ سے ثابت ہوا کہ اظہارِ احوال ہی قرینِ مصلحت ہے۔ چنانچہ سنت
 بھی اسی پر جاری ہے۔ اس لئے بادشاہِ غلام سے متقاضی ہے۔ کہ تم اپنے اعمال کے نتائج کو ظاہر کرو۔

شاہ با او در سخن اینجا رسید تا بدید از وے نشانے یانید

ترجمہ - بادشاہ (کا سلسلہ کلام) اس (غلام) کے ساتھ یہاں تک پہنچا۔ جتنے کہ (یہ معلوم نہیں)
 اس سے کوئی نشان (اعمال) دیکھا یا نہیں دیکھا۔

گر بدید آں شاہ جو یاد و زبانت لیک مارا ذکر آں دستور نیست

لغات - جو یا - طالب - تجسس - متلاشی - ڈھونڈنے والا - دور - بعید - شکل - دستور اجازت -

قاعدہ -

ترجمہ - اگر اس تجسس بادشاہ نے اس کا نشان اعمال دیکھ ہی لیا ہو - تو بھی بعید نہیں - لیکن ہم کو اس کے ذکر کی اجازت نہیں (یا یوں کہو لیکن ہمارا قاعدہ نہیں کہ اس غیر ضروری بات کا ذکر کریں)۔

باز پرسیدن شاہ حال آں غلام دیگر

بادشاہ کا پھر اس دوسرے غلام سے حال پوچھنا

چوں زگرمابہ برآمد آں غلام سُوئے خویشش خواند آں شاہ ہما

لغات - گرمابہ - حمام - یہ لفظ گرم آب سے بنا ہے - کیونکہ حمام میں غسل کے لئے گرم پانی تیار ہوتا ہے - آخر میں نسبت یا تشبیہ کی ہے - حمام - بہر دار - بزرگ - قابل تعظیم - ترجمہ - جب وہ غلام حمام سے نکلا - تو شاہ بزرگ نے اس کو اپنی طرف بلایا -

گفت صحاک نغیم دایم بس لطیفی و ظریفی خو برو

لغات - صحاک کلمہ دعا یہ ہے - یعنی تو سلامت رہے - تندرست رہے - نغیم دائم - ہمیشہ نعمت میسر ہو - یہ بھی کلمہ دعا یہ ہے - لطیف - پاکیزہ - ظریف - خوش طبع - خوش منظر -

ترجمہ - اور فرمایا خدا کرے تم کو ہمیشہ تندرستی اور نعمت حاصل ہو - تم کیا پاکیزہ خوش مزاج اور خوبصورت ہو -

مطلب - بادشاہ اس غلام کی خوب تعریف کر رہا ہے - اور اس تعریف سے اس کا مقصد امتحان ہے - اسی امتحان کی کمت اس غلام بصورت پر بھی ڈالی تھی مگر اس کی سیرت کمال کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی - اس نے اس نے اپنی تعریف سن کر بغرض نہ کھائی - بلکہ کسی باتوں میں اس نے بادشاہ کو بھی قائل معقول کر دیا - بخلاف اس کے یہ غلام خام طبع و ناقص الفطرت تھا - وہ اپنی تعریف سن کر پھیل گیا - اور اس امتحان میں فیل ہو گیا - کیونکہ انسان اپنی تعریف سن کر طبعاً اپنی خوبی پر خوش ہوتا ہے - اور یہ سب بادہ غرور ہونے کا پیش خیمہ ہے - اور غرور موجب تباہی - حافظے

جناب راجہ فتد یاد نخواست اندر میر کلاہ وارنش اندر میر سہ اب رود

یہی وجہ ہے کہ تعلیمات نبویہ میں رودر و کسی کی تعریف کرنا خطرناک قرار دیا گیا ہے - کہ اس سے اچھے اچھے اشخاص کے دل میں غرور و خود پسندی کے خیالات پیدا ہو کر ان کی ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں - روایت ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک شخص نے دوسرے کی تعریف کی - تو آپ نے فرمایا **وَاللَّهِ قَطَعْتُ عَنْكَ آخِيكَ** - تیرا برا ہو - تو نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن ہی کاٹ ڈالی - اور یہ کلمات

آپ نے تین بار فرمائے۔ (مشکوٰۃ) ایک آفر موقع پر فرمایا۔ اِذَا دَرَأْتُمْهُ الْمَدَّاحِينَ فَاَحْشُوا نِي وَفَجْهِمِ
الْمُرَّآكِبِ۔ جب تم مدح کرنے والوں کو دکھو۔ تو ان کے منہ میں خاک جھونک دو۔ (مشکوٰۃ) سعدی رحمہ
سٹائش ہر ایسا نہ یار تو اند
لماست کناں دوستدار تو اند
بگمراہ گفتن نکو میسر وی
جفاے تمام ست وجود قوی
بزدمن آنکس نکو خواہ ست
کہ گوید فلاں خار در راہ ست

پس سوئے کارے فرستاد آل بکر تا ازیں دیگر شود او باخبر
ترجمہ۔ پھر اس دوسرے (سیہ فام غلام) کو کسی کام پر بھیج دیا۔ تاکہ وہ اس دوسرے کی
اخلاقی حالت سے باخبر ہو جائے۔

پیش بنشاندش بعد لطف کرم بعد از گفت ایسے چو ماہ اندر ظلم
لغات۔ ظلم۔ جمع ظلمت۔ اندھیرے۔ تاریکیاں۔ کالی راتیں۔ "ماہ اندر ظلم" ہونا اس لئے موجب وجہ ہے۔
کہ تاریکی کے بعد چاند کا ٹکنا ایک خاص شان رکھتا ہے۔ یا تاریکی میں روشنی پھیلانے کے لحاظ سے وہ بہت قابل
قدر ہوتا ہے۔

ترجمہ (اور) اس کو بڑی مہربانی اور بخشش کے ساتھ (اپنے) سامنے بٹھایا۔ اس کے بعد اس کو
کہا۔ اسے (عزیز تو ایسا خوش منظر ہے) جیسے کالی راتوں میں چاند۔ حافظ
بے جلال عالم آرائے تور و زمین شرب ست
باکمال عشق تو دین نصیحت چو شمع

ماہرونی جعد موئی مشکبو نیک خوئی نیک خوئی نیک خو
لغات۔ آہرو۔ مرکب غیر امتزاجی چانکے سے چہرے والا۔ جعد مو۔ گھنگریالے بالوں والا۔ مشکبو۔ جس
سے شک کی سی خوشبو آئے۔

ترجمہ۔ تو خوبصورت ہے۔ گھنگریالے بالوں والا ہے۔ مشکبو ہے۔ نیک خو ہے نیک خو
ہے نیک خو ہے۔ کما قیل ۷

وامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

اے دروغا گرنہوے در تو آں کہ ہے گوید برائے تو فلاں
شاد گشت ہر کہ رویت دیدے دیدنت ملک جہاں ارزیدے

لغات۔ فلان سے وہ غلام سیہ رنگ مراد ہے۔ جس سے بادشاہ پہلے گفتگو کر چکا ہے۔ دیدے۔
ارزیدے۔ اس میں دیدے ارزیدے ہے۔ ماضی تمنائی ہے۔ آخری ایک یا سے زائد ملحق ہے۔
ترکیب۔ گرنہوے النحر شرط دوسرا شعر جزا ہے۔ گرنہوے در تو آں۔ میں آں کا مشاعرہ رذائل اخلاق

ہے۔ جو میں ہے۔ اور اگلا سہر عباس کا بیان۔
ترجمہ۔ اے کاش! اگر تجھ میں وہ (بڑی) باتیں نہ ہوتیں۔ جن کا تیرے اندر ہونا فلاں (غلام) بیان کر رہا ہے۔ تو جو شخص تیرا دیدار کرتا (بجھے حسن صورت اور صن سیرت دونوں کا جامع پاکر) خوش ہو جاتا۔ تیرا دیدار دنیا بھر کی بادشاہی مل جانے کے برابر ہوتا۔ کم قیل سے

بہار عالم منش دل و جاں تازہ سیدارد
برنگ اصحاب صورت را ہوار لب سخن را

مطلب۔ غلام پر امتحان کی کمنہ پر کند پڑ رہی ہے۔ پہلے اس کی تعریف کی۔ جس سے غرور و خود پسندی اور غرورِ کبر کے مملکت پیدا ہوتے ہیں۔ اب ایک اس سے بھی زیادہ پر خطر آزمائش میں اس کو ڈال دیا۔ یعنی یہ کہہ کر کہ دوسرا غلام تیرے حق میں بدگوئی و عیب گیری کر رہا ہے۔ اس کو مبتلائے غضب و اشتعال کر دیا۔ کبر و غرور کے نشے میں تو کچھ اور بچہ اس کا احساس باقی رہتا ہے۔ مگر غصے میں عقل بالکل تیرہ تار ہو جاتی ہے۔ نیکی۔ بری۔ نفع و نقصان اور اپنے پرانے کا بالکل خیال نہیں رہتا۔

بوقتِ غصہ کیجئے سوچ کی بات
کتابِ جلدی میں پیش آئیگی خطرات
غضب میں قلب ہوتا ہے دھواں دھواں
اندھیرے میں نہ ہونا گرم رفتار

پہلا غلام بچہ مغزو سبغ القلب تھا۔ وہ حلم و تحمل کا عوگ اور رضا و تسلیم کا مجسمہ تھا۔ اس لئے ایسی آزمائش میں اپنے مرکز سے نہیں ہلا۔ صاحب سے

کے بدلک رضا خشکیں نے باشد
دریں ریاض گل آتشیں نے باشد
مگر یہ غلام ان اوصاف عالیہ سے عاری تھا۔ اس لئے اس کو اس امتحان میں گر گیا۔ اور ان باتوں سے متاثر ہو گیا۔ چنانچہ اس کی طرز گفتگو ملاحظہ ہو۔

گفت رمنے را بگوئے پادشاہ
کز برائے من بگفت آں میں تباہ

لغات۔ رمنے۔ اشارہ۔ کنایہ۔ شتمہ۔ قدرے۔ دین تباہ۔ بے دین۔ لاد مذہب۔ فاسق و فاجر۔
ترجمہ۔ کہنے لگا۔ حضور کچھ تو بیان فرمائیں۔ جو اس بے دین نے میرے بارے میں کہا ہے۔

گفت اول وصف دور و میت کرد
کا شکارا تو دوائی خنیہ و زو

لغات۔ وصف۔ بیان۔ دور وئی۔ نفاق۔ اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ ہونا۔ سانسے کچھ اور پیچھے کچھ ہونا۔
کا شکارا۔ کد شکارا۔ دوائی۔ دوا ہستی۔

ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا پہلے تو اس نے تیرے دور وئی کا ذکر کیا۔ کہ تو سامنے تو دوا (کی طرح مفید و نافع ہے اور اندر سے درد کی طرح باعثِ اذیت ہے) سعدی رحمہ

دربار پر چو گو گفت سلیم
در تھا پہچ گرگ مردم خوار

غنی رحمہ

ہرگز کروا نہ زبانی دل مردم انگار
عاقبت دہر کند در و ہنش خاک چومار

خُبث یا ریش را چو ارشد گوش کرد در زماں دریغ خشمش جوش کرد

لغات - خُبث - خباثت - بد باطنی - ناپاکی طبع - گوش کرد - سنا - در زماں - فوراً - اسی وقت -
ترجمہ - جب اس نے اپنے ساتھ کے (غلام) کی بد باطنی بادشاہ سے سُنی - تو فوراً اُس کے غصے
کا دریا جوش میں آ گیا۔

کف برادرِ دآں غلام و سُرخ گشت تاکہ موجِ ہنجوا و از حد گذشت

لغات - کف جھگ - کف برادرِ دآں - میرے غضبناک ہونے سے - ہنجو - بدگوئی - کسی کی مذمت کرنا -
ترجمہ - وہ غلام (شدتِ غضب سے) کف بھر لایا اور لال ہو گیا - جسے کہ اس کی ہنجو کی موج حد سے
گذر گئی۔

کو زاول دم کہ با من یار بُود ہچو سگ در قحط سرگیں خوار بُود

لغات - سگ - کہ او - زاول دم - پہلے وقت سے - سرگیں خوار - گوبرکھانے والا مراد وہ فی النفس -
ترجمہ - کہ وہ پہلے وقت سے جب اسے کہ میرے ساتھ ہے - کہنے کی طرح قحط میں گوبرکھا جانے
والا ہے۔

مطلب - جب سے میرے ہمراہ ہے - میں اس کو آزماتا رہا ہوں - تو ثابت ہوا ہے کہ وہ وہ فی النفس اور
ضیث الطبع ہے - کتا خود ایک نجس ذلیل جانور ہے - اور قحط میں سرگیں خوار ہونے سے اس کی ذنارت و خباثت
کی اور بھی تائید کی ہے - یعنی ایسا کتا جس میں صبر و خود داری نہیں ہے - حتیٰ کہ وہ قحط کے شدائد سے تنگ آکر
گوبرکھانے پر مائل ہو جائے - بخلاف اس کے ایک عا برادر شریف النفس جانور مثلاً شیر یا لپٹا بھوک سے مر
جائے گا - مگر ایسی ناپاک اور گستاوئی چیز کی طرف، تامل نہ ہوگا - ایسا ہی اس غلام کا حال ہے - کہ کوئی ذرا سی خانہ
طبع بات دیکھ کر میری مذمت و بدگوئی کے ناپاک کام کا ترکب ہونے لگا - کوئی شریف آدمی ایسا نہیں کرتا - جامی

چوں لبیب با ہزاراں غیب و عار

روز و شب در خلق عالم آشکار

میں دانک عیب از صاحب کرم

بر نیار و غیب لعن و لعن دم

اں بعب ایں شود کیسر بیاں

و این بذر آں نیلاید زباں

چوں دام و چویش چوں جرس دست برب ز دشمنشاہش کہ لبس

لغات - دام - دام - دمیدم - الف انفصال کے لئے - جیسے شہناش - جرس - گھڑیاں - گھنٹہ - تشبیہ مسلسل مہنگا
میں - بہ نہ کہ چویش - کہنے جس طرح گھڑیاں مسلسل آواز دیتے جاتا ہے - اسی طرح وہ مسلسل بھوک رہا تھا - مگر گھڑیاں
کسی کی بچ نہیں کرتا۔

ترجمہ - جب وہ گھنٹے کی (مسلل آواز کی) طرح نکاتا اس (غلام) کی بُرائی کرتا گیا - تو آخر شاہ
نے اس کے منہ پر تھک رکھا - کہ بس کرو۔

گفت دانستم ترا از وے بدای از تو جان کنده ست وزارت زبا

لغات - از وے میں حرف از امتیاز کے لئے ہے۔ بدای امر ہے دانستن سے بمنہ۔ ناپاک و غلیظ۔ وزارت زبان میں از اضافہ ہے۔ یعنی زبان یا رتو۔

ترجمہ - (پھر) کہا یا ورکھ! میں نے تجھ میں اور اس میں خوب امتیاز کر لیا ہے (مجھے معلوم ہو گیا کہ) تیری روح گندی ہے۔ اور تیرے ساتھ کے (غلام) کا (صرف) منہ۔

پس نشین اے گندہ جان از دور تو تا امیر او باشد و مأمور تو

لغات - از دور میں از زائد ہے۔ امیر - حاکم۔ مأمور - مامور۔ محکوم۔ ماتحت۔ نوکر۔ ترجمہ - پس اے گندی روح والے! تو دور بیٹھ۔ تاکہ وہ (تجھ پر) حاکم ہو اور تو (اس کے) ماتحت (رہے)۔

بہر این گفتند اکابر و جہاں راحۃ الانسان فی حفظ اللسان

لغات - اکابر جمع کبیرے بڑے بڑے لوگ بزرگ بجا ط علم و معرفت کے۔ نہ بجا ط دولت و حشمت۔ ترجمہ - اسی لئے بزرگوں نے (جو) دنیا میں (گزرے ہیں) فرمایا ہے کہ انسان کا آرام زبان کو تمام رکھنے میں ہے۔

مطلب - حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ مقولہ منقول ہے کہ من سکت بخی و راحۃ الانسان فی حفظ اللسان۔ یعنی جو شخص خاموش رہا۔ اس نے نجات پائی۔ اور انسان کا آرام زبان کو تمام رکھنے میں ہے۔ اس کے ہم معنی یہ حدیث ہے۔ عقیقہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ نجات کیا ہے۔ تو حضور نے فرمایا۔ اَمْلَکُ عَلَیْکَ لِسَانُکَ الخ یعنی اپنی زبان کو قابو میں رکھو (مشکوٰۃ) اور فرمایا من یضمن لی ما بن لحدیثہ وما بن رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔ جو شخص اپنے دونوں جبروں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز (یعنی شرنگاہ) کو قابو میں رکھنے کا میرے سامنے ذمہ اٹھائے۔ میں اس کے لئے بہشت کا ذمہ اٹھاتا ہوں (مشکوٰۃ) غنی روم گریخ بر سر مرد انجانے روم لیکن چوکہ نالہ دزخ ہم زبان کنہ

صائب ۵

شیعہ از بیع زبان خود دہد سہ زیر تیغ زینار از آفت تیغ زبان آگاہ ہش

در حدیث آمد کہ شیعہ از ریا، بچو سبزہ گو لخن واں اے کیا

لغات - گو لخن - بچھن ہنگ کی بھیڑی۔ کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں (بجر العلوم) ترجمہ - اے عقلمند! حدیث میں آیا ہے کہ ریاکاری کی نتیجہ ایسی ہے۔ جیسے کوڑے کرکٹ کی جگہ پر (اکا ہوا) سبزہ۔

مطلب۔ کتب حدیث میں یہ حدیث نہیں ملی۔ دفتر اول شتوی میں حضرت علیؑ کا ایک قول گزر چکا ہے۔

زنا علی فرمود نقل جاہلان بر مزال بھی سبزوشت اسے ظلال

اور وہ قول یہ ہے۔ نعم الحجاہل کر رضہ فی ہر بلکہ۔ اس حدیث کا مضمون اس قول سے کسی حد تک مشابہ ہے۔ غرض جس طرح غلاظت کے انبار کے اوپر کا سبزہ لٹا ہر ہر ابھرا اور خوش رنگ ہوتا ہے۔ مگر اس کی جڑ میں گندگی بھری ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ غلام بظاہر خوبصورت۔ خوش کلام اور طرحدار تھا۔ مگر اس کے باطن میں خبث و ناپاکی بھری تھی۔ یہی حال ریا کی عبادت کا ہے۔ کہ بظاہر ایک مقدس و مطہر کام ہے۔ مگر اس کی تہ میں گندی نیت کام کر رہی ہے۔ سعدی رحمہ

منہ آبرو سے ریا را محل
چو در خضیہ بد با شتم و خاکسار
کہ ایں آب در زیر دارد وصل
پہر شود آب ناموس بُرے کار
بروے دیا خرقہ سہن رست و دخت
گرش با خدا در توانی فروخت

پس بد آنکہ صورت خوب نکو با خصال بد نیز زد و یک تسو

لغات۔ نیز زد۔ براہی نہیں کر سکتی۔ تسو۔ چار جو کے برابر وزن غالباً فارسی لفظ ہے۔ اور ہندی میں تسو سوالیچ در پیکر اکو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ناپ ہے۔

ترجمہ۔ پس واضح ہو کہ اچھی اور خوش نما صورت (جو) برے خصال کے ساتھ (ہو) چار جو کے برابر بھی قابل قدر نہیں۔ مخبر جانی ہے

لیکن کج باشد و چشیدن
بہی رنگس نکو باشد بدین

و ربود صورت حقیر و ناپذیر چوں بود نقش نکو در پاش میر

لغات۔ ناپذیر۔ تیر کو نفی قبول نہ کرے۔ اپسند۔ در پاش۔ میر۔ امر ہے مردن سے۔ مراد قربان ہو جاؤ۔

ترجمہ۔ اور اگر اس کی صورت ناچیز اور ناپسند ہو۔ جب اس کے اخلاق اچھے ہوں۔ تو اس کے قدموں پر جان دے ڈالو۔ حافظ رحمہ

حسن مردمان مجلس گریہ دل سے برود دیں
عشق با بر طیف طبع و خوبی اخلاق بود

چند بازی عشق با نقش سبو بگذرا ز نقش سبو و آب جو

ترجمہ۔ گھڑے کے نقش کے ساتھ کب تک عشق بازی کرو گے۔ گھڑے کے نقش کو چھوڑو اس کے اندر کا پانی تلاش کرو۔

مطلب۔ ظاہر پر نہ مرو۔ باطن کے فوائد تلاش کرو۔ کماتیل ہے

شنا ہوا نیست کہ تھے دمیائے دارو
بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارو

چند باشتی عاشق صورت بگو طالب معنی شو و معنی بگو
ترجمہ - صورت کے عاشق کب تک رہو گے - کچھ کہو تو سہی - (صورت مقصود نہیں اسکو
چھوڑو) معنی کے طالب بنو اور معنی کو تلاش کرو - امیر خسرو ہے
بصورت خوش مشور کہڑے معنی نے خامہ کو ترانے قند

صورت ظاہر فنا گرد و بداں عالم معنی بماند جاوداں
ترجمہ - یاد رکھو کہ ظاہر صورت تو فنا ہو جائے گی - داؤد عالم معنی ہمیشہ رہیگا - (ہذا
عالم معنی کی طرف متوجہ رہو) ہے
تنگناے شہر صورت نیست جاتی جلیے تو سوے سخن رو کہ ہست آں ملک اسیدان فرخ

صورتش دیدی ز معنی غافل از صدف دُر را گزین گر عارفی
ترجمہ - تو نے اس (مطلوب) کی صورت تو دیکھ لی - معنی سے غافل ہے اگر عقلمند ہے - تو
سید سے مونی کو اختیار کرے

رو بھنے نبرد ہر کہ ز صورت صائب ہچو آئینہ تہیدست ز بازار رکود
اِس صدفِ مائے قوالب در جہاں گرچہ جملہ زندہ انداز بہر جاں
لیک اندر ہر صدف نبود گہ چشم بکشا در دل ہر یک نگر

لغات - قوالب جمع قالب - جسم - جشہ - ازہر جان - جان کی سلامتی کے لئے بعض نگوں میں یہ لفظ ازہر
جاں درج ہے - پھر اس کے معنوں کو ہوا کرنے کے لئے شارحین کو تاویل کے تکلفات کرنے پڑے - ہمارا
ازہر جان کا نسخہ تکلف کا غیر محتاج بھی ہے اور مفید مقصود بھی -

ترجمہ - اگرچہ یہ تمام (اجسام کے) اسید دنیا میں جان (کی سلامتی) کے لئے زندہ (وسلما)
ہیں - (اور ان کی زندگی سے ان کی جانوں کا پتہ لگتا ہے) مگر ہر صدف (جسم) میں (فضائل کے)
مونی نہیں ہوتے - آنکھ کھولو اور ہر شخص کے دل پر غور کرو -

مطلب - بے شک ہر جسم میں روح ہے - مگر ہر روح کا فضائل کمالات کے زیور سے آراستہ ہونا ضروری
نہیں - تم کو ہر شخص کی روحانی اور قلبی حالت پر خوب غور کرنا چاہئے -

کانچہ دارد ایں چہ دارد میگزین زانکہ کیا ب رت آں دُشمنیں

لغات - میگزین صیغہ امر ہے گزیدن (اختیار کرنا) سے - دشمنیں - تیغی مونی -
ترجمہ - کہ وہ کیا رکھتا ہے یہ کیا رکھتا ہے (پھر جو اچھی بات ملے اس کو) اختیار کرو -

کیونکہ وہ داہنی بات کا نتیجی مونی کم ملتا ہے۔
مطلب۔ یہی منشا ہے اس حدیث، تاکہ الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن یحیثما وجدہا فہو احدث
 بظہار۔ یعنی دانائی کی بات مومن کا گم شدہ مال ہے۔ پس جہاں وہ اس کو پائے۔ وہ اس کا سب سے زیادہ مقدار
 ہے۔ اب ایک اور پیرایہ میں صورت دہن کا فرق بتاتے ہیں۔

گر بصورت بنگری کو ہے شکل و بزرگی ہر ت صد چندان کہ لعل

ترکیب۔ گر بصورت بنگری شرط۔ کو ہے شکل انچاس کی بڑا۔ عروض تانیہ میں مساجد ہے۔
ترجمہ۔ اگر تم صورت کو دیکھو۔ تو ایک ہزار شکل میں اس سے سو گنا بڑا ہے۔
مطلب۔ لعل سے پانچ صد چندان کیا بلکہ اگر لک چندان کہیں تو بھی کم ہے۔ پس اگر صورت قابل لحاظ ہو
 تو پھر لعل کو لعل سے زیادہ قیمتی اور قابل قدر ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ اس سے ظاہر ہوا۔ کہ صورت معصود
 نہیں بلکہ کوئی امر معنوی ملحوظ ہے۔ جو پھٹیں نہیں ہے۔ اور لعل میں موجود ہے۔ ہر چہ بقاقت کمتر بقیعت
 بہتر۔ سعدی رح

نزد اہل خسر د کیر بود کود کے کو بقل پیر بود
ہم بصورت دست و پا و چشم تو **ہر ت صد چندان کہ نقش چشم تو**
ترجمہ۔ اسی طرح تمہارے لاکھ پاؤں اور باقی جسم صورت میں تمہاری آنکھ کی شکل سے سو
 گنا زیادہ ہیں۔

لیک پوشیدہ نباشد بر توایں **کز ہمہ اعضا و چشم آمد گزین**
ترجمہ۔ لیکن تم پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی۔ کہ دونوں آنکھیں تمام اعضا سے برگزیدہ ہیں
مطلب۔ جس طرح آنکھ کا چھوٹا سا جو بڑے بڑے اعضا پر فائق ہے۔ اسی طرح معنی جو ایک مخفی اور
 باطنی امر ہے۔ صورت سے افضل ہے۔ چنانچہ پھر فرماتے ہیں۔

از یک اندیشہ کہ آید در دروں **صد جہاں گرد و بیکدم سرنگوں**
ترجمہ۔ ایک خیال سے جو کسی بادشاہ کے دل میں آتا ہے۔ صد ملک ایک دم میں
 تباہ ہو جاتے ہیں۔

مطلب۔ خیال بھی ایک معنوی امر ہے۔ جس کی شان اس قدر بلند ہے۔ کہ جب کسی فرزانہ کے دل
 میں جنگ و جدلیٰ شریک کرتا ہے۔ تو ملکوں کے ملک۔ وبالہ ہو جاتے ہیں۔ دیکھو ایک امر معنوی کا عام صورت
 پر کس قدر شدید اثر پڑتا ہے۔ اس سے بھی معنی کی فضیلت صورت پر ظاہر ہوتی ہے۔ صد جہاں، او۔ بیکدم
 کی نقدیرات مبنی بر مبالغہ ہیں۔

جہنم سلطان گر بصورت یک بُد صد ہزاراں شکرش درنگ بود

لغات - جنگ - دوڑ دھوپ - یک اور جنگ کا قافیہ محل نظر ہے۔
ترجمہ - بادشاہ کا جسم اگرچہ صورت میں ایک ہوتا ہے۔ لیکن اس کی لاکھوں سپاہ (اشارہ چشم پر) حرکت کرتی ہے۔

مطلب - اگر صورت ظاہر کوئی معتد بہ امر ہوتی۔ تو ایک جسم لاکھوں اجسام پر یوں فائق نہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صورت ظاہر کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ یہ سارا کرتہ کسی امر معنوی کا ہے۔ جس نے ایک جسم کو اجسام کثیرہ پر برتری دلائی۔ یہاں تک معلوم ہوا۔ کہ ایک جسم کو اس کے معنی کی بدولت دیگر اجسام کے مقابلے میں کس قدر عظمت حاصل ہو جاتی ہے۔ اب یہ بتائیں گے۔ کہ خود اس جسم واحد کی بھی اپنے معنی کے مقابلے میں کیا وقعت ہے۔

باز شکل و صورت شاہ صفی ہست محکوم کے فکر خفی

لغات - صفی برگزیدہ - منتخب - محکوم - زیر حکم - ماتحت - تابع - خفی - پوشیدہ۔
ترجمہ - پھر اس برگزیدہ بادشاہ کی شکل و صورت بھی ایک خفی خیال کے تابع ہے (کہ جب وہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے اعضا اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں)۔

خلق بے پایاں زیک اندیشہ میں گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں
ترجمہ - ایک خیال (یعنی ارادہ خداوندی) کو دیکھو۔ کہ اس سے بے انتہا مخلوق سیلاب کی طرح زمین پر چل رہی ہے۔

ہست آں اندیشہ پیش خلق خرد لیک چوں سیلے جان نرا خور و ور

ترجمہ - گو وہ خیال لوگوں کے سامنے چھوٹا اور غیر محسوس ہے۔ لیکن (جب اٹھے تو) سیلاب کی طرح جان کو خور و برور کر جائے۔

مطلب - اس خیال سے یا تو ارادہ الہیہ مراد ہے۔ کہ اس کا جان بھر کو زیر و برکروں کا ظاہر ہے۔ کہا قال اللہ تعالیٰ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يَهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَاُمَّهُ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَدْرَاسے پیغمبران لوگوں سے کہو (بھلا بتاؤ تو سہی) کہ اگر اللہ مریم کے بیٹے مسیح کو اور ان کی والدہ اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو ایسا کون ہے جس کا کچھ بھی خدا پر زور چلتا ہو (مائدہ ۳) شیخ عطاء اللہ

اورست سلطان ہر چہ خواہاں کند عالمے رادر سے وراں کند

طرفہ العینے جہاں برہم زند کس نے آرد کہ آنجا دم زند

اور اس سے سلاطین کے فاختہ ارادوں کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہو۔ جو بھی جاب اٹھتے ہیں۔ تو ملکوں کا صفایا کرتے چلے جاتے ہیں۔ کہا قال اللہ تعالیٰ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا خَلَوْا قَرْيَةً اُخْسَدُوْهُمَا وَجَعَلُوْا

أَعَزَّتْ أَهْلَهَا أَذَلَّتْ وَلَكِنَّ إِلَهَ يَفْعَلُونَ ہ لکہ بقیس نے اپنے اہل دربار سے کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں (فاتحانہ) داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو اس کو تباہ اور وڈاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔ اور (واقع میں) ایسا ہی کیا کرتے ہیں (نمل ح ۳) قاسمی غفرلہ۔

چو شطرنج از اجرائے دو شاہ
چو سطل کشتاید در کارزار
چو ریزد گنگرگ ابر دریا نشار
چو باد حیران آورد ترک تار

شہ و عرصہ ملک و لشکر تباہ
بجرم کیے کشتہ گرد و ہزار
سُغُل یا باد از وسہ ربانی نثار
ندانہ نہال گل از سیر باز

خلق عالم چوں مست حق شبان
مید و اند جملہ راز و شبان

لغات۔ راز۔ ریز۔ شبان۔ چرواہا۔ گڈریا۔ یہی لفظ دوسرے مصرعہ میں جمع شب ہے خلاف قیاس۔
صناع۔ شبان کے لفظ میں تھیں۔

ترجمہ۔ دنیا کی مخلوق گویا (بکریوں کا) ریوڑ ہے اور حق تعالیٰ (اس کا) چرواہا۔ جو سب کو دن رات دوڑاتا ہے۔

مطلب۔ اوپر جو ارادہ اللہ کا ذکر آیا تھا۔ یہاں اس کے عالم پر عادی ہونے کی مزید توضیح کی ہے۔ نیز
درال محل کہ دزد باد قدرتش عالم
سیان صدمہ صرصرے بکارت

پس چو مے بینی کہ از اندیشہ
خانہا و قصبہا و شہرہا
ہم زمین و بحر و ہم مہر و فلک
زندہ ازوے پنچو از دریا سہک

ترجمہ۔ پس جب تو دیکھتا ہے کہ جہاں میں ہر پیشہ خیال و ارادہ ہی سے قائم ہے۔ حتیٰ کہ گھر اور محل اور شہر اور پہاڑ اور جنگل اور نہر ساتھ ہی زمین اور سمندر اور نیز سورج اور آسمان اس (راز) کی بدولت زندہ ہیں۔ جیسے دریا سے مچھلی زندہ ہوتی ہے۔

پس چرا از انبلی پیش تو کور
تن سلیمان ست اندیشہ چو مور

ترجمہ۔ پس (خیال و ارادہ کے اس قدر بلو شان کے باوجود) کیوں تجھ (عقل کے) اندھے کے سامنے بیوقوفی فی وجہ سے جسم حضرت سلیمان کی طرح (شاندار) اور خیال چوینہ کی طرح (حقیر و ناچیز) ہے۔

میدنا پیش حشمت کہ بزرگ
ہست اندیشہ چو موش و تن سترگ

لغات۔ کہ۔ کوء۔ سترگ۔ بزرگ۔ بھلاں۔

ترجمہ۔ (تجربہ ہے کہ) تیری نظر کے سامنے پہاڑ بڑا نظر آتا ہے۔ خیال چو ہے کی طرح (حقیر) اور جسم کلاں ہے۔

نوٹ۔ ایک شاعر نے ایک اور طرح بھی ترجمہ کر کے دکھایا ہے۔ جس میں کہ (مخفف کوہ) کو کاف بیانہ قرار دیا اور تقدیر کلام یوں تھیرائی ہے۔ پیش چشم اندیشہ کہ بزرگ ہست چوں موش و تن سرگ سہ تہا۔ اور بزرگ ہست کو اندیشہ کی صفت مقدم مانا ہے۔ ترجمہ کی ترکیب تو بیشک صاف ہے۔ مگر شعر کی عبارت اس کو قبول نہیں کرتی۔ نہ بزرگ ہست اندیشہ کی صفت بن سکتی ہے۔

عالم اندر چشم تو ہول عظیم زابر و برق و رعد و اسی لرزد ویم

لغات۔ ہول۔ ہل۔ ہولناک مصدر یعنی اسم فاعل برائے مبالغہ جیسے عدل یعنی عادل۔ ترجمہ۔ عالم تیری نظر میں ہولناک اور عظیم (الشان) ہے۔ بادل۔ بجلی۔ اور کرکڑک سے تو کانپنے اور ڈرنے لگتا ہے۔

وزجہانِ فکری اے کم زخز امین و غافل چو نگلی بے خبر

لغات۔ کم زخز۔ گدھے سے بھی کم عقل۔ سنگ بہی۔ ترجمہ۔ اور اے گدھے سے بھی کم (عقل آدمی) تو عالم فکر سے بے پروا اور غافل ہے (فی الواقع) تو تجھ کی طرح بے خبر ہے۔

مطلب۔ جو شخص عالم فکر سے لاپرواہ ہو۔ وہ خداوند تعالیٰ کے ارادے سے بھی نڈر ہو گا۔ جو اس عالم کا ایک جز ہے۔ پس "کم زخز" ہونے میں کیا کسر ہے۔ کیونکہ عاقل تو وہی ہے۔ جو خداوند تعالیٰ کے ارادے سے ڈرے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے تو علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ اقبال ص ۷۷

خوب حق عذابِ ایمان ست و بس خوب غیر از شرک پنهان ست و بس

زانکہ نقشِ وزخز و بے بہرہ آدمی خویشیِ خسِ کرہ

ترکیب۔ زانکہ نقشِ وزخز و الخ ہر وہ جملہ اسمیہ بترکیب عطفی جملہ معطوفہ ہو کر علت ہوئی۔ آدمی خا الخ اس کا معلول۔ اس صورت میں زانکہ یعنی چونکہ ہو گا۔ یا یہ سارا شعر علت ہو یا بین کی۔ چونکہ کے متعلق ہو گئے۔ ترجمہ۔ چونکہ تو محض ایک (مٹی کی) صورت ہے اور عقل سے بے بہرہ ہے۔ اس لئے تو آدمی کی خصلت والا نہیں ہے۔ بچہ خرد کی طرح خالی از عقل ہے۔

مطلب۔ کڑھ خربے بچہ خرد کے سے اس کو گدھے کی نسل بنانا مراد نہیں ہے۔ ایک دشنام ہے۔ شرعاً حرام ہے۔ اور اخلاقاً و رانہ و رت۔ بلکہ بے وقوفی میں گدھے کے بچے سے نسل بنانا مقصود ہے۔

جہلِ محضی وزخز و بیگانہ بونداری وزخز و دیوانہ

لغات۔ چل شخص۔ وہ نادانی پس کے ساتھ دانش کا شہہ بھی نہ ہو۔ اور اس سے جاہل مطلق مراد ہے۔ مثلاً لغز کی غرض سے معذور یعنی اسم قابل استعمال ہوا ہے۔ نرا جاہل۔ ترکیب۔ بوداری میں ہکا مصافات تعمیر راجح بخرو معذور ہے۔ از خدا متعلق ہے۔ دیوانہ کے درعدو رنگہ اس پروا و غلط نہ ہو۔ مگر بعض خوں میں بلا و اوار خدا ہے اس صورت میں اس کا متعلق بہ بوداری ہونا بہت موزوں ہے۔ پھر سقا دراست کی بھی حاجت نہیں۔ ترجمہ (۱) توڑا جاہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے۔ (اس کی) بوہمی کچھ میں نہیں اور خدا سے دیوانہ (دار غافل) ہے۔

(۲) (بصورت از خدا) توڑا جاہل ہے۔ اور عقل سے بیگانہ ہے (معرفت) خدا کی کچھیں بوہمی نہیں ایک سودائی ہے۔

سایہ را تو شخص مے بینی زہل شخص زان شد نزد تو بازی ہل

ترجمہ۔ سایہ کو تو اپنی نادانی سے شخص محسوس کر رہا ہے۔ اس لئے شخص تیرے نزدیک ایک کھیل اور لے وقت چیز ہے۔

مطلب۔ غیر مقصود کو مقصود سمجھ رات۔ اس سے مقصود کو بے وقعت سمجھتا ہے۔ مگر آخر کار ایک دن انکھیں کھلیں گی۔ اور اصلیت عیاں ہو جائیگی۔ آگے اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔

نک ز غیبت یک نمودار آتش است کز لطافت عیوں ہوائے دکش است
ترجمہ۔ دیکھو عالم غیب کا ایک نمونہ آگ ہے۔ جو لطافت میں ہوائے دکش کی طرح ہے۔

تا بجٹے در نے پید کشف آگہی نمود بصیر را زان لطیف

لغات۔ کشف۔ ٹھوس۔ پنجان۔ گاڑھا۔ لطیف۔ بارک۔ نازک۔ غیر محسوس۔ ترجمہ۔ جب تک کہ کسی ٹھوس جسم سے اس کا تعلق نہ ہو جائے۔ نگاہ کو اس غیر محسوس چیز کا احساس نہیں ہوتا۔

باز افزون ست ہنگام اثر از ہزاراں تیشہ و تیغ و تبر

ترجمہ۔ پھر اثر کرنے کے وقت وہ ہزاروں تیشہ اور تلواروں اور کلہاڑوں سے بھی بڑھ کر ہے۔

مطلب۔ آگ کی قوت کا بیان ہے کہ جب وہ بھڑکتی ہے۔ تو ہزاروں کا اس کثرت اور اس وسعت سے صفیا کرتی ہے۔ کہ ہزاروں ہتھیاروں سے بھی نہ ہو سکے۔

باش تارونے کہ آں فکر و خیال بر کشاید بے حجابے پرو بال

ترجمہ - اس دن تک ٹھہر جب وہ فکر و خیال بلا حجاب پر اور بازو کھولے۔
 مطلب - ارادہ باری تعالیٰ ایجاد اور اعدام دونوں قسم کے افعال سے متعلق ہوتا ہے۔ گرا بیجا و کی نسبت
 اعدام کا ارشاد قلب پر زیادہ پڑتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آگ رات و ن مختلف فوائد دیتی ہے۔ اس سے
 روشنی نکلتی ہے۔ یہ مختلف دھاتوں کو ڈھالنے اور نرم کرنے کا کام دیتی ہے۔ اس سے چراغ روشن ہوتے ہیں۔ و
 ہکذا۔ اسی طرح پانی سے صد فوائد ہیں۔ حیوانات کا یہ مایہ حیات ہے۔ باغ و راغ کی اس سے سرسبزی ہے۔ مگر
 ان فوائد کے لحاظ سے ان کو چننا وقت نہیں دی جاتی۔ ہاں اگر آگ ایک ہولناک آتش زدگی سے شدہ کو تباہ
 کرنے لگے۔ یا پانی ایک سیلاب کی صورت میں آبادی کو غرقاب فنا کرنے پر آجائے۔ تو پھر لوگوں کے دلوں پر ان
 کی ہیبت کا سکہ بیٹھتا ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ کا ارادہ رات و دن ابدی و اسبابی افعال کی صورت میں ظہور پذیر
 ہوتا رہتا ہے۔ مگر عوام کی نگاہ اس کی طرف نہایت کم تفتت ہوتی ہے۔ ہاں اگر اس کا ارادہ اعدام و ہلاک کی
 صورت میں نمایاں ہو جائے۔ تو دنیا سے حجاب غفلت اٹھ جائے۔ جیسے کہ مولانا جامی بطور مناجات کہتے ہیں۔

زولہ و رگنبد خضر انگن	ایک دوسرے تارورہ ہم در شکن
باغ عناصر کہ زمینش خوش مست	آب گوارندہ ہوا دلکش مست
خاص ترین سوہ او کا دمی مست	لذت از چاشنی محرمی مست
پختہ و خاش ہمہ برفاک ریز	برش از باد اجل خاک بسینہ
تا ہمہ داند کہ صالح توئی	مبدع این جملہ بدائع توئی

مولانا فرماتے ہیں کچھ مدت ٹھہرو۔ ایک دن ایسا آئے والا کہ ارادہ الہیہ تم کو اپنے پورے جلوے دکھائیگا۔ پھر
 تم اس کی وقعت و عظمت کو سمجھو گے اس دن کیا ہوگا؟

کوہا یعنی شدرہ چوں پشتم نرم
 نیت گشتہ ایں زمین سرد و گرم
 ترجمہ - تو پیادوں کو نرم اون کی طرح راڑتے پھرتے او کیجئے گا اور اس سرد و گرم زمین
 کو نیت (دونا بود) ہوئی (ویچ لیگا)

مطلب - اللہ تعالیٰ فرمائیے۔ وَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ اور پیادوں کی طرح اڑوسے ہو گئے۔
 جس طرح دھکی ہوئی اون ادا کت الارض کد کا دکا تب زمین مارے دھکوں کے چکنا چور ہو جائیگی۔

نہما یعنی زاختر نے وجود
 جبر خدایے واحد حق و وود

لغات - سما آسمان - اختر ستارہ - حق - زندہ خداوند تعالیٰ کا نام - وود - درست رکھنے والا نام یا بتیغالی۔
 ترجمہ - نہ تو آسمان کو (سلامت) دیکھے گا۔ نہ کسی ستارے کا وجود پائے گا۔ سوائے خداوند
 تعالیٰ کے جو واحد ہے زندہ۔ ہے محبت کرنے والا ہے۔

مطلب - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَ اَرَاكَ الْوَالِكِ الْبَدْرَتْ حجب آسمان بھٹ
 جائے اور جب ستارے جھڑیں۔ اور فرما لیں الْمَلٰٓئِکُ الْمُسَوِّمَةُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ آج کس کی بادشاہی
 ہے اللہ واحد قہار کی۔

حسد کردن چشم بر غلام خاص

غلام خاص پر ملازموں کا حسد کرنا

نوٹ - اکثر فنحوں میں اس عنوان میں آن غلام خاص لکھا ہے۔ جس سے آل اسم اشارہ سے اسی غلام کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے۔ جس کا قصہ چل رہا ہے۔ حالانکہ یہ ایک اور قصہ ہے۔ اور غلام بھی کوئی اور غیر معہود ہے۔ لہذا آں کا اضافہ کاتبوں کا تصرف معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے قلمی نسخے میں بھی جو نہایت محبت و محکم ہے۔ یہ کلمہ نہیں ہے۔

پادشاہ ہے بندہ را از کرم برگزیدہ بود از جملہ چشم
ترجمہ - ایک بادشاہ نے (اپنے) ایک غلام کو براہ کرم تمام ملازموں میں سے ممتاز کر رکھا تھا۔

جاگی او وظیفہ چل میر دہیک قدرش ندیئے صد وزیر

لغات - جاگی - بحیم عربی و کاف فارسی وظیفہ - تنخواہ - راتبہ - وظیفہ - تنخواہ - روزینہ - چل - چل - چالیس دہیک - دہم - دسواں حصہ - لپہ - ترکیب - جاگی مبتدا وظیفہ چل امیر مرکب اضافی خبر۔
ترجمہ - اس کی تنخواہ چالیس اہلکاروں کی تنخواہ (کے برابر تھی) اس کی (سی) قدر (رومنزنت) کا دسواں حصہ سو وزیر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

از کمال طالع و اقبال و بخت او ایازے بود و شہ محمود وقت

لغات - طالع - ستارہ قسمت - بخت - اقبال - ایام ترقی - خوش نصیبی - بخت - نصیب - ایاز - سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام - جس کے لئے سلطان مذکور کی محبت ادبیات فارسی میں ایک ضرب المثل اور شعر فارسی کے لئے تشبہ و تنظیر اور استعارہ و تشبیہ کا ایک مسالہ بن گئی۔ محمود - سلطان محمود غزنوی (افغانستان کا ایک نامور مجاہد اسلام اور تاریخ عالم کے بڑے بڑے فاتحین میں سے تھا۔ جس نے ہندوستان پر سترہ مرتبے بڑے زور و شور کی چڑھائی کی۔ ان معرکوں میں سے سوسات کی فتح نہایت شاندار اور اسلامی شجاعت و شہادت کی اعلیٰ مظہر تھی۔ اگرچہ عہد صیابہ و تابعین میں بھی مسلمان فاتحین ہندوستان پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ مگر اس سرزمین میں دین اسلام کی اشاعت سلطان محمود کی بدولت ہی شروع ہوئی۔ ان دینی کارناموں کی بدولت خلیفہ بغداد نے اس کو ایک میث قرار دے کر اس کے ساتھ امین الملت یمن الدولہ کا خطاب بخشا۔ اس کے دربار میں بھی بڑے بڑے اہل کمال موجود تھے۔ ابو ریحان بیرونی اس کے دربار کا ایک نامور فلسفی گذرا ہے۔ جس کو بوعلی سینا کی فکر کا حکیم سمجھا گیا ہے۔ اس کی ایک تصنیف، نام کتاب المسند ہندوستان کے حالات پر سب سے پہلی عربی تصنیف اور نہایت نادر کتاب ہے۔ فردوسی اس کے دربار کا نہایت باکمال شاعر تھا۔ جس نے محمود کی فرمائش سے تاریخ ایران پر ساٹھ ہزار ابیات کی وہ پر جوش سنوئی

لکھی جس کا نام شاہنامہ ہے۔ اور جب تک فارسی زبان دنیا میں موجود ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت کا شکمہ رائج رہے گا۔ محمود نہایت رحم دلی۔ سہفت مزاج اور معاملہ فہم بادشاہ تھا۔ ۳۲۷ھ میں وفات پائی۔ اور اپنے دارالسلطنت غزنی میں مدفون ہوا۔ قافیم بخت اور وقت کا قافیہ محل نظر ہے۔

ترجمہ۔ اپنے طالع اور اقبال اور شہرت کے کمال کی بدولت اس کا یہ مرتبہ تھا کہ گویا وہ پایز تھا۔ اور بادشاہ اپنے عہد کا محمود تھا۔

مطلب۔ بادشاہ کو اس غلام کے ساتھ وہ محبت و شفقت اور اس کے حال پر اس قدر نظر عنایت تھی۔ جیسے سلطان محمود غزنوی کو پایز کے ساتھ۔ صاحب ۵

برہند اگر چہ دولت محمود و ست یافت گروں تھا و حلقہ زلفیہ میا ترا

روح او باروح شدہ اصل خویش پیش ازین تن یو دوم یونیم خویش

لغات۔ اصل خویش سے مرتبہ اعیان ثابۃ مراد ہے۔ پیش ازین تن اس جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے ہم یونیم۔ متصل۔ مقابل۔ خویش۔ یکجا۔

ترجمہ۔ کیونکہ اس غلام کی روح بادشاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل (یعنی مرتبہ اعیان ثابۃ) میں موجودہ جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پیشتر متصل و متقارب ہو چکی تھی۔ بقول کسے ۵

اگر تن رازن گردون گیس دل جدا سازد و درین وحدت سر اول را کلازل باز سازد

کاراں دارو کہ پیش از تن بدست بگذرا ز اینہا کہ تو حادث شدہ است

لغات۔ کاراں دارو۔ معتبرات ہی وہی ہے۔ اہم بات ہی وہی ہے۔ پیش از تن روح کے متعلق مجسم ہونے سے پہلے۔ عالم ارواح۔ روزا زل میں۔ حادث۔ تازہ وقوع میں آنے والا امر۔

ترجمہ۔ اہم امر وہی ہے جو جسم عنصری سے پہلے وقوع میں آیا۔ ان را مور کو چھوڑو کہ یہ نئے ظہور میں آسکے ہیں۔

مطلب۔ اوپر تقدیر الہی کا ذکر کیا تھا۔ اب مولانا حسب عادت اس سے مناسب فصاحت کی طرف تھیل فرماتے ہیں۔ یعنی عالم ارواح کے معاملات ہی قابل اعتماد ہیں۔ عالم اجسام کے معاملات معتبر نہیں۔

چشم عارف را تنگوئے احوال است چشم او بر کشتہائے اول است

لغات۔ راستگو۔ سچ ہونے والا۔ یہاں راست میں مراد ہے۔ احوال۔ بھینگا۔ کشتہا۔ کھینکیاں۔

ترکیب۔ چشم عارف مبتدا را تنگوئے خبر است رابطہ مقدر۔

ترجمہ۔ چونکہ عارف کی آنکھ راست میں (یعنی ٹھیک ٹھیک دیکھنے والی) ہے۔ بھینگی نہیں۔ اس لئے اس کی آنکھ (تقدیر ربانی کی) پہلی کھیتی پر ہوتی ہے۔

نوٹ۔ اکثر نسخوں میں پہلا مصرعہ یوں درج ہے ”چشم عارف را تنگوئے احوال است“ جس کے معنی ہوں گے سچ کو تو عارف کی آنکھ بھینگی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ عالم ارواح کے معاملات سچھے گزر چکے

اب عالم شہادت کا نقشہ پیش نظر ہے۔ مگر کتنا نئی معارف و اسائن کے منظر سے نظر کیج رکھ کر گذشتہ عالم کی طرف ملاحظہ رہنے کے لئے احوال ہونا ہی منظور کرتے ہیں۔ عالم ارواح کے دیوار کی اجمیت کے آگے احوال کی عماران کو گوارا ہے۔ یہ نسخہ کلمہ خیر اور سیاق عبارت کے لئے فوق و خذو رہے۔ مگر احوالیت کی نسبت مفاہکے ساتھ کرنی نہیں گوارا نہ ہوئی۔ اس لئے راستہ گونے احوال کا نسخہ اختیار کیا گیا۔ بڑی بات یہ ہے کہ ہمارا قلمی نسخہ بھی اس اختیار کردہ نسخہ کا مؤید ہے۔

مطلب۔ حق تعالیٰ نے روز ازل میں جو کچھ مقرر کر دیا ہے۔ عارف اسی کو دیکھتا ہے۔ چنانچہ اس میں کچھ نظری و غلط یہی نہیں ہے۔ اس لئے وہ تقدیر الہی کے سوا اور طرف نظر نہیں کرتا۔

آئینہ گندم کاشتندش آئینچہ جو چشم آئینہ خجاست روز و شب گرو

لغات۔ گندم۔ گیہوں۔ مراد اعلیٰ چیز جو مشہور غلہ ہے۔ مراد اعلیٰ چیز۔ گرو۔ رہن۔ مشعل۔ لگی ہوئی۔
ترکیب۔ کاشتندش کی ضمیر متہ فاعلی کارکنان قضا و قدر کی طرف اور شین ضمیر مفعول آئینچہ کی طرف راجع ہے۔ گندم سے در صورت گندم مراد ہے۔ آئینچہ جو انہی تقدیرات کے سامنے دوسرا جملہ مخلوقات سمجھتے عطف بعض نسخوں میں شین ضمیر کی بجائے داؤد عاظمہ درج ہے۔ مگر اظہار عطف کی بجائے انہماک ضمیر زیادہ مستحسن ہے۔ ترجمہ جس چیز کو گیہوں (کی شکل میں) بویا گیا۔ اور جس چیز کو جو (کی صورت میں) بویا گیا۔ اس کی نظردن رات آؤھر ہی لگ رہی ہے۔

آئینہ آئینہ شب جزاں نزاو حیلہ ما و مکرنا یاد دست یاد

لغات۔ آئینہ۔ فعل ماضی ہے آئین سے جس کے معنی ہیں اصل ہونا۔ یاد۔ فعل مضارع ہے بار کا ایراد دوبار بغرض تاکید ہے۔

ترجمہ رات کو (زن و مرد کے جمار سے) جو عمل ٹھیک کیا۔ (زر کا ہوا یا لکی اس کے ساتھ) اور کچھ پیدا نہ ہوگا۔ اس کے خلاف ہر طرح کے مکر اور حیلہ بالکل فتنہ ہیں۔
مطلب۔ قدرت اللہ سے اسباب پر ختم تاج مہربانی ہے۔ کہ کسی چیز سے فتنہ نہیں ہو سکتا۔ آئینہ کے لئے شب کی قید لگائی ہے۔ مگر بنائے عادت غلام کا اس کا دفع اکثر شب ہی کو ہوتا ہے ورنہ وجود نتیجہ کے لئے روز و شب برابر ہیں۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں کہ شب سے شب عدم مراد ہے۔ اور آئینہ شب کنا یہ ہے۔ اعیان معدومہ کی استعداد وجود سے مطلب یہ کہ اعیان معدومہ میں بحالت عدم و مرتبہ ثبوت علمی جس صورت میں وجود اختیار کرنے کی صلاحیت ہو تو وہی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اس کے خلاف کوئی حیلہ اور تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ کما قیل سے

خیال فاسد و چوں کہ بابت قدرت
اس سید روزی داد و خاتمہ تقدیر بقدر

آئینہ مہینہ حیلہ حق پریش

کسیکدشتہ کارش بدست تدبیر

تیرہ روزی نیست امروز کی تدبیر کنم

کے شود و خوش بکھلتاے کش

لغات - گشتی - بفتح کاف تاویس خوب - خوش رفتار کاف تاویس کے ساتھ غلط ہے - جیلہ جی - قدرت جی -
برسر سہلہ -

ترجمہ - بجلادہ شخص اپنے عمدہ حیلوں سے کیا خوش ہو سکتا ہے؟ جو قدرت جی کو اپنے اوپر
سلطہ دیکھتا ہے -

مطلب - کو تیریں و فریقہ غلاب سمجھتا ہے کہ میں تدبیر سے رب کچھ کر لوں گا - لیکن صاحب بصیرت اور بینا
حقیقت جانتا ہے کہ نعم جی کے آگے کوئی تدبیر نہیں چل سکتی - صاحب سے
یا حکیم ایزدی چوہو دیگر و دار خلق غائبانہ رباب رواں امتیازیت

اور وول و ام و دے مے ہند جان تو نے ال جہد نے زریں جہد

ترجمہ - جان تو - قسم ہے - بتقدیر قسم جان تو کہ تا فی بحر عدم - بعض شارحین نے جان تو کو جہد کا فاعل قرار
دیا ہے - یہ غلطی ہے - کیونکہ اس صورت انتشار صما ترازم آتا ہے - کہ پہلے مصرعہ میں جس شخص کا ذکر غائب کیا
تھا - وہی دوسرے مصرعہ میں مخاطب کیا جا رہا ہے -

ترجمہ - وہ (خود تو تقدیر الہی کے) جال میں (پڑا ہوا) ہے اور ایک (اپنا) جال (الگ)
بچھا رہا ہے - تیری جان کی قسم کہ وہ نہ اس جال سے نکل سکے گا نہ اس جال سے -

مطلب - تقدیر الہی کا جال پہلے ہی ہر انسان پر عادی ہے - جس سے وہ نکل نہیں سکتا - اور جس کے متعلق اللہ
ذاتی فرماتا ہے - مَا يَمْلِكُ الْفَعُولُ لَدُنَّی - ایک دوسرا جال وہ اپنی تدبیر کا بچھا رہا ہے - جس سے لمبا یا شرعا
چارہ نہیں - تدبیر کا جال بچھنے سے شک ضروری ہے - مگر اپنے آپ کو رام تقدیر کا مقید سمجھنا اور تقاضے تقدیر کے
غالب آنے پر یقین رکھنا بھی شرط ایمان ہے - مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں - کہ بعض کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے
کہ جہد و جدوجہد جال میں مقید ہے - جس کی اس کو خبر نہیں - اور انشاء و سرور کے لئے جال بچھا رہا ہے - اور حیلہ گریز جال
میں مقید ہے - ممکن ہے کہ وہ بھی کسی بندہ کا بچھا یا ہوا ہو - اور بعض کے نزدیک ہند کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے - اس
صورت میں داو عاطفہ نہیں ہے - اور مطلب یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تیرے جال کے اندر اپنی تقدیر کا دوسرا
جال بچھا رہا ہے - اے جیلہ گریز جی جان نہ خدا کی تقدیر کی گرفت سے بچ سکتی ہے - نہ یہی تدبیر کے پھندے سے
نکل سکتی ہے - حتیٰ کہ خود تیری اپنی تدبیر ہی تجھے تقدیر کے جال میں ڈال دیتی ہے - انتہی - نظامی سے

گر تیر خودون عذاب دلیر پیر خود آید ز بالا برزیر

گر بروید و بریز و صد گیاہ عاقبت بر رویاں کشتہ الہ

ترجمہ - اگر سینکڑوں (قسم کی) گھاس (کے بیج) آگ آئیں - اور اگر چہ (ان کا) آگنا خود بخود
نہیں بلکہ خاص قصد سے (ان کو کسی نے) بویا (بھی) ہو (تو بھی وہ پروان نہیں چڑھیں گے - بلکہ)
آخر کار خداوند تعالیٰ کا بویا ہوا (بیج) ہی اُگے گا -

مطلب - اگر تقدیر الہی کے خلاف کوئی تدبیر میں آئے گے - اور خواہ اس کا عمل میں آنا اتفاقاً نہیں بلکہ
قصداً و اراداً ہو - تو بھی وہ تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی - بلکہ شدت ایزدی کا مقتضا ہی آخر کار ظہور میں آئے گا - لائق ۵۵

چوتھے براعز شش آید فردو تدارد بلند ی دیوار سود
آگے تقدیر کے آگے تدبیر کے بے سود ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

رکشت نوکار ید برکشت نخست **ابن دوم فانی رست اول رست**
ترجمہ۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ تدبیر کی (نئی کھیتی) (تقدیر کی) سابقہ کھیتی کے اوپر
بودی ہے (اس لئے) یہ دوسری (رکشت تدبیر) ضائع ہونے والی ہے اور وہ پہلی (رکشت تقدیر)
تیار ہونے والی۔

مطلب۔ تقدیر کا بیج روزانہ کا بویا ہوا ہے۔ اور تدبیر کا بیج آج کا ہے۔ جس کو تخم تقدیر کے اوپر کھیرا
جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کونسا بیج بار آور ہوگا۔ اور کونسا رائیگاں جائے گا۔ ایسے بیج زونا قرن سے
جڑ پکڑ چکا ہے۔ وہی بار آور ہوگا۔ اس سے آگے تازہ ڈالے ہوئے بیج کا اجزاء اس پر مستط ہونا اور جڑ پکڑنا
شکل ہے ۵

جامی کن اندیشہ کہ تنبیر نیابد در حکم انزل ہر چہ مقرر شدہ باشد

تخم اول کامل و بگزیدہ است **تخم ثانی فاسد و بوسیدہ است**

ترجمہ (دوسری وجہ یہ ہے کہ) پہلا (تقدیر کا) بیج جید اور عمدہ ہے (اور) دوسرا (تدبیر کا) بیج
خراب اور بوسیدہ ہے۔

مطلب۔ تقدیر افعال الہیہ سے ہے۔ اس لئے ہر طرح کامل اور اپنے اثر سے غیر متخلف ہے۔ بخلاف
اس کے تدبیر انسانی افعال سے ہے۔ اس لئے بالکل ناقص ہے۔ اور اس سے اثر و نتیجہ کا ظہور یقینی نہیں۔ اسکا
اور اس کا کیا مقابلہ؟

افکن این تدبیر خود را پیش دست **گر چہ تدبیرت ہمہ تدبیر اوست**

ترجمہ۔ اپنی اس تدبیر کو (اس) دوست (حقیقی تعالیٰ شانہ) کے آگے ڈال دو۔ اگرچہ تمہاری
تدبیر بھی سر اسرارسی کی تدبیر ہے۔

مطلب۔ جب ثابت ہو گیا۔ کہ تقدیر حق کے آگے تدبیر خلق کی کوئی حقیقت نہیں۔ تو بہتر یہ ہے کہ اپنی
تدبیر کے ہتھیار رکھ دو۔ اور اس کی فضا کے آگے گردن رضا جھکا دو۔ جامی ۵

دے کو مبتلاے دوست باشد مراد اور ضاع دوست باشد

رضاعے خود مبارزو در رضایش ہند روعے رضا بر خاک پائش

پھر ساتھ ہی کمال توحید کے درجے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ اپنی تدبیر کو بھی اپنی نہ سمجھو۔ کہ وہ بھی اسی کی قدرت
کے تحت عمل میں آئی ہے۔ کما قالہ ۵

بیج بر گے بر نیفتد از درخت

بے قضا و حکم آن سلطان تخت

کاراں دارو کہ حق افراشتِ سرت آخر آں روید کہ اول کاشتِ سرت

لغات - کارداشتن یا کارے داشتن کسی کام کا اہم ہونا - معتبر ہونا - افراشتن - بلند کرنا - قائم کرنا نصب کرنا - صنائع اول و آخر کا تقابل پر لطف ہے - ترجمہ - اہم کام وہی ہے - جس کو حق تعالیٰ نے قائم کیا ہے - جو رنج بروز ازل سے ہو یا گیا آخر وہی اُگے گا -

ہر چہ کاری از برائے اوبکار چوں اسیر دوستی اے دوستدار

لغات - کاری - فعل مضارع مخاطب از کا مشتق (ہونا) اسیر - قیدی - گرفتار - عاشق ترجمہ (اپنے قول و عمل کا) جو کچھ رنج بونے لگو - تو اس کے لئے ہو - جب کہ تم (اپنے دوست) (حقیقی تعالیٰ شانہ) کے (محبت ایمانی کے) جال میں گرفتار ہو - مطلب - اوپر تک امور کو یہی کا بیان تھا - یعنی دنیاوی امور کے متعلق جو کچھ حیلہ و تدبیر کیا جائے - وہ تقدیر کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتا - اب اس بیت سے امر نشر یعنی کا ذکر ہے - یعنی ہر عمل میں رضائے حق کو مقدم رکھنا اور اسے مخلصانہ کرنا چاہئے - سعدی ۱۱/۵

نگویم تو اندر سیدن بدورت
کے گرتابد ز حرابِ رُوسے
دیں رہ جز آنکس کہ درویشِ اوست
بکفرش گواہی دہند اہلِ کوٹے
تو ہم پشتِ بر قبیلہ در نماز
گرت در خدانیتِ رُوسے نیاز

گردد نفسِ دزد و کارِ او پیچِ گزیدہ آں نے کارِ حق ہیچِ سرت ہیچ

ترکیب - پیچ فعل با فاعل کا مفعول فیہ اگلے دو شعر ہیں - ترجمہ - نفسِ خائن اور اس کے (من مانے) کام کے پیچھے نہ چھرو - کیونکہ جو (کام) خدا کا کام نہیں ہے - وہ نکمٹا ہے نکمٹا -

مطلب - نفس کو چور یا خائن اس اعتبار سے کہا ہے - کہ وہ احکام حق کو دیانت داری سے نہیں بچاتا - بلکہ اس میں بہانہ جوئی اور حیلہ سازی کرتا ہے - یہاں نفس کی انہی باتوں کی بجا آوری سے منع کیا گیا ہے جو اس نے محض باغواے شیطان پسند کر رکھی ہیں - فطرت صحیحہ اُن کی اجازت نہیں دیتی - نہ وہ خدا کے نزدیک اچھی ہیں - لیکن حقوق النفس عند اللہ مسلم ہیں - اور فطرت صحیحہ بھی ان کی مقتضی ہے - مثلاً اکل و شرب و مناجات و معاشرت وغیرہ - ان سے منع نہیں کیا - بلکہ ان کی رعایت رکھنی شرعاً لازم ہے - چنانچہ حدیث میں ہے - **اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا** بے شک تیرے نفس کے لئے تجھے پرجہ ہے - اور دوسرے مصرعہ کے مضمون کی رُو سے بھی نفس کے جائز حقوق خود بخود اس نہی سے ستھڑے ہو جاتے ہیں - کیونکہ اس مہم کے حقوق مشروع ہونے کے اعتبار سے خدائی کاموں میں داخل ہیں - پس یہاں نفس کے انہی کاموں سے منع کیا گیا ہے - جو خدائی کام نہیں - اور وہی ہیچ اور نکمٹے ہیں -

پیش از آنکہ روزِ دین پدید آید

لغات - روزِ دین - یوم الدین - روزِ قیامت - پید - ظاہر - نمایاں - مالک - مالک الملک - حق تعالیٰ - روزِ دین - دین کا چور نفس و شیطان - باطنی اعتبار سے وہ دینی احکام میں روزی و خیات سے کام لیتے ہیں - ترجمہ (نفس سے قطع تعلق کر لو) قبل اس کے کہ قیامت کا دن آجائے - (اور پھر) مالک (حقیقی) کے سامنے دین کا چور (یعنی نفس یا شیطان) خوار ہو جائے -

مطلب - شیطان کے اتباع سے کنارہ دینا ہی کرنا چاہئے - ورنہ آخرت میں جبکہ وہ اور اس کے اتباع سے خدا کے حضور میں خوار و خجل ہوں گے - اس سے ہزاری ظاہر کرنا بے سود ہوگا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وَ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا مِّمَّحْشَرٍ اَلْجَنِّ قَدْ اَسْتَكْبَرْتَ مِنْ اٰیٰتِنَا ۚ وَ قَالَ اُولٰٓئِہِمْ مِنْ اَلْاِنْسِ رَبِّنَا اَسْتَمْتِعْ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَ لَبَغْنَا اَجَلَنَا الَّذِیْ اٰجَلَتْ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَتَوَلَّکُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۚ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ جب (اللہ تعالیٰ) ان سب کو اکٹھا کرے گا - (اور خطاب فرمائے گا) اے شیطانو! تم نے تو بہت آدمیوں کو گمراہ کیا - اور آدمیہ دنیا میں سے جو دنیا میں ان کے دوست تھے - وہ کہیں گے - اے ہمارے پروردگار ہم سے ہر ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا - اور ہمارے لئے جو وعدہ کرنے پھیرا یا بھٹایا اس وعدے تک ہم ان پہنچے - اللہ فرمائے گا (اب) دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے اس میں ہمیشہ رہو گے - اگرچہ تک - اللہ چاہے - بیشک تیرا پروردگار حکمت والا جاننے والا ہے (انعام ع ۱۱۵)

رختِ روزِ دیدہ بتدبیرِ منش

لغات - رخت - مال و اسباب - تن - حیلہ - فریب - مکر - روزِ دوزخ - قیامت - انصاف کا دن - دوزی دراصل دادرسی مینے منصفی ہے -

ترجمہ - اس کا اپنے مکر و فریب سے چرایا ہوا مال و اسباب قیامت کے روز اس کی گردن پر (لدا) ہوگا -

مطلب - حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے جو چیز چرائی ہے - قیامت کو وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا - جس سے وہ اہل محشر میں ذلیل و خوار ہوگا - یہاں یا تو اسی حدیث کا مفہوم مراد ہے - یا رختِ روزِ دیدہ کنایہ ہے اعمالِ بد سے اور برگردنِ بادن سے ان کا وبال مراد ہے - اور یہی مطلب ارجح معنی ہوتا ہے - کیونکہ نفس و شیطان صرف دوزی و خیانت ہی کے مرکب نہیں - کہ قیامت کو صرف اشیائے مسروقہ کا بوجھ ہی ان کے اوپر لدا ہوگا - بلکہ اور بھی گوناگوں معاصی کے مرکب ہیں - ان سب کا وبال ان کا بار دوش ہوگا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَہُمْ اِلَّا سَاۡءَ مَا یُزِدُوْنَ - اور وہ اپنے گناہوں کے (بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے) - اے ہے کیا برا بوجھ اٹھائے پھر میں گے (انعام ع ۴) سدی رہے

مرورِ بارگاہِ اے پسند کہ تھمال عاجز بود در سفر

صد ہزاراں غفل یا ہم پر چہند تا بغیرِ وام او دایم نہند

دام خود را سخت تر باند و بس کے نماید قوتے بابا و خس

لغات۔ برہنہ سعی و تردد و میکند آمادہ سے شہد۔ بغیر۔ علاوہ مراد بر خلاف و مقابلہ نفس۔ تنکا۔ پرکاہ۔
ترکیب۔ شعر اول ترک منہ اور شعر ثانی استدراک ہے۔ اور حرف استدراک "لیکن" بمعنی ہے۔ خس فاعل ہے نماید کا۔

ترجمہ۔ لاکھوں عقلیں متفق ہو کر آمادہ ہوتی ہیں کہ اس کے دام (تقدیر) کے خلاف کوئی (اپنا) دام (تدبیر بھی) بچا دیں (لیکن) وہ (جب دیکھتے ہیں تو) اپنے دام (تقدیر) کو (جس میں مقید ہیں) اور کبھی سخت پاتے ہیں اور بس (پھر کوئی پیش نہیں جاتی) بھلا تنکا کہیں ہوا ہوا کے مقابلہ کی وقعت رکھتا ہے؟

مطلب۔ ادب پر مضمون چل رہا تھا۔ کہ "تدبیر کند بند و تقدیر زند خندہ" اور فرمایا تھا "اور دون دام دا سے ہند" اس آئینہ پر نصیحت کی تھی۔ کہ جو تدبیر قضا کے نفس سے ہو۔ اسکو بالکل اختیار نہ کرو۔ "گر و نفس و زرد و کارا پیچ" اور پھر نفس کے انجام کا ذکر کیا تھا۔ اب اس شعر سے پھر سابقہ مضمون کی طرف عود فرمایا ہے۔ یعنی تقدیر الہی تو گویا ایک آندھی ہے۔ اور تدبیر انسانی گویا تنکا ہے۔ پس تنکا آندھی کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھتا ہے۔ انسان اگر چاہے۔ اپنی تدبیر کی بدولت کند تقدیر سے بھل جاؤں۔ تو یہ ناممکن ہے۔ مکن تلاش رہا کی زوریت اوصاف کہ از کند خدای خلاص ممکن نیست

وزنداری باور از من رو ہیں در بنے واللہ خیر الما کرین

لغات۔ تبہ بضم زون دیا ہے مجمل قرآن مجید۔ خیر الما کرین۔ سب سے اچھا داؤ کرنے والا۔ سب سے اچھا صاحب تدبیر۔
ترجمہ۔ اگر تم کو میری بات کا یقین نہیں تو جاؤ قرآن مجید میں (یہ لکھا) دیکھ لو "اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے"۔

مطلب۔ پوری آیت یوں ہے۔ مکر و داؤ و مکر اللہ واللہ خیر الما کرین۔ انہوں نے داؤ کیا: اور اللہ نے بھی داؤ کیا۔ اور اللہ داؤ کرنے والوں میں سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے۔ (آل عمران ۷۵) اس سے ثابت ہے کہ تقدیر ربانی تدبیر انسانی سے بڑھ کر اور اس پر غالب ہے۔

نکتہ۔ پہلے تقدیر الہی کی فوقیت کا ثبوت عقلاً و قیاساً دیا گیا۔ پھر کہا اگر یوں یقین نہیں آتا۔ تو چلو۔ قرآن مجید پر فیصلہ کرو۔ دیکھو اس میں بھی تقدیر الہی کے غلبہ کا ذکر ہے۔ اس سے یہ عبرت آموز سبق لیتا ہے۔ کہ موجودہ زمانے میں اور اس زمانے میں جبکہ تنہا تصنیف ہو رہی تھی۔ کس قدر تفاوت ہے۔ اس وقت اگر کوئی کسی کی عقلی بات کو نہ مانتا۔ تو اس کا فیصلہ نقلی دلیل سے ہو جاتا۔ اور اب اگر کسی بات کا ثبوت قرآن مجید سے دیا جائے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ جناب ہم کو عقلی دلیل سے سمجھائیے۔ محض نقل کو ہم نہیں مانتے۔ ان لوگوں کی طبائع سلیم تھیں۔ آج کل کے لوگوں کے مزاج امراض روحانیہ سے فاسد ہو رہے ہیں۔ طبع سلیم کا تقاضا یہ ہے۔ کہ عقل کے مقابلے میں نقل کا فیصلہ آخری اور قطعی ہو۔ اگر عقل نفس کے سامنے سرنگوں اور قائل ہو جائے۔ نہما۔ اور اگر اس سے مزاحم ہو۔ تو سمجھنا چاہئے۔ کہ اس میں وہم کا آمیزش ہے۔ گو ہم محسوس نہیں

کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ منقول کے منبع میں غلطی کا احتمال نہیں۔ اور ہماری عقلوں میں غلطی و خطا کا وقوع ذات
 دن تجربہ میں آتا ہے۔ پس عقل خطا کار کی بحال کیا ہے۔ جو نقل منزہ عن الخطا کے حکم کا سقا لیکر سے۔ نقل کو
 عقل سے رد کرنے کی تجویز خود عقل کی ایک غلطی ہے۔ ولنعلم اقبل سے

بکجا رسیدہ باشند چہ بپام عرش کورے بعصار رسیدہ باشند
 عقل سلیم کا مقتضائی ہے۔ کہ جب ثابت ہو جائے۔ کہ یہ خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
 تو فوراً بلا چین و چرا مان لیا جائے۔ اور اگر عقل اس میں حیل و حجت کرے۔ تو سمجھ لیا جائے۔ کہ اس میں وہم کی
 آمیزش ہے۔ ورنہ خود حکم خلاف عقل نہیں۔ یہ امر اس قدر بدیہی ہے۔ کہ اس کا منکر یا مجتہد ہے یا معاند۔
 اور ہر دو صورت ناقابل خطاب ہے۔ حدیث ۵

آئیں کہ بقرآن و خبر زو نہی آئیںت جوابش نہ ہی (کلید شومی)
 آگے مولانا یہ سوال نقل کرتے ہیں۔ کہ جب یہ تدابیر ظاہری بالکل بے کار ہیں۔ اور ہمیشہ جمل تقدیر ہی کا روزگار ہی
 ہے۔ تو پھر ایسی بریکار شی کے پیدا کرنے میں کیا مصلحت تھی۔ پھر خود اس کا جواب دیتے ہیں۔ جس کا خلاصہ
 یہ ہے۔ کہ اس میں صحتیں تو بہت ہیں۔ مگر ان کا بتانا ہمارا منصب نہیں۔

گر تو کوئی فائدہ ہستی چہ بود؟ و سؤالت فائدہ ہستی اعنود؟

لغات۔ ہستی سے عالم تدبیر مراد ہے۔ عنود۔ معاند۔ جھگڑالو۔ فائدہ ہستی میں کیا اضافت ہے۔
 ترجمہ۔ اگر تم کو کہ (جب ہمیشہ اور ہر حالت میں تقدیر بانی ہی کا روزگار ہے تو پھر) عالم (تدبیر کو
 پیدا کرنے) سے کیا فائدہ؟ اے جھگڑالو! (ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ) کیا تمہارے اس سوال
 میں (بھی کچھ) فائدہ ہے؟

گر نذر و ایس سؤالت فائدہ چہ شوم ایں راعبت بے عائدہ

لغات۔ شوم۔ فعل مضارع متکلم پوشنیدن سے داؤد ضرورت ساکن ہے۔ ورنہ اصل میں متحرک ہے
 عبت۔ بے فائدہ۔ عائدہ۔ نتیجہ۔ قرہ۔
 ترجمہ۔ اگر یہ تیرا سوال (بھی) کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔ تو میں اس کو کیا فضول اور بے نتیجہ
 سنوں۔

مطلب یہ ایک الزامی جواب ہو کہ اگر فریض عالم میں کوئی فائدہ نہیں۔ تو پھر تمہارے سوال میں بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر تمہارے سوال میں
 کچھ نہ کچھ شدا کم از کم حصول اطمینان و رفع خلیجان کا فائدہ ہے۔ تو آفرینش عالم میں بھی ضرور فائدہ ہے یہ کیونکہ
 جو مسکتا ہے۔ کہ تمہارے فعل میں فائدہ ہو۔ مگر خالی برجن کا فعل بے فائدہ ہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِنَّمَا خَلَقْنَا کُمْ
 عَبْدًا وَاَنْتُمْ اَلِیْنَا لَا تَرْجِعُوْنَ۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف
 لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ (سورہ سجدہ ع ۶)

و سؤالت فائدہ وارد یقین پس جہاں بے فائدہ نبود ہیں

ترجمہ۔ اور اگر تیرے سوال میں یقیناً (کچھ) فائدہ ہے۔ تو جہاں بھی بے فائدہ نہیں ہو سکتا۔
ذرا غور کرو (تو اس کے فوائد بھی معلوم ہونے لگیں گے)

گزشتہ سوالات پر اسے فائدہ ہاں ہے پس جہاں بے فائدہ آخر خیر است

عروض۔ مصلحت اولیٰ میں فائدہ کے جزو کو اشیاء پڑھنے سے بہت کا وزن درست بیٹھتا ہے۔ وہذا من
بجذبات المتنویٰ ایک اگلے شعر میں بھی یہی کیفیت ہے۔

ترجمہ۔ اگر تمہارے سوال میں بہت سے فائدے ہیں۔ تو آخر جہاں بے فائدہ کیوں ہو؟

وہ جہاں از یک جہت بے فائدہ است از چند جہت بے فائدہ است

ترجمہ۔ اور اگر جہاں ایک پہلو سے بے فائدہ ہے۔ تو دوسرے پہلوؤں سے اس میں بہت
سے فائدے ہیں۔

مطاب۔ جہاں کو من کل الوجہ بے فائدہ سمجھنا غلطی ہے۔ فرض کرو کہ وہ ایک حیثیت سے بے فائدہ ہے
تو دوسری حیثیتوں سے مفید بھی ہے۔ اگرچہ ہم ان حیثیتوں کی تفصیل و تعیین نہ کر سکیں۔ اور یہ کچھ ضروری
نہیں۔ کہ جو چیز ایک جہت سے بے فائدہ ہو۔ تو اس کو کسی حیثیت سے بھی عمل میں نہ لایا جائے۔ مثلاً ایک کام
تمہارے لئے مفید ہے۔ اور میرے لئے غیر مفید پس تم اس کے اس غیر مفید پہلو کا لحاظ نہ کرو گے۔ اور
ضرور اس کو عمل میں لاؤ گے۔ آگے یہی فرماتے ہیں۔

فائدہ تو اگر مراد فائدہ نیست مراد چوں فائدہ است ازوے ماست

ترجمہ۔ اگر تمہارا فائدہ میرا فائدہ ہے۔ تو جب وہ تمہارے لئے فائدہ ہے۔ تو اس سے
باز نہ رہو (ضرور کرو)

فائدہ تو اگر مراد نبود مفید چوں ترا شد فائدہ گیرے مرید

ترجمہ۔ اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں۔ تو اسے مرید جب وہ تیرے لئے (سراسر) فائدہ
ہے۔ تو اس کو اختیار کر لے۔

وہم زان فائدہ حرّ ابن حرّ مراد چوں فائدہ است از ان مبر

لغات۔ حرّ بن حرّ۔ آزاد کا بیٹا آزاد۔ وہ شخص جس کا آزادی خاندانی امتیاز ہو۔ مراد بے نیاز۔ بے پروا
مبجہ۔ امر متناعی بریدن دکاشنا سے قطع تعلق نہ کر۔

ترجمہ۔ اور اگرچہ میں اس فائدے سے بے نیاز ہوں۔ جب (یہ) تیرے لئے فائدہ ہے۔ تو
اس سے پہلو تہی نہ کر۔

نکتہ۔ ایک ہی مضمون کو تین مرتبہ کر کے بعد ترے دھڑ دھڑ کرانے اور خصوصاً اس میں مرید کے لقب سے

خطاب کرنے میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مرید کی تربیت و تکمیل میں یہ پیر کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اگر اس مسئلے میں کچھ فوائد مثلاً شہرت و نام آوری اور فتوحات وغیرہ ہیں بھی۔ تو وہ شیوخ مرزواور پیرانِ مکار کو مطلوب ہوتے ہیں۔ ایک پیر کامل اور شیخِ وصل ان فوائد سے خرابینِ حذر رہے نیاز ہوتا ہے۔ پس سراسر اس میں مرید ہی کا فائدہ ہے۔ اس لئے اس کو ہم دینِ اشتیاق ہو کر دو دو ہاتھوں اس فائدے کو سمیٹنا چاہئے۔

کمش دست طلب از دین صدق طلب صا کہ گمراہی سے شود آنکس کہ از مہر جدا ماند
بار بار تاکید کی ہے کہ اس فائدے کو نہ چھوڑو "از دے مالیت" "گیراے مرید" "از این مہر" اس سے ظاہر ہے کہ چشمہ فیض بے نیاز ہونے کے باوجود خود جوش میں ہے کہ کوئی اس سے تشنہ کام نہ جائے۔
صائب ہ بیار اگر زور دہو غافل از طیب دارد دل حبیب ز بیمار آگہی

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید سے کوئی خطا سرزد ہوئی۔ جس سے وہ شدتِ خجالت کے سبب خانقاہ سے بھاگ گیا۔ مدت تک حاضر نہ ہوا۔ ایک دن حضرت جنید رہ اپنے اصحاب کے ساتھ بازار میں جا رہے تھے۔ اتفاق سے وہی مرید سامنے آنا نظر پڑا۔ جو آپ کو دیکھ کر بھاگا۔ اداس ایک کوچے میں گھس گیا۔ حضرت جنید رہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ تم لوگ چلے جاؤ۔ ہمارا ایک مرغ جال سے بھاگا ہو ہے۔ اس کو پکڑیں گے۔ مرید نے پلٹ کر دیکھا۔ کہ شیخ پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ بہت پریشان ہوا۔ اور تیزی سے چلنے لگا۔ چلتے چلتے ایسی جگہ پہنچا۔ کہ آگے راستہ نہ تھا۔ شرم کے مارے دیوار میں ٹکدے کر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا۔ حضرت! کہاں تشریف لارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہم وہاں آ رہے ہیں۔ جہاں مرید کو دیوار نے روک رکھا ہے۔ تاکہ پھر اس کو خانقاہ میں لے جا کر ایسا بنا دیں۔ کہ کوئی دیوار اس کے راہ مقصد میں حائل نہ ہو سکے۔ اور ہر چیز اس کے راستے سے ہٹ جایا کرے۔ صائب ہ

قدم سعی تو در دامن تن چیدہ است ورنہ افلاک ترا اطلس پاند از دست

حسن یوسف علیہ را فائدہ گرچہ برخوان عیث بد زائدہ

لغات۔ عالمے میں یوسفیم کے لئے ہے۔ اخوان سے اخوان یوسف مراد ہیں۔ زائدہ مجھے مرید بکثرت بر شدت۔ بالکل سراسر یا اس کے معنے زائدہ مقصود کے ہیں۔ اس صورت میں یہ لفظ معطوف ہے عیث پر بحدت عاطف۔

ترجمہ (دیکھو) حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن (وجہ جمال) ایک جہان کے لئے مفید (نظارہ) تھا۔ اگرچہ ان کے بھائیوں کے سامنے بالکل فضول تھا۔ (یا فضول اور زائد چیز تھا) مطلب۔ اوپر یہ کلیہ بیان کیا تھا۔ کہ ہر چیز میں وجہ مفید اور من وجہ غیر مفید ہوتی ہے۔ اب اس کے چند نظائر پیش فرماتے ہیں۔ جن میں پہلی نظیر حسن یوسف ہے۔ جو دنیا جہان کے لئے آرام جان تھا۔ حتیٰ کہ زلیخا اسے خواب ہی میں دیکھ کر ہزار جان سے زلیخہ ہو گئی۔ مگر وہی حسن برادرانِ یوسف کے لئے سوہن روح تھا حتیٰ کہ ان کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اُفْتَلُوا یُوسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَدْخِلْنَا یُوسُفَ کُوجان سے اُر ڈالو۔ یا کسی جنگل بیابان میں اسے ڈال دو (یوسف ع ۲) آخر ان کی زیادہ سے زیادہ قدر کی تویہ کی۔ کہ چند درموں کے عوض

کچھ خود جوش اناضلم ہو کر غضب کرتا ہے

ان کو بیچ ڈالا۔ دیکھو کہ چھینکے تجھیں دے را ہم مَعْدُوْدَہ (دوسرا ع ۲) جامی رحمت
 زیا کاراں کہ جنس جاں فرسشد چنان پیسے چنیں ارزاں فرسشد
 خراج ہر یک دیدار از دوسے ستارے جاں بیک گفتار از دوسے
 ولے این رخ را یعقوب داند زلیخا میں خریداری تو اتم

لُحْنِ دَاوُودِی چنان محبوب بود لیک بر محبوب بانگ چوب بود

لغات۔ لُحْنِ دَاوُودِی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز۔ جس کا یہ اثر تھا۔ کہ پرندے اس کے سننے کے لئے جمع ہو جاتے۔ پھل جلد میں اس کا ذکر کر چکا ہے۔ محبوب۔ پسندیدہ۔ محبوب محروم۔ منکر۔ بانگ چوب۔ لکڑی کی چوڑی چوڑی۔ چونکہ اور چھکڑے وغیرہ سے نکال کرتی ہے۔

ترجمہ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز اس قدر پسندیدہ تھی کہ پرندے تک شائق تھے لیکن منکر کے نزدیک اس کی وقعت لکڑی کی چوڑی چوڑی (سے زیادہ نہ) تھی۔ صائب سے زلفہ سخی داؤد گوش میگیرند نقاں کہ نغمہ شناسے دریں دیار نماند

آب نیل از آب حیوان بد فرزوں لیک بر قبلی منکر بود غول

لغات۔ آب نیل۔ دریائے نیل کا پانی۔ آب حیوان۔ آب حیات۔ وہ چشمہ جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ جو شخص اس کا پانی پی لے۔ تو زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ کبھی نہیں مرنے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت خضرم لے اس کا پانی پی لیا تھا۔ اس لئے ہزار سال سے آج تک زندہ ہیں۔ قبلی۔ فرعون مراد ہے۔ کیونکہ وہ قبلی قوم سے تھا۔ خون۔ کیا یہ ہے موت سے اس شعر میں حضرت موسیٰ اور فرعون کے اس قصے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے نیچے ظلم سے نجات دلا۔ ان کے لئے ہر سے نکال کرنے جاتے تھے۔ فرعون نے اپنے دشمن سمیرت ان کا تعاقب کیا۔ سامنے دریائے نیل آگیا۔ حضرت موسیٰ کے معجزے سے اس میں خشک ہو راستہ نکلی آیا۔ جس سے وہ اپنی قوم سمیرت پا رہے گئے۔ مگر جب فرعون اور اس کی فرج نے اس میں قدم رکھا۔ تو دریائے نیل موت ثابت ہوا۔ اور حضرت موسیٰ کو دشمن سے نجات دلا۔ ان کے حفاظ سے آب حیات۔ آب نیل حیوان بد فرزوں میں یہ کہتے ہیں۔ کہ آب حیات سے صرف زندگی محفوظ رہتی ہے۔ دشمن نہیں مرسے۔ مگر آب نیل نے حضرت موسیٰ کی زندگی بھی بچائی۔ اور دشمن کو بھی ہلاک کیا۔

ترجمہ (دریائے نیل کا پانی) حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے لئے آب حیات سے بھی بڑھ کر ثابت ہوا تھا۔ لیکن (وہی پانی) فرعون منکر کے لئے موت (من گیا) تھا۔

ہست بر مومن شہیدی زندگی بر منافق مردن است و زندگی

لغات۔ شہیدی۔ شہادت۔ آخر میں یا سے مصدری ہے۔ زندگی۔ تباہی۔ بربادی۔ صانع زندگی اور زندگی میں صنعت تجنیس مضارع۔

ترجمہ - شہید ہو جانا موت کے لئے زندگی ہے۔ اور منافق کے لئے موت اور تباہی ہے۔ مطلب - شہیدوں کے زندہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاوْنَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُدْرِكُونَ ۚ فَرِحَ جَنَّاتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنَ تَقْصِيمِهِمْ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اور اسے پیغمبر! بجزوگاہ اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں۔ ان کو مرنا ہی خیال نہ کرنا۔ بلکہ اپنے پروردگار کے لئے ایسے جیتے (جاگتے موجود) ہیں۔ ان کو روزی ملتی ہے۔ (اور) جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے۔ جسے اس میں گن ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد (زندہ رہے اور) ابھی ان میں اگر شامل نہیں ہوتے۔ ان کی نسبت (در خیال کر کے) خوشیاں مناتے ہیں۔ کہ (یہ بھی) شہید ہوں تو ہماری طرح) ان پر بھی انہی کی قسم کا خوف (طاری) ہوا ورنہ یہ (کسی طرح) زندہ خاطر میں (آل عمران ع ۱۶)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جب ہمارے بھائی جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسموں میں ڈال دیا۔ وہ بہشت کی بندوں پر اترتے ہیں۔ اور اس کے پھل کھاتے ہیں۔ اور ملائی قدریوں میں ٹھکانا کرتے ہیں۔ جو عیش کے۔ اُسے میں لنگ رہی ہیں۔ پھر جب ان کو اپنے کھانے پینے اور آرام و راحت کے مزے محسوس ہوئے۔ تو کہنے لگے۔ کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری حالت سے مطلع کرے۔ کہ ہم بہشت میں زندہ ہیں تاکہ وہ بہشت سے بے پروا نہ ہوں۔ اور نہ جنگ سے کنارہ کشی کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ان کو ہماری حالت سے مطلع کر دوں گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا (ابوداؤد - حازن) و نفع باقیل سے

کفند فنی اناں روشید را ابر ذنت کہ ہر کوشش ادگشت با سہ گذارو
مطلب - یہ کہ میدان ہما میں مقتول ہو جانا مومن کے لئے نیات ابدی ہے۔ اور کافر کے لئے موت ایک ہی چیز ایک کے لئے ترقی ہے دوسرے کے لئے زہر۔

چھیت در عالم بگو یک نعتی کہ نہ محروم اندازوے اُستے
ترجمہ (غرض ہمیں) بتا دو کہ کیا دنیا میں کوئی ایک ایسی نعمت موجود ہے جس سے ایک بڑی عات محروم نہ ہو (اور اس کے لحاظ سے وہ چیز بے فائدہ نہ ہو)۔

گاہ و خرافائدہ چہ در شرک و ہست ہر جائز اکیے تو تے و گر
ترجمہ - مثلاً بیل اور گدھے کو شکر میں کیا فائدہ ہے؟ (کچھ بھی نہیں) کیونکہ ہر (حقیقی) جان کے لئے ایک حد کا نہ غذا ہے۔

لے نامہ ذائقہ کنایہ ہے اہلکار اللہ و سلاطین کی وفات سے۔ ہندی میں بھی اسی محاورے کے شاعر چلا بدلتا کرتے ہیں۔ شاعر نے شہیدوں کی زندگی کا مضمون خوب ادا کیا ہے۔ یعنی شہیدوں کو کپڑوں سمیت دفن کرنے سے یہ اشارہ مراد ہے۔ کہ ایساں جامہ لئے گذار نہ بیٹے لئے میرزا ۱۲

مطلب - شکر عموماً انسان کی غذا ہے۔ اس لئے بہائم کو عاودہ اس سے کوئی سروکار نہیں۔ تو کیا یہ اور ایسی دیگر اشیا جن میں ایک جماعت کو کچھ فائدہ متوقع نہ ہو۔ مخلوق نہیں ہیں و ضرر دہیں۔ پھر کیا ان کی تخلیق عبث ہے۔ اس کو کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا۔ پھر تخلیق عالم کیوں عبث ہونے لگی۔

لیک گراں قوت برائے عارضی پس نصیحت کردن اور رضی است

لغات - عارضی غیر اصلی - چند روزہ - جو مداخل طبیعت نہ ہو۔ رضی - چابک سواری - گھوڑے کو سدھانا۔ ترجمہ - لیکن اگر وہ غذا اس پر عارضی ہے۔ تو اس کو نصیحت کرتا۔ چابک سواری (کاکام دیتی) ہے۔

مطلب - اوپر بھانپا تھا کہ ہر مخلوق کے لئے ایک جداگانہ غذا ہوتی ہے۔ اب فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اپنی اصلی غذا کے علاوہ دوسری غذاؤں کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اور ان کو اپنی اصلی غذا سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کو اس غیر مناسب غذا سے باز رکھنے کے لئے نصیحت و موعظت کرنی پڑتی ہے۔ جس سے امید ہے کہ وہ اس مضر و غیر مفید غذا کو ترک کر دیں۔ اور یہ نصیحت ان کے لئے وہی کام دیتی ہے۔ جو سرکش گھوڑے کے لئے چابک سواری جس سے گھوڑا اپنی سرکشی و شرارت کو چھوڑ دیتا ہے۔ سعدی ۱۷۷

نصیحت کہ خالی بود از غرض چو داروئے تلخ مرست دغ مرض
مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں کہ انسان کی فطرت معرفت کی مصطفیٰ ہے۔ اور یہی اس کی اصلی و روحانی غذا ہے۔ لیکن اس کی جسمانی زندگی کے قیام کے لئے آب و گل بھی اس کی غذا قرار پائی۔ جو حیاتِ حیوانیہ کے لئے بقا تک ایک عارضی غذا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو شخص اس عارضی غذا کی چاٹ میں ایسا غرق ہو کہ اسی کو اپنا مقصد حیات بنائے۔ اور معرفت کی روحانی غذا کی پروا نہ کرے۔ اس کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اغذیہ دماشریہ کے دلدادہ نہ ہو۔ یہ مقصود اصلی نہیں ہے۔ بلکہ عارضی ہے۔ معرفت حق کے طلبگار بنو۔ وہی مقصود اصلی ہے۔ سعدی ۱۷۸

خود را برائے زیستن و ذکر کردن است تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

چوں کہ کسے کو از مرض گل داشت دو گر چہ پندار و کہ آں خود قوت او رت

ترجمہ - مثلاً جو شخص (فساد ہشتہا کے) مرض کے سبب سے مٹی (کھانا) پسند کرے۔ اگر چہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ اس کی (اصلی) غذا ہے۔ مگر۔

قوت اصلی را فراموش کردہ است رُوئے در قوت مرض آورده است

ترجمہ - اس نے اپنی اصلی غذا کو بھلا دیا ہے۔ بیماری کی (تاثر سے جس مضر) غذا کو جی چاہا۔ اس پر متوجہ ہو رہا ہے۔

نوش را بگذاشته خوردہ است قوت علّت پچو چویش آوردہ است

لغات - نوش - تریاق - شہد سم - زہر - مراد خوراک مضر - ہچو چوب - مراد لاغر - سوکھ کر کاٹا ہوا جانے والا -
ترجمہ - تریاق کو چھوڑ کر زہر کھا گیا ہے - مرض کی (وجہ سے مرعوب ہونے والی) غذائے اس کو
کھانسی کی طرح (لاغر) بنا دیا -

مطلب - ہر چیز اپنی مناسب و فطری غذا سے پھلتی پھولتی ہے - اور نامناسب و غیر فطری غذا سے لاغر اور
تہ حال ہونے لگتی ہے - اس طرح جب فساد ہوتا ہے مضر اشیا کے کھانے کی رغبت ہوتی ہے - اور انسان ان
کو کھانے لگتا ہے - تو چونکہ ان میں تغذیہ و تنمیه کا مادہ نہیں ہوتا - اس لئے لاغر ہونے لگتا ہے - سعدی رحمہ
کہ در سینہ پیکان یترتار بہ از نقل ماکول اسازگار

قوتِ اصلی بشر نور خداست قوتِ حیوانی مر اور نامہر است

ترجمہ - انسان کی اصلی (روحانی) غذا (معرفت) خدا کا نور ہے (لہذا) اس کے لئے (صرف) حیوانی
غذا (پراکتفا کرنا) زیبا نہیں -

مطلب - اوپر کے بیان سے چند باتوں کا افادہ ہوا - یعنی (۱) مخلوقات کی غذائیں مختلف ہیں - ہرست ہر جائز
کے قوتے دگر (۲) کبھی کوئی مخلوق اپنی فطری اصلی غذا کو چھوڑ کر غیر فطری و عارضی غذا بھی اختیار کر لیتی ہے
"لیک گر آں قوت بردے عارضی است" (۳) ایسی غیر فطری غذا عموماً غلبہ مرض سے پسند آئے لگتی ہے -
"چوں کہ کو از مرض کل داشت دوست" (۴) ایسی غذا ضرور نقصان پہنچاتی ہے - قوتِ علت ہچو چوبش
کردہ است (۵) پسند و نصیحت سے ایسی غذاؤں کی عادت ترک ہو سکتی ہے - پس نصیحت کردن اور رافضی است
یہ تمام باتیں اصل مقصود کے مقدمات تھے - اب اس شعر سے اصلی مقصد بیان فرماتے ہیں - یعنی روح انسان
کی اصلی غذا معرفت حق کا نور ہے - اور قوتِ حیوانی جو بہیمیت و سبعیت پر مشتمل ہے - فساد مزاج کی صورت
میں اور ہی قسم کی غذائیں چاہتی ہے - یعنی لذات جسمانیہ و شہوات نفسانیہ جو مقصود اصلی نہیں ہیں - بلکہ فساد
کی صورت میں سخت مضر و ہلک ہیں - حافظہ سے

براہ قوتہ چاہ است مر نہادہ مرو بجام توہمہ زہرست ناچشہ مخر

لیک از علتِ دین اقتاد دل کہ خور داووز و شب از آب و گل

ترجمہ - لیکن (فساد) اشتہائے مرض کے سبب دل اس میں پھنس گیا - (اور ہر وقت یہی چاہتا
ہے) کہ رات دن اسی پانی اور مٹی (یعنی مادی لذتوں) کو چکھتا رہے -

مطلب - غلبہ نفس سے روحانیت کمزور ہو جاتی ہے - تو دل حیوانی لذات کا حریص ہو جاتا ہے - آخر
انسانی صفات سے معری اور حیوانی آفتاب سے موصوف بن جاتا ہے - سعدی رحمہ

کے کو شکم بندہ شد چوں ستور ستورے بروں آید از ناب گور
چو آید قیامت تر از بدست زگادی بہ خرابیش بر پشت

روے زرد و پائے سرت دل سبک کو غذائے السما ذات الحُبک

لغات - رُو سے زرد - لاغر و کمزور - محروم و مایوس - پائے سست - سست رفتار - نا امید - دل سبک - کمزور دل - وَاللّٰہِ شَہَادَاتُ الْحُبُّ بَکْ - سورہ ذاریات کی آیت سے اقتباس ہے - جس کے معنی ہیں - متم ہے راستوں و آسمان کی - اور اس سے ساتواں آسمان مراد ہوتا ہے -

ترجمہ (آخر ان مضر و مافوق غذاؤں سے اس کی روح کا) چہرہ زرد - پاؤں سست اور دل کمزور ہو گیا - کہاں آسمانی غذا (اگر وہ کھائی ہوتی تو یہ حالت کیوں ہوتی) **مطلب** - یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ مصرعہ اول میں رُو سے زرد وغیرہ صفات کو معنی حقیقی پر محمول کیا جائے اور دوسرا مصرعہ الگ جملہ قرار پا کر مولانا کا مقولہ بن گیا - لیکن اگر ان صفات سے کنایات مقصود ہوں - تو دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے مضمون کا تتمہ بن جائے گا - اور ترجمہ یوں ہوگا - (ایسی غذا کھا کر روح) مبتلا سے حران و ایوسی ہے اور اس کا دل دھڑکتا ہے (اس صحت سے کہ) وہ آسمانی غذا کہاں ہے (جسے کھا کر میں اس کے راستوں سے داخل ملا کہ ہو جاتی) بہ کیف لذات جہانہ سے عینے روح لاغر و زرد و اور خرفنس فرہ و توانا ہوتا جاتا ہے - سعدی سے

ہے میروت عینے از لاغری نور بند آئی کہ خبر روری
ہیں اسے فرومایہ دنیا محرز جو خبر با بخیل عینے نخسہ

آں غذائے خاصگان دولت **خوردن آں بے گلو و آلت رت**

لغات - خاصگان جمع خاصہ - خواص - خاص لوگ - مقربین - خاصگان دولت مقربین درگاہ و ذرا سے سلطنت - آلت آلہ - ذریعہ فعل - مراد چچی - رکابی وغیرہ - آلات خورد و نوش -
ترجمہ - وہ (عالم بالا کی) غذا (پھر کس و ناکس کا حصہ نہیں بلکہ خاص) مقربان درگاہ (حق) کے لئے ہے - اس کا کھانا دنیا (ناسوتی غذاؤں کی طرح نہیں - بلکہ وہ) خلق (سے منگے بدون) اور چچی رکابی کے بغیر (کھائی جاتی) ہے -

شد غذائے آفتاب از نور عرش **مخسود و یور از دود و فرش**

لغات - نور عرش - نور معرفت - حسود - دود - شیطان - فرش - زمین -
ترجمہ - آفتاب کی طرح روشن رہنے والے دلوں کی غذا نور معرفت ہے (اور) حاسد شیطان کو (کروہات) زمین کے دھوئیں سے (غذائتی) ہے -
مطلب - عارف کی تمثیل آفتاب کے ساتھ ایسے مناسبت ہے کہ ایک تو وہ آفتاب کی طرح نور معرفت سے تاباں و روشن ہے - دوسرے جس طرح آفتاب کا نور موتی و کافر - دوست و دشمن اور اچھے برے سب کے لئے وقف ہے - اس کو کسی سے حسد و بغل نہیں ہے - اسی طرح عارف کی برکات سے بھی ہر قسم کے لوگ علی قدر مراتب مستفیج ہوتے ہیں - بخلاف اس کے منکرین کو شیطان سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح شیطان نے حضرت آدم پر حسد کیا - اسی طرح منکرین اہل کمال پر حسد کرتے ہیں - اور ان سے لوگوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا -
کما قالہ

کاربر و مال روشنی و گرمی مست کار و نال حیلہ و بے شرمی مست

در شہیدان یُزْزَقُونَ فَرَزَقَهُمْ فَرَزَقُ حَقِّ آلِ غُذَارِیْنَ دِلِیْنَ بِنِ طَبَقِ

لغات - یُزْزَقُونَ اشارہ ہے سورہ آل عمران کی اس آیت کی طرف کہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُزْزَقُونَ فَرَزَقَهُمْ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (الایہ) یہ ترجمہ تقویٰ و دیرینہ گرجہ کا - طہ - تھا - تھا -

ترجمہ (چنانچہ) شہیدوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یُزْزَقُونَ (ان کو رزق دیا جاتا ہے) فرمایا ہے - تو اس غذا کے لئے (جو ان کو دی گئی) نہ (یہ) منہ دکھانے کا کام دیتا (تھا) نہ تھا (جس میں اسے رکھا جاتا)

رفع اشتباہ - شاید کسی کو یہاں یہ شبہ عارض ہو کہ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شہیدوں کو عند اللہ جو رزق ملتا ہے - وہ کوئی امر منوی ہے جتنی نہیں - جو اعضا و جوارح کے تھس سے چل کیا جاتا ہو - حالانکہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ شہید لوگ بہشت کی نروں سے پانی پیتے ہیں - اور اس کے میوے کھاتے ہیں - لہذا اس بیان میں اور احادیث کے مضمون میں تعارض معلوم ہوتا ہے - اس کے جواب میں مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں: اور مولوی قاسم سرہ نے یا تو اشارہ کی زبان سے معرفت کو رزق پر چل کیا ہے - کہ یہ دل کی غذا نہ اور طبق کے بغیر ہے - یا رزق سے عام مراد لیا ہے - جو دونوں قسم کے رزق کو شامل ہے - یا رزق اپنے معنی پر محمول ہو - اور مَا أَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ سے علم و معرفت کا رزق مراد ہو - اور بہر تقدیر اس بیان میں اس رزق کا انکار نہیں - جو نہ سے کھایا جاتا ہے - پس کوئی اس سے اس رزق کے استفا کا توہم نہ کرے - کیونکہ اس قسم کا رزق پہنچنا اور منہ سے طعام کھانا شہیدوں کے لئے قطعی اور مسلم ہے - سلمان اس کا انکار نہیں کر سکتا - بلکہ بیات کا مقصود رزق - نہ مت ہے - بلکہ یہ رزق طعام بھی پہنچتا ہو - انتہی - کلیہ شہیدوں میں ایک شایع فرماتے ہیں - کہ الفاظ آیت فی نفسہا اس شعر کے معنی سے آتی نہیں - محض عموم میں - لہذا یہ تفسیر ان تفسیر کے بھی خلاف نہیں - جن میں ان کی تفسیر غذا یہ جنت سے کی گئی ہے - کیونکہ وہ تعین یک نوع رزق ہے - اور یہ تشریح نوع دیگر - ہذا ما عندی فی توجیہ ہذا المقام واللہ اعلم بالصواب - اتع

دل زہرے غذائے میخورد دل زہر علمے صفائے مے برد

لغات - رائے - عقل - فکر - قیاس - صفائی - شستگی - جلا و تابش -
ترجمہ - دل بہ قسم کی عقل (اور فکر) سے غذا کھاتا ہے - دل ہر علم سے صفائی (اور نور زینت) حاصل کرتا ہے -

مطلب - دل کی غذا بھی دیگر مشایخ کی غذا کی طرح مختلف ہے - چنانچہ اس کی غذا فکر و نظر ہے جس سے اس کو تقویت حاصل ہوتی ہے - اور علوم معنیہ بھی اس کی غذا ہیں - جن سے اس کو صفائی اور قوت ادراک ملتی ہے -

صورت ہر آدمی چوں کاسہ است چشم از معنی او حساسہ الیت

لغات - صورت - ظاہری وجہ کاسہ - پیالہ - حساسہ - بہت احساس کرنے والا -
ترجمہ - ہر آدمی کی صورت (ٹوگیا) ایک پیالہ ہے - آنکھ (اس صورت سے قطع نظر کر کے صرف)
اس نئے معنی کا ادراک (کرنا پسند) کرتی ہے -

مطلب - جس طرح دل کی خاص غذا ہے - چشم بصیرت کی غذا بھی خاص ہے - دیکھو صورت اور معنی دو متقابل
امر ہیں - اور ہر انسان میں دونوں اکٹھے پائے جاتے ہیں - صورت کی مثال پیالہ کی سی ہے - اور معنی کی مثال
پیالے کے اندر کی چیز کی سی - اور جس طرح وہ پیالہ کے اندر کی چیز مقصود لذات ہوتی ہے نہ کہ پیالہ - اسی
طرح چشم بصیرت کے لئے صرف معنی مقصود ہے نہ کہ صورت - وہی اس کی غذا ہے - جو دوسری
اشیاء کی غذا سے جدا گانہ ہے - امر خیر و رے

بصورت خوش مشکر زوئے معنی نے خامہ نکو تراز نے نقد

حافظ رے

حسن مردیان مجلس گرجہ دل سے برد و دیں عشق با بلطف طبع و خوبی اخلاق یود

ازلقائے ہر کسے چیزے خوری و زقران ہر کسے چیزے بری

لغات - قاء - ملاقات - قرآن - نزدیکی - قرب - صحبت -
ترجمہ - ہر شخص کی ملاقات سے تم کچھ نہ کچھ (ذائقہ) چکھو گے - اور ہر شخص کی صحبت سے
کچھ نہ کچھ حاصل (رہی) کر دو گے -

مطلب - جب یہ معلوم ہو چکا - کہ ہر چیز کی غذا جدا گانہ ہے - اور یہ بھی ظاہر ہو گیا - کہ انسان کی اصلی غذا
روحانی ہے - تو اب معلوم ہونا چاہئے - کہ جب تم کسی سے ملتے ہو - تو اس سے کوئی نہ کوئی غذا خواہ روحانی
ہو یا حیوانی - قلبی ہو یا عینی - مفید ہو یا مضر تم کو ضرور ملتی ہے - اور یہ بھی واضح رہے - کہ ہر شخص کی ملاقات
سے تم ضرور کچھ نہ کچھ خوشی یا غم - امید یا ناامیدی - راحت یا زحمت حاصل کرتے ہو -
آتش ازخانہ ہمسایہ ہمسایہ منت صائب از پہلو دل درد و غم اندوختہ است

اس کی وجہ یہ ہے - کہ حق تعالیٰ نے دو چیزوں کے قرآن میں یہ خاصہ رکھا ہے - کہ اکثران سے ایک تیسری چیز پیدا
ہو جاتی ہے - اب اس کے چند نظائر بیان فرماتے ہیں -

چوں ستارہ با ستارہ شد قرین لائق ہر دو اثر ز اید نقیس

ترجمہ - جب ایک ستارہ (دوسرے) ستارے کے ساتھ (کسی برج میں) قرآن ہوتا ہے - تو
دونوں سے مناسب کوئی اثر (ضرور) پیدا ہوتا ہے -

مطلب - ایک ستارے کا دوسرے ستارے کے ساتھ قرآن ہونے سے جو اثر پیدا ہوتا ہے - اس سے
یا تو ایک کا دوسرے کی قوت کو کمزور کر دینا یا بڑھا دینا مراد ہے - جو مستبعد نہیں - یا وہ اثر مراد ہے - جو بقول

اہل تجسیم عبادت یا نجاست کی صورت میں دوسری مخلوق پر پڑتا ہے۔ جیسے اگر مشتری وزہرہ کے ایک برج میں جمع ہونے کے وقت کوئی بچہ پیدا ہو۔ تو اس کو نہایت خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ اور اس کو صاحب قرآن کہتے ہیں۔ یعنی اس کی ولادت کے وقت سعد اکبر (مشتری) اور سعد اصغر (زہرہ) ایک برج میں مقارن ہیں۔ مگر نجوم کی ایسی تاثیرات کا اعتقاد شرعاً غلط نہیں ہے۔ اس لئے یہاں یہ مقصود نہیں ہو سکتا۔ الا بتاویل تاثیر کو اکب کے متعلق مولانا روم کے اقوال کی تاویل مفصلاً مفتاح العلوم دفتر اول کے حصہ اول میں گزر چکی ہے۔

از قرآن مرد و زن زالید بشر و ز قرآن سنگ و آہن ہم شر

ترجمہ۔ مرد اور عورت کی صحبت سے (ایک تیسرا) انسان (یعنی ان کا بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اسی طرح) سنگ (چقاق) اور لوہے کے ٹکڑے سے بھی چنگاری پیدا ہوتی ہے۔

در قرآن خاک بابا را نہا میوہا و سبزہا را ریجا نہا

لغات۔ بابا نہا۔ بارشیں۔ ریجا نہا۔ جمع ریجان۔ سبزہ۔ نازبو۔ گسرخ کے سوا باقی ہر قسم کے پھولوں کو بھی ریجان کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ اور (اسی طرح) مٹی کے بارشوں کے ساتھ ملنے سے میوے۔ سبزے اور پھول آتے ہیں۔

و ز قرآن سبزہا با آدمی دلخوشی و بخی خسترمی

ترجمہ۔ اور (بھراگے) ان سبزہوں (ترکاریوں) کے آدمی کے ساتھ (بطور غدا لے کر) مل جانے سے (صحت جسم کی بدولت) فرحت دل۔ بشارت اور مسرت (محال ہوتی ہے)

و ز قرآن خسترمی با جان ما مے بڑاید خوبی و احسانہا

ترجمہ۔ اور ہماری جان کے ساتھ خوشی کے مل جانے سے (بہت سی باتوں میں) خوبی اور کمالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

مطلب۔ دل خوش رہے تو ہر کام خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام پاتا ہے۔ طاعات و عبادات میں لطف آتا ہے۔ بنی نوع کے ساتھ تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ دینی و دنیوی ہمت کو کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے کی ہمت رہتی ہے۔ سعدی رحمہ

بکایتہ کہ روی تازہ رو و خندان رو فرد نہ بند و کار کشا وہ پیشانی

صائب

مرا خورسندی از سامان دنیا خستہم دارد دل خورسندہا کس دارد از دنیا چہ غم دارد

قابل خوردن بود اجسام ما چوں برآید از تفریح کام ما

ترجمہ۔ جب سیر (تفریح) سے ہماری مراد پوری ہو جاتی ہے (تو اس کا اثر ہمارے جسم پر) یہ ہوتا ہے کہ وہ غذا پانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

مطلب۔ یہی دو چیزوں کے باہم مل جانے سے تیسری چیز کے پیدا ہونے کی مثال ہے۔ یعنی سیر و تفریح کے یکساں متوازن ہونے سے اشتهاء غذا اور قوت انصاف پیدا ہوتی ہے جو سیر و تفریح کے فوائد خاص ہیں۔ اور انہی وجہ سے ہوا خوری مفید صحت مانی گئی ہے۔

سُرخ رُوئی از قرآن خوں بُوْ خوں ز خورشیدِ خوشی گلگوں بود

ترجمہ۔ خون کے (چہرہ کی جلد کے ساتھ) لہنے سے چہرے میں سرخی آتی ہے۔ (اور) خون آفتابِ سرست (کے ساتھ لہنے) سے سرخ ہوتا ہے۔

مطلب۔ یہ بھی اسی قسم کی نظیر ہے۔ کہ دو چیزوں کا اجتماع ایک تیسری چیز کے ظہور کا باعث ہوا۔ خون اور چہرہ کے اقرآن سے چہرے کی سرخی۔ اور خوشی اور خوں کے اجتماع سے خوں کی سرخی پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ خوشی و راحت میں تمام اعضائے ریسہ اپنے وظائف بخوبی بجالاتے ہیں۔ اس لئے اس حالت میں خون صالح پیدا ہو کر سرخی جسم کا باعث ہوتا ہے۔ اور بقول اہل نجوم تمام سرخ رنگوں کی تخلیق آفتاب کے تعلق سے ہوئی ہے۔ اس لئے مولانا نے خوشی کے لئے جو مولدِ حرمت ہے۔ آفتاب کا استعارہ کیا ہے۔ چنانچہ پھر فرماتے ہیں۔

بہترین رنگِ سرخی بُود وال ز خورشیدِ ست از فے میرسد

ترجمہ۔ سب سے اچھا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ اور وہ خورشید سے ہے اور اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

مطلب۔ یہ بھی اسی قسم کی مثال ہے۔ کہ خورشید کی تاثیرات کے دیگر اشیا کے ساتھ لہنے سے ان اشیا میں سرخی پیدا ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی باتیں جن سے تاثیر کو اکب کا خیال ظاہر ہوتا ہے۔ محض بناؤ علی المشہور شاعر لہر میں قلم سے ٹپک گئیں۔ ورنہ توبہ توبہ مولانا رحمہ جیسے اکابر علماء کے عقائد کیسے خرافات سے لوث کیوں ہونے لگے۔ اگلا شعر بھی اسی قسم کا ہے۔

ہر زمینے کو قریں شد بارِ زحل شوره گشت و کشت را بنود محل

لغات۔ زحل ایک ستارہ کا نام ہے۔ جس کو اہل تجیم بخش اکبر کہتے ہیں۔ اور اس کی تاثیر بیان کرتے ہیں۔ کہ جس طرف اس کا رخ ہو۔ اور خطِ طوطی اور جدھر پیچھے ہو۔ دہاں دبا پھیل جاتی ہے۔ شوره۔ کلر۔ ناقابلِ زراعت۔ کشت۔ زراعت۔ فصل۔ محل۔ جگہ۔ موزون۔

ترجمہ۔ (اسی طرح) جو زمین زحل سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ کلر بن جاتی ہے اور زراعت کے قابل نہیں رہتی۔

قوت اندر فعل آید ز اتفاسق چوں قرآن دیو با اہل نفاق

لغات۔ دیو۔ شیطان۔ اہل نفاق۔ منافق لوگ۔

ترجمہ (لوگوں کے ساتھ جب) اتفاق (شامل ہوتا ہے تو اس سے کام میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے اہل نفاق کے ساتھ شیطان کامل جانا اتفاق کی قوت کا باعث ہوتا ہے۔
مطلب۔ مذکورہ بالا تمام نظائر کا حاصل یہ نکلا کہ دو چیزوں کے اقتران سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے۔ ایسی چیزیں
 ہر چیز کے قریب و اقتران سے کوئی نہ کوئی خاص کیفیت کسب کرتا ہے۔ اور ان ہر کسے چیز سے بڑی، مگر انسان پر واجب ہے۔ کہ ہمیشہ معافی
 کا اقتران اختیار کرے۔ اور معارف الہیہ کو اپنی غذا بنائے۔ اب معافی و معارف کی عظمت بیان کرتے ہیں۔

ایں معافی راست از چرخ نهم بے ہمہ طاق و طرم طاق و طرم

لغات۔ چرخ نهم۔ فلک الافلاک۔ جو سارے آسمانوں سے اوپر کا آسمان ہے۔ اور اس کو اصطلاح شرع
 میں عرش کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ سارا عالم ایک گروہ ہے۔ جس کا مرکز زمین ہے۔ اور آسمان سارے نو میں
 جو ایک دوسرے پر تہ بر تہ چڑھتے چلے گئے ہیں۔ جیسے پایہ کے پوست۔ ان نو میں سے سب سے اوپر کا آسمان
 فلک نهم یا فلک الافلاک ہے۔ اور سب سے نیچے کا فلک فلک قمر ہے۔ فلک قمر کا فاصلہ کرہ ارض سے چالیس
 ہزار چھ سو تریسٹھ فرسنگ ہے۔ اور فلک نهم کا فاصلہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (غیاث اللغات) فلک نهم کو
 فلک اطلس بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اطلس کے معنی درم بے سکہ کے ہیں۔ جس طرح درم بے سکہ نقوش سے سادہ
 ہوتی ہے۔ اسی طرح فلک نهم بھی نقوش کو اکب سے سادہ ہے۔ اس لئے یہ نام مقرر ہوا (غیاث) فلک اطلس
 کی ساخت ایک جسم شفاف و مستدیر ہے۔ جو بارہ برجوں پر منقسم ہے۔ اور ہر برج پر ایک فرشتہ
 مقبر ہے۔ یہ بارہ فرشتے عرش کے چار قواعد کے مطابق چار مراتب
 پر ہیں۔ اور تین منازل ہیں۔ یعنی دنیا۔ برزخ۔ آخرت۔ ان میں سے ہر منزل کے ساتھ چار فرشتوں کا تعلق ہے
 اور ہر فرشتہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے علوم و معارف کے تیس خزانے حاصل ہیں۔ اس قیاس سے فلک اطلس
 یا چرخ نهم میں تین سو ساٹھ خزانے علوم و معارف کے ہیں۔ جن سے اہل عالم پر بقدر استعداد و فیضان ہوتا رہتا ہے
 (بحر العلوم مختصراً)۔ طاق و طرم۔ کھڑائی۔ کر و فر۔ شان و شوکت۔ ترکیب طاق و طرم (دوسرا لکھ جو آخر
 بیت میں ہے) موصوف بے ہمہ طاق و طرم صفت موصوف و صفت مل کر سبتاً موصوف ہوا۔ ثابت خبر محمد و ف۔
 ایں معافی راست از چرخ نهم بھی متعلق بہ کلمہ ربط۔

ترجمہ ان معافی (علوم و معارف) کو (ظاہری) شان و شوکت کے بغیر فلک مغنم سے (ایک قمری)
 شان و شوکت (مجاہل) ہے۔

مطلب۔ کہ یہ نظر انسان و نیکی مادی اشیاء کی نظر و تیشان شوکت پر قائم ہو۔ جو فانی و بے بود ہے۔ اور علوم و
 معارف کی قدر نہیں کرتا۔ جن کا بقا و دو قیام ابی و لازوال ہے۔ دنیوی و مادی اشیاء کے مقابلے میں علوم و معارف
 کی شان و شوکت کے اعلیٰ ہونے کا یہی کافی ثبوت ہے۔ کہ مقدم الذکر عالم سفلی سے اور موصوف الذکر عالم علوی
 سے تعلق رکھتا ہے۔ صائب ہے۔

مجھے کہ آشنائی عالم بریدہ اند در جستجوئے معنی بیگناہ تواند
 الغرض علوم و معارف کو ہی مقدم سمجھنا اور اپنی غذائے روح بنانا چاہئے۔ آگے پھر ادایات کا
 کم تہہ ہوتا بیان فرماتے ہیں۔

خلق راطق طرم عاریتی سرست اعر راطق و طرم باہیتی سرست

لغات - خلق - عالم ادیات - عالم اجسام - اشیائے دنیا - عاریتی - منسوب بر عاریت - عارضی - چند روزہ - مستعار - امر - عالم مجردات - جس میں ارواح و ملائکہ وغیرہ غیر مادی اشیاء شامل ہیں - یہاں علوم و معارف مراد ہیں باہیتی - منسوب بر باہیت - اصلی - طبعی - داخل سرشت - ترجمہ - عالم ادیات کی شان و شوکت عارضی (اور فانی) ہے - (اور) عالم مجردات کی شان و شوکت اصلی (اور غیر زائل) ہے -

مطلب - فانی دنیا پدیدار چیز کے شوق میں باقی و پائیدار چیز سے غافل نہ ہونا چاہئے صاحب ۵
نخل ذخیرہ تو بہر بوستان دیگر سرست ریشہ محکم در زمین عاریت چندین کن

از پئے طاق و طرم خواری کشند بر امید عز و خواری خوشند
ترجمہ (ظاہری و فانی) شان و شوکت کے لئے ذلت جھیلے ہیں - (دنیاوی) عزت کی امید پر ذلت میں خوش ہیں - جامی ۵

مرد جاہل جاہ گیتی را لقب دولت ہند ہچناں کا اس منہ طفل دگوید ذہبت

بر امید عز و روزہ خدوک گردن خود کردہ انداز غم خودوک

لغات - خدوک - غامبی لفظ ہے - خارا اور دال کا ختمہ - ما و معدولہ - غصہ - رشک - غلجہ - پریشانی - یہاں صفت مجھے موصوف استعمال ہوئی ہے - دوک - ٹکڑا - مراد باریک و لاغر - ترجمہ - دور روزہ عزت کی امید پر پریشان ہو رہے ہیں (اور اسی) غم میں اپنی گردن کو ٹکڑے کی طرح (لاغر و باریک) کر لیا -

مطلب - طالب دنیا اتنا نہیں سمجھتا کہ جاہ و عزت کی تلاش کا منشا محض یہ ہے کہ ذلت و خوار گوار ہے - اور طلب خوشی کی بنا اس پر ہے کہ غم گوارا نہیں - لیکن جب عزت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں - اس سے ذلت کا لاحق ہوا یقینی ہے - اور جب خوشی کی جستجو میں سرگردان ہوتے ہیں - تو اس میں ناکامی باعث غم ہوتی ہے - غرض اسی ہلک و دوادر سعی و تردد میں عزت و مسرت کا حاصل ہونا موهوم ہے - اور ذلت و غم کا لاحق ہونا یقینی پس یہ کہاں کی دانشمندی ہے - کہ مطلوب موهوم کے لئے مکروہ متیقن کو گوارا کر لیا جائے - کما تیل ۵

از ہر اسے کام دنیا خویش را انگلیں کن پشت پازن شاد کامی را کہ آغازش غم ہست

چوں نے آئینہ انجا کہ منم کا ندیں عز آفتاب روشنم
ترجمہ (اگر ان لوگوں کو حقیقی عزت مطلوب ہے تو) اس مقام پر کیوں نہیں آتے - جہاں نہیں ہوں کہ میں اس (مقام پر فائز ہونے کی) عزت میں (تو) آفتاب و روشن

ہوں۔

مطلب۔ یہ اپنے علوم و منزلت کی ستائش نہیں۔ بلکہ افادہ خیر کا ایک پاک جذبہ ہے۔ کہ جس روحانی لطافت و لذت سے خود بہت متعہ ہو رہے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اس سے ہمارے دوسرے بھائی بھی بہت متعہ ہوں۔ صاحبِ سناؤ شامِ نگر دو دروازہ خوشگوار در درج چوں حضور گراں بقا یا سدا مرا
اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ آؤ چلے آؤ۔ ہم جو مزے لوٹ رہے ہیں۔ تم بھی ان سے لطف اٹھاؤ۔ و لنعلم فیلے

اے قوم بچ رفتہ کجائید کجائید۔ معشوق و نیازست بیایید بیایید

مشرق خورشید بچ قیرگوں آفتاب ماز مشرق تباروں

لغات۔ قیرگوں۔ قیر ایک سیاہ روغن کا نام ہے۔ قیرگوں قیر کے سے رنگ کا مراد سیاہ تارک۔ کالا بھونگ۔ ترجمہ (اس ظاہری سورج کی بجائے طلوع ایک سیاہ رنگ کا بچ ہے۔ اور ہمارا آفتاب (حق) جس سے ہم اقتباس انوار کر رہے ہیں) مشرقوں سے باہر ہے۔
مطلب۔ لوگوں نے آفتاب فلک ہی کو منبع انوار سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلع کوئی نہ کوئی ایسا بچ ہوتا ہے۔ جو طلوع آفتاب سے پہلے تارک ہوتا ہے۔ پھر اس کے طلوع سے روشن ہوتا ہے۔ لیکن ذاتِ احدیت چونکہ جہات و مکان سے منزہ ہے۔ اس لئے اس کے انوار ہر وقت درخشاں رہتے ہیں۔ کبھی غروب اور مستور نہیں ہوتے۔ صاحبِ سناؤ

در دیدہ روشن گہراں ہر ورق گل از نور تجلی یر مبضائے کلیم مرت

اگر بعض آنکھیں اس کے نور کو محسوس نہیں کرتیں۔ تو یہ عدم احساسِ خود انہی کی آنکھوں کی نا بینائی یا مستوری کے سبب سے ہے۔ نہ یہ کہ اس کے انوار کا فیضان بند ہو گیا۔ اگر ایک شخص خود اندھا ہو۔ یا آنکھوں پر پٹی یا بندھ لے۔ یا ایک تارک کمرے میں کواڑ بند کر کے بیٹھ رہے۔ اور دوسرے کے وقت جبکہ سورج سمتِ الراس پر درخشاں ہو۔ اس کے طلوع کا انکار کرنے لگے۔ تو یہ خود اسی کی آنکھ کا قصور ہے۔ طلوع آفتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔ چہ آفتاب بہر ذرہ سے نمائی رخ و لیک چشمِ عراقی نمیکند ادراک

کلیہ ثنوی میں لکھا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ یٰحٰمٰنُ اٰقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ (ہم اس کے لئے شاہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اس کا مطلب یہ کہ ہم تو بندے سے قریب ہیں۔ مگر بندہ ہم سے دور ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان علم کا واسطہ اور تعلق ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ ایک وقت اللہ تعالیٰ تو قریب ہو۔ اور بندہ غافل اور دور ہو۔ اس لئے کہ لازمِ قرب من المجاہدین ممکنات کے خواص سے ہے۔ چنانچہ ایک شے ممکن دوسری شے ممکن کے قریب ہو۔ تو دوسری کا بھی اس سے قریب ہونا لازم ہے۔ اس لئے کہ ان میں قرب مکانی ہے۔ مگر یہاں قرب علمی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ تو ہر وقت بندہ کی حالت اور کیفیت کے عالم ہیں۔ مگر بندہ اکثر اوقات غفلت کی وجہ سے عارف نہیں ہوتا۔ اس کی مثال حکماء نے یہ دی ہے۔ کہ جیسے ایک شخص ہماری دائیں طرف بیٹھا ہے۔ تو ہم اس کی بائیں طرف بیٹھے ہوں گے۔ اب اگر وہ اٹھ کر بائیں طرف آ بیٹھے۔ تو ہم اس کے دائیں طرف ہو جائیں گے۔ ہر چند کہ ہم نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ بائیں ہند محض دوسرے

انوارِ احدیت کی سرور و درخشاںی اور چشمِ عوام کے ادراکِ ماکر نے کی وجہ

شخص کی حرکت سے ہماری حیثیت بدلتی گئی۔ اسی طرح حق تعالیٰ تو مکان و زمان سے پاک ہے۔ وہ تو ہر جگہ اور ہر وقت موجود جلوہ افکن ہے۔ مگر چونکہ ہم غافل ہیں۔ اس لئے ہماری غفلت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ حق تعالیٰ ہم سے دور ہے۔ اور جب ہم کو متنبہ ہوتا ہے۔ اور اس طرف توجہ ہوتی ہے۔ تو اس وقت کہا جاتا ہے۔ کہ اب ہم سے قریب ہے۔ تو یہ دونوں حالتیں ہماری ہیں۔ حق تعالیٰ کی کیفیت میں تغیر نہیں ہوتا۔ تاہم اس پر تبدیلی حیثیت صادق ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ وہ ہر وقت اپنے نور سے سب کو منور کر رہا ہے۔ وہ کسی مشرق منور یا مغرب کا تابع و محتاج نہیں۔ **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَامِعٌ مِّنْهُ**

مجموعہ اسیست ہر وقت گل زرخیز تو مریخ چمن چراہیں ہے و رنگ ساخت

مشرق و نسبت ذرات او نہ برآمد نہ فروشد ذات او

ترجمہ (پھر بھی جو کہیں کہیں) اس کے لئے مشرق کا اطلاق کیا گیا ہے۔ تو یہ محض مجازاً ہے جیسے) اس کے (نور سے منور ہونے والے) ذرات کی (اس کے ساتھ) نسبت (مجازاً) ہے۔ ورنہ درحقیقت اس کی ذات نہ (غروب کے بعد) طلوع کرتی ہے۔ نہ غروب ہوتی ہے۔ مطلب۔ اور کہا تھا۔ ذات احدیت کے آفتاب کے لئے کوئی مشرق نہیں۔ اس پر سوال ہو سکتا تھا۔ کہ یہ مجھے آپ خود فرما چکے ہیں۔ مطلع شمس اگر اسکندری اس لئے بطور دفع و دخل مقدر فرماتے ہیں۔ کہ ایسا مجازاً کہا گیا ہے۔ جس طرح ذات خاک کو انوار آفتاب کا منظر کہا جاتا ہے۔ حالانکہ کہاں آفتاب پُرانوار اور کہاں ذرہ بے مقدار اسی طرح انسان کو بھی جو ایک ذرہ بمقدار ہے۔ مجازاً آفتاب احدیت کا مطلع انوار کہہ دیتے ہیں۔ ورنہ حقیقتہً وہ آفتاب حقیقی ہر وقت درخشاں و ضوا فشاں ہے حافظہ سے

جہاں یار ندارد حجاب و پردہ دے غبارِ رہنشاں تا نظر توان کرد

ماکہ واپس ماندہ ذرات و نیم در دو عالم آفتاب بے قیسم

لغات۔ واپس ماندہ۔ پست۔ سب سے پیچھے رہنے والا۔ پھٹی۔ تھے۔ سایہ ترجمہ۔ ہم (بھی) جو (سب ادنیٰ کالمین سے) کم رتبہ (ہیں) اس کے (انوار سے چمکنے والے) ذرات (ہونے کی وجہ سے یہ درجہ رکھتے) ہیں (کہ) دونوں جہانوں میں۔ وہ آفتاب ہیں۔ جس کا سایہ نہیں (یعنی ہر وقت اور ہر سمت درخشاں)۔

مطلب۔ آفتاب حقیقت کی عظمت شان کا ذکر ہے۔ یعنی ہم ایسا ایک بمقدار ذرہ اور تمام بندگان حق سے کم رتبہ فرد اس کے نوکیل و دولت آتا کچھ ہے۔ تو پھر خود اس نور علی نور اور راز الورا تم نور الورا کی کیفیت کیا ہوگی۔ اسکے انوار کے لئے دامن الفاظ بالکل تنگ و نا کافی ہے۔ عراقی رہے

چو در پیش پردہ بکشاید کہ و صحرای برقص آید چو عشق رُوسے بناید خردنا چار بر خیزد

باز گزشتہ شمس سیکر دم عجب ہم زفر شمس با شد اس سبب

لغات۔ عجب۔ عمدہ۔ بحد کمال۔ بخوبی۔ ترشیاں و شوکت۔ ترکیب۔ دوسرے منہ کے الفاظ تین

ذاتی ہے۔ اس کا مشاغل الیہ اشتیاق مقدر ہے۔ اور سبب فقر کا مضاف ہے۔ ترجمہ (میں اتنا کچھ ہوں) پھر بھی (اقتباس انوار سے مستغنی نہیں بلکہ) اس آفتاب پر کمال (اشتیاق) لٹو ہو رہا ہوں۔ (اور میرا) یہ (اشتیاق) بھی آفتاب (حقیقت) کی شان و شوکت کے سبب سے ہے۔

مطلب۔ عارف کمال کے کسی بڑے سے بڑے درجے پر فائز ہو کر طلب مزید سے قانع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مراتب قرب کی انتہا نہیں۔ اور ایک درجہ پر اقصاء خلافت کمال ہے۔ غنی رہے

گرم طلب بوسل نما نڈرا اضطراب
تیرے کہ تیر جہت نشد بر نشانہ بند
شمس باشد بر سبہا مطلع ہم از و جہل سبہا منقطع

لغات۔ مطلع۔ بگاہ۔ جہل۔ رستی۔ سر رشته۔ منقطع۔ قطع۔ شکستہ۔ ترجمہ (اب) آفتاب ہی (فائز بر) (اد ہونے کے) اسباب پر آگاہ ہے نیز اسی سے اسباب (وصول) کے رشتے منقطع ہوتے ہیں۔

مطلب۔ اوپر فرمایا تھا کہ میں شدت اشتیاق سے آفتاب حقیقت کے گرد گھوم رہا ہوں۔ اب حیرت و پریشانی کے ساتھ فرماتے ہیں۔ کہ پروا نہ دار اس کے گرد چکر لگانا بھی اگرچہ اسباب وصول میں سے ایک سبب ہے۔ مگر ان اسباب کے مفید و نافع ہونے کا علم ہی کو ہے۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ حافظہ

مردم زانظرار و دریں پردہ راہ نیست
یا بہت و پردہ دار نشانم نے وہ
پھر اوسانہ لہجہ میں کہتے ہیں۔ کہ بعض اوقات ان اسباب کی رستی منقطع بھی ہو جاتی ہے۔ جسے کہ بعض طالب اس ناکامی و نامرادی کے صدمے سے فائز و عقل ہو جاتے ہیں۔ بعض خودکشی کر لیتے ہیں۔ کیونکہ طالب کا مقصد حقیقت عظیم الشان ہوتا ہے۔ اس میں ناکام رہنے کا صدمہ بھی اسی قدر شدید ہوتا ہے۔ کہ دنیوی صدقات سے اس کی مشاغل نہیں دی جاسکتی۔ پھر اس کی عقل معاش و عقل معاد دونوں بیکار ہو جاتی ہیں۔ عراقی رہے
مردن و خاکے شدن بہتر کہ با تو زیستن
سوغتن خوشتر ہے کہ زوئے تو گردم خدا

صدر ہزاراں بار بریدیم امید از کہ ہ از شمس این زمین باور کنید
ترجمہ۔ میں نے لاکھوں مرتبہ امید منقطع کر لی۔ کس سے؟ آفتاب (حقیقت) سے۔ میری اس بات پر یقین رکھئے۔

مطلب۔ یہاں مولانا نے اپنے دوران طلب کے واقعات و مشکلات کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ ہم بھی بار بار دولت وصول سے ناامید ہوئے۔ پھر سچی و طلب پر کمر باندھی۔ اور چل پڑے۔ مگر پھر ودری منزل سے جی چھوٹا۔ اور بیٹھ گئے۔ دوبارہ پھر بہمت کی۔ اور اٹھے۔ تھوڑی دور گئے۔ اور پھر چکر لگا کر گئے۔ عراقی رہے

دریں وادی فرود شد کار و انہا
کہ کس نشیند آواز درائے
مگر طلب صادق کا تقاضا یہ ہے کہ ان مشکلات سے نہ گھبرائے۔ اور برابر مصروف طلب رہے۔ امیر خسرو
چہ باک رہم و جی را کہ رہ نہ آسانست
چہ غم کہو ترجیح را کہ رہ نہ ہوارست

نامیری میں بھی سرشتِ امید کو ٹوٹنے نہ دینا چاہئے۔ کہ کبھی نامیری ہی صبحِ امید کی روشنی بن جاتی ہے۔ اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام انتہائی نامیری میں بھی لَا تَيْأَسُوا مِنْ ذَرِّحِ اللّٰهِ پکارتے تھے۔ صاحبِ ۷۰ نقاب چہرہ امید باشندہ گردِ نومیدی غبارِ دیدہ یعقوب آخر تو تیا گردِ اسی لئے مولانا رام اہل طلب کی ہمت بندھواتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں :-

تو مابا و رکنِ کز آفتاب صبر وارم من و یا ما ہی ز آب

لغات - یا حرفِ عاطف مفید تر وید ہے۔ جس سے معطوفین میں سے ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات مقصود ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ واوکا ایراد قدما کا محاورہ ہے۔ مگر یہاں تشبیل مقصود ہے۔

ترجمہ - تم یہ خیال نہ کرو۔ کہ (اس یاس و نامیری کے باوجود) میں آفتاب (احدیت) سے صبر رکھ سکتا ہوں اور باجھلی پانی سے (صبر رکھ سکتی ہے)

مطلب - ما ہی و آب کے ایراد سے اپنی بے صبری کی تشبیل مقصود ہے۔ کسی ایسے امر کو جو محتاجِ صبر ہو عموماً یہی مثالوں سے ثابت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ دعویٰ کہ میں آفتاب حق کی طرف سے صبر نہیں کر سکتا۔ ایک محتجج ثبوت اور وضاحت طلب معاملہ ہے۔ لہذا اس کی توضیح پانی اور جھلی کی مثال سے فرمائی۔ جو نہایت روشن و نمایاں ہے۔ یعنی میرا اس آفتاب کی طرف سے صبر بے نیاز رہنا ایسا ہے۔ جیسا جھلی کا پانی کی طرف بے پروا ہونا۔ پس اگر جھلی پانی سے بے پروا نہیں ہو سکتی۔ تو میں بھی اس آفتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

لہذا نامیری کے باوجود میں برابر طبعاً و اضطراراً اسی کا شائق رہتا ہوں۔ غنی کا شیری دم ۷۰ شد سوارہ دامن از دستم کشید آں نازیں رفتم از خود جدا زیں دست من و دامن زیں سعدی ۷۰

گر از دلبرے دل بنگ آیدت
و لے گر سنجوئی نداد زلفیہ
دل نگارے بنگ آیدت
بانگ دل آزار ترکش گمیر
تو اں از کسے دل پر دختن
کہ دانی کہ بے او تو اں ساختن

در شوم نومید نومیدی من عین صنع آفتاب اے حسن

لغات - عین بالکل - ہو ہو - صنع - فعل - حسن - اچھا۔ ترجمہ (میرے) اچھے (دوست) ! اگر میں نامید بھی ہوں۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ بلکہ یہ بھی ایک مہلطف بات ہے۔ کہ امیری نامیری اسی آفتاب حق کا فعل ہے۔

مطلب - جو چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہو۔ اور وہ خاص مجھے عطا کی جائے۔ اس سے تو میرا مزاج افتخار پر بلند ہو جانا چاہئے۔ نہ یہ کہ میں ملول ہوں۔ حافظہ ۷۰

لذتِ داغِ غمت بردلِ ما با و حرام
اگر از جو رنجِ عشق تو دادے طلبیم

جامی ۷۰

وفا کہ با ہمہ کس سیکنی بنیخوا ہم
من و جفاے تو کاں خاصہ از ہر است

سکھو۔ ماری آنت کہ زہر از قبلش نوشش کنی نہ چورنجے رسدت یار فراموشش کنی
 کلیر ثنوی میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا ایک قول منقول ہے۔ کہ اگر کسی کو کثرت وسادس
 سے خلجان رہتا ہو۔ تو اس کا علاج یہ ہے۔ کہ وہ اس امر کا مراقبہ کرے کہ اللہ اکبر اس کی کیسی شان ہے۔ کہ ایسی
 ایسی خطرناک چیزیں پیدا کی ہیں۔ اور ایسے ایسے خیالات کا بیج انسان کے اندر بویا ہے۔ بس اس مراقبہ سے
 سارے وسادس منقطع ہو جائیں گے۔ اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ تام ہو جائے گی۔ اتنی پس جب بندہ اتنا
 سوچے کہ میری ناسیدی بھی حق تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ تو اس سے اس کو مطمئن ہونا چاہئے۔ فعل سے فاعل کی
 معرفت چل ہوگی۔ جو چل بجی ہونے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

عین صنع از نفس صانع چوں بُرد عین بہت از غیرستی چوں چُرد

لغات۔ صنع سے مصنوع مراد ہے یعنی موجود۔ مخلوق۔ نفس سے ذات مراد ہے۔ بُرد اور بُریدن قطع
 کرے۔ جد کرے۔ بہت۔ موجود۔ غیر بہت۔ غیر موجود۔ چرد۔ چرے۔ یعنی چل کرے۔
 ترجمہ کوئی مخلوق چوں کی توں (جب اپنے خالق کی دلیل ہو تاں وہ اخلاق سے دور کیوں نیچا لگی بلکہ وہ اسکی طرف راہ
 لگی کوئی کہتے موجود آخر اپنے خالق موجود ہی سے وجود پاتی ہی غیر موجود کیوں کر وجود چل کرے گی۔

مطلب اس میں حق تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے۔ کہ مصنوعات کا وہ ذرہ اپنے صانع کے وجود کا گواہ ہے۔ جہاں وہ
 زہرہ بدور وئے ولے بہت برائبات وجود او گواہ ہے بہت
 پس جب ناسیدی کو اس حیثیت سے دیکھا کہ وہ مخلوق ہی ہے۔ تو اس سے تشویش پیدا ہونے کی بجائے
 خالق کی اور بھی زیادہ معرفت چل ہوگی۔ پس ناسیدی میں جوش طلب رکھنا چاہئے۔ آگے بنا بہت
 مقام اللہ تعالیٰ کے فعل خلق و ایجاد کی ہمہ گیری کا ذکر ہے۔

جملہ ہستی با ازیں روضہ چرند گربارق و تازیایں باخ و خرند

لغات۔ براق۔ سواری کا بہشتی جانور جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر معراج پر تشریف
 لے گئے تھے۔ تازی۔ عربی۔ مراد عربی گھوڑا۔ بہت اچھی نسل کا شمار ہوتا ہے۔ خود زائد ہے۔
 ترجمہ۔ تمام مخلوق خواہ براق ہو یا عربی گھوڑے ہوں یا گدھے ہوں (باری تعالیٰ کے) اسی
 باغ و ایجاد سے (فیض وجود کی گھاس) چرتی ہے۔
 مطلب۔ تمام مخلوق کو باری تعالیٰ ہی نے لباس وجود پہنایا ہے۔ براق اور تازی اور خر سے علی الترتیب
 ہر قسم کی اعلیٰ اوسط اور ادنیٰ مخلوق مراد ہے۔ نظامی رحمہ

ہمہ آفریدست بلا دیست توئی آفرینتہ ہرچہ بہت

لیک انپ کور کورانہ چرد مے نہ میند روضہ راز انست رد

لغات۔ کورانہ۔ اندھوں کی طرح۔ رد۔ ردو۔ اسم مصدر یعنی اسم مفعول۔
 ترجمہ۔ لیکن اندھا گھوڑا (اس باغ وجود سے) اندھوں کی طرح چرتا ہے۔ باغ کو نہیں دیکھتا

کہ اس سے بصیرت و عبرت حاصل کرے۔ پس پیٹ بھرنے سے غرضی ہے) اس لئے وہ مردود ہے (مقبول بارگاہ نہیں)۔

مطلب۔ یہ تو صحیح ہے کہ تمام موجودات اسی گلشنِ حقیقی سے مستفید ہے۔ مگر جو لوگ چشمِ بصیرت رکھتے ہیں۔ وہ اس سے درسِ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ لہذا مقبول ہوتے ہیں۔ جو لوگ چشمِ بصیرت سے باغِ قدرت کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ حیوانوں کی طرح پیٹ بھرنا اور پاؤں پیار کر سونہا ہی جانتے ہیں۔ وہ مقبول درگاہ نہیں ہوتے۔ صاحبِ ۵ دیدہ ہرگز نشہ باز دریں عبرت گاہ روزگار کشمیرہ در خواب پریشانی گزر د

وانکہ گردشہ ازیں دریائید ہر دم آرد و بحر آب جدید

لغات۔ گردشہ۔ تقلبات۔ انقلاب مراد تغیرات سہی۔ دریائے ذات حق مراد ہے۔ بحر آب سے درگاہ مقصود ہے۔

ترجمہ۔ اور جو شخص انقلابات (عالم) کو اس بحرِ حقیقی کی طرف سے نہیں دیکھتا بلکہ مختلف اسباب پر موقوف سمجھتا ہے) وہ ہر دم ایک نئی محراب کی طرف رخ کرتا (اور اسے قبلہ مقصود بناتا) ہے۔ **مطلب**۔ جو لوگ تمام تقلباتِ عالم کو خاص دریائے قدرت حق سے ناشی نہیں سمجھتے۔ اور نہیں جانتے۔ کہ متصرف فی العالم موجود حقیقی ہی ہے۔ بلکہ آلات و اسباب ہی کو متصرف حقیقی سمجھتے ہیں۔ ان کا قبلہ مقصود ہر دم جداگانہ ہوتا رہتا ہے۔ بخلاف عارفین کے کہ ان کا قبلہ تو جہات اور مرکزِ توقعات صرف ایک ذات حق ہے جامع ۷

گم ہر دم و ترک ہر شکے کن
کچے بین و یکے دان و یکے گوے
رخ بچھٹ و چھوٹ در یکے کن
یکے خواہ و یکے خوان و یکے جوے

عراقی ۷

بیائے چشمِ ربانی جمالِ رؤے یارم ہیں
اوز بحر عذابِ شور و خور و
چو عاشقِ عشقِ بارے ہیں خضرِ اولیٰ تر
تا کہ آپ شور اور اکور کر د

لغات۔ عذاب۔ میٹھا۔ شور۔ کھاری۔ بد مزہ۔

ترجمہ۔ اس نے دریائے شیریں سے کھاری پانی پیا۔ (جو مضر بصر ہے) حتیٰ کہ کھاری پانی نے اس کو اندھا کر دیا۔

مطلب۔ ان لوگوں کا مرجع تو وہ ذاتِ اقدس ہے۔ جس سے استفادہ کرنا سرسبز برکات و خیرات ہے۔ مگر وہ اپنی جہالت سے اس کو اپنے لئے مضر بنا لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُضِلُّ بِہِ کَثِیْرًا وَّ یُہْدِیْ بِہِ کَثِیْرًا اَکْثَرُہُ الَّذِیْنَ یُضِلُّہُ اُولَٰئِکَ ہُمُ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ الدُّنْیَا اُولَٰئِکَ یُضِلُّہُمُ اللّٰہُ بِمَا فُتِنُوْا اُولَٰئِکَ لَیْسَ لِلّٰہِ اَنْ یَّہْدِیْہُمْ اِنَّہُمْ لَیْسُوْا بِالْمُتَّبِعِیْنَ اُولَٰئِکَ یُضِلُّہُمُ اللّٰہُ بِمَا فُتِنُوْا اُولَٰئِکَ لَیْسَ لِلّٰہِ اَنْ یَّہْدِیْہُمْ اِنَّہُمْ لَیْسُوْا بِالْمُتَّبِعِیْنَ اُولَٰئِکَ یُضِلُّہُمُ اللّٰہُ بِمَا فُتِنُوْا اُولَٰئِکَ لَیْسَ لِلّٰہِ اَنْ یَّہْدِیْہُمْ اِنَّہُمْ لَیْسُوْا بِالْمُتَّبِعِیْنَ

اَنْ يُّوَصَّلَ وَيُقْسَدُ وَنَبِيْ اَلَا دُفِى - یعنی قرآن مجید بھی جو منبع ہدایت اور سرچشمہ بصیرت ہے۔ بعض لوگوں کو بجائے ہدایت کے گمراہی میں اور بجائے بصیرت کے کوری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تو انہی لوگوں کو کرتا ہے۔ جو خود ہی پہلے سے عہد شکن۔ قاطع تعلقات اور محرک فسادات ہوتے ہیں۔ پس ایک معنیہ چکر کو مضر بنا دینے والا سبب خود اپنی ذات کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ جیسے شیرینی ایک خوشگوار مولد خون اور مقوی بدن چیز ہے۔ مگر جس شخص کے جسم میں پہلے سے صفرا کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کے لئے بجائے نفع کے اور زیادہ ضرر پہنچاتی ہے۔ اسی طرح اس دریائے حقیقت و قلم وحدت سے استفادہ جو بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے۔ یہ خود انہی کی کج طبعی اور فساد سرشت کا نتیجہ ہے۔ اور جس میں یہ کجی و فساد زیادہ ہوتا ہے۔ تو اس کا انجام کفر تک پہنچتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ ولنعم اہل سے ہست بر ذرات کیساں پر تو خورشید فیض لیک باید جو ہر قابل کہ گرد و لعل ناب

بخار میگوید بدست راست خور زاب من لے کورتا یا بی بصر

ترجمہ۔ دریا کہتا ہے اے اندھے امیرے پانی سے (اگر کچھ پینا ہو تو) دائیں ہاتھ سے پی۔ تاکہ تجھے بنیائی حاصل ہو۔

مطلب۔ دائیں ہاتھ سے کھانا پینا موجب برکت اور دلیل تہذیب و سلیقہ ہے۔ اس لئے یہاں بدست راست خور سے طریق سلوک کو استقامت کے ساتھ طے کرنا مقصود ہے۔ حافظ رحمہ

سالمک از نور ہدایت طلبد راہ بدست کہ بجائے زبرد گر بقالات برود

ہست دست راست پنجاظن را کو بداندنیک و بدرا از کجاست

ترجمہ۔ دائیں ہاتھ سے (مراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے۔ تاکہ وہ (سالمک) یہ سمجھ لے۔ کہ نیکی و بدی (کا پیدا ہونا) کہاں سے ہے۔

مطلب۔ راہ طریقت میں گمراہ کن خیالات و معتقدات سے بچنا لازم ہے۔ حافظ رحمہ

فکر خود را سے خود در عالم زندگانی کفرست دریں مذہب خود بینی و خود را

اس راستے میں چلنے والے کو جن صحیح عقائد کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تمام خیر و شر کا خالق و مالک اور تمام احوال و افعال کا متصرف حقیقی حق تعالیٰ ہے۔ سعدی

اگر تو دیدہ درمی نیک و بد ز حق بینی و بینی از قبل چشم احوال افتادست

نیزہ گردانے دست ایں نیزہ کہ تو راست میگردی گئے، گاہے دو تو

لغات۔ نیزہ گردانے آخر میں یا سے بھول یعنی تنکیر۔ کوئی نیزہ پھرانے والا۔ اگلے زمانے جب جنگ میں زیادہ تر نیزہ بر بھی وغیرہ قسم کے اسلحہ استعمال ہوتے تھے۔ تو جنگ آزمایا ہوا دگھسان کے رن میں ایک خاص انداز سے نیزہ چلاتے اور جوان کے مقابلے میں آتا۔ اس کو مارنے اور گراتے تھے۔ یا اس سے بیٹنی ہلانامرا ہوگا۔ جو ایک خاص قسم کی ورزش ہے۔ جس میں نیزہ کو ایک خاص انداز سے گھماتے ہیں۔ راست سیدھا دو تو دو ہوا۔

ترجمہ۔ تم جو اپنے مختلف افعال و حرکات سے (کبھی سیدھے ہوتے ہو اور کبھی خم ہوتے ہو تو تمہارا اس نیزہ (قاسم) کو (دھیرانے والا) ایک غیبی نیزہ گردان ہے۔

مطلب۔ بس طرح نیزہ کی حرکات سے نیزہ گردان کا پتہ ملتا ہے۔ اسی طرح تم کو تعلقات عالم سے صانع برحق اور تصرف حقیقی کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ جامی ۱۵

دریں ویرانہ نتواں یافت خستے
بروں از قالب نیکو سرشتے
زلج خشت چوں ایں جہت غالی
ز حال خشت زن غافل منافی

ماز عشق شمس دیں بے خانیم
ورنہ ماآں کو را برینا کنسیم

لغات۔ شمس دین۔ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے۔ جو مولانا رام کے شیخ تھے۔ ان کا حال مفتاح العلوم کے دیباچے میں مفصل گزر چکا۔ بے ناخن مجبور۔ معذور۔ بے بس۔ عقدہ کشی کے لئے ناخن کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب ناخن نہ ہو۔ تو کسی گرہ کے کھولنے پر قدرت نہیں ہوتی۔

ترجمہ۔ ہم حضرت شمس تبریز کے عشق سے بے بس ہو رہے ہیں۔ ورنہ ہم ہی اس اندھے کو (جکھم) خدا بنانا دیتے۔

مطلب۔ سائیکس کاٹلین کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک فنا و دوسری بقا۔ حالت فنا میں یہ حضرات کسی قسم کا تصرف نہیں کرتے۔ کیونکہ اس حالت میں اپنے آپ کو مردہ بدست زندہ سمجھتے ہیں۔ اور اپنی خواہش سے خواہ منشاء حق سبحانہ کے خلاف نہ بھی ہو۔ کوئی کام نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دعوے ہستی ہے۔ جو فنا سے تباہ کے منافی ہے۔ عراقی ۱۵

ہر کہ او دعوائے ہستی میکند
آشکارا بت پرستی میکند

حالت بقا میں ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ کبھی کسی مصلحت سے ان کے لئے تصرف ممنوع ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کی اجازت ہوتی ہے۔ پھر اجازت کی حالت میں بھی دو صورتیں ہیں۔ کبھی کسی مصلحت کی بنا پر تصرف کرنے کا ان کو خاص طور پر حکم ہوتا ہے۔ کبھی حکم نہیں بلکہ تصرف کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ پہلی حالت میں توان کے لئے تصرف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے ضرور کرتے ہیں۔ دوسری حالت میں عارفین کی دو شاخیں ہیں۔ بعض کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ کہ انہما خوارق سے طبعاً نفرت رکھتے ہیں۔ جس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ اسباب غیر عادیہ سے کام لینے میں یہ ضروری ہے۔ کہ تصرف کرتے وقت تمام چیزوں سے توجہ ہٹا کر صرف اس مقصود کو ملحوظ نظر بنائیں۔ جس کی تحصیل مقصود ہے۔ اس میں اتنی دیر کے لئے حق سبحانہ کی طرف سے بھی توجہ ہٹانی پڑتی ہے۔ اور یہ ان حضرات کو گوارا نہیں ہوتا۔ کہ حق سبحانہ کی طرف سے تھوڑی دیر کے لئے غیر متوجہ ہوں۔ نیز ان کو غیرت آتی ہے۔ کہ ان کی جو حالت حق سبحانہ کے ساتھ ہونی چاہئے۔ وہ کسی دوسری شے کے ساتھ ہو۔ امیر خسرو ۱۵

بخدا کہ سینام را بشکاف و جاں بروں کن
کہ درون خاؤ تو دگرے چہ کار دارد

بعض کو وہ مشابہت نہیں ہوتی۔ وہ تصرفات کرتے رہتے ہیں۔ کہیں کسی دشمن کی طرف نظر جائی۔ اور وہ مدعا جاری ہو گیا۔ کسی منکر پر نگاہ ڈالی۔ اور وہ بتیاب ہو کر پاؤں میں آگرا بکمال ۱۵

درسا غر چشم تو ندانم چہ شہ اب ست برہر کہ نظرے فگنی ست و خراب ست
 مگر یہ سب حضرات کا طین ہیں۔ اگرچہ اکمل تشبیہیں بالانبیاء ہی ہیں۔ اور ساری حالتیں شیخ کے ساتھ محبت اور
 کمال تعلق سے پیدا ہوئی ہیں۔ مولانا کے قول "ناز عشق شمس دیں بے ناخنیم" سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اس وقت
 تصرف سے معذور تھے۔ خواہ اس کا سبب حالت فنا ہو یا محو حیرت یا تشبہ بالانبیاء بہر حال اس کی بنا عشق شیخ
 پر تھی۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ غلبہ عشق میں آدمی ان کاموں کے سوا جن کا تعلق عشق سے ہے۔ اور کوئی کام نہیں
 کر سکتا۔

عشق نے غالب بنما کر دیا در نہ ہم بھی آدمی تھے کام کے
 اس توجہ پر عشق بلا واسطہ عدم تصرف کا سبب بن جائے گا (کلید مفتوی)

ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو زو واروش کن کوری چشم حسود

لغات - ضیاء الحق حسام الدین مولانا دومرح کے ایک گرامی ترین خلیفہ کا نام و لقب ہے۔ جن کا ذکر کئی مرتبہ
 پیچھے گزر چکا ہے۔ ترکیب واروش کی ضمیمہ آن کور کی طرف راجع ہے۔ جو اوپر کے شعر میں گذرا۔ کوری چشم حسود
 مرکب اضافی مجرور ہے۔ باحرف جار مقدر ہے یعنی باوجود۔

ترجمہ - ہاں (بھی) ضیاء الحق حسام الدین! تم جلدی اس (نامیہ) کا علاج کرو۔ (باوجودیکہ) حاسد
 (کو اس) کی آنکھ کی نامینائی (تمہارے کمالات پر نظر نہ کرنے دے)

مطلب - یہاں مولانا مرح اپنے خلیفہ اعظم کو حکم فرماتے ہیں۔ کہ تم تصرف و توجہ سے اس نامیہ سے حقیقت
 کو بنیاد دو۔ اور حاسد کی پروا نہ کرو۔ جو تمہارے اس قسم کے کمالات کا انکار کرتا ہے۔ وہ جاہل ہے۔ بے خبر ہے۔
 انصاف ہے۔ اَلنَّاسُ اَعْدَاُ عَمَلًا جَہْلًا۔ لوگوں کو جس بات کی خبر نہ ہو۔ وہ اس کے خلاف ہوا ہی کرتے
 ہیں۔ سعدی رح

نور گیتی فروز چشمہ ہو ر زشت باشد بچشم موشک کور

اور حضرت حسام الدین کو اس کام کے سپرد کرنے کی یہ وجہ ہوگی۔ کہ شاید مولانا مرح مرتبہ فنا پر فائز ہونے کے سبب سے
 یمن جانب اللہ ممنوع و محجور ہونے کے باعث ایسا نہ کر سکتے ہوں۔ یا تشبہ بالانبیاء ہونے کی وجہ سے ایسا نہ کرنا
 چاہتے ہوں۔ جیسے کہ اوپر بیان ہو چکا۔ اور حضرت حسام الدین آپ سے کم رتبہ اور سالکین کے متوسط طبقے سے ہونے
 کے باعث توجہ و تصرف کو عمل میں لا سکتے ہوں۔ یا وہ اس سے نئے ماذون من اللہ ہوں۔

توتیاے کبریا کی تیز فاعل واروئے ظلمت کش استیز فاعل

لغات - توتیا۔ سرمہ اسکو طار کے ساتھ لکھنا غلط ہے۔ کبریا کی۔ خدائی۔ تیز فاعل۔ سریع تاثیر۔ ظلمت کش
 تاریکی کو نکال ڈالنے والی۔ استیز فاعل۔ مزاحمت کے فعل والی۔ دافع۔ رادع۔ ترکیب۔ اوپر کے بیت میں
 جو دارو کا لفظ آیا تھا۔ وہ سبیل منہ ہے۔ اور یہ شعر اس کا بدل ہے۔

ترجمہ - (وہ) خدائی سرمہ (جو) سریع تاثیر (ہو)۔ ایسی دوا۔ جو (آنکھ کی) تاریکی کو دفع کر دے
 (اور عوارض چشم سے) مزاحمت کرنا اس کا کام ہو۔

آنکھ گر جوشمِ آغے برزند ظلمتِ صد سالہ راز و برکت

لغات - آغی - اندھا - برزند - لگا دے - برکت - اٹھا - پھینکے -
ترجمہ - وہ (سرمد) کہ اگر کوئی اس کو اندھے کی آنکھ میں لگا دے - تو سو سال کی تاریکی
کو بھی دفع کر دے -

جملہ کوراں را دو اکُن اے قمر اے نہالِ سیوہ دار افتاں مژ

ترجمہ اے (فلکِ عرفان کے) چاند! سارے اندھوں کا علاج کر دے (اور) اے
(معرفت کے) سیوہ دار و رحمت! ان پر فیضان کے چھل برسائے (کہ یہ اس سے لذت گیر ہوں)
مطلب - اپنے نورِ معرفت سے نابینا یاں حقیقت کا علاج کرو تاکہ ان کی ظلمتِ بصیرت زائل ہو جائے
اپنے باغِ کمالات سے مستحقین پر فیضان کی سیوہ افشانی کرو - چاند کے لقب سے خطاب کرنے میں یہ عجیب
نکتہ مرکوز ہے - کہ اطبار کے نزدیک چاند کی طرف دیکھنا مقوی بصارت ہے - محبوب کی ذات کو بھی قمر سے
تشبہ دیتے ہیں - اور محبوب کا دیدار مجلی بصر و مقوی نظر ہوتا ہے - کما قیل ے

ایں سخن از پیرِ کنعانم پس ندا فتادہ است دینِ رُوسے عزیزاں دیدہ روشن میکند

جملہ کوراں را دو اکُن جز حسود کز حسودی بر توئے آرد جحود

لغات - حسودی - بفتح حاء و ضم سین حسد - آخر میں اے مصدری ہے جحود - انکار -
ترجمہ - سارے نابیناؤں کا علاج کر دو - سوائے حاسد کے جو تمہارا منکر (کمالات) ہے -
مطلب - فیضِ رسانی سے حاسد کو سستہ کرنے کی بات یہ وجہ ہے - کہ وہ اپنے جرمِ حسد کی پاداش میں
صرت و حریان کی سزا پائے - سعدی رح ے

راست خواہی ہزار چشم چنای کور بہر کہ آفتاب سیاہ

یاد رہے کہ اس کا علاج سے شفا یاب ہونا ناممکن ہے - اس لئے وہ ایک بے نتیجہ کام کا مترادف ہے جبکہ
کرنا فضول ہے - سعدی رح ے

بیر تبرا ہی اے حسود کیسے رنجے رست کہ از شقتِ اد جز بمرگ نتوان رست

مرحسودت را اگر چہ آں منم جاں بدہ تا پھنیں جاں مسکینم

ترجمہ - اپنے حاسد کے جسم میں اگر چہ وہ میں ہی کیوں نہ ہوں (معرفت کی) جان نہ ڈالنا - جتنے
کہ زمین اس طرح (آتشِ حسد میں) جان کنڈن (ذکی مصیبت) ستار ہوں -

مطلب - اگرچہ آں منم کہنے سے شاید حاسدوں کے لئے نفیِ افادہ کی تاکید و توسیع مقصود ہو - لیکن دنیا
میں جتنے بھی حاسد ہیں - اگرچہ ان میں میں خود بھی شامل کیوں نہ ہوں - سب کے سب فیضانِ معرفت سے محروم
رہنے کے مستوجب ہیں - حتیٰ کہ حسد کی پاداش میں میں خود اپنے آپ کو بھی قابلِ درگزر نہیں سمجھتا - مگر اتم کے

خیال ناقص میں اس کلمہ سے حسد کی شدت شناخت کا اظہار مقصود ہونا زیادہ پر لطف ہے۔ یعنی حسد وہ بد بلا ہے۔ کہ جو انسان اس میں ملوث ہو۔ وہ تمام برکات و مہاسن سے محروم ہونے کے لائق ہے۔ اگرچہ وہ خود بہت بڑا مرشد و محسن ہی کیوں نہ ہو۔ اس سبب ترین رذیلیت کا حصہ اس کے تقدس و بزرگی میں بھی چھپ نہیں سکتا۔ لکھا قال
خانہا نہ از حسد گرد و خراب باز شاہی از حسد گرد و خراب

آنکہ اوباش حسد و آفتاب کو میگردد و زبود آفتاب

ترجمہ۔ جو شخص آفتاب پر حسد کرتا ہو۔ وہ آفتاب کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے۔
مطلب۔ یہ مثال ہے اس کی کہ جو شخص ایک بالکمال پر حسد کرتا ہے۔ وہ اس سے فیضیاب ہونے کی بجائے الٹ نقصان اٹھاتا ہے۔ مثلاً آفتاب ایک طرح کی مابینائی کا علاج کرتا ہے۔ کہ جو چیز تاریکی شب کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہ نظر آنے لگتی ہے۔ لیکن جس شخص کو آفتاب کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اس کے لئے اس کا الٹ اثر ہوتا ہے۔ وہ اس کے وجود سے روشنی ختم چاہنے کی بجائے الٹا اندھا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے جن کے آنکھ ہی نہیں کھولنا۔ کہ آنکھ کھولنے کی صورت میں آفتاب نظر آجائے گا۔ اس لئے وہ پہلے سے بھی زیادہ اندھا ہو جاتا ہے۔

ہے۔ سعدی ر ۵

الآنما نخواستہی بلا بر حشود کد آن بخت برگشتہ خود در بلاست

اینست دروبے دوا کوراست آہ اینست افتادہ ابد در قعر چاہ

لغات۔ اینست۔ ایک۔ ہیں۔ بے دوا۔ لاعلاج۔ کوراست کہ اور اہست۔
ترجمہ۔ اچھو یہ لاعلاج مرض ہے۔ جس میں وہ مبتلا ہے۔ دیکھو وہ (حسد کے) کوئیں کی گہرائی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گر چکا ہے۔

مطلب۔ حسد کو دروبے دوا اس لحاظ سے کہا ہے۔ کہ دیگر اخلاقی امراض مثلاً غصہ۔ بغض۔ کینہ وغیرہ کا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ جس سے بغض دعوا ہو۔ اگر وہ کس نفسی سے کام لے کر اس معاذ و کینہ کش کے ساتھ ملائیت و ملاطفت اور حسن سلوک اختیار کرے۔ تو اس سے یقیناً اس کی عداوت محبت میں بدل جائے گی۔ لیکن حاسد کا مرض حسد ان باتوں سے بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان باتوں سے اس کا مرض بقول مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی نیا اور بھی ترقی کر جائے تو تعجب نہیں۔ کیونکہ حاسد کو حسد عموماً دوسرے کی خوشحالی و فارغ البالی پر ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھے گا۔ کہ یہ ظاہری خوشحالی کے علاوہ حسن اخلاق و کس نفسی کے باطنی کمالات سے بھی متمتع ہے۔ تو اس کا دل آدھ بھی حسد سے جل اٹھے گا۔ اور دوسرے مصرعہ میں تا ابد سے مدت العمر مراد ہے۔ یعنی زندگی بھر کبھی اس بلا سے نجات نہ پائے گا۔ کیونکہ نہ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خاتمہ ہوگا۔ نہ حاسد کو لوگوں پر جلنے سے رستگاری ملے گی۔ چہ حاسد نعت و خیر دیگر اہل طول شود۔ و ہرگز نعم الہی ازاہل عالم منقطع نگردد۔

پس حزن و الم حاسد نیز ہرگز انقطاع نیا بد (اخلاق جلالی)۔ سعدی ر ۵

بمیر تا بر ہی اے حسد و کین رنجہ ست

کہ از مشقت او جز برگ نتوان درست

لفنی خورشید ازل بالیت او کے برائید ایں مراد او بگو

ترجمہ - وہ (حادث معرفت کے) آفتاب ازلی کا نابود ہو جانا چاہتا ہے۔ (اب) بتائیے اس کی یہ مراد (بجلا) کب پوری ہو؟

مطلب - یہ شعر ترجمہ ہے شعر سابق کے الفاظ "وَرَدِیے دوا" اور "افتادہ ابد" کی۔ یعنی اس کے مرض کی دوا یہ ہے۔ کہ خورشید ازل نابود ہو جائے۔ مگر یہ خورشید نابود ہو سکتا ہے۔ نہ اس کے مرض کی دوا میسر آ سکتی ہے۔ اور نہ مدت العمر اس کو شفا ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ خورشید ازل سے یا تو اولیاء کرام کی ذوات قدسیہ مراد ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تقدیر ازلی سے اس منصب جلیل پر مقرر کیا ہے۔ جیسے ترجمہ کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ یا اس سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ پھر مطلب یوں ہو گا۔ کہ یہ حادث اولیاء کاملین سے حذر رکھتا ہے۔ جو مستنیر با نور حق ہیں۔ تو چونکہ اس کو ان کی شخصیت پر نہیں۔ بلکہ ان کے منور با نور حق ہونے پر حسد ہے۔ لہذا حقیقت میں وہ اس خورشید ازل پر حسد کرتا ہے۔ جس کے نور سے یہ حضرات مستنیر ہیں۔ اور اسی خورشید کا عدم چاہتے ہیں۔ لیکن واجب الوجوب کا عدم کہاں۔ آخر یہ کم بخت اسی طرح جلتے مرتے رہتے ہیں۔

بازاں باشد کہ آید نرؤ شاہ باز کورست آں کہ او گم کرد راہ

ترجمہ (اچھا) باز وہ ہے جو (اپنے) ولی نعمت (یعنی) بادشاہ کے پاس (دوایں) چلا آئے۔ (اور) وہ باز اندھا ہے۔ جو راستہ بھول جائے۔

مطلب - اوپر کہا تھا۔ کہ ولی اللہ کا حادث جو آفتاب حق کو دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ تو گویا وہ دیدہ و دانستہ اندھا بنتا ہے۔ اب فرماتے ہیں کہ اس طرح آفتاب حق کی طرف سے اندھا بن جانے والے کی مثال اس گمراہ باز کی سی ہے۔ جو بادشاہ کی کلائی سے اڑ کر کسی ایسی جگہ جا پہنچے۔ جہاں اس کی نہایت بقدری ہو۔ اگر وہ آنکھیں رکھتا ہے۔ تو پھر بادشاہ کے پاس واپس آ کر دوبارہ عزت و منزلت چل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اندھا ہے۔ تو واپس نہیں آ سکتا۔ اور اسی طرح مدت العمر بے وقری و بے عزتی میں مبتلا رہے گا۔ اگر حادث بھی آفتاب حق سے حسد رکھنا چھوڑ دے۔ اور اس کے نور سے مستنیر ہونے کی کوشش کرے۔ تو وہ دولت معرفت سے متمتع ہو سکتا ہے اس مناسبت سے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں۔

گرفتار شدن باز میان حُجّہ ال بویرانہ

ایک باز کا ویرانہ کے اندر آؤ کوں میں جا پھنسا

باز ویرانہ بر حُجّہ ال فتاد راہ را گم کرد و در ویراں فتاد

لغات - ویرانہ۔ ویران۔ بے آباد زمین۔ اُجاڑ۔ خرابہ۔ چنڈاں جمع چنڈ۔ آؤ۔ غیر ذوی العقول کے لئے الف و لون کے ساتھ صیغہ جمع لانا خلاف قیاس ہے۔ فتاد۔ ناگہاں جا پہنچا۔

ترجمہ - ایک باز کسی بے آباد زمین میں آٹوؤں میں ناگہاں جا پہنچا - راستہ بھول گیا - اور اجڑ میں بھٹکتا پھرتا تھا -

مطلب - یہ بنی بے عارف اور کفار یا مجہولین کی ایک مثال ہے - جس میں باز سے مراد بنی بے عارف ہے - اور آٹوؤں سے کفار یا مجہولین و منکرین اور بادشاہ سے حق سبحانہ تعالیٰ - مطلب یہ کہ ایک ولی اللہ نابل و ناجنس لوگوں میں جا پھنسا - نابل لوگ بالکمال کی قدر کیا جانتے - سعدی رح

پارسا را پس این قدر ز نراں کہ بود ہم طویل ز نراں

او ہمہ نوزست از نور ضیا لیک کورش کرد سرسنگ قضا

ترجمہ - وہ خوشنودی (حق) کے نور سے سراپاے نور ہے - (پھر راستہ کیوں بھولتا) مگر قضا کے سیاہی نے اس کو اندھا کر دیا -

مطلب - بادشاہ سے بہت مانوس تھا - اس لئے اس سے یہ ہرگز امید نہ تھی - کہ وہ بادشاہ سے دور ہونا گوارا کرے گا - مگر تقدیر نے اس کو اندھا کر دیا - اسی طرح بنی اور عارف باوجودیکہ خود نور علی نور اور دوسروں کے لئے رہنا ہوتے ہیں - تو ان سے گمراہ ہونے کا کہاں احتمال ہے - مگر بعض اوقات ان پر قضا غالب آجاتی ہے - اور کبھی ان کو استخوانا نابل لوگوں میں پھنسا دیا جاتا ہے - جس میں قدرت نے بہت سے فوائد مضمر رکھے ہوتے ہیں -

خاک درش زو و از راہ بُرد در میان چن و ویرانش سپرد

ترجمہ (قضا نے) اس کی آنکھوں میں مٹی ڈال دی - اور اس کو راستے سے برگشتہ کر دیا - اس کو آٹوؤں کے درمیان دیرانہ میں ڈال دیا -

بر سرے چن و ویرانش بر سر میزند پروبال نازنیش میکند

لغات - بر سرے - علاوہ - طرہ - نازمین - ناز و نعم میں ملا ہوا - میکند - کندن (راکھنا) سے مشتق - ترجمہ (باز کا) آٹوؤں میں جا پھنسا گیا کہ عذاب تھا کہ اس پر (طرہ یہ کہ) آٹو اس کے سر پر ٹھونگیں مارے ہیں اس کے پیارے پیارے پرول اور بازوؤں کو نوچتے ہیں -

مطلب - جب اہل اللہ نابل لوگوں میں پھنس جاتے ہیں - تو ایک تو ناجنس لوگوں میں وقت کاٹنا ہی ان کے لئے عذاب الیم ہے - صاف ہے

حذر ز صحبت ناجنس جز عاقبت بہت کہ خون گل ز سر انگشت خارے ریزد
پھر ان لوگوں کا طعن و تشنی ایک دوسری بلا ہے -

ولو کہ افتاد و چن ویرانش کہ باز آمد تا بگیر و جاے ما

ترجمہ - آٹوؤں میں ایک شور برپا ہو گیا - کہ خبردار رہنا - باز آیا ہے - تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کر لے -

مطلب۔ انبیاء کے ساتھ کفار کو اور اہل اللہ کے ساتھ عوام جہلا کو یہی بدگمانی ہوتی ہے۔ کہ یہ لوگوں پر تسلط جانے کی کوشش کرتے پھرتے ہیں تاکہ ان کے مال و زر اور مملکت و جاہ و پر قبضہ کر لیں۔ جس طرح فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اسی قسم کی بدظنی کی بنا پر اپنی قوم سے کہا تھا۔ **يُرِيدُ اَنْ يَخْجِيَّ جَسَدَكَ مِنْ اَرْضِكَ فَمَا ذَا مَأْمُورٌ**۔ یعنی یہ جو ہریت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس لئے کہ تم کو ہمارے وطن سے نکال کر خود اپنا قبضہ جاملے۔ پس تم کیارائے دیتے ہو۔

چوں سگان کوئے پُختّم و مُہیب اندر افتادند در دلق غریب

لغات۔ مسیب۔ خوفناک۔ ڈراؤنا۔ دلق۔ گڈڑی۔ پھٹے پڑنے کیڑے۔ غریب۔ سافرا۔ اجنبی۔ بیوطن۔ ترجمہ۔ گلی کے کتوں کی طرح جو غضبناک اور ڈراؤنے ہوتے ہیں مسافر کی گڈڑی میں چپٹ گئے۔

باز گوید من چو در خور و دم بچند صد جنیں ویراں رہا کروم بچند
ترجمہ (ادھر) باز کہتا ہے میرا لٹوکا کیا مقابلہ میں (تو وہ شان رکھتا ہوں کہ) ایسے ایسے سینکڑوں ویرانے لٹوکوں کو دے چکا ہوں۔ (پھر مجھے اس ویرانہ کی کیا ضرورت؟)

من نخواہم بود اینجا میروم سوے شامہنشاہ راجع میشوم
ترجمہ میں یہاں ہمیشہ نہیں رہوں گا (ناحق کیوں گھبراتے ہو۔ ذرا ستانے کے لئے ٹھیر گیا ہوں) میں تو شامہنشاہ کی طرف واپس جا رہا ہوں۔
مطلب۔ انبیاء کفار سے۔ اور دیگر اہل اللہ اپنے معاذین و منکرین سے کہتے ہیں۔ کہ بھائیو تم ناحق کیوں بیچ و تاب کھا رہے ہو۔ ہم یہاں پاؤں جانے کے لئے نہیں آئے۔ یہ دنیا ہمارا گھر نہیں ہے۔ ہمارا گھر تو آخرت ہے۔ اور ہم اسی شامہنشاہ حقیقی کی طرف جا رہے ہیں۔ کما قیل سے

زندگی ماندگی کا وقفہ ہے
یعنے آگے چلیں گے دم بیک
امیر خسرو سے مبصران کہ مزاج جہاں شناختہ اند
دور روزہ برگ اقامت در و شناختہ اند

خوشی تن کشیدے چنڈاں کہ من نے مقیم مے روم سوے وطن
ترجمہ۔ اے لٹوکو! تم اس غم میں کہ باز ہماری جگہ پر قبضہ کر لے گا! اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کیونکہ میں (میان زیادہ دیر) قیام نہیں کروں گا (ملکہ) اپنے (اصلی) وطن کو جا رہا ہوں۔
مطلب۔ انبیاء کفار سے اور دیگر اہل اللہ دنیا داروں سے کہتے ہیں۔ تم مطمئن رہو۔ ہم یہاں سدا رہنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ راہرو ہیں۔ آخرت اور قرب حق ہمارا اصلی وطن ہے۔ اسی طرف جا رہے ہیں۔

سعدی رحمہ

گر اہل معرفتی دل در آخرت بندی نہ در خرابہ دنیا کہ حسرت آبادست

اِس خراب آباد چشمِ شہاست ورنہ مارا ساعدِ شہ باز جاست
ترجمہ۔ یہ خراب آباد (دنیا) تو تمہاری ہی طرح نظر ہے۔ ورنہ ہماری جگہ تو پھر بادشاہ کی کلائی (بننے والی) ہے۔

مطلب۔ اگلے زمانے کے بادشاہ باز کو اپنی کلائی پر بٹھاتے تھے۔ جو اس جانور کے لئے قبولیت و شرف کی اعلیٰ سند تھی۔ اسی طرح اہل اللہ اپنے منکرین و معاندین سے کہتے ہیں۔ کہ ہم کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں۔ تم ہی اس کے دلدادہ ہو۔ ہم تو یہاں سے نکل کر پھر قرب حق میں جگہ پانے کے امیدوار ہیں۔ سعدی رحمہ اللہ
دیدہ یاشی تشہ مستعل بر آب جال بجاناں بچناں مستعل برست

چُنڈ گشتا بازِ حیدت میکند تازخان و ماں شمارا بر کند
ترجمہ ایک آلو (باز کی یہ باتیں سن کر) بولا۔ (یارو!) باز حیلہ بازی کرتا ہے تاکہ تم کو تمہارے گھربار سے اجاڑ دے۔

خانہائے ماجیہ را و بکر بر کند مارا بسا لوسی زوگر
لغات۔ سا لوسی۔ فریب۔ وکر۔ آشیانہ۔ گھونسلہ۔
ترجمہ (اور) ہمارے گھروں پر فریب کے ساتھ قبضہ کر لے۔ دھوکے سے ہم کو گھونسلوں سے نکال دے۔

مے نماید سیری اِس حیدت پر واللہ از جملہ حرصیاں بدترست
ترجمہ۔ یہ حیلہ باز (محض دکھلانے کو) اپنی شیرینی ظاہر کرتا ہے۔ واللہ (درحقیقت) یہ سارے حرصیوں سے بدتر ہے۔ سعدی رحمہ اللہ
ترک دنیا ببردِ آموزند خوشین سیم دغہ اندوزند

او خور و از خرص طیس را بچو و بس ونبہ بنسپارید اے یاراں بخرس
لغات۔ طیس۔ مٹی۔ و بس۔ شیر و انگور۔ بخرس۔ ریچہ۔
ترجمہ۔ وہ حرص سے مٹی۔ نگارے کو بھی شیر و انگور کی طرح چٹ کر جاتا ہے۔ یارو ونبہ ریچہ کے حلہ نہ کر دے یہ حرص کب چھوڑنے لگا۔

لاف از شہ میزند و دستِ شاہ تا بردا و ماں لیلماں راز راہ
لغات۔ سیماں لام کے کمرہ سے جمع سلیم۔ بھولا بھالا۔ سیدھا سادہ۔ از راہ بروں۔ بھکانا۔ دھوکا دینا۔ پھسلانا۔

ترجمہ - وہ بادشاہ (کے مقرب ہونے) اور بادشاہ کی کلائی (پر بیٹھنے) کی (فضول) سنجی بھگارتا ہے۔ تاکہ ہم سیدھے سادے لوگوں کو بہکا دے (اور ہم اس کو بالائین سمجھ کر اس پر اعتماد کریں اور اپنے گھر اس کے سپرد کر دیں)۔

خود چہنس شاہ باشد مرغلے مشنوش گر عقل داری اند کے

لغات - چن - ہم جنس - مناسب - مرغلے - حقیر برندہ -
ترجمہ - بھلا سوچو تو سہی کہ (ایک ناچیز برندہ بادشاہ (کی صحبت) کے لائق کہاں ہوگا۔ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہے۔ تو اس (کی بات) کو نہ سنو۔
مطلب - جیسے ہم پرندے ہیں۔ یہ بھی ایک مولیٰ حیثیت کا پرندہ ہے۔ یہ کہاں سے شاہی مقرب بن گیا۔ اسی طرح کفار و غیرہ کے بارے میں کہتے تھے۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ تم ہم جیسے ہی انسان ہی تو ہو۔
جای ۷ سے

زوطعہ شیخ شہر بہار اہل دل المرء لا یزال عدوً واما جمل

جنس شاہ است او؟ ویا چہنس وزیر بیچ باشد لائق لوزینہ سیر

لغات - لوزینہ بفتح یا د کسر زار۔ حلوائے بادام۔ جو گھی کی بجائے روغن بادام ڈال کر یا سیدہ کے ساتھ میخ بادام شامل کر کے تیار کیا جاتا ہے۔ سیر - حسن۔
ترجمہ - کیا وہ بادشاہ کے لائق ہے؟ یا وزیر کے لائق ہے؟ کیا بھلا حسن حلوائے بادام کے لائق ہو سکتا ہے؟ (نہیں ہرگز نہیں)

آسپہ میگوید ز کمر و فضل و فن ہشت سلطان باہم حیاے من

ترجمہ (اپنی) فریب کاری۔ چال بازی اور حیلہ سازی سے جو (ایک عجیب بات) کہتا ہے (وہ یہ ہے کہ) بادشاہ فوج سمیت میری تلاش میں (مصروف) ہے۔

اینٹ مالخولیا سے ناپذیر اینٹ لاف خام و دم گول گیر

لغات - مالخولیا۔ دیوانگی۔ دیوانوں کی سی باتیں۔ ناپذیر۔ ناقابل قبول۔ لاف خام بے بنیاد سنجی۔ گول گیر۔ یاد دلور لوگوں کو پھانسنے والا۔
ترجمہ - دیکھو یہ کیا سڑیوں کی سی بات ہے جو قابل قبول نہیں۔ دیکھو یہ بیہودہ سنجی اور احمقوں کو پھانسنے کا جال۔

مطلب - اسی طرح کافر مسلمان حق کے بارے میں کہتے تھے۔ اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَمْ رِبًّا جَنَّةً؟ - یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء (ابادھ) رہا ہے۔ یا اس کو جہنم عارض ہے۔

ہر کہ اس بادکنڈ زوانبلہ است مرنک لاغریہ درخوردشہ است
ترجمہ جو شخص اس کی ان باتوں پر یقین رکھے وہ بیوقوف ہے۔ بھلا ایک ذرا سا جانور بھی بادشاہ
کے لائق ہو سکتا ہے؟

کمتریں چنڈا رز ند برغز او مرور ایاری گری از شاہ کو
ترجمہ۔ اگر چھوٹے سے چھوٹا تو بھی اس کے سر پر ٹھونگ مار دے تو (میاں کا بھیجا نکل پڑے۔ پھر
دیکھیں کہ) اس کے لئے بادشاہ کی مدد کہاں (سے آتی ہے)۔

مطلب۔ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی منکر قوم نے کہا تھا کہ قَالُوا لَشُعَيْبٍ مَا
نَفَقَ لَكَ إِيمَانُكَ قُلْ وَإِنَّا لَنَزَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا زَهْلُكَ لَرَجَعْنَاكَ وَمَا أَنْتَ
عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ كَاذِبِينَ۔ اے شعیب تو جو کہتا ہے اس میں سے بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں
اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ تو ہم لوگوں میں کمزور ہے۔ اور جو تیرے کہنے کے لوگ (ہماری نظر میں قابلِ محاط) نہ ہوتے۔
تو ہم (کب کے) تجھے پتھر ڈر چکے ہوتے اور تو ہمارے سامنے کوئی چیز نہیں (ہود ع ۸)

گفت باز از یک پرمن بشکند پنج چنڈ ستاں شمنشہ بر کند
ترجمہ (یہ باتیں سن کر) باز نے کہا (میرے سر کو صدمہ پہنچا تو بڑی بات ہے۔ یاد رکھو) اگر میرا
بال بھی بیکا ہوا۔ تو بادشاہ اُلوؤں کی سرزمین کا تختہ ہی اُلت ونگا۔

مطلب۔ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا تھا کہ وَلَقَوْمٌ لَا يَخْرُجُ مِنْكُمْ
شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ
لُوطٍ مِثْلُكُمْ بَعِثُوا ۱۵ اور بھائیو کہیں میرے ساتھ ہند کرنا تم کو اس (آفت) میں نہ ڈال دے جو آفت نوح کی
قوم پر پڑی۔ یا ہود کی قوم پر یا صلح کی قوم پر اور لوط کی قوم بھی تم سے دور نہیں (ہود ع ۱۵)

چنڈ چہ بود خود اگر بازے مرا دل برنجاند کند یا من جفا
شہ کند تو وہ بہر شیب و فراز صد ہزاراں خرمن از سر لے با

لغات۔ چہ بود استفہام پرے تحقیر۔ تودہ۔ ڈھیر۔ شیب۔ کبوترین دیاے جھول مخف شیب۔ پنچ زمین
فراز۔ اونچی زمین۔ خرمن۔ کھلیان کا انبار یہاں مطلق انبار مراد ہے۔ ترکیب اگر بازے الخ شرط و سہل
شہر شہ کند الخ جزا۔

ترجمہ۔ اُلو کی تو کیا بساط ہے۔ اگر کوئی باز (بھی) میرے دل کو بخندہ کر دے (اور) مجھ پر زیادتی
کرے تو اس کے انتقام میں بادشاہ بازوں کے سروں سے ہر لمبہ و پست زمین میں لاکھوں
ڈھیر اور انبار لگا دے۔

مطلب۔ کفار انبیاء و دیگر اہل اللہ کو ستانے کی جو سزا پاتے ہیں۔ وہ تو نرود۔ فرعون۔ قوم ثمود۔ قوم عاد۔ اور اصحاب ایکہ کی حسرتناک داستانوں سے ظاہر ہے۔ جو علی الترتیب حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت صالح۔ حضرت ہود۔ حضرت شعیب علیہم السلام کی تکذیب و توہین کی پاداش میں مختلف عذابوں سے تباہ و برباد ہوئے۔ لیکن اگر کوئی دیندار و عابد و پارسا بھی جو ولایت اور قرب حق کے درجہ پر فائز ہو۔ انبیاء و مرسلین کے ساتھ خاصانہ مقابلہ کرے۔ تو وہ بھی خلعت سعادت سے عاری اور حسرت الدنیا والاخرہ کا مصداق ہو جاتا ہے۔ البیس کا درجہ علم و عرفان و عبادت و طاعت میں وہ تھا۔ کہ ملائکہ قدس میں شامل تھا۔ بلکہ اس کو معلم الملکوت کہا گیا ہے۔ مگر جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کیا۔ اور ان کے آگے سر جھکانے سے منکر ہوا۔ تو بحکم **اِنَّ عَلَيْنَا لَلْغَنَةَ اِنِّیْ یُؤْمِرُ الدِّیْنِ** اس کے جھکے میں قیامت تک طوق لعنت پڑ گیا۔ لیکن ابن باعور وہ عابد و زاہد انسان تھا۔ کہ اس کے کمالات و کمالات پر خود اللہ تعالیٰ کا قول **اَتَيْنَا** آیا تینا شاہد ہے۔ مگر جب اس نے عین معرکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زک پہنچانے کے لئے اپنے روحانی تصرفات سے کام لینا شروع کیا۔ تو بقول تعالیٰ **فَاَنْتَلَحَّ** جھٹھا اس کے تمام کمالات سلوب ہو گئے اور اس کی حیثیت صرف **فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ** کی سی رہ گئی۔ حافظ رحمہ

گفتن پر خورشید کہ من چشمہ نورم دانند بزرگان کہ سزا دار مہمانیت

انبیاء کے بعد اولیائے کبار کا بھی یہ درجہ ہے۔ کہ کسی شخص کو ان کے ساتھ معارضہ و مقابلہ کرنا زیبا نہیں۔ اگرچہ خود بھی زہد و عبادت کی بدولت کچھ کمالات رکھتا ہو۔ بلکہ اس قسم کے خیالات ہی کمالات کے خلاف ہیں جس کا نتیجہ سوائے خدیت خسران کے اور کچھ نہیں۔ کلید شہزی میں لکھا ہے۔ کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ ایک مشہور بزرگ کے پاس زیارت اور حصول فیض و برکت کی غرض سے گئے۔ ساتھ دو شخص آدمی لائے۔ ایک ابن سقا نام بڑا عالم متبحر اور مبلغ مقرر تھا۔ اس کو یہ شوق تھا۔ کہ میں ان بزرگ سے ایسے پیچیدہ سوال کروں۔ جن کے جواب سے وہ عاجز آجائیں۔ دوسرے شخص عبداللہ نام تھا۔ اس کا صرف اتنا مدعا تھا۔ کہ اپنے مشکل سوالات سے ان کے علمی و دینی کمالات کا امتحان کروں۔ تینوں ان کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھتے ہی خدا کے حکم سے ارزو سے کشف ہر ایک کا مدعا سے ملاقات معلوم کر لیا۔ اور حضرت غوث الاعظم سے فرمایا۔ آپ حصول برکت کی نیت سے آئے ہیں۔ آپ کو اس نیک بیتی کا یہ صلہ ملے گا۔ کہ تمام اولیائے شرق و غرب کی گردنوں پر آپ کا پیر ہوگا۔ ابن سقا سے کہا تم ہم کو مغلوب کرنے کے ارادے سے آئے ہو۔ تمہارے اس جرم کی یہ سزا ہے۔ کہ تم عیسائی ہو کر بحالت کفر ہو گے عبداللہ سے کہا۔ بزرگوں کا امتحان لینا گستاخی ہے۔ اس گستاخی کا ارادہ کرنے کی سزا تم کو یہ ملے گی۔ کہ تم طاعت و عبادت سے غافل اور دنیا میں غرق ہو جاؤ گے۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد ابن سقا کا حشر یہ ہوا۔ کہ خلیفہ بغداد کے حکم سے ملک روم کا سفیر بن کر گیا۔ دہاں شاہی خاندان کی ایک عیسائی عورت پر عاشق ہوا۔ اس کے خوش کرنے کو دین حق سے اٹھ دھو بیٹھا۔ عبداللہ کو دربار خلافت سے وزارت اوقاف پر مامور کیا گیا۔ جسے کہ حکومت کے نشے نے اس کو ناز و روزہ تک سے غافل کر دیا۔ حضرت غوث پاکؒ کو اس دعا کے مطابق جو درجہ ملا۔ سب کو معلوم ہے۔ کہ آپ کا یہ فرمان کہ **وَ اَقْدَا حِیْ عَلَیْ عَنِیْ الرَّحَابِیْ** بالکل حقیقت پر مبنی تھا۔ جو سچی جن نیت اور پاکی عصیت کا صلہ تھا۔ حافظ رحمہ

ازاں زمان کہ بریں آستان ہما دم رو فراز مسند خورشید تکیہ نگاہ من سرت

پاسبانِ من عنایاتِ فے است ہر گجا کہ من روم شہ در پے است

ترجمہ۔ اس بادشاہ جہاں پناہ کی عنایات سیری محافط ہیں۔ میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ (بغضِ حفاظت و حمایت) میرے پیچھے (رہتا) ہے۔

مطلب۔ اللہ تعالیٰ الیہا بنیاد اولیا کا خود محافط و حامی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَاللّٰهُ يَحْفَظُكَ مِنَ النَّاسِ** اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ دینہ میں یہود اور منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ اور ہر طرح اذیت و نقصان پہنچانے کے در پے رہتے تھے۔ بلکہ کئی مرتبہ آپ کی حیات طیبہ کو گزند پہنچانے کی سازشیں بھی کیں سان خطرناک حالات میں آپ کی حفاظت جان ضروری تھی۔ اس لئے روزانہ دو صحابی باری باری رات کو آپ کے خانہ مبارک پر پہرہ دیتے۔ ایک رات جب یہ آیت اُترتی۔ تو آپ نے اپنے پہرہ داروں سے فرمایا۔ جاؤ اب تمہاری ضرورت نہیں۔ خدا خود ہمارا محافظ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہمیشہ دشمنوں کے منصوبے خاک میں ملے رہے۔

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے ساتھ ہے۔ مجھے کسی کا خوف نہیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ **لَا تَحْزَنْ اِنِّيْ مَعَكُمْ اٰسْمَعُ وَاَدْرِيْ تَمِ دُوْنُ خَوْفِ ذٰلِكَ**۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہوں (طہ ۲۷)

در دلِ سلطانِ خیالِ من مقیم بے خیالِ من دلِ سلطانِ سقیم

لغات۔ مقیم بضم میم۔ قائم۔ جاگزیں۔ سقیم۔ بیمار۔ ناخوش۔ ملول۔
ترجمہ۔ بادشاہ کے دل میں میرا خیال جاگزیں ہے۔ میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل ناخوش (رہتا) ہے۔

مطلب۔ باز کہتا ہے کہ بادشاہ کے ساتھ میرا تعلق اس قدر گہرا ہے کہ میرے بغیر وہ ایک لمحہ میں بے چین ہو جاتا ہے۔ اور جب تک وہ مجھے دیکھ نہ لے۔ مبتلائے اضطراب رہتا ہے۔ یہ صفات باز اور بادشاہ متعارف ہی پر صادق آسکتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ عنوان اہل اللہ کے حق تعالیٰ کے ساتھ غایت تعلق کے بیان کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ اس لئے بتا دیا اس کا صرف اتنا مطلب لیا جائے گا۔ کہ حق سبحانہ کی اپنے ادلیا پر فاعل و نازلش ہوتی ہے۔ کیونکہ ذات حق سقیم۔ ملال۔ رنج و غیرہ صفات نقص سے منزہ ہے۔

چوں بیزاند مرا شہ در روشِ مے پر مبر اوجِ دلِ حُسنِ پریش

ترجمہ۔ جب بادشاہ مجھ کو کسی خاص رفتار میں اڑاتا ہے۔ تو میں (در حقیقت اس فضا میں نہیں بلکہ اس کے) دل کی بلندی میں اڑتا ہوں۔ جیسے اس (کے دل) کی روشنی (بلند ہوئی) ہے۔

مطلب۔ باز کہتا ہے کہ میں بادشاہ کے نزدیک اس قدر محبوب ہوں۔ اور میری محبت اس پر اس قدر مسلط

ہے۔ کہ جب اڑتا ہوں۔ تو میری اڑان گویا اس کے دل کی فضلہ کے اندر ہوتی ہے۔ اور پھر وہ اڑان بھی اس کی نظر میں اس قدر لطیف و پُر جلال ہوتی ہے۔ جیسے اس بیدار دل بادشاہ کی پرواز عقل ہیماں اس سے یہ مقصد ہے کہ حق تعالیٰ جب اپنے خاص بندوں کو عروج و روحانی عطا فرماتا ہے۔ تو وہ سیر فی اللہ کے درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ اور ان کی اس سیر و عروج میں وہ ارج پائی ہو سکتی ہے۔ جو انوار قدس میں ہوتی ہے۔

الخلافت دوسرے مصرعہ کی عبارت ہمارے نسخہ کی بنا پر ہے۔ بعض نسخوں میں یہ مصرعہ اور طرح ہے۔ جس کی بناء ہمارا قلمی قدیمی نسخہ بھی کرتا ہے۔ یعنی ”ایام اندرا وج جاں خوش پرورش“ اس تقدیر پر شعر کا مطلب یوں ہوگا۔ کہ جب حق تعالیٰ مجھے عروج و روحانی عطا فرماتا ہے۔ تو مجھے روح کی ترقی و عروج میں اعلیٰ پرورش حاصل ہوتی ہے

پہچو ماہ و آفتابے مے پر دہائے آسمانراے ورم
ترجمہ میں (جب اڑنے لگتا ہوں تو) چاند اور سورج کی طرح اڑتا ہوں (بلکہ آسمانوں کے پردوں کو چاک کرتا ہوں) اچلا جاتا ہوں۔

مطلب۔ باز کی پرواز کے لئے یہ بیان مجاز اور مبالغہ ہے۔ اور اہل اللہ کا لہجہ اس کے عروج کے لئے حقیقت اور امر واقع ہے۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ اگر شباز سے بنی مراد ہو۔ تو اس میں معراج مرسلین کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر مطلق ولی مراد ہو۔ تو معراج اولیا مقصود ہوگا۔ جو معراج روحی ہے۔

روشنی عقلہا از فکر تم **النفطار آسماں از فطر تم**
لغات۔ عقلہا۔ عقل۔ مراد ملائکہ از بیان جنس کے لئے ہے نہ کہ تعبیل کے لئے کما تو ہم بعضم۔ انفطار پھٹنا۔ چاک ہونا۔ فطرت۔ آفرینش۔ سرشت۔ خلقت۔ صنائع انفطار و فطرت میں لفظی مناسبت

ترجمہ۔ ملائکہ کی نورانیت میری فکر کی قبیل سے ہے۔ آسمان کا کھلنا میری ہی پیدائش کی وجہ سے ہے۔

مطلب۔ یہ صفات خاص انبیاء و اولیاء پر منطبق ہوتی ہیں۔ اصل قصہ کے باز پر ان کا انطباق نہیں ہو سکتا۔ مولانا فطر جوش میں خاص مشبہ اور مستعار لہجہ ہی کے اوصاف بیان کرنے لگے ہیں۔ استعارہ و تشبیہ کو محفوظ رکھنے کی پروا نہیں کی۔ یعنی فرشتے جو اصل خلقت سے نور علی نور ہیں۔ ان کی نورانیت میری ہی فکر کی نورانیت کی قسم ہے ہے۔ فکر جو کہ منبع علوم و معارف ہوتا ہے۔ لہذا اس اعتبار سے اس کو ذوالنور قرار دیا گیا۔ اور خوبی مراد یہ کہ اس میں فی النورانیت میں اپنے نور فکر کو روشنی عقلہا کے تابع نہیں کیا۔ بلکہ روشنی عقلہا کو اپنے نور فکر کے تابع کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میرا نور فکر تو مقدم و قائم ہے۔ اور ملائکہ کی نورانیت کو اس کی قبیل سے ہونے کا نخر بعد میں حاصل ہوا ہے یہ مطلب اسی بنا پر ہے۔ کہ حرف ”از“ بیان جنس کے لئے ہو۔ بعض شارحین نے اس حرف کو تعلیلیہ قرار دے کر یوں ترجمہ کیا ہے۔ کہ ”فرشتوں کو نورانیت میرے ہی فکر کے سبب سے حاصل ہوئی ہے“ اور پھر اس ترجمہ کو صاف اور ہوا کرتے کے لئے ان کو آفرینش عالم کے ذکر، اشرف المخلوقات کی تعین اور اصل و فرع کی بحث کو چھڑتا پڑا۔ والا مرکان سہلا انفطار آسمان سے یا تو نزل یا رال مراد ہے۔ یا آسمان کے دروازے کھلنا۔ اور

یہ باتیں بھی اہل اللہ ہی کی بدولت وقوع پاتی ہیں۔ یعنی ان کی دعا سے بارش ہوتی ہے۔ اور ان کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عروج آسمانی سے آسمان کے دروازوں کا کھلنا بھی ظاہر ہے۔ اگر یہ خاصان حق پیدا نہ ہوتے۔ تو آسمان کے دروازے کیوں کھلتے۔ صائب ہے

گرچہ در ظاہر بزر دست و پانتادہ بگذرانہ فلک چرخش بہت زین کنند

بازم و حیراں شود در من ہما چنڈ کہ بود تا بداند سہرا

لغات : بازم۔ بازہستم۔ ہما ایک پرندے کا نام ہے۔ جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ اس کی خوراک تو بڑی ہے۔

یگر اس میں خوبی یہ ہے کہ جس کے سر پر سے گزر جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ بہتر بھید۔

سرجمہ (نظاہر میں) (ایک) بازہوں۔ اور (میرا) درجہ اس قدر بلند ہے کہ (ہما بھی میرے) (علم منصب کے) (بارے میں حیران ہوتا ہے) (پھر سچا رہ) (اگر تو کیا حیثیت رکھتا ہے کہ ہمارے بھید کو پاسکے۔

مطلب۔ اہل اللہ کا لین کو بن میں انبیاء و اولیاء داخل ہیں۔ باز کے ساتھ اس لحاظ سے تشبیہ دی ہے۔ کہ جس طرح باز ایک سادہ صورت اور غیر کیا ب جانور ہے۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء کی ظاہری حیثیت بھی مثلاً نہ تکلفاً

سے پاک اور سادگی و غیبی کا موقع ہوتی ہے۔ چنانچہ فرعون نے حضرت موسیٰ کے بارے میں کہا تھا۔ اَمَّا اَنَا خَدُوْ مِنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ اَمْسِنُ ۚ وَلَا يَكَا دُ يَمِيْنُ ۚ فَلَوْلَا الْفِيْ عَلَيْهِ اَسْوَدَةٌ مِّنْ دُھَبٍ

اَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقَرَّرٰتِيْنَ ۚ میں اس شخص سے کمیں بہتر ہوں۔ جو ذلیل ہے۔ اور پوری بات بھی نہیں کر سکتا۔ اگر وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے تو اس پر (آسمان سے) سونے کے ٹکٹن کیوں نہیں ڈالے گئے۔ یا خیر فرشتوں کو تو

اکٹھا ہو کر اس کے ساتھ آنا تھا (ذخرف ع ۵) نیز ان کی کوئی نایاب و مستور ہستی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ انسان ہی کی نوع میں سے ہونے کے باعث۔ ان سے مختلف و ملاقی ہوتے ہیں۔ اِنْ تَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنْ اَللّٰهُ يَمُنُّ

عَلٰی مَنْ يَّتَتٰهُ مِنْ عِبَادٍ ۚ بے شک تم اور کچھ نہیں تمہاری طرح آدمی ہیں۔ مگر خداوند تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ احسان کرتا ہے (ابراہیم ع ۳) باز ایک بہادر۔ پرندہ اور مقبول سلاطین ہے تو ہما بھی

ایک مبارک پرندہ ہے۔ مگر بخلاف باز کے اس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ وہ سب کی نظر سے مستور ہے۔ اور اس صفت میں ہما کے ساتھ فرشتوں کو تشبیہ دی ہے۔ جو سب کی نظر سے مستور و مخفی ہیں۔ باز کہتا ہے۔ کہ نا چیز

اگر تو میرے اسرار کو کیا جانے۔ ہما کا مبارک و باسعادت پرندہ بھی میری منزلت کو دیکھ کر متحیر و مہوت ہے۔ اسی طرح خاص بزرگ لاکہ کے سامنے خواص لاکہ تک کے درجے پرست ہیں۔ چنانچہ معراج میں جب جبریل علیہ السلام حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لاکہ کے مقام تک پہنچے۔ تو اس سے اوپر جانے سے معذوری ظاہر کی۔ و فی الروایات الضعیفہ ان جبیل انتہی ووقف واستصحبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعتذرو فقال لود

نوت املہ لا حترقت۔ یعنی بعض ضعیف روایات میں آیا ہے۔ کہ یہاں اگر جبیل علیہ السلام ٹھہر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ساتھ چلنے کو فرمایا۔ تو عذ کرتے ہوئے

کہا۔ اگر میں یہاں سے ایک سرگشت کے برابر بھی آگے جاؤں۔ تو جل جاؤں (فتاویٰ عزیزی) سعدیؒ

گفتا فتر محالم نما بازم کہ نیردے بالم نما

خاص خواص لاکہ سے افضل ہیں۔

اگر کبھی سوئے برتر پریم فروغ تجلی بسوزد پریم
جب ملائکہ اور ملائکہ میں سے بھی سب سے بڑی ہستی کا یہ حال ہے کہ وہ انبیاء کی ہمراہی سے عاجز ہیں۔ تو محبوب
لوگ ان کے مراتب کمال کو کیا جانیں۔

شہزادے میں زرنڈاں یاد کرو صد ہزاراں نسبتہ را آزاد کرو
ترجمہ! شاہ نے میری خاطر سے قید خانہ (کے قیدیوں) کو یاد فرمایا اور لاکھوں قیدیوں کو
(قید دنیا سے) آزاد کر دیا۔

مطلب۔ حق سبحانہ اپنے مقرب بندوں کی برکت ان کے دوسرے بنی نوع پر رحم و کرم کرتا ہے۔ اور ان میں سے
بہت سے لوگوں کو ہوا دیوں کی قید سے نجات دے کر اپنے مقرب بنا لیتا ہے۔ سعدی ۷۷
نماذ بھیاں کسے در گرد کہ دار و جنیں تید پیشرو

یکدم با چنڈا و مساز کرو از دم من چنڈا را باز کرو
لغات۔ دم۔ لمحہ۔ تھوڑی سی دیر۔ سانس۔ نفس۔ بات۔ یہ لفظ دونوں جگہ دہشتے میں آیا ہے۔ اس لئے
اس میں صنعت بچھینیں ہی ہے۔

ترجمہ۔ تھوڑی دیر کے لئے مجھے آؤوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ان کے ساتھ ہم نشین کر دیا
چنا کچھ (اس نے) میرے انفاس (موثرہ) سے آؤوں کو باز بنا دیا۔

مطلب۔ انبیاء کفار کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جن کی ہدایت سے وہ ذرا ایمان سے بہرہ اندوز
ہوئے۔ اولیاءِ محبوبین کی تربیت کے لئے مامور ہوتے ہیں۔ جن کے فیض تربیتی سے وہ قرب حق حاصل کرتے ہیں۔ حافظہ
من بسر منزل عفا نہ بخود بروم راہ قطع این مرحلہ با مرغ سلیمان کردم

اے خنک چنڈے کہ در پرواز من فہم کرو از نیک بخشی راز من
لغات۔ خنک۔ ٹھنڈا۔ خوش نصیب۔ پرواز مراد مرتبہ کمال۔ نیک بخشی۔ سعادت ازنی۔

ترجمہ۔ بڑا خوش نصیب ہے وہ آؤ جو (اپنی) خوش نصیبی سے میری بلند پروازی میں میرا
راز سمجھ گیا۔

مطلب۔ حصول فیض کا مدار حسن عقیدت پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ہدایت سے وہی کا فزاہ راستہ پر
آسکتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کے ارشاد سے وہی محبوب لوگ دہل بخت ہو سکتے ہیں۔ جن کے دل میں ان کی توفیق
ہو۔ اور وہ ان کے کمال اور حقانیت کے معترف ہوں پس ایسے لوگوں کی خوش نصیبی میں کیا شک ہے۔ حافظہ
پاک ہیں از نظر آپ بقصد و وسعہ احوال انجیم دہیں در طبع خام قنات

ورن آویزید تا بازاں شوید گر چہ چنڈا نید شہبازاں شوید

لغات۔ آویزید۔ آویختن دنگنا اسے شوق ہے لٹک جاؤ بیٹے تعلق پیدا کرو۔ شہباز ایک بڑی قسم کے

باز کو کہتے ہیں۔ یا باضانت مقلوب باز شاہ یعنی شاہی باز جس کی فوقیت دوسرے بازوں پر ظاہر ہے۔ چوکہ باز کا لفظ دونوں قافیوں میں ایک ہی معنی میں ہے۔ اس لئے تکرار کا فیہ لازم آتا ہے۔ و ذالک لایستحسن عند ہم۔

ترجمہ: مجھ سے تعلق پیدا کرو۔ تاکہ تم (بھی) باز بن جاؤ۔ اگرچہ تم الو ہو۔ (مگر میرے فیض صحبت سے) شہنشاہ ہو جاؤ گے۔

مطلب: انبیاء و اولیاء فرماتے ہیں کہ ہمارے اتباع سے گوہر مقصود مل سکتا ہے۔ غنی رہے
بیر و رماشو کہ بچو خامہ در راہ سخن پے بیٹے سیتواں بردن ز نقش پائے

آنکہ باشد یا چنان شاہ صبیح ہر کجا افتد چرا باشد غریب

لغات: صبیح۔ دوست۔ مقرب۔ افتد۔ جائزے۔ چاہئے۔ غریب۔ پردیسی۔ بے وطن۔ بعید الدیار
ترجمہ: جو شخص ایسے (حاضر و ناظر اور سمیع و بصیر) بادشاہ کا دوست ہو۔ وہ جہاں بھی جائے
پردیسی (ہونے کی وجہ سے اس سے دور) کیوں ہوگا۔

مطلب: یہ صفت بھی خاص اہل اللہ پر منطبق ہے۔ باز اور شاہ متعارف پر صادق نہیں آسکتی۔ یعنی
اہل اللہ فرماتے ہیں کہ ہم کہیں جائیں۔ کہیں آئیں۔ ہر جگہ ہمیں محبت حق حاصل ہے۔ جامی رہے
ہر جاکہ گم خانہ، ہنخانہ تریا یا ہم ہرگز نہ روم جائے، کاجانہ تریا یا ہم

ہر کہ باشد شاہ در دوش را دوا گر چوئے نال دنیا شد مینوا

صانع۔ دردا و در دوا میں اہتمام تضاد۔ نے اور بے نوا میں اہتمام تناسب۔
ترجمہ: جس شخص کے درد کی دوا (خود) بادشاہ ہو۔ اگر وہ (دردِ فراق سے) روئے تو بھی وہ
بے سامان نہیں ہے۔

مطلب: چونکہ اس کا یاد حق میں ردنا غایت محبت و عشق پر دل ہے۔ مصائب دنیا پر رونے والوں کی طرح
محرومی و بد قسمتی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور اس کی محبت اور عشق سب سے بڑی دولت ہے۔ پس ان کا رونا
ان کی کمال خوش نصیبی کی دلیل ہے۔ امیر خسروؒ

عاشقتم اگر گریہ کنم عیب نیست
آب کہ بر روست من بہت آب و دست

مالک الملکم نیمین طبل خوار طبل بازم میزند شہ از کنار

لغات: مالک الملک۔ بادشاہی کا مالک۔ مالک سلطنت۔ طبل خوار۔ حریف۔ طبل باز۔ واپسی کے اشارے
کے لئے بجائے کا نقارہ۔ جب باز کو شکار پر چھوڑا جاتا ہے۔ تو شکار کر چکے کے بعد یہ نقارہ بجاتے ہیں۔ جس کو شہ
کروہ واپس آجاتا ہے۔

ترجمہ: میں تو (بادشاہ کا نائب اور) حکومت پر قابض ہوں۔ حریف نہیں۔ (دیکھو) بادشاہ
ایک طرف سے میری واپسی کے لئے نقارہ بجوا رہا ہے (جو میرے تقرب کی دلیل ہے)

مطلب - آتوں نے طعنہ دیا تھا کہ یہ باز حریص ہے۔ اور شدت حرص سے مٹی تک کو چٹ کر جلتے والا ہے۔ یہ اس کا جواب ہے کہ حریص تو کوئی بے نوا و ہمدست ہی ہو سکتا ہے۔ میں تو بجائے خود منافقین امارت ہوں۔ مجھے حریص و طامع بننے کی کیا ضرورت۔ اسی طرح منافقین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر فقر و فاقہ اور حرص و خود غرضی کی بہ گمانی کرے! ہم کہتے تھے کہ ان لوگوں پر مال خرچ کرنا بند کر دو۔ آپ سے آپ مدینے کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرمایا۔ **وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ**۔ حالانکہ زمین و آسمان کے تمام خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن منافق لوگ اتنا نہیں سمجھتے (منافقون ۲)

طبل باز من ندائے ارجچی حق گواہ من بر غم مدعی

لغات ارجچی۔ واپس چلی آ۔ قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف تلمیح ہے۔ بر غم۔ برائے مہملہ و نین مجھ۔ برخلاف۔ مقابلہ۔ ر غم کے معنی ہیں کسی کی ناک کو خاک آلودہ کر دینا۔ جس سے اس کی ذلت مراد ہے۔ اور کسی کی مخالفت میں کوئی کام کرنا اسی معنی پر مشتمل ہے۔ مدعی۔ حریف۔ مقابل۔ ترجمہ۔ میری واپسی کا نقارہ ارجچی کی ندا ہے (اور میرے) مدعی (خصوصیت) کے خلاف (خود) حق تعالیٰ میرا گواہ ہے۔

مطلب۔ حق تعالیٰ کے گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ** اے روح مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل۔ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی۔ پھر ہمارے (خاص) بندوں میں جاہل۔ اور ہماری بہشت میں داخل ہو (سورہ فجر)۔

اس سے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے جو بندے محبوب ہیں۔ ان کو دنیا میں رکھنا اُسے پسند نہیں۔ صرف ایک مصلحت خاص سے ایک مدت معین تک رکھ کر پھر ان کو اعزاز و اکرام سے اپنے پاس واپس بلا لیتا ہے۔

صائب رحمہ

چہ احتیاج دلیل ست در حیل مرا چو یل جذبہ درایت بس دلیل مرا

من نیم جنس شہنشہ دُورازو لیک دارم در تنجلی نورازو

ترجمہ۔ میں شاہنشہ (حقیقی) کا ہم جنس نہیں ہوں (بلکہ) اس سے (کہیں) دور (ہوں) ہاں مجھے (اپنی) تنجلی میں اس سے نور چل ہے۔

مطلب۔ آتوں نے باز کے بارے میں استحقار لگایا تھا کہ "جنس شاہ است او دیا جنس وزیر" کیا یہ بھی بادشاہ یا وزیر کا ہم جنس ہونے کا دعوے کر سکتا ہے۔ یہاں اس کا جواب دیا ہے کہ فی الواقع میں اس کا جنس نہیں ہوں۔ البتہ اس کے انوار مجھ پر درخشاں ہیں۔ اور انبیاء و اولیاء کی یہی شان ہوتی ہے۔ کہ وہ مخلوق! مخلوق! خدا اور منور با نور حق ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے پر تو سے شرق و غرب منور ہو جاتے ہیں۔ صائب رحمہ

خیمہ در قعر چہر این یوسف زہد ایم جلوہ دار نظر مردم کعباں داریم

نہیت جنسیت زوئے شکل و ذات آب جنس خاک آمد و نباتات

ترجمہ (میری) جنسیت (اس شاہ حقیقی کے ساتھ) شکل اور ذات کی زوئے نہیں ہے۔
 کہ دونوں میں ہر ایک سے مائیت لازم آئے۔ ہاں جنسیت بمعنی مناسبت کہو تو بے جاں
 و کھو) نباتات میں پانی خاک کا محاسن ہے (حالانکہ مشکل و ذات دونوں کی الگ الگ ہے)
 مطلب۔ یہ ایسی جنسیت بمعنی مناسبت کی نظیر ہے۔ جو خالق و مخلوق میں ہو سکتی ہے۔ یعنی پانی اور
 خاک دونوں نباتات کے عنصر اور ان کی غذا ہیں۔ حالانکہ ان میں ذاتی و صورتی مناسبت نہیں ہے۔ اسی طرح نبات
 کو حق تعالیٰ سے مناسبت تو ہے۔ مگر نباتات نہیں۔

باد جنس آتش آمد و در قوام طبع راجنس آمدت آخر مدام

لغات۔ قوام۔ بناوٹ۔ ساخت۔ ترکیب و جود۔ مدام بضم میم شراب۔
 ترجمہ۔ ہوا آگ کے لئے اس کے قیام و جود میں ہم جنس ہے (کہ ہوا نہ ہو تو فوراً آگ بجھ جائے)
 طبیعت کے لئے آخر شراب (بھی) ہم جنس ہے (کہ وہ شراب سے سرور حاصل کرتی ہے)۔
 مطلب۔ ہوا کو آگ کے کس قدر مناسبت ہے کہ اس کے بغیر آگ روشن ہی نہیں ہو سکتی۔ اور نئے نوش
 کی طبیعت کو شراب سے کس قدر مناسبت ہے۔ کہ اس کے نشے و خوش و خرم ہو جاتی ہے۔! اینہہ ان سب کی
 ماہیات الگ الگ ہیں۔ اور کوئی ان کو باہم مائل یا مستحق نہیں کہتا۔ بلکہ سب ان کی مناسبت کے قائل ہونگے
 ! ایں ہمہ کوئی اس مناسبت کی ماہیت ٹھیک بیان نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بندے کو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص
 مناسبت ہے۔ اگرچہ اس مناسبت کی صحیح تعریف نہ ہو سکے۔ اور کسی چیز کی تعریف نہ کر سکنے سے اس کا عدم
 لازم نہیں آتا۔ جامی رحمہ

اے درہوئے نہر تو ذات کائنات واقع نہ از کم اہی ذات تو ہیچ ذات

جنس ماچوں نہیت جنس شاہ ماے باشد بہر ماے او فنا

لغات۔ آفاری میں ضمیر جمع متکلم۔ ہم۔ نحن۔ مراد ہستی۔ ہمارا وجود۔ ہماری ہستی۔
 ترجمہ۔ چونکہ ہماری جنس (اور) ہمارے شاہ (حقیقی) کی جنس (ایک) نہیں ہے۔ اس لئے
 ہماری ہستی اس کی ہستی کے لئے فنا ہوگی۔
 مطلب۔ ہم بادشاہ کے ہم جنس نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ہم نے اپنے نشین کو علماً و عملاً اس کے آگے فنا کر دیا
 گو یا ہماری ہستی موجود ہی نہیں۔ بلکہ کالعدم ہے۔ پھر بجانب کمال

چوک فنا شد ماے ما و ماند فرد پیش پایے اسب او گردم جو گرد

ترجمہ۔ جب ہماری ہستی فنا ہوگئی۔ تو وہ اکیلا رہ گیا۔ میں اس کے چھوڑے کے قدموں میں
 گرد کی طرح (ناچیز و بے حقیقت) ہو گیا۔

مطلب - چیزیں میں مجاہدست تو دونوں کے وجود کی صورت میں ہوتی ہے۔ مگر یہاں ایک وجود کا علم ہے۔ پھر مجاہدست کیسی؟ ہاں یہ مناسبت ہے کہ ایک باقی ہے اور دوسرا فنا ہے۔

خاک شد جان نشانیاے او ہست برخاکش نشان پائے او

ترکیب - او کی ضمیر دونوں جگہ راجع بحق ہے۔ خاکش کی ضمیر مرجع جان ہے۔ ترجمہ (ہماری) جان خاک ہو گئی۔ اور حق سبحانہ کی نشانیاں جان کی خاک پر حق کے نشان بن گئے۔

مطلب - خاک ناچیز خود کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ مگر جب وہ کسی بزرگ مہستی کے نشان یا کی منظر ہوتی ہے تو اس منظریت کے لحاظ سے وہ بھی بزرگ ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم خود کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ مگر وہ حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے منظر ہیں۔ ہماری پسلی بھی مناسبت ہے۔

خاک پایش شوز بہر اس نشان تاشوی تاج سرگردن کشاں

ترجمہ - اس نشان (کو اپنے اوپر حاصل کرنے) کے لئے اس کی خاک پا بن جاؤ۔ تاکہ تم عالیجا لوگوں کے سر تاج بن جاؤ۔

مطلب - یہ سولاناہ کا مرقولہ بطور جملہ معترضہ ہے۔ یعنی جب ان کی خاک پا بن جانے سے اس کے نشان یا تم پر نمایاں ہو سکتے ہیں۔ تو دیر نہ کرو۔ جلدی اس کے آگے خاک پا بن جاؤ۔ تاکہ اس کی تجلیات و انوار کے منظر بن کر مراتب عالیہ حاصل کرو۔ اور سب کفار و معاندین پر غالب آ جاؤ۔ بقولہ رحمہ

ہر کہ ترسد از حق و تقوے گزید ترسد ازو سے جن و انساں ہر کہ دید

تاکہ نفرید بشمار اشکل من نقل و مے نوشیش از نقل من

لغات - رتا حرف تنبیہ۔ نقل بضم میوہ و شیرینی جو شراب کے ہمراہ کھاتے ہیں۔ بالفتح نقل۔ نقل۔ وفات انتقال۔

صنائع - نقل کے لفظ میں صندت بجنیس ہے۔ ترجمہ - تم کو میری (بظاہر معمولی) شکل دھوکے میں نہ ڈالے (کہ مجھے ناقابل اعتنا سمجھو بلکہ میرے مرنے سے پہلے (یہ) نقل اور شراب (جو مجھ سے بچ گئی ہے) بلاور تبرک) نوش کرلو۔

مطلب - اب پھر قول عارف کی طرف غور ہے۔ یعنی اے مجھ میں تم میری شکل و صورت دیکھ کر اس غلط فہمی میں نہ پڑو۔ کہ یہ کہاں کا جہل باللہ ہو گا۔ جیسے کہ انبیاء کے حق میں کفار کہتے تھے إِنَّ هَذَا الْاَشْأَیْ مُشْأَئُنَا نَحْنُ ہے۔ مگر ہم جیسا ہی آدمی۔ بلکہ تم میرے جہا ہونے سے پہلے مجھ سے فیض حاصل کرلو۔ ورنہ پھر کچھ یاد آگے۔

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد قصد صورت کرد و بر اللہ زد

ترکیب - راہ زد فعل صورت اس کا فاعل بسا کس را مفعول یہ - یہ مبتدا دوسرا مہر عدہ خبر -
ترجمہ - اے مخاطب! بہت سے لوگوں کو جو صورت نے دھوکا دیا ہے - تو انہوں نے بظاہر
ایک شخصیت (کی ایذا) کا قصد کیا - اور ان کا وار اللہ پر ہوا -

مطلب - یہ مولانا کا مقولہ ہے - فرماتے ہیں کہ کفار جو انبیاء کو ایذا دیتے - اور مجاہدین جو اولیاء اللہ پر دست تعدی
درا کرتے ہیں - وہ اپنی کوتاہ نظری سے گویا ایک معمولی انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں - مگر چونکہ یہ ذوات عالیہ حق سبحانہ
و تعالیٰ کے اسرار و صفات کے منظر اور فانی بذات خود اور باقی باقی ہوتی ہیں - اس لئے ان بد بخت لوگوں
کا حملہ گویا خاص حق تعالیٰ پر ہوتا ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اِنَّ الَّذِیْنَ کُوذِبُوْا مِنْ اِلٰہِہِمْ
لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْآٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا جو لوگ اللہ اور اس کے رسول
کو (کسی طرح کی ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں (دونوں جگہ) خدا کی لعنت ہے - اور خدا نے ان کے لئے
ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (احزاب ع ۷)

احیاء العلوم میں ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اللہ اللہ فی اصحابی
لَا تَخْلُوْهُمْ وَ ہُمْ غُضُفٌ مِّنْ بَعْدِیْ مِنْ اَحِبِّہُمْ فِیْہِیْ اَحِبُّہُمْ وَ مِنْ الْبُغْضِہُمْ فِیْہِیْ بُغْضِیْ
الْبُغْضِہُمْ وَ مَنْ اَذَاہُمْ فَقَدْ اَذَا اللّٰہَ تَعَالٰی - یعنی اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو - میرے اصحاب
کے بارے میں میرے بعد ان کو دلعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنالینا - جس نے ان کو دوست رکھا تو میری دوستی کی -
سے دوست رکھا - اور جس نے ان سے بغض کیا - تو میرے بغض کی وجہ سے بغض کیا - جس نے ان کو اذیت دی
اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی -

آخر ایں جاں بابدن پیوستہ است ہیچ ایں جاں بابدن مانستہ است

لغات - پیوستہ - متصل - ملاقی - مانستہ - ازانستین مشابہ بودن -
ترجمہ - آخر یہ جان بھی تو بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے - پھر بھلا جان بدن کی مثل ہو سکتی
ہے ؟

مطلب - یہ کیجئے مجھ میں جو با کمال لوگوں کو اپنے ہنم شکل پاکر یہ گمان کرنے لگے کہ ان کو خدا کے ساتھ
کوئی مناسبت نہیں - اور اس لئے ان پر حملہ آوری ان کے منکر ہو گئے - اتنا نہ سمجھے کہ روح اور جسم حضری
میں بھی تو برائت و تباہی ہے - چہ نسبت خاک را با عالم پاک - پھر دونوں باہم متصل ہیں - اس طرح اگر بشر خاکی حق
سبحانہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھتا ہے - تو کیا بعید ہے -

تا ب نور چشم با پیوست جفت نور دل و قطرہ خونہ نفقت

لغات - تا ب - روشنی - پیوستہ - چربی - جفت - متصل - آمیختہ -
ترجمہ - آنکھ کے نور کی روشنی (دھیلے کی) چربی (یعنی رطوبت جلدیہ و زجاجیہ وغیرہ)

سے مل رہی ہے (حالانکہ دونوں کی حقیقت جداگانہ ہے) دل کا نور ایک قطرہ خون میں جس سے دل کا قوام ہے (چھپا ہوا) حالانکہ دونوں کی ماہیت میں بڑا فرق ہے۔
مطلب - جب ایک چربی کا ٹکڑا نور بصارت کا منظر ہے - اور ایک مضغہ گوشت انوار باطن کا مہبط ہے - تو اگر بندہ انوار حق سے متجلی ہو - تو کیا تعجب -

شادی اندر گردہ و غم و جگر عقل چوں شمعے درون مغز سر
 ترجمہ - خوشی گردے میں ہے - اور غم جگر میں - عقل ایک شمع کی طرح مغز سر کے اندر (روشن ہے)

مطلب - یہاں اور اس سے آگے متعارف نظائر اس قسم کے مذکور ہیں - کہ دو چیزیں میں خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے - حالانکہ ان میں مجاہدت و مماثلت نہیں ہوتی - مغز سر یعنی دماغ کے ساتھ عقل کا تعلق ہوتا تو طے ہی ہے - کہ تو اسے دماغ منشاء عقل ہوتی ہیں - مگر گردے کے ساتھ خوشی کا تعلق اور جگر کے ساتھ غم کا تعلق ذرا مشکل بات ہے - بعض شراحین نے اس کی توجیہ میں کچھ طبع آزمائی کی ہے - مگر ان کی توجیہ بعض غلط مقدمات پر مبنی ہے - اور پھر بھی کسی امر حقیقی پر روشنی نہیں ڈالتی - بلکہ محض ایک تجویزی و اعتباری بات کا فادہ کرتی ہے - ہمارے خیال میں گردے کے ساتھ خوشی کا اور جگر کے ساتھ غم کا تعلق بلا واسطہ مقصود نہیں جیسے کہ دماغ کے ساتھ عقل کا تعلق بلا واسطہ ہے - بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان دونوں عضوؤں کے اپنے اپنے فعل کے لئے ایک ایسی حالت لازم ہے - جو غم یا خوشی کی حالت کے مماثل ہے - چنانچہ جگر کا کام ہے - غذا کو مختلف انضامات کے سلسلے سے گزار کر خون صاف بنا دینا - جو ایک محنت و مشقت اور کدو کا دوش کا کام ہے - اور محنت و مشقت کے لئے فکر و غم لازم ہے - گردہ کا کام یہ ہے - کہ خون سے متعفن و سہموم ماہیت کو پیشاب کی صورت میں الگ کر کے مثانہ میں گرائے - اور دفع اذیت سے طبعاً راحت و فرحت محسوس ہوتی ہے - جس کو خوشی سے تعبیر کیا ہے - شیخ سعدی رح فرماتے ہیں - کہ ہر لہنے کہ فروے رود مد حیات مست و چوں برے آید مفرح ذات یعنی جو سانس اندر کی طرف جاتا ہے - تو اس کے ذریعے ہوا کے اجزا اصالہ خون میں لینے سے زندگی قائم رہتی ہے - اور جب وہ باہر آتا ہے - تو خون میں سے دغالی اجزا اکو اپنے اندر جذب کر کے باہر نکال ڈالنے سے روح کو تفریح بخشتا ہے - اس سے ظاہر ہے کہ پیشاب کی سی غلیظ و رنگندہ چیز کا خون سے خارج ہو جانا بھی فرحت و خوشی کا باعث ہے - جو گردہ کے فعل کا نتیجہ ہے -

راکھ درائف و منطق و رلساں لہو و نفس شجاعت و جہاں

لغات - راکھ - بو - خوشبو - منطق - گویائی - گفتگو - لسان - زبان - لہو - کھیل - دل لگی - جہاں - دل - ترجمہ - بوناک میں - اور گفتگو زبان میں - کھیل (کا شوق) نفس میں اور بہادری (کا جوش) دل میں (رکھا گیا ہے) -

مطلب - دیکھو ان دو چیزوں کو باہم تعلق ہے - مگر اس تعلق کی ماہیت بیان نہیں ہو سکتی مثلاً گفتگو کو زبان کے ساتھ تعلق ہے - اگر یہ کہیں کہ اس تعلق کی ماہیت حرکت لسان ہے - تو زبان کو

حرکت دینے سے اس پرالفاظ پیدا ہونے چاہئیں۔ حالانکہ نہیں ہوتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس تعلق کی ماہیت سما اوراک نہیں ہو سکتا۔ اسی پر اس تعلق کو قیاس کر لینا چاہئے۔ جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ بندہ سے کو ہے۔ کہ جب امور محسوسہ کا باہم تعلق ہم کو محسوس نہیں ہوتا۔ تو پھر اس اعلیٰ تعلق کو کیونکر اوراک کر سکتے ہیں۔ جو افکار و عقول کے تعلق سے بھی بالاتر ہے۔ اسی کے متعلق مولانا روم رحمہ ایک جگہ فرماتے ہیں :-

اتفاق تے بے کیفیت بے قیاس ہست رب الناس را با جان اس

اس تعلق نامہ بے کیف است چوں؟ عقلہا و دانش چونی زبوں

لغات۔ بے کیف جس کی کیفیت بیان نہ ہو سکے۔ بے چوں۔ جس کی کوئی مثال نہ دی جاسکے۔ دانش چونا۔ معلوم کر لینا۔ چونی ٹھیک ایک کیفیت کا ترجمہ ہے۔ چوں کے معنی کیونکر اس کے ساتھ یا اسے مصدر ہی مثال ہے۔ عربی میں کیفیت کے معنی بھی کیونکر کے ہیں۔ اور اس کے ساتھ بھی ایسے مشدوع التاء مصدریت کے لئے ہے۔ زبوں۔ عاجز۔

ترجمہ کیا یہ (مذکورہ) تعلقات بھی ایسے نہیں ہیں۔ جن کی نہ کیفیت بیان ہو سکتی ہے۔ نہ ان کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے (یعنی واقعی ایسے ہیں) عقلیں (ان کی) کیفیت سمجھنے سے عاجز (ہیں)۔

مطلب۔ جب یہ تعلقات و مناسبات سمجھ میں آتی ناممکن ہیں۔ تو پھر اگر حق تعالیٰ کی کیفیت سمجھ میں نہ آئے۔ تو اس پر کیا تعجب ہے۔ آگے تعلق مع اللہ کو بیان فرماتے ہیں۔

جان کل با جان جزا سب کرد عقل از و درے ستد و جب کرد

لغات۔ جان کل۔ ذات حق۔ جان جزا۔ انسان۔ آسب۔ اثر۔ ترجمہ۔ ذات حق نے انسان پر اپنا اثر ڈالا۔ تو انسان نے اس سے (تجلی کا) ایک موتی لے لیا۔ اور (ول کے) گریبان میں ڈال لیا۔

مطلب۔ خدا کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ جو تعلق ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے جو ماعل و مختار ہے۔ انسان پر اپنی تجلی کی جس سے ۵۰ منور و مستفیہ ہوا۔ اور اس نے اس نور و تجلی کو اپنے قلب میں جگہ دی۔ اسی کا نام تجلی بانو اور اللہ اور تخلق باخلاق اللہ ہے۔ اور یہی بندے کی حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت اور محالست ہے۔ صائبؒ

آسودہ زمیر فلک و گردش چرخ اند حیرت زدہ جلوہ مستانہ یا راند آگے اس خیال کی ایک مثال سے توضیح فرماتے ہیں۔

پنجو مریم جاں ازال آسب چیب **حابلہ شد از مسیح و کفریب**

لغات۔ آسب چیب۔ دل کا اثر۔ اور یہ فعل کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ ترجمہ۔ روح حضرت مریم علیہا السلام کی طرح اس تاثر قلب سے (تعلق باللہ کے) مسیح

دلفریب کی حاملہ ہو گئی۔

مطلب۔ جس طرح حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں روح حق کے چھو نہ سے ان کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہا السلام پیدا ہو گئے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی تجلی جب قلوب پر ہوئی ہے۔ تو اس سے وہ مستفید و منور ہو جاتا ہے۔ مسیح کو دلفریب اس لئے کہا۔ کہ ان کی بیٹے پر سپیدائش۔ اور پھر ہمد کے اندر تکلم وغیرہ وہ باتیں تھیں۔ جن سے قلوب عامہ حیرت زدہ ہو گئے تھے۔ آگے اس عیسے کی تئیں دلاتے ہیں۔

آں میسنے کہ بر خشک ترترت آں میسنے کہ مساحت بر ترترت

لغات۔ خشک و تر مراد زمین جو بحر و بر پرتل ہے۔ مساحت ناپنا۔ مراد کم و کیف صنائع۔ مسیح اور مساحت میں مناسبت لفظی ہے۔

ترجمہ۔ یہ وہ مسیح نہیں جو (متولد ہو کر دنیا کے) بحر و بر پر (مقیم رہ چکے) ہیں۔ (بلکہ) وہ مسیح ہیں جو کم و کیف سے بالا ہیں۔

مطلب۔ جن مسیح علیہا السلام سے حضرت مریمؑ حاملہ ہوئی تھیں۔ وہ تو پھر بھی ایک انسان تھے۔ لیکن اہل اللہ کے دل جو ان کی مثل ایک بار امانت کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ نادبی ہے۔ نہ مقداری بلکہ مجرد محض ہے۔ اور وہ تجلی حق ہے۔ جامی روح سے

درد دل خیال دوست وطن کر و ننگر
کیس خانہ خراب تمام نشست کیرت؟

پس ز جان جان غنچ حاصل گشت جاں ارچنیں جانے شود حاصل جاں

ترجمہ۔ پس جب روح اس جان جان (مطلوب حقیقی) کی حامل ہو گئی۔ تو ایسی روح (غنطت و برتری کے) اسی درجے پر فائز ہو گئی۔ کہ اس سے (سارا) جہان چر ہو گیا۔

مطلب۔ انسان کا اچانک تجلیات حق کا منظر ہوتا ہے۔ اس لئے تمام جہان اس سے مستفید ہوتا ہے صاحب سے

میرسد فیض سبکہ و حال با طراپ جہاں
میشود آفتاب روشن صبح چوں خندان میشود

پس جہاں زاید جانے دیگر ایں حشر اور انما ید محشر نے

لغات۔ حشر بفتح جاعت اور بفتح حاء و سکون سین جمع کرنا لوگوں کو قیامت کے روز۔ ترجمہ۔ یہ جہاں (اپنی تعلیم و تربیت سے) ایک اور (نیا) جہان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ جاعت اسکو (اپنی تاثیرات و تصرفات سے) قیامت (کا نمونہ) بنا دیتی ہے۔

مطلب۔ اہل اللہ کی ایک جاعت سے دوسری جاعت مستفید ہوتی ہے۔ پہلی جاعت دوسری جاعت کو ایسے کمالات روحانیہ سے متعلق بنا دیتی ہے۔ کہ ان کے تصرفات سے روحانی و اخلاقی دنیا میں اصلاح و تادیب کا ایک حشر برپا ہو جاتا ہے۔ ایں کا اشارہ جہاں کی طرف ہے۔ اور "ادرا" کی ضمیر جہاں نے دیگرے کی طرف را جمع ہے۔

تاقیامت گر گویم بشیرم من ز شرح اس قیامت قاصر
ترجمہ - اگر میں قیامت تک بھی بیان کرتا اور گنتا رہوں۔ تو (تصرفات کی) اس قیامت کی
تفصیل سے عمدہ برا نہیں ہو سکتا۔

مطلب - اہل اللہ کے کمالات غیر منتہی ہیں۔ اس لئے ان کے فیوض بھی بے پایان ہیں۔ وہ بندگانِ خدا
کو کس طرح فیض پہنچاتے ہیں۔ کس قدر پہنچاتے ہیں۔ اور کب تک پہنچاتے ہیں۔ ان تفصیلات کا خاکہ قیامت
تک نہیں ہو سکتا۔

اس سخنما خود مبعثے یارب است حرف ما دام دم شیریں لب است

لغات - یارب۔ ذکر حق۔ دم۔ گفتگو۔ شیریں لب۔ محبوب۔ مراد محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ۔
ترجمہ - یہ باتیں (جو میں مسلسل بولتا چلا جاتا ہوں) خود (مبشرانہ) ذکر حق ہیں (یہ) کلمات اس محبوب
حقیقی کی گفتگو کا جال (یعنی اس کے محرک و جاذب) ہیں۔

مطلب - فرماتے ہیں۔ ہمارا لوگوں سے خطاب اور لوگوں سے ہمکلامی وہی درجہ اور ثواب رکھتی ہے۔ جو
ذکر حق کا ثواب ہے۔ بلکہ ہمارا خطاب و مکالمہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ بزرگوں کی دو
شانیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن کے سپرد خدمتِ خلق نہیں ہوتی۔ تو وہ ہر وقت ذکر و شغل میں مصروف رہتے
ہیں۔ اور بعض وہ ہوتے ہیں۔ کہ جن کے سپرد خدمتِ خلق ہوتی ہے۔ وہ متوجہ بخلی لگتی ہوتے ہیں۔ تو ان کا خطاب
اور توجہ بھی پہلے بزرگوں کے ذکر و شغل کے مثل بلکہ اس سے افضل ہوتی ہے۔ جیسے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى
أَنَّا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي فِي ذَلَامَةٍ إِذَا ذَكَرْنِي قِيَامًا ذَكَرْنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْنِي فِي لَفْظِي وَإِنْ ذَكَرْنِي فِي مَلَأِيهِ
ذَكَرْتَهُ فِي مَلَأِيهِ خَيْرٌ مِنْهُمْ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ بندہ میرے بارے میں جو گمان رکھے۔ میں رسیا ہی ہوں۔ اور جب وہ مجھے یاد کرے۔ تو میں اس کے ساتھ ہوں
پس اگر مجھے اپنے دل میں میرے مخفی طور پر یاد کرے۔ تو میں بھی اس کو مخفی طور پر یاد کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھ کو
جمع میں یاد کرے تو میں ان جمع سے اچھے جمع میں یاد کرتا ہوں (مشکوٰۃ) اس سے ثابت ہے کہ اس دوسرے بزرگ
کی توجہ بخلی پہلے کے ذکر و شغل سے افضل ہے۔ چونکہ اس کی توجہ الی الخلق لگتی ہے۔ تو گویا الی الحق ہی ہے۔
پس جب وہ مخلوق کو پکارتا ہے۔ گویا حق تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے۔ تو حق تعالیٰ اس کے جواب میں لبیک فرماتا ہے
اس لئے مولانا فرماتے ہیں۔ کہ یہ میرے حروف اس شیریں لب محبوب حقیقی کی گفتگو کے جال ہیں۔ کہ جب
میں ان حروف کو ادا کرتا ہوں۔ تو ادھر سے لبیک کا خطاب میرے لئے سوجب سرافرازی ہوتا ہے (کلید)

چوں کہ تقصیر پس چوں تن زند چوں کہ لبیکش ز یارب مے رسد

لغات - تقصیر۔ کوتاہی۔ سستی۔ تن زند۔ خاموش۔ شود۔
ترجمہ - پھر وہ اس گفتگو سے کوتاہی کیونکر کرے۔ کیونکر خاموش ہو۔ جبکہ (اس) ذکر

حق سے اس کو حق کی طرف سے لبیک رکا پیا خطاب پہنچتا ہے۔
نوٹ۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ ادھر سے لبیک کا خطاب آتا ہے۔ یہ خطاب آدھ کسی کو سنائی
کیوں نہیں دیتا۔ اب اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔

ہشت لبیک کہ نتوانی شنید لبیک ستراپے توانی شنید
ترجمہ۔ وہ لبیک ایسا ہے کہ تم اس کو سن نہیں سکتے۔ لیکن سر سے پاؤں تک اس کو
چمکھ سکتے ہو۔

مطلب۔ بھنے خطاب حق کوئی حتمی امر نہیں ہے۔ کہ اس کو کانوں سے سن سکو۔ بلکہ وہ ذاتی امر ہے۔
جس سے روح استکذاذ حاصل کر سکتی ہے۔ اور اسی شخص کی روح اس دولت سے مستحق ہو سکتی ہے۔ جو اس کو چ
سے آشنا ہو۔ اس لبیک میں رکھا ہوا ہو۔ کما قیل۔
پرسید کیے کہ عاشقی حبیبیت گفتا کہ چو ماشوی بدانی

یک مثل آور دمرت تاپے بری وز چنیں لبیک نہاں برخوری
ترجمہ۔ میں ایک مثال تم سے بیان کرتا ہوں۔ تاکہ تم اس رمز کا سراغ پاسکو اور اس اسرا
لبیک سے مستحق ہو سکو۔

کلوخ انداختن آں تشنہ از سر دیوار مجھے آب

ایک پیالے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں ڈھیلے مارنا

بر لب جو بود دیوارے بلند بر سر دیوار تشنہ در دمند
ترجمہ۔ ایک نہر کے کنارے اونچی دیوار تھی۔ دیوار کے اوپر ایک مصیبت زدہ پیالہ
(بیٹھا تھا)

تشنہ مستقی زار و نزار عاشقے مستے غریبے بے قرار

لغات مستقی۔ طالب آب۔ ناز۔ بد حال۔ نزار۔ لاغر۔ صنائع۔ تینج الصفات۔
ترجمہ (وہ) پیالہ (تھا)۔ طالب آب (تھا) بد حال (تھا) لاغر (تھا) پانی کا) فریفتہ (تھا) پانی کے
شوق میں) مست (تھا) غریب (تھا) بے قرار (تھا)

النعش از آب آں دیوار بود از پے آب او چو ماہی زار بود

ترجمہ۔ پانی (پینے) سے وہ دیوار اس کی مانع تھی۔ وہ پانی کے لئے مچھلی کی طرح

بیٹاب تھا۔

شہر حجاب آب آں دیوار او برفلک مے شد فغان زار او
ترجمہ۔ پانی (تک پہنچنے) سے وہ دیوار اس کی آ رہی گئی (اس بے بسی سے) اس کی دردناک
فریاد آسمان پہنچتی تھی۔

ناگہاں اندخت او خستے در آب بانگ آب آمد گوشش چوں خطاب
ترجمہ۔ اچانک اس نے ایک اینٹ پانی میں ڈال دی۔ تو پانی کی آواز اس طرح اس کے
کان میں آئی جیسے (وہ) خطاب (کر کے) پکارتا ہو۔

چوں خطاب یار شیریں ولید مست کرواں بانگ آبش چوں بنید
لغات۔ بنید۔ شراب۔

ترجمہ۔ پانی کی اس آواز نے اس کو شیریں (دارا) پر لطف مجذوب کے خطاب کی طرح مست
کر دیا۔

ارسماع بانگ آب آں مُتَجَن گشت خشت انداز و زانجا خشت کین

لغات۔ متجن۔ حمار کے فتح سے امتحان میں پڑا ہوا محنت کشیدہ۔ مصیبت زدہ۔ خشت کن بفع تکاف۔
اینٹ کو اکھیرنے والا۔

ترجمہ۔ وہ مصیبت نر پانی کی آواز سننے سے (اس شغل میں منہمک) ہو گیا۔ کہ اوپر سے اینٹ
اکھیرنا اور (ادھر) ڈال دیتا۔

مطلب۔ اسی طرح طالب حق بھی ذکر و شغل میں نگار ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس کو غیر صادق سے یہ خبر ملی
ہے۔ کہ جو شخص خدا کا ذکر کرتا ہے۔ خدا بھی اس کا ذکر کرتا ہے۔ اس خبر پر اس کو اس قدر یقین ہے۔ کہ وہ خدا کا
ذکر گویا اپنے کانوں سے سن رہا ہے۔ فاذا کُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ۔ اللہ تعالیٰ زمانا ہے۔ تم مجھے یاد کرو میں
تم کو یاد کر دوں گا۔ (بقرہ ۱۸)

آب میز و بانگ یعنی ہے تڑا فائدہ چیریں زون خستے مرا

ترجمہ۔ پانی اس کو (بزبان حال) پکار رہا تھا کہ ارے! تجھے اس سے کیا فائدہ (ملتا ہے) کہ
مجھ میں اینٹ مار رہا ہے۔

تشنہ گفت آبم را دو فائدہ است من ایں صنعت ندانم هیچ دست

لغات۔ آبا۔ اے آب۔ صنعت۔ فعل۔ ندانم۔ نہ بدانم۔

ترجمہ۔ ہا سے لئے کہا اے پانی! مجھے (اس خشتِ زنی سے) دو فائدہ ہیں۔ اس لئے میں ہرگز اس قفل سے دست بردار نہ ہوں گا۔

فائدہ اول سماعِ بانگِ آب کو بود مرثنگا نرا چوں جواب
ترجمہ۔ پہلا فائدہ پانی کی آواز کا سننا ہے۔ جو پیاسوں کے لئے بمنزلہ جواب (شانی) ہو (اور اس سے کچھ ترکتی تسکین قلب ہوتی ہے)۔

بانگِ چوں بانگِ ہر ایش مردہ رازِ زندگی تحولِ شد
لغات۔ ایشیل وہ فرشتہ جو عالم کے فنا جو پسنے کے بعد نمودر چھوکیں گے۔ تو اس کے اثر سے تمام مردہ زندہ ہو جائیں گے۔ تحول۔ بدل ڈالت۔

ترجمہ۔ اس کی آواز دپیاس سے مرنے والوں کو تازگی حیات بخشے میں آگیا اسرافیل (کے نفعِ صورت) کی آواز ہے۔ (کہ مردہ (نشتنگی) کی (یہ برا سے نام ازندگی بدل (کران کو تازہ زندگی مل جاتی ہے۔

یا چو بانگِ رعد ایاہم بہار باغِ مے یابد از وچندین گار
ترجمہ۔ یا اس کی آواز (ایامِ بہار میں بادل کی گرج سے مشابہ ہے (جو بارش کی علامت ہوتی ہے اور) باغ اس دلباشتِ باران کے اثر سے اسقدر ہر اُبھرا ہو جاتا ہے۔

یا چو بردوشِ ہنگامِ زکات یا چو بر محبوسِ پیغامِ نجات
لغات۔ بردوش۔ محتاج و غریب مراد ہے۔ محبوس۔ قیدی۔ یہ شعر ذوالقافیتین ہے۔
ترجمہ۔ یا جیسے (کسی) محتاج پر (اس آواز کا اثر ہوتا ہے جو (زکوٰۃ (دینے کے وقت (اس کو دی جاتی ہے) یا جیسے قیدی پر (اس کی) خلاصی کا پیغام (اثر کرتا ہے)۔

چوں دمِ خُمُلِ بود کاں ازمین میرِ سسُوئے محمد بے دہن
لغات۔ دم۔ سانس۔ آواز۔ بات۔ سخن۔ بے دہن۔ بلا آہِ تکلم۔ اس لئے کہ اللہ کا کلام توسطِ آلات سے منہ نہ ہے۔

ترجمہ۔ جیسے حق تعالیٰ کی آواز جو زمین سے جنابِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ (دعوتِ آلاتِ تکلم) کے بغیر پہنچتی ہے۔

مطلب۔ سولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اِنِّیْ لَوْ جَدُّ نَفْسِی السَّخْنِ مِنْ قَبْلِ الْعَمِیْنِ میں رَحْمٰن کا دہن کی طرف سے پارا ہوں۔ اور شیخ ولی محمد کہتے ہیں۔ کہ یہ اولین قرنی کی طرف اشارہ ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ مگر یہ ناشِ غلطی ہے۔

جو حدیث کے آخری کلمات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ جو یہ ہیں۔ کہ نَادَ اَلْهَرَاکَ اَلْضَاکُ (تو وہ انصار ہیں) یہ اس امر کی تصریح ہے۔ کہ نفسِ رحمن انصار تھے (انتہی)

انصار سے وہ اصحاب اہل مدینہ مراد ہیں۔ جنہوں نے دینِ حق کی نصرت کے لئے اپنا گھر بار اور مال و متاع چھوڑ کر اپنی جان پیش کی۔ اور انہی لوگوں کی دعوت اور معاہدہ حمایت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابِ حمیت مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ ان لوگوں کی قدامت ملکِ مین سے وابستہ ہے۔ اور وہ اسی خطے کے قدیمی باشندے اور قحطان کے خاندان سے تھے۔ مین میں جب وہ مشہور و تاریخی سیلاب آیا۔ جس کو "سینل غرم" کہتے ہیں۔ اور جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ سبا میں ہے۔ تو یہ لوگ مین سے نکل کر مدینے میں آباد ہوئے۔ یہ دو بھائی تھے۔ اوس اور خزرج۔ تمام انصار انہی دو کی اولاد ہیں۔

یا چو بُوے احمد مرسل بود کاں بعاصی شفاعت میرد

ترجمہ۔ یا (وہ آواز آب) حضرت احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بوسے مشابہ ہے جو (ایک) گنہگار کو (آپ کے) شفاعت (کرنے) کے وقت محسوس ہوگی۔
مطلب۔ جس طرح وہ عاصی اس خوشبو سے فحش پائے گا۔ اسی طرح ایک پیاسا اس آواز سے جہت پاتا ہے۔

یا چو بُوے یوسف خوب لطیف میز نذر جان یعقوب نحیف

ترجمہ۔ یا جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام (جیسے) خوب رو پاکیزہ (انسان) کی خوشبو نے (دورِ فراق سے) کمزور (ہو جانے والے) حضرت یعقوب علیہ السلام کی جان پر (ایک خاص تازگی بخش) اثر کیا (اسی طرح آواز آب پیاسے پر اثر کرتی ہے)۔

یا نسیم روضہ دار السلام سوے عاصی میرد بے نقام

لغات۔ نسیم۔ ہلکی اور خوشگوار ہوا۔ روضہ۔ باغ۔ دار السلام ایک بہشت کا نام ہے۔ انتقام۔ سزا۔ عذاب۔

ترجمہ۔ یا (جیسے) باغِ بہشت کی پاک و خوشگوار ہوا جو کسی گنہگار کو پہنچتی ہے۔ بغیر (اس) عذاب کے (جو گناہوں کی پاداش میں اسے ملنا چاہئے تھا)۔

یا سوے مس سیمہ از کیمیا میرد پیغام کاے ابلہ بیا

ترجمہ۔ یا (جیسے) ایک کالے (بدنما) تانبے کی طرف کیمیا کی طرف سے (یہ) پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف ادھر آ (تاکہ تجھے سونا بنا دوں)۔ تو یہ آواز تانبے کے لئے کس قدر باعثِ فحش ہونی چاہئے۔ اسی طرح پانی کی آواز پیاسے کے لئے ہے۔

نوٹ۔ اس مثال میں یہ اشارہ مضمحل ہے۔ کہ کبھی توفیقِ حق خود ایسے شخص کو جو صراطِ مستقیم سے فرار و گریز کرتا

ہو۔ گھیر گھیر اس راہ پر لے آئی ہے۔ کما قیل ۵

گر چہ چون سیل از غبارِ گرہ گراں گردیدہ ام جذبہ دریا سبک رفتار سے ساز و مرا

یا ز لیلی بشنو و مجنوں کلام یا فرستد ویس رامی را پیام

لغات - ویس ایک عورت کا نام ہے۔ جو رامی نام ایک مشہور عاشق کی معشوقہ تھی۔ اصل میں یہ لفظ ولسیہ بتائے تائینٹ ہے۔ ضرورتاً تا حدت کی گئی۔ رامی ایک مرد کا نام جو ولسیہ نام عورت کا عاشق تھا۔ ترجمہ - یا زلیا سیاپانی کی آواز سے اسی طرح لطف اٹھاتا ہے جس طرح مجنوں لیلی (کی زبان) سے بات سنتا اور محفوظ ہوتا ہے۔ یا (جس طرح) ویس رامی کو پیغام بھیجتی ہے (اور وہ اس سے لطف اٹھاتا ہے) کما قیل ۵

پرس حال دل اک دم کہ در سخن آئی کریم چون گہر افشاں کند گدا چہ کند

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کرزیں برکنم آئیم سوے ماہِ معین

لغات - برکنم - کنڈن (اکھٹنا) سے - معین - صاف - خالص قید اتفاقی ہے۔ ترجمہ - دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ جو اینٹ میں اس دیوار سے اکھٹرا ہوں۔ تو اس کی وجہ میں اس نہر کے خالص پانی کی طرف (قریب آتا رہتا ہوں)۔

کرزیں خشت دیوار لبند پست تر گرد و بہر دفعہ کہ کند ترجمہ - کیونکہ جوں جوں اینٹ اکھٹری جاتی ہے توں توں اینٹوں کے کم ہوتے جانے کے سبب سے (یہ) اونچی دیوار اور بھی نیچی ہوتی جاتی ہے۔

پستی دیوار قریبے مے شود فضل او در مان و ضلعے مے بود ترجمہ - دیوار کی پستی (پانی کے) قریب (کا سبب) ہوتی جاتی ہے۔ اسکی (اینٹ اینٹ کی) جالی (میرے پانی کے ساتھ) ملنے کی تدبیر بنتی جاتی ہے۔

سجدہ آمد کنڈن خشت لرب موجب قریبے کہ واسجد و افتد

لغات - لرب - بفع لام و کسر زائجہ چٹنے والا - خشت - لرب - یعنی جی ہوئی اینٹ سے اخلاق رد و لرب اور عادات خسیہ مراد ہیں۔ جو انسان کے نفس میں راسخ و مستحکم ہوتی ہیں۔ ترکیب سجدہ مبتدا کنڈن الخ خیر موجب قریبے دوسری خبر۔

ترجمہ - سجدہ کرنا (اخلاقِ باریکی) جی ہوئی اینٹ کا اپنے دیوار وجود سے اکھاڑ پھینکنا ہے (اور یہ) قرب (حق) کا موجب ہے۔ کہ (آئیہ) واسجد و افتد (اس کی دلیل ہے)

مطلوب - یہاں سے مولاناہ ترغیب عبادت کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ یعنی ارشاد۔۔۔ پیہ کہ معزورہ
بیکہ نفس اصلاح اور اس کی صفات ذمیدہ کے ازالہ کی بہترین تدبیر سجدہ ہے۔ **إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْتَهِی عَنْ**
الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

نفس سرکش کو کچلنا ہو تو بوسہ رنج و کرنا اس سگ کو بھٹکے پہ حلال اچھا ہے
جب صفات ذمیدہ جو مانع قرب اور موجب بُعاد تھیں۔ زائل ہو جائیں۔ تو قرب ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے
ثابت ہوا کہ سجدہ موجب قرب ہے۔ صائب ہے

پستی دلیل قرب بود در طریق عشق ایجا پیادہ پیشین بود از سوارا
اور سجدہ کے موجب قرب ہونے کی سب سے روشن دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سورہ علق کے آخر میں فرماتا ہی
وَأَنْجِدْ ذَا الْقُرْبَىٰ یعنی سجدہ کرو اور قرب پاؤ۔ وقال قدس سرہ ہے

گفتہ: **يَا وَائِجِدْ وَأَقْرِبْ** یزدان ما قرب جاں شد سجدہ اہبان ما
جامی رح ہے

اسے دیکھو درت مرتبہ قرب یافت بندہ ز خدمت شود خاصگی شاہ خویش
صائب ہے

پلے ست آں طریق آب پیش دانا یاں دوا شدن بر کوع دجو و این مردم
تا کہ ایں دیوار عالی کردن بست مانع ایں سرفرو و آوردن بست

لغات - سالی کردن۔ بلند کرنا۔ گردن بکاف فارسی بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں مرکب غیر متراجی یعنی
گردن افزا و سر بلند ہوگا۔ سرفرو و آوردن۔ سر جھکانا۔ سجدہ کرنا۔
ترجمہ۔ جب تک اس دیوار (وجود) کو بلند کرنا (زیر عمل) ہے۔ وہ اس سجدہ (کی بجا آوری)
کا مانع ہے۔

مطلوب۔ جب تن پروری دتن آرائی میں مصروف رہیں۔ جو دیوار وجود کو بلند کرنے کا مترادف ہے۔
تو سجدہ کے لئے سر جھکنے کی کہاں امید۔ کیونکہ سجدہ کے لئے سر کا قرب فرش خاک کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اور
دیوار کی بلندی دیوار نشین کو فرش خاک سے دور لے جا رہی ہے۔ وصل کے لئے تن پروری کا ترک
ضروری ہے۔ کماتیل ہے

رفت ایں دیوار ایک قوا دم پیش نیست زود بگذرا زن خاکی کہ سجدہ راہ نیست

سجدہ نتوال کردہ بر آب حیات تانیا بی زین تن خاکی نجات

ترجمہ۔ جب تک تم اس تن خاکی (کے اہتمام) سے نجات نہ پاؤ۔ آب حیات پر سجدہ نہیں
کر سکتے۔

مطلوب۔ جب تک تن پروری و شکر پرستی سے درست بردار نہ ہو گئے۔ قرب ذات سے جو حیات دوام
کا موجب ہے۔ منتفع نہیں ہو سکتے۔ صائب ہے

خاکیا نے کہ بھاری تن کو کشید
در وہ آپ بقا سہ سکندر بستہ
بر سر دیوار ہر کوشش نہ تر
زود تر بر میکند خشت و مدر
لغات - مدر - مٹی کا ڈھیلا - کلون -

ترجمہ - جو شخص دیوار کے اوپر (جب قدر) زیادہ پیسا (ہوگا - اتنی) زیادہ جلدی دیوار کی اینٹیں اور ڈھیلے اکھیرے گا۔

مطلب - وصول الی اللہ و حصول قرب کے لئے شدت شوق شرط ہے۔ جس کو انتہائی شوق و شغف ہوگا۔ وہ ذرائع و حصول کے اختیار کرنے اور اس کے مانع کے رفع کرنیس کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گا جس طرح کنارہ دریائی دیوار کے اوپر مٹی ہوا پیسا صاحب دیکھتا ہے۔ کہ اگر دیوار پست ہو جائے۔ تو اس پانی کے قریب پہنچ سکتا ہوں۔ تو وہ دیوار کو پست کرنے کے لئے جلدی جلدی اسکی اینٹیں اکھیرتی شروع کر دیتا ہے۔ عرض وصول الی اللہ کے لئے اس پیاسے کا سا شوق ہونا چاہئے۔ جامی ۷۷

بے طلب نتواں وصال یافت آئے کے سہ دولت کعبہ بجز پنج بیاباں دیدہ را

ہر کہ عاشق تر یو در باک آب
او کلون زفت بر کند از حجاب

لغات - زفت سخت۔ مضبوط۔ ہوتا۔ بھاری بھر کم۔ یعنی اول یہ مطلب ہے۔ کہ تقاضائے عشق سے سخت سے سخت اور مضبوط و محکم اینٹوں ڈھیلوں کو اکھیرنے میں دریغ نہیں کرتا۔ دوسرے معنی کی صورت میں یہ مطلب ہے۔ کہ وہ بھاری بھاری ڈھیلے اٹھانے بھی آسان سمجھتا ہے۔ حجاب مانع۔

ترجمہ - جو شخص پانی کی آواز (سننے) پر زیادہ عاشق ہوتا ہے۔ وہ (اس دیوار) مانع (سماع) سے بڑے بڑے ڈھیلے اکھیر (نے) میں دریغ نہیں کرے گا۔

اوز بانگ آب پُرسے تا عنق
نشود بیگا جز بانگ بلق

لغات - سے۔ شراب یہاں نشہ مراد ہے۔ عنق گردن۔ بیگانہ۔ محروم۔ بلق اسم صوت۔ پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز گڑپ۔

ترجمہ - وہ (پانی کی آواز کا عاشق) آواز آب (کے شوق) کے نشہ سے گلے تک پُر ہے۔ مگر (جو شخص اس شوق سے) محروم (ہے۔ وہ) سوائے گڑپ (کی آواز) کے اور کچھ نہیں سنتا۔ (جو پانی میں کوئی چیز گرنے سے پیدا ہوتی ہے)

اے خنک آنرا کہ اوایام پیش
مغتم دار و گزار دوام خویش

لغات - خنک ٹھنڈا۔ خوش و خرم۔ وام۔ عرض۔ مراد قرض۔
ترجمہ - مزے میں ہے وہ شخص جو (عہد شباب کے) پہلے ایام کو غنیمت سمجھے (اور) اپنے فرائض (جوانی میں) ادا کرتا رہے۔

مطلب - ایام جوانی میں ریاضات و مجاہدات کا درجہ اٹلے ہوتا ہے۔ اس لئے ان ایام میں اس سعادت سے متمتع ہونا بڑی خوش قسمتی ہے۔ سعدیؒ سے

جوان گوشتہ نشین شیر مرد راہ خداست کہ پیر خود نتواند ز گوشہ برخواست
نیز قوت جوانی تحمل مجاہدات کے لئے موجب آسانی ہے۔
در جوانی میتوان برخورد صاحب از حیثاً در بہار پنجین تختہ نئے کاری چہ ہو؟

اندر ان ایام کوش قدرت بود صحت و زور و دل و قوت بود

ترجمہ ان ایام میں ریاضات و مجاہدات سے فائدہ اٹھائے جبکہ اس کو قدرت ہوتی ہے۔ تندرستی (قائم) اور زور (بدن بجال) اور دل (قوی) اور قوت (اعتدال پر) ہوتی ہے۔ صاحبؒ سے

برگ سبز باز کہ با دست رعشہ دار نتوان گرفت دامن باد بہار عمر

واں جوانی ہچو باغ سبز و تر میرساند بیدریغے بار و بر
ترجمہ - اور وہ جوانی (کی عمر) سبز و شاداب باغ کی طرح بے دریغ پھل اور میوے بخشی ہے۔

مطلب - طاعات و عبادات اور ریاضات و مجاہدات کا لطف کچھ جوانی ہی میں آتا ہے۔ بڑھاپے کے ضعف و ناتوانی میں ان کی بجائے آسانی ہے اور نہ پر لطف۔ کما قیل سے

زعصیاں لب گردین در جوانی نہا تک دار از نعت چہ لذت ہے بری چو نعت دنا ہنا

چشمہ قوت و شہوت روبا سبز میگردد زمین تن بدال
ترجمہ - زور (جسم) اور خواہش (عمل) کے چشمے جاری ہیں۔ جن سے بدن کی زمین ہری بھری ہو رہی ہے۔

مطلب - جوانی کی عمر میں فعل و عمل کا دل میں دلولہ اور جسم میں طاقت ہوتی ہے۔ اس لئے اگر بندہ اس عمر میں اعمالِ حسنہ پراکلی جو جائے۔ تو توشتہ عقبتے کا بہت بڑا سرمایہ فراہم کر سکتا ہے۔ اور اگر افعالِ سیئہ کی طرف جھک پڑے۔ تو اپنے آپ کو معاصی و منہاجی کا ایک بدترین نمونہ بھی بنا سکتا ہے۔ غرض زندگی کے اس دور میں عمل کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ خواہ بُرے صرف میں لٹا لو۔ یا اچھے مصرف میں۔ بہر حال مادہ کا موجود ہونا معنتم ہے۔ بڑھاپے میں تو کچھ بھی نہیں۔ اس وقت نیکی تو کیا ہوگی۔ گناہ کی بھی طاقت نہیں ہوتی۔ اور پھر ایسے ترک گناہ کی کیا فضیلت۔ سعدیؒ سے

جوان سخت لیے باید کہ از شہوت بپرسید کہ پیرست و غربت را خود آلت برنئے خیزد

خانہ معمور و شوقش بس بلند معتدل ارکان بے تخیل و بند

لغات - سمور - آباد - سقف - چھت - ارکان - عناصر - ستون - تخلیق گزبڑ - ملاوٹ - بند رکاوٹ - صنایع - ارکان کے لفظ میں ایہام مرشح ہے - عناصر کی طرف تخلیق میں ایہام تناسب ہے - بلحاظ اخلاط بن کے -

ترجمہ (جوانی میں جسم کا گھر آباد رہے) اور اس کی (قوت و صحت کی) چھت بلند رہے اس کے (اعضا و جوارح کے) ستون سڈول (ہیں) نہ (ان کے تناسب میں) گڑبڑ ہے نہ (ان کے افعال میں کسی قسم کی) رکاوٹ ہے -

مطلب - ایام جوانی ہر طرح مواقع کا مرانی ہیں - جو چاہو کرو - صائب ہے
روزگار جوانی نکتے بردار سب رکابی باد بہار معلومست

نور چشم و قوت انداں بجا **قصر محکم خانہ روشن پر صفا**
ترجمہ - آنکھوں کی بینائی اور جسموں کی طاقت قائم ہے (بدن کا) محل مضبوط ہے (یہ) گھر روشن اور پوری طرح صاف ہے - نظامی رہے

خوشامدنا کہ ملک زندگانی ست ہمیں روزگار اور روز جوانی ست
نہ بہت از زندگی خوشتر شمارے نہ چوں روز جوانی روزگارے

ہیں غنیمت داں جوانی اے سیر **سرفروا اور کین خشت و مدار**
ترجمہ - اے عزیز! خبردار جوانی کی عمر کو غنیمت سمجھو - عاجزی اختیار کرو - اور (اخلاق و عہد کی) اینٹ ڈھیلے (اپنی دیوار وجود سے) اکھیر ڈالو -
مطلب - جوانی ہی میں ریاضات و مجاہدات سے اپنی اصلاح کرو - اس کے لئے یہ موقع اچھا ہے صائب ہے

رو صلاح بدست آرد جوانی؟ کہ پیش پا بپسراغ مزار نتواں دید

پیش از اں کا ایام پیری در **گردنت بند و جہل من مسد**
لغات - کا ایام - کہ ایام - جل - رشتی - مسد کھجور کا ریشہ - کھجور کے ریشے کی رشتی - مویج کی رشتی - اوٹ کی ادن کی رشتی - اس میں سورہ لہب کی اس آیت کی طرف تلحیح ہے - جس میں ابولہب کی عورت کے بُرے انجام کا ذکر ہے - کہ **فِي جَنَّةٍ مَّا حَبَلُ مِنْ مَّسَدٍ** - یعنی اس کی گردن میں ریشہ خرما کی رشتی پڑی ہوئی ہے -

ترجمہ (جوانی کو غنیمت سمجھ کر کچھ عمل کمالو) قبل اس کے کہ بڑھاپے کے دن پہنچ جائیں اور تمہاری گردن ریشہ خرما کی رشتی سے جکڑی جائے -

مطلب - جوانی میں اعمال کا فراہم کرنا آسان ہے - ایام پیری میں کچھ نہ ہو سکے گا - موت کے بعد تو سلسلہ اعمال ہی بند ہو جائے گا - کہ پھر جزائے اعمال کا وقت ہے - حافظہ رہے

چو پر روئے زیں باشی توانائی غنیمت داں
کہ دوراں ناتوانی ہا بسے زیر زیں دار و
خاک شورہ گرد و دوزخ است
ہرگز از شورہ نبات خوش برست

لغات - خاک شورہ کشتن - مٹی کا شورہ اور کلرین جانا جو اس کے نہایت خراب و ناکارہ ہو جانے کی دلیل ہو۔
اور یہ یا تو استعارہ ہے - بڑھاپے میں انسانی وجود کے ازکار رفتہ ہو جانے سے یا محمول بحقیقت ہے - جس سے
مرنے کے بعد انسان کا مٹی میں مل جانا مراد ہے -

ترجمہ - (اور قبل اس کے کہ تمہارے وجود کی) مٹی شورہ اور بکھر بکھری اور کمزور ہو جائے
(اور نہ پھر عمل کی امید کہاں کیونکہ) گذرے ہرگز سبزہ خوشنما نہیں آگ سکتا -

مطلب - بالیٰ اول بڑھاپے میں طاعات و عبادات کا بجالانا مشکل ہے - اور بالیٰ ثانی مرنے
کے بعد کوئی عمل ہو سکتا محال ہے - صائب ۷

دامن دشت عدم گیاہ ندارد
واسے برائکس کہ زا و راہ ندارد

آب زور آب شہوت منقطع
اور خوش و دیگران نامنتفع

لغات - منقطع - بند - منتفع - فائدہ اٹھانے والا - نفع پانے والا -

ترجمہ - (بڑھاپے میں موت کے وقت) طاقت (بدن) اور خواہش (دل) کی موجیں رُک
جائیں گی - (آب) وہ اپنے (اعمال سے) اور دوسروں (کی دستگیری) سے فائدہ نہیں
اٹھا سکے گا -

مطلب - اگر آپ خاک شورہ شدن سے جسم کا ضعیف و ناتواں ہونا مراد ہے - تو مطلب یہ کہ بڑھانہ دوسرے
لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے - نہ خود ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے - الا قلیلاً اور اگر اس سے مراد اور بدن کا مٹی
میں مل جانا مراد ہو - تو مطلب یہ ہوگا کہ مردہ زندہ لوگوں کے لئے نہ مفید ہے نہ ان سے مستفید -

رفع اشتباہ - اگر اس سے مرنے کے بعد کی حالت مراد لی جائے - تو دوسرے مصرعہ کے معنوں سے یہ
شبہ ہو سکتا ہے - کہ شاید مولانا مر کے نزدیک بھی زندوں کے ایصالِ ثواب سے مرنے سے منتفع نہیں ہو سکتے -
جیسے کہ معتزلاً اور بعض وائمہ کا مذہب ہے - حالانکہ اہل سنت و جماعت اتفاع کے قائل ہیں - اس شبہ کا
جواب یہ ہے - کہ اس مصرعہ کا یہ مطلب نہیں کہ مرنے سے مطلقاً دوسرے زندہ لوگوں سے منتفع نہیں ہوتے -

بلکہ مراد یہ ہے - کہ جس طرح ایک زندہ آدمی دوسرے زندہ لوگوں سے بلا واسطہ داد و ستد سے منتفع ہو سکتا ہے
مردہ اس طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتا - اور جس طرح مرنے کے بعد اس کا خود اعمال بجالانا - اور حتیٰ اگر ہونا محال ہے
اسی طرح زندہ لوگوں کے ساتھ تمدنی و معاشری تعلقات رکھنا اور ان تعلقات کی بنا پر براہ راست ان سے فائدہ
رسانی و فائدہ گیری کرنا ناممکن ہے - باقی رہی یہ بات کہ وہ عنایتِ حق کے واسطے سے زندہ لوگوں کے اعمال
پر سے جو وہ اسکو ثواب پہنچانے کے لئے بجالائیں منتفع ہوتا ہے یا نہیں - شعر میں اس بحث کی طرف کوئی
اشارہ نہیں - اور اگر حق یہ ہے - کہ وہ منتفع ہوتا ہے - اور یہی مولانا کا مسک ہے - کیونکہ وہ بھی اہل حق میں
شامل ہیں - شرح عقائد شفیعی میں لکھا ہے - وَفِي ذَعَاةِ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْواتِ اَوْ صَدَقْتَهُمْ

عنہم نفع لہم خلافاً للبحرۃ لہ تمسکاً بان القضا لا یتبدل وکل نفس مرہونہ بما کسبت
والمرء عجزی بعجل لا یجلی غیریہ یعنی زندہ لوگوں کے مرووں کے لئے دعا سے مغفرت کرنے یا خیرات دینے
سے مرووں کو ثواب پہنچتا ہے۔ مترجم اس کے خلاف ہیں۔ جن کی دلیل یہ ہے کہ تقدیر الہی بدل نہیں سکتی۔ اول
یہ کہ نفس اپنے کمائے ہوئے عملوں کے ساتھ مرہون ہے۔ اور یہ کہ انسان اپنے عملوں کی جزا پائے گا۔ نہ کہ غیر کے
عملوں کی۔ پھر لکھا ہے۔ وَلَئِنَّمَا وَرَدَ فِي الْاَحَادِيثِ الصَّحاحِ مِنَ الدَّعَا لِمَوَاتٍ خُصُوصاً
فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَقَدْ تَوَارَتْ السَّلَفُ فَلَوْلَمْ يَكُنْ لِلْمَوَاتِ نَفْعٌ فَمَا كَانَ لَهُ مَعْنَى وَ
قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنْ مَيِّتٍ تَصِلُ عَلَيْهِ مِلَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَلْعَنُونَ مَا تَدَّ كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ
لَهُ اِلَّا شَفَعُوْا فِيْهِ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عْبَادَةَ اَنْهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنْ اَمَّ سَعْدٌ مَا تَشْتَفَا فَاِى
الْمَصْدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَخَضِرُ بَيْرٍ اَوْ قَالَ هَذَا اَلْاَمُّ سَعْدٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْعَاءُ
بِرِدِّ الْبِلَاءِ وَالْمَصْدَقَةُ تَطْفِيْ غَضَبَ الرَّبِّ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْ الْعَالَمُ وَالْمُتَعَلِّمُ اِذَا مَرَّ
عَلَى قَبْرٍ فَلَمْ يَلْقَ فِيْهِ نَفْسًا اَبْعَدَ عَنْ مَقْبَرَةِ تِلْكَ الْقَبْرِ اِلَّا رَجُلَيْنِ يَوْمًا وَالْاَحَادِيثُ
وَالْاَثَرُ فِيْ هَذَا الْبَابِ الْكَثْرُ مِنْ اَنْ تَقْصُرَ۔ یعنی ہماری دلیل وہ صحیح احادیث ہیں۔ جو اموات کے لئے
دعا کرنے خصوصاً نماز جنازہ کی دعا کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اور وہ سلف سے متواتر ہے پس اگر اموات
کے لئے اس میں نفع نہ ہوتا۔ تو اس کا کچھ معنی نہ تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس میت
پر ایک مسلمان نماز جنازہ پڑھیں۔ جو سب کے سب اس کے لئے دعا سے مغفرت کریں۔ ان کی دعا ضرور
قبول ہوتی ہے۔ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ام سعد (یعنی خدان کی والدہ) نے ثقات پائی۔ تو کونسی خیرات سب اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا پانی۔ تو انہوں
نے ایک کنواں کھدوایا۔ اور کہا۔ یہ ام سعد کے لئے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ دعا بنا
کو رو کر دیتی ہے۔ اور صدقہ اللہ کے غضب کو فرو کر دیتا ہے۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم اور
متعلم جب کسی سستی سے گزرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس سستی کے قبرستان سے چالیس روز تک عذاب ملتوی کر دیتا
ہے۔ اور اس بارے میں احادیث و آثار بے شمار ہیں۔

ابروال چول پار دم زیر آمدہ چشم رانم آمدہ تاری شدہ

لغات۔ پار دم۔ دوجی۔ زیر آمدہ۔ بکلی ہوئی۔ تاری مخف تارک۔
ترجمہ جبکہ ابرو دوجی کی طرح نیچے کو ڈھلک جائیں گے۔ آنکھیں اشک آلود اور بے نور
ہو جائیں گی۔

مطلب۔ یہ ضعف پیری اور نزاع کی حالت کا نقشہ ہے۔ صائب

پرفیس فروے بجا کہ افتہ ز اوراق جو اس چوں بزدی رو گذار و آفتاب زندگی

از بچ رو چو زشت سوسمار رفتہ نطق و طعم و دنا ہما ز کار

لغات۔ ششج۔ اینٹھن اعصاب کے کھینچنے سے جسم کا سکڑنا۔ سوسمار۔ گوہ ایک جانور کا نام ہے۔ نطق

قوت گویائی - طعم - قوت ذائقہ -

ترجمہ (جب کہ وہ حالت ہوئی کہ) چہرہ سکر کر گوہ کی بیٹھ کی طرح (شکن دار) ہو گیا۔ (اور) بولنے اور چکھنے کی قوت اور دانت بیکار ہو گئے۔ غنی کا شہرہ ہے

برودے خود الفہارانی چرا کشیدہ است
از ہر مردن غول ماتم گرفت و ستم
پشت دو گشتہ دل سست و پیا
تن ضعیف و سست پاچوں سیما

لغات - دوتا - دوبری - تپال - جس میں سوزش - جلن یا دھڑکن ہو - رسیاں - رسوت - تاکا - رتی -
ترجمہ - بیٹھ (جھک کر) دھری ہو گئی - دل سست (ہو گیا) اور دھڑکنے لگا - بدن کمزور
اور ہاتھ پاؤں (سوجھ کر) رستی (ہو گئے) کماتیں سے

چیز زندگی سست کہ از استخوان براحوالم
ہمیشہ خندہ و مذاں نہا کند لب گور

بر سر برہ زاد کم مر کو ب سست
غم قوی دل تنک تن نادرست

لغات - حرکت ساری کا جانور - تنگ - تنگ - پریشان - نادرست - رسیم - بیمار - مجروح - رنجور -
ترجمہ (اب موقع تو یہ ہے کہ) راستے پر (چلنے کو تیار اور دھڑکنے کا کافی ہے) سواری سست
ہے - غم سخت ہے - دل تنگ ہے - اور بدن رنجور - مایوس ہے
گشتیم پیر از غم دنیا و آخرت
پشت کماں خمیدہ ز فکر دو خانہ است

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ
دل پُر افغاں ہمچو نے انباں شدہ

لغات نے انباں مشک کی بین - جو ایک خاص جماعت کے فقیروں کے پاس ہوتی ہے - مشک میں
ایک نلکی نصب ہوتی ہے - پہلے وہ اس مشک میں پھونک بھر لیتے ہیں - پھر اس کو چھڑتے ہیں - تو اس نلکی سے
سری آواز نکلتی ہے -

ترجمہ (جسم کا) گھرا جڑ گیا (اور) کام بے سامان ہو گیا - دل مشک کی بین کی طرح فریاد
سے بھر رہا ہے - جامی ہے

کے کو شب بیالین من بیمار مے گردو
دلش از ناہائے زارین انگارے گردو
نوٹ یہ شعر بعض نسخوں میں موجود نہیں ہے - اور اکثر میں ہے - ایک شاعر نے لکھا ہے - کہ یہ شعر اسحاقی ہی

(بحر العلوم ۲)

عمر ضائع استغنی طبل، راہ دور
نفس کاہل، دل سیہ، جاں نابو

ترجمہ (اب یہ دیکھ کر کف افسوس ملنا پڑے گا) کہ عمر ضائع ہوئی - کوشش بیکار گئی -
راستہ دور ہے - نفس سست ہے - دل تاریک ہے - اور جان بے صبر ہے
بدو کہ لطف ازل نہیں شود حافظ
وگر نہ تابید شرمسار خود ہشام

موتے بر سر تھو پرف از بیم مرگ جملہ اعضا لرز لرزاں تھو برگ
ترجمہ سر کے بال خوف موت سے برت کی طرح (سفید) ہو گئے۔ تمام اعضا (اس خوف سے) اپنے کی طرح سخت لرزاں ہیں۔ کما قیل سے
یقین سے دال کہ شیران نہ کاری درین رہ خواستند از مورایری

روز بیکہ لاشہ لنگ رہ وراز کارگہ ویراں عمل رفتہ ز ساز

لغات بیکہ۔ بے گاہ۔ بے وقت۔ لاشہ زبون۔ لاغر۔ ضعیف۔ بے طبع۔ حیدان ہو۔ یا انسان اور اکثر یہ لفظ گھوڑے یا گدھے کے لئے بطور صفت استعمال ہوتا ہے۔ اور معنی خر بھی آتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے۔ مردہ کے جسم کو بھی کہتے ہیں۔ ز ساز رفتہ ساز ہو گیا۔ موافق نہ رہا۔ ترجمہ۔ دن بے وقت ہو گیا۔ سواری کا جانور لنگرا (ہے) اور راستہ لمبا۔ کارخانہ تباہ ہو گیا۔ اور کام موافق نہ رہا۔

مطلب۔ بڑھا پاتا ہٹا کو پہنچ گیا۔ اور موت کا وقت آ گیا۔ جسم میں عبادات و ریاضات کی طاقت نہیں اور سفر آخرت میں توشہ اعمال کی ضرورت ہے۔ کارخانہ جسم اتر ہے۔ اور اعضا و قوتی کے پرزے فرسودہ ہو گئے۔ اب جسمانی مشین اپنا کام نہیں کر سکتی۔ غنی ہو۔ بسکہ مانند کماں پیکریم از پیری کاست تا نگیرم کم کس نتوانم ہر خاصیت

پہنچائے خوے بد محکم شدہ قوت برکندن آل کم شدہ
ترجمہ۔ بُری عادت کی جڑیں مضبوط ہو گئیں (اور) ان کے اکھڑا لےنے کی قوت کم ہو گئی۔

مطلب۔ عمر بھر جو ائم و معاصی کرتے کرتے وہ اس قدر داخل عادت ہو گئے۔ گویا طبیعت ثانیہ بن گئے۔ اب ان کے ازالہ کے لئے شدت کی ریاضات و مجاہدات کی ضرورت ہے۔ مگر ضعف پیری میں اتنی طاقت نہیں۔ اس لئے جوانی کو غنیمت سمجھو۔ کہ ابھی عادت بد کی جڑیں چنداں مضبوط بھی نہیں ہوئیں۔ اور اگر مضبوط ہوں بھی تو جسم میں ان کے اکھاڑ پھینکنے کی کافی طاقت موجود ہوتی ہے صاحب سے
رہ صلاح بدست آر در جواہنا کہ پیش پا چرخ مزار نتواں دید

حکایت

ہچو آں شخص درشت خوش سخن در میان رہ نشاند او خابن

لغات۔ درشت۔ سخت۔ بدخو۔ سنگدل۔ خوش سخن۔ باتوں کا ماہر۔ باتونی۔ تقریر یا۔ مراد بہانہ جو

باتوں میں اڑانے والا ایک شجاع صاحب اس کا ترجمہ شیریں سخن کرتے ہیں۔ مگر یہاں یہ معنی مقصود نہیں ہو سکتے کیونکہ شیریں یعنی تو ایک فصاحت ہے۔ اور یہاں اس شخص کے اخلاق مذمومہ کا ذکر مقصود ہے۔ خار بن۔ خاردار درخت۔ جھاڑی۔ جھاڑ جھنکار۔ جیسے ناربن انارکلیٹ۔ ایک شجاع نے غلطی سے بن کا لفظ جڑ کے معنی میں سمجھا ہے۔ ترجمہ۔ جیسے اس بد مزاج باتوئی آدمی نے راستے کے بیچ ایک خاردار درخت لگا دیا تھا۔

رہ گز ریش ملاست گرشند پس گفشدش بکن اور انکند
ترجمہ۔ راہ چلنے والے لوگ اس کو ملاست کرنے لگے۔ پھر اس کو کہا کہ اس (درخت) کو اکھاڑ دے تو اس نے نہ اکھاڑا۔

ہر دمے آں خابن افزوں شد پائے خلق از زخم اور پوئوں شد
ترجمہ۔ وہ خاردار درخت ہر لمحہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور لوگوں کے پاؤں اس کے زخم سے لوہاں ہو رہے تھے۔

جامائے خلق بدریدے ز خار پائے درویشاں نجستے زار زار
ترجمہ۔ مخلوق کے کپڑے (اس کے) کانٹوں سے پھٹتے (رہتے) تھے۔ غریب لوگوں کے (ننگے) پاؤں بڑی طرح زخمی ہوتے تھے۔

چونکہ حاکم را خبر شد زسبب یافت آگاہی فعل آں خبیث
ترجمہ۔ جب حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو اس خبیث کے فعل سے وہ آگاہ ہو گیا۔

چوں بید حاکم دگفت ایس بکن گفت آری برقم روزش من
ترجمہ۔ جب حاکم نے بتا کیا اس شخص کو حکم دیا کہ اس درخت کو اکھاڑ دے۔ تو وہ (جھوٹا موٹ) کہنے لگا۔ جی ہاں میں ایک دن اس کو اکھاڑ دوں گا۔

مدتے فردا و فردا و عہدہ داو شد درخت خار او محکم نہاد
ترجمہ۔ ایک مدت تک اس درخت کے اکھیرنے کے لئے اکل (اکل) اور (بچر) اکل کا وعدہ کرتا رہا (جتنے کہ اس کا یہ) خاردار درخت جڑ سے مضبوط ہو گیا۔

گفت روزے حاکمیش اے وعدہ کثر پیش آور کار ما واپس مغرنا
لغات - وعدہ کثر - کج وعدہ - وعدہ خلاف - مغرنا - امر متناعی از غریب جن کے معنی ہیں گھٹنوں
کے بل چلنا -

ترجمہ - ایک دن حاکم نے اس کو کہا اے وعدہ خلاف! ہمارے (فرمائے ہوئے) کام
پر متوجہ ہو (کر اسکو عمل میں لا) واپس نہ جا (یعنی مال مثول نہ کر) -

گفت الايام يا عم بنينا گفت تجل لا تماطل دیننا

لغات - الايام - دن - عم - چچا - مراد بزرگ - بنینا - ہمارے درمیان الايام بنینا محاورہ ہے - یعنی
ہمارے آپ کے سامنے بہتیرے دن آئیں گے پھر کبھی یہ کام ہو جائے گا - تجل - جلدی کر - لا تماطل - دیر نہ
نہ لگا - مال مثول نہ کر - لیت وعل نہ کر - دین - مراد اپنے ذمہ کا کام -

ترجمہ اس (شخص) نے کہا - بابا! ہمارے آپ کے (جیسے جاتے بہتیرے دن پرے میں کبھی اسکو اکھاڑینگے ابھی کیا
جلدی ہے - حاکم نے کہا جلدی کرو - ہمارے قرض (کے ادا کرنے یعنی تعمیل حکم میں لیت وعل نہ کرو -

تو کہ میگونی کہ فردا، ایں ہراں کہ بہر روزے کہ مے آید زماں

آل درخت بدجواں تر میشود ویں کندہ پیر و مضطرے شود

ترجمہ - تو کہتا ہو کہ کل (کو اکھاڑینگے) تو یہ بات یاد رکھ کہ روز بروز جل جول زمانہ گذرا ہو وہ درخت بدخوب جوان
ہوتا جاتا ہے اور یہ اسکو اکھیڑنے والا بڑھا اور ضعیف ہوتا ہے -

خاربن در قوت و برخاستن خارکن درستی و درکاستن

ترجمہ - خاردار درخت طاقت (پکڑنے) اور ترقی پانے میں ہے (اور) کانٹوں کو اکھیڑنے
والا راستی اور تنزل میں ہے - سعدی -

چو سراپا عمر کردی تلف

چو سودا ز پشیمانی آید بکف

خاربن ہر روز و ہر دم سبز و تر خارکن ہر روز زار و خشک تر

لغات - تر پہلے مصرعہ میں مجھے مرطوب و آباد و شاداب ہے - اور دوسرے مصرعہ مجھے تفضیل اکثر
نہجوں میں پہلے مصرعہ کے اندر سبز و تر میں وادعا طغہ نہیں ہے - جس سے یہاں بھی کلمہ ترجمے تفضیل واد
پاتا ہے - یعنی خوب سبز گراس سے تکرار قافیہ لازم آتا ہے - جو فن شعر میں نادرست ہے - لیکن ہمارے قلمی
نسخے میں وادعا طغہ موجود ہے - اس صورت میں یہ عجیب نہیں رہتا -

ترجمہ - خاردار درخت تو ہر روز بلکہ ہر دم سبز و تازہ (ہوتا جاتا ہے) کانٹے اکھیڑنے والا ہر
روز لاغر اور نہایت خشک (ہوتا جاتا ہے)

اوجواں ترے شود تو سیر تر زود باش و روزگار خود مبر
ترجمہ - وہ پورا جوان ہو رہا ہے اور تویڈ تھا پھوس (ہوتا جاتا ہے) جلدی کرا اور اپنی زندگی (عقلمند
میں) نہ گزارا۔ سعدی

بندے پسر دجلہ گراب کاست چو گرب غیبت آید اندر کمنہ
کہ سودے نثار دچو سیلاب خاست بکش ورنہ دل برکن ارگو سفند

خارین واں ہر کیے خوئے بد بار بار پائے خار آخر ز دست
ترجمہ - تم اپنی ہر ایک بری عادت کو خار دار درخت سمجھو۔ بار بار اس کا کانٹا آخر تمہارے
پاؤں میں چبھتا ہے۔

مطلب - ابھی حاکم ہی کی تقریر جا رہی ہے۔ کہتا ہے کہ تم نے یہ خار دار درخت تو جو بویا ہے سو بویا ہے
خود تمہاری ہر خصلت بد ایک خار دار درخت ہے۔ تمہارے اس درخت سے لوگوں کے پاؤں تو زخمی ہوتے
ہی ہیں۔ خود تمہارے پاؤں میں بھی بار بار اس کے کانٹے چبھ چکے ہیں۔ اسی طرح تم نے خود بار بار اپنے اخلاق بد کا
خیزا زہ اٹھایا ہے۔ سعدی

اگر ز دست بلا بر فلک رود بد خوئے ز دست فوس بد خویش در بلا باشد

بار بار از فعل بد نام شدی بر سر راہ ندامت آمدی
ترجمہ - تجھے بار بار (اپنے) بُرے فعل سے نادم ہونا پڑا ہے۔ اور تو راہ ندامت
پر آیا ہے۔ صاحب

بر تو دوزخ شدہ از کثرت عصیان آتش در نہ در چشم خلیل رت گلت آتش

گر ز خستہ گشتن دیگر کساں کہ خلق زشت تو بہت آں نشاں

غافل بارے ز زخم خود نہ تو عذاب خویش و ہم بیگانہ

لغات - غافل غافل ہی۔ نہ نیستی۔ ترکیب - خستہ گشتن دیگر کساں میں ہے۔ اور دوسرا مصرعہ اس
کا بیان - یہ دونوں مل کر مجروح ہوا۔ حرف زکا - اور یہ تعلق غافل کے اور ضمیر مخالف مبتدا غافل اس کی خبر
بارے الجوزا سے شرط۔ آخری مصرعہ الگ جملہ ہے۔

ترجمہ - اگر تم دوسرے لوگوں کے زخمی ہو جانے سے جو تمہارے بُرے اخلاق کی ایک
ایک نشانی ہے غافل ہو۔ تو آخر اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہو۔ (کم از کم اپنے لئے ہی
اس بلا سے پرہیز کرو) تم تو اپنے لئے بھی اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی (باعث)
عذاب (بن رہے) ہو۔

مطلب۔ لوگوں کے پاؤں کا زخمی ہونا اس کے بُرے اخلاق کی نشانی اس لئے ہے کہ وہ عام لوگوں کی تکلیف و اذیت کا باعث بن رہا ہے۔ اور ایذا سے عام اخلاقِ روزیہ کی خاص نشانی ہے۔ بخود خاتمِ عہدؐ گرشادی خوشنقہ درازِ میدانی کاسودہ دے رہے ہشتانی دراتم عقلِ بخشِ نبشِ ہمہ عمر نے دارِ مصیبت کہ عجب نادانی آگے حاکم کے قول سے مضمون ارشاد کی طرف انتقال ہے۔ اور یہ مضمون حاکم کی تقریر سے اس قدر متصل و متصل ہے کہ گویا دہریہ کی تقریر میں بھی خود مولانا اصلاحِ عادات اور ازالہِ رذائل کی ہدایت فرماتے چلے آتے ہیں۔ اب یہ ارشاد ہے کہ ازالہِ رذائل کے لئے تین تدبیریں ہندوں میں ان میں جدید سازگار دیکھو۔ اعتقاد کرو۔

یابنبردار و مروانہ بزن توعلی و اریں درخیرمین

لغات۔ تبرکھاڑا۔ کدال۔ پتھر کو ٹوٹنے کا آلہ۔ و آرحرف تشبیہ۔ مثل۔ مانند۔ خیر۔ غالباً جو ابی لفظ ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ ایک مقام کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مدینہ سے دوسو میل کا فاصلہ ہے۔ جب یہود مدینہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر کے بعد عہد شکنی اور بغاوت کا ارتکاب کیا۔ تو ان کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔ وہ خیر کے سرسبز مقام میں جا آ دیئے۔ اور یہاں متعدد مضبوط قلعے تعمیر کر لئے۔ گران کی طبعی جہالت اور جلی شہرت نے ان کو یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور مدینہ پر حملے کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر تیاریاں کرنے لگے۔ حفاظتِ اسلام کے لئے ان مفسدین کی سرکوبی ضروری تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ محرم ۳ھ ہجری میں سولہ سو جان نثاروں کے ساتھ خیر پر چڑھائی کی۔ تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح ہوتے گئے۔ لیکن قلعہ موصیٰ جو یہود کے مشہور بہادر سردارِ حرب کا تخت گاہ تھا۔ بڑی دقت اور مشکل سے فتح ہوا۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ اس ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو اور پھر حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ لیکن دونوں حضرات ناکام واپس آئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا "کل میں اس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔ اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا رسول بھی اس کو چاہتے ہیں یہ رات نہایت امیدوار تھا میں کئی کہ دیکھئے۔ یہ فخرکس کے حصے میں آتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔ فما احببت الا لہ اذۃ الا یومئذ و بات الناس کلہم یرجون ایاہا یعنی میں نے کبھی افسری کی تمنا نہیں کی۔ مگر اس روز مجھے بھی اس کی تمنا تھی۔ اور سب لوگوں نے اسی تمنا میں رات گزار دی۔ صبح کو دفعۃً یہ آواز گانوں میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی۔ کیونکہ جناب موصیٰ کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ اور سب کو معلوم تھا کہ وہ جنگ سے معذور ہیں۔ غرض حسبِ طلب حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لالاب دھن کر لیا۔ اور دعا فرمائی۔ حضرت علیؓ نے قلعہ موصیٰ پر حملہ آور ہوئے۔ حرب بھی لوہے میں غرق بڑے طہرات سے نکلا۔ اور ان پر تلوار کا وار کیا۔ مگر حضرت علیؓ نے اس زور سے تلوار مار دی کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اُتر آئی۔ اور ضربت کی آواز فوج تک پہنچی۔ حرب کے مارے جاتے پر یہود نے عام حملہ کیا۔ تو اتفاق سے حضرت علیؓ نے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی۔ آپؐ نے قلعہ کا در جو ستر پارہ سنگ تھا۔ اکھاڑ کر اس سے سپر کا کام لیا۔ اس واقعہ کے بعد ابوسفیان نے سات آدمیوں

جنگ خیر

حضرت علیؓ کا دروازہ خیر کے سپر سے

کے ساتھ لڑا اس کو اٹھا ناچانا۔ توجہ سے بھی نہ لے سکا۔ ایک روایت میں ہے کہ واقعہ جڑوہ بعد ذالک فلمہ مجملہ الا ارجعون رجلا۔ یعنی پھر اس کو چالیس آدمیوں نے لے کر اٹھایا۔ تو اٹھ سکا۔ ان واقعات میں دروازہ خیبر کا کھار ڈالنا توفیر حضرت علیؓ جیسے بہادر کے لئے ایک امر عطا ہے۔ مگر اس سے سپر کا کام لینے کی افواہ محض مبالغہ پر مبنی ہے۔ چنانچہ بعض محدثین نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ عمرؓ کے قلعہ قنوص پر حملہ آور ہونے اور ناکام واپس آنے کی روایت بھی ناقابل اعتماد ہے۔ کیونکہ اس روایت کے سلسلے میں ایک راوی عوف ہے۔ جو ذہباً شیعہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جس روایت میں شیخین کی ناکامی کا ذکر مورثیہ کی زبان سے اس کا کیا رتبہ رہ جاتا ہے۔ اور قیاس بھی متقاضی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ وغیرہ اس ہم کے لئے نامزد ہی نہیں ہوئے۔ چہ جائیکہ ناکامی کے ساتھ واپس آتے۔ ورنہ وہ یہ نہ کہتے۔ کہ فدا احببت الامارۃ الا یومئذ۔ کیونکہ جس ہم سے کل ناکام واپس آچکے ہیں۔ آج اسی کی انصاری کے لئے متنازعہ کرنے کے کیا معنی۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ کب توقع ہو سکتی تھی۔ کہ جو انصر کل ایک ہم کو سر انجام نہ دے سکا۔ آج پھر آپ اسی کو اس ہم کے لئے نامزد فرمائیں گے۔ ان کے علاوہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے الفاظ کہ لا تُحْطِیْنَ التَّوَاذِیْعَ رَجُلًا دِیْنِ ابِ اَیْکِ ایسے شخص کو بھنڈا دوں گا ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ اب آپ کا روئے التفات کسی ایسے شخص کی طرف ہے جو اب تک اس ہم کے لئے نامزد نہیں ہوا۔ پھر جو اصحاب آج سے پہلے نامزد ہو چکے۔ وہ کیونکہ اس کے متنبی ہو سکتے تھے۔ لیکن جب وہ متنبی ہوئے۔ جیسے کہ فدا احببت الامارۃ کے الفاظ سے ظاہر ہے تو یہ یقینی بات ہے۔ کہ وہ اس ہم کے لئے نامزد ہی نہیں ہوئے۔ ان واقعات کے متعلق اہل ناب کلام کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ ان تین چار اشعار کے مطلب کا حل اس کے بغیر ہونیں سکتا تھا۔

ترجمہ۔ یا تو تبر اٹھا کر مردوں کی طرح (اس درخت رذائل کی جڑ پر) مارو (اور تم حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی طرح اس دروازہ خیبر کو اٹھا ڈالو۔

مطلب۔ پہلی تدبیر یہ ہے کہ ریاضات و مجاہدات کے زور سے رذائل اخلاق کو زائل و نابود کر ڈالو۔ صلیح کن بان خشک از لذت الوان دہر از گرایں خون فاسد را بایں نشتر برار

ورنہ چوں صدیق و فاروق ہیں میں طریق دیگر ال را بر گزین

لغات۔ میں بزرگ۔ میں کلمۃ تنبیہ و تحفیض۔ دیکھنا۔ ہاں۔ ہاں۔ دیکھنا یا تو دیگر کی جمع اور طریق کا مضامین الیہ ہے۔ یا دیگر صفت ہے طریق کی اور اس کے بعد اسم اشارہ ہے۔ جس کا اشارہ الیہ طریق مقدّم ہے۔ دونوں تفسیروں پر ترجمہ دو طرح ہو گا۔

ترجمہ (۱) ورنہ دیکھنا حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروقؓ کی طرح دوسرے حضرات کا طریق اختیار کر لینا۔

(۲) ورنہ دوسرے راستے کو دیکھو (اور) حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ (اور) حضرت عمر فاروقؓ کی طرح اس کو اختیار کر لو۔

مطلب۔ اگر خود اپنے مجاہدہ دریاخت سے اصلاح نفس نہیں کر سکتے۔ تو پھر دوسری تدبیر یہ ہے

کہ اپنے آپ کو کسی کامل کے بچہ تصرف میں کالمیت فی ید الغسال بنا دو۔ پھر اس کے تصرفات سے تم خود کامل بن جاؤ گے۔ جیسے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا مسلک تھا۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات الہیہ میں محو تھے۔ صائب ۷

تادیدہ مجرورے توشہ کامیاب شد شبنم آفتاب رسید آفتاب شد
یا بگلبن ضل کن پس خار را و ضل کن بانار نور یار را
ترجمہ۔ یا (اپنے) اس خار (وجود) کو (باغ عرفان کے) بوٹے (یعنی شیخ کامل) سے منسوب کر لو (اور اپنی) آفتاب (وجود) کے ساتھ نور یار کو ملا لو۔

مطلب۔ اگر نہ خود اپنی اصلاح کر سکو۔ نہ شیخ کامل کی ذات میں محویت حاصل کرنے کا درجہ پاسکو۔ تو پھر آخری تدبیر یہ ہے۔ کہ اپنے آپ کو شیخ کے ساتھ منتسب رکھو۔ فیضان نسبت سے امید ہے۔ کہ کبھی نہ بھی فائز بالمرام ہو جاؤ گے۔ حافظ رام ۷

دامن دوست بہت آرزو دشمن بگسل مرد بیدال شود امین گذر ازاہر نماں
 واضح ہو کہ پہلے شعر میں خود اپنی تجویز و اجتہاد سے اصلاح عادات و تہذیب اخلاق کی ہدایت کی ہے۔ جو کتاب وسنت کے اتباع اور اپنی فراست کے ماتحت عمل میں آئے۔ دوسرے شعر میں ان اعمال و مجاہدات کے ذریعہ سے نفس کی اصلاح کرنے کا اشارہ ہے۔ جو پہلے سے مقرر و مسلم ہیں۔ اور اس لئے وہ اعمال مقطوع الصحت اور مامون از آفات و مصون از خطرات ہیں۔ اور وہ بھی کتاب وسنت ہی سے اخذ ہیں۔ تیسرے شعر میں یہ ارشاد ہے۔ کہ اپنے آپ کو شیخ کامل کے سپرد کر دینا چاہئے۔ اور اپنے تمام اختیار و ارادہ کو اس کے اختیار و ارادہ میں محو کر دیں۔ تاکہ وہ جس طرح مناسب سمجھے تصرف کر کے اصلاح کر دے۔ پہلی تدبیر کی مثال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خیر شکنی سے دی ہے۔ جو ان سے خود اپنے اجتہاد و فراست سے بلا تقلید و تکیہ سے عمل میں آئی تھی۔ مگر اصولاً وہ باتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ دوسرے بیت میں یہ ارشاد ہے کہ اگر اپنے اندر اجتہاد کی طاقت نہ پاؤ۔ تو شیخین رضی اللہ عنہما کی تقلید کرو۔ کہ یہ طریقہ اسلام و اماموں ہے۔ اس جگہ ایک واقعہ کی طرف عجیب تلمیح ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ عشرہ مبشرہ میں سے چھ اصحاب جو باقی ہیں۔ یعنی حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ حضرت طلحہ۔

حضرت زبیر۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص سب باہم مشورہ کر کے اپنے میں سے ایک صاحب کو خلیفہ انتخاب کر لیں۔ آخر صلاح مشورہ کے بعد خلافت کا مدار دو صاحبوں پر پڑھا۔ ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ دوسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تقلید شیخین رضی اللہ عنہما پر منصب خلافت کو قبول کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا۔ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اجتہاد پر خلافت کو قبول کر سکتا ہوں۔ کسی کی تقلید نہیں کرے گا۔ تو پھر حضرت عثمان سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی تقلید پر منصب خلافت کو قبول کیے ہیں۔ انہوں نے اسکو قبول کر لیا۔ تو ان کی خلافت قائم ہوئی۔ وجہ تلمیح یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شعاع اجتہاد ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شعاع تقلید ہے۔ اگرچہ

تقلید کا شعار تمام خطرات نفس و دوساوس شیطان سے مامون ہے۔ اس لئے یہ فضل ہے۔ اور اس لئے اسی کو تقویٰ خلافت کے لئے مرجع قرار دیا گیا۔ حضرات شیخین کے طریق کی مقطوعیت صحت ضروریات دین سے ہے لیکن زیادت ایضاً کے لئے اتنا عرض کر دینا مناسب ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے بھی صحبت پرستی نہیں کی۔ شراب نہیں پی۔ مال و جاہ کی تمنا نہیں کی۔ سخاوت و کرم ان کا شیوہ تھا۔ کھیل تماشوں سے دلچسپی نہیں رکھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت سے پہلے بھی کمال محبت تھی۔ نبوت کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور آپ کے لئے اپنا تمام مال وقفہ قربان کر دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا سب سے زیادہ گہرا نقش جو بیٹھا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے ما صاب اللہ فی صدری شیئاً الا وقد صلبتہ فی صدری بکر یعنی اللہ نے جو کچھ میرے سینے میں ڈالا ہے میں نے اس کو ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق کے اسلم و اصوب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الشیطان یفر من عمر یعنی عمر سے شیطان بھاگتا ہے۔ پس جب شیطان آپ سے بھاگتا ہے۔ تو آپ کے اعمال و اقوال میں اس کے خلل انداز ہونے کا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کوکان بعدی بنی لکان عمر۔ یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا۔ تو وہ عمر ہوتے۔ جس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے اخلاق انبیاء کے اخلاق سے مشابہ تھے۔ اور شیطان انبیاء کے طریق میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ تیسری بات میں تیسرے طریق کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس میں صحبت شیخ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور باقی اصحاب پر یہی طریقہ غالب تھا اگرچہ وہ پہلے دو طریقوں پر بھی عامل تھے۔ پس یہاں جو تین طریقوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا اشارہ ہے تو یہ بطور منع خلق فرمایا ہے (بحر العلوم لمختصاً)۔

مطلب یہ ہے کہ جب ان اخلاقی ذمہ کا ازالہ ضروری ہے۔ تو اس کے لئے لمجاظ استعداد و لہین کئی طریقے ہیں۔ اول طریق ولایت ہے۔ وہ یہ کہ خوب مجاہدات و ریاضات کریں۔ اور مخلوق سے الگ رہیں۔ پھر حق کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقام تھا۔ اور اگر کسی کی استعداد اس کے مناسب نہ ہو۔ بلکہ اس سے بلند ہو۔ تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کرو۔ جو طریقہ نبوت ہے۔ کہ نہ تو زیادہ مجاہدات و ریاضات کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مخلوق سے الگ رہنے کی۔ بلکہ وہ متوجہ بہ مخلوق للحق رہتے ہیں۔ اور یہ مقام حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا تھا۔ اور اگر نہ اس کی استعداد ہے نہ اس کی۔ تو پھر یہی کرو کہ اپنے آپ کو کسی کامل سے منسوب کرو۔ اور کسی کی خدمت کیا کرو۔ کہ اس کی برکت صحبت سے تم بھی خالی نہ رہو گے۔ اب یہاں اس امر میں اختلاف ہے۔ کہ طریق ولایت افضل ہے۔ یا طریق نبوت۔ بعض لوگ طریق ولایت کو افضل کہتے ہیں۔ اور بعض طریق نبوت کو مگر تحقیق طریق نبوت ہی کو افضل قرار دیتے ہیں۔ اس لئے طریق ولایت کے فیوض صرف اس طریق کو اختیار کرنے والے تک محدود رہتے ہیں۔ اور طریق نبوت کا فیض دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ کما قال سعدی رحمہ

گفت او حکیم خویش بد ازے برد ز مویج

وین جہدے کند کہ نجسہ و غریب را

مگر جو لوگ طریق ولایت کو افضل کہتے ہیں۔ ان کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اس طریق کی انصافیت کے باعث

حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما طریقہ اسلم و اصوب ہے۔

دلی بھی نبی سے افضل ہے۔ حاشا وکلا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی ان ہر دو طریق پر عامل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ملی سے افضل ہے۔ کہ دونوں طریقوں کا جامع ہے۔ (کلمہ شہداء)

بعض شارحین نے اوپر کے دونوں شعروں کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ ”علی وار“ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتح خیبر کی طرف اشارہ ہے۔ اور ”چوں صدیق و فاروق“ سے ان دونوں حضرات کے فتح خیبر سے کام آئے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ باوجود شجاع و مدبر ہونے کے محض اس لئے اس فتح پر قادر نہ ہوئے کہ یہ کام ان کے ہاتھوں ہونا مقدر نہ تھا۔ مگر وہ شرکت جہاد کی فضیلت سے بہرہ ور ہوئے۔ اسی طرح تم قلع و عجم اور استیصالِ رذائل کی سعی کرتے رہو۔ اگر کامیاب نہ ہوئے۔ تو بھی اجر سعی سے محروم نہ رہو گے۔ مگر یہ توجیہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی شانِ عالی کے لئے زیبا نہیں۔ نیز اس توجیہ کی بنا ایسی روایت کو صحیح تسلیم کر لینے پر قائم ہے جو قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ کیا قلنا سابقاً۔ آگے تیسرے طریق کے متعلق فرمایا ہے۔ جس میں کسی کامل کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی ہدایت کی ہے۔

تا کہ نور او کُشد نارِ تُّرا و صل او گلبن کند خارِ تُّرا

ترجمہ: تاکہ اس کا نور (فیضان) تیری آتش (شہوت) کو بجھا دے اس کا وصل تیرے خار (رذائل) کو گلبن (فضائل) بنا دے۔

مطلب: کسی کامل کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ تاکہ تمہارے اخلاق کی اصلاح اور رذائل کا قلع و قمع ہو جائے۔

جامی از دامنِ آں گرم رواں دستِ مدار کہ ہر مرحلہ صد قافلہ را بس کردند

تو مثالِ دوزخی او مومنِ ست کشتن آتشِ مبومنِ ممکنِ ست

ترجمہ: تو دوزخ کی مانند ہے۔ اور وہ مرشد (گویا) مومن ہے۔ (اور آتشِ دوزخ) کا مومن (کے قرب) سے بچھ جانا ممکن ہے۔

مطلب: مخاطب کی دوزخ سے تشبیہ محض اصلاح پذیر ہونے کے لحاظ سے ہے۔ یعنی جس طرح بھوئے حدیثِ مومن کے قرب سے دوزخ کی آگ بجھنے لگے گی۔ اسی طرح کامل کے قرب و صحبت کی بدولت تمہاری آتشِ شہوت بھی بجھ جائے گی۔ اس حدیث کا مضمون آگے خود مولانا ذکر فرماتے ہیں۔

مُصطفیٰ فرمود از گفتِ جحیم کہ مبومنِ لایہ گر گر و دوزخِ زیم

لغات: جحیم دوزخ کا ایک نام ہے۔ لایہ گر۔ خوشامد کرنے والا۔

ترجمہ: حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا قول (نقل) فرمایا ہے۔ کہ وہ اپنے سرد ہو جانے کے خوف سے مومن کے ساتھ خوشامد (کی باتیں) کرے گی۔

گویش بکد ز من اے شاہ زودو میں کہ نورت سوز نام رار بود
ترجمہ - وہ (دوزخ) اس کو کہے گی اے شاہ صاحب الجھیر سے جلدی گزر جائیے - دیکھو تو
مہارے نور نے میری آگ کی سوزش کو اڑا دیا۔
مطلب - حدیث میں آیا ہے - کہ جب مومن بصر اطہر پر جہنم کے اوپر سے عبور کرنے لگے گا - تو جہنم
پھارے گا - جُزْیَا مُؤْمِنٍ فَإِنَّ نُورَكَ أَطْفَأَ نَارَهُ - یعنی اے مومن گزر جا کیونکہ تیرے
نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔

پس ہلاک نار نور مومن ست زانکہ بے ضد دفع ضد لا یکین ست
ترجمہ - پس آتش (ذنائم) کا بجھانا (مطلوب ہو - تو) مومن (کامل) کا نور (اس کو بجھاتا)
ہے - کیونکہ ضد کے بغیر ضد کا دفع کرنا ناممکن ہے۔

نار ضد نور باشد روز عدل کال ز قہر انجنتہ شد وین فضل
لغات - روز عدل - پونہ فصل - روز حشر - انجنتہ پیدا - ناشی۔
ترجمہ آگ کا نور کی ضد ہونا قیامت کے دن (ظاہر) ہوگا - کیونکہ وہ قہر (الہی) سے
ناشی ہوتی ہے - اور یہ (اس کے) فضل سے (پیدا ہوا ہے)۔
مطلب - یعنی نور و نار کا باہم ضد ہونا اس وقت پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتا - روز قیامت میں اس
کا مشاہدہ ہو جائے گا - اور معلوم ہو جائے گا - کہ آگ کا منظر قہر الہی اور نور کا منظر فضل خداوندی ہے -
جب قہر و فضل میں تضاد ہے - تو جو امور ان سے ناشی ہوئے - ان میں بھی تضاد ہوگا۔

گر بخواہی تو دفع مشر نار آب رحمت در دل آتش گمار
ترجمہ - اگر تم (موجبات) آتش کی شر کو دفع کرنا چاہتے ہو - تو (تعلق شیخ کے) آب رحمت
کو (اس) آگ کے اندر ڈال دو - (وہ بجھ جائے گی)۔
مطلب - اخلاق ذمیمہ و رذیلہ جو جہنم میں لے جانے والے ہیں - ان کے ازالہ کی تدبیر سبب شیخ ہے - جو
اس آتش جہنم کے بجھانے کے لئے بمنزلہ آب رحمت ہے۔

چشمہ آل آب رحمت مومن ست آب حیواں روح پاک محسن ست
ترجمہ - اس آب رحمت کا چشمہ مومن (یعنی پیر کامل) ہے - (اور اس) محسن
کی پاک روح (سراسر) آب حیات ہے (کہ جو اس سے سیراب ہو کر زندہ جاوید ہو گیا)
حافظ رہے۔

لب چاہ حیات تو بہت قوت روح وجود خاکی مار از دست قوت روح

بس گریزاں ست نفس توازو زانکہ تواز آتشی اوزاب جو
ترجمہ۔ (مگر تیرا نفس اس سے بہت گریز کرتا ہے۔ کیونکہ تو اکثر متاعِ نفسانیہ سے گویا
آگ سے (دبا) ہے۔ اور وہ (رحمت کے) آبِ نہر سے۔

زاب آتش زان گریزاں مشیود کاتشش ازاب ویراں مشیود
ترجمہ۔ پانی سے آگ اس لئے گریز کرتی ہے۔ کہ اس کی سوزش پانی سے
فنا ہو جاتی ہے۔

مطلب۔ نفس لذات و خواہشاتِ نفسانیہ کا دلدادہ ہے۔ اور مرشدانِ لذات و خواہشات کے قلعِ فتح
کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے نفس اس کی صحبت سے گریز کرتا ہے۔

حسن تو و فکر تواز آتش ست حسن شیخ و فکر او نور خوش ست
ترجمہ۔ تیری حسن اور تیرا فکر (شہواتِ نفسانیہ میں مصروف ہونے کے باعث) آتش و دوزخ
(کی قبیل) سے ہے (بخلاف اس کے) شیخ کی حسن اور اس کا فکر (ہدایت و ارشاد کا) عمدہ
نور ہے۔

مطلب۔ عوام کے افکار و احساساتِ اخلاقِ ذمیمہ سے ناشی ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ برے آثار
پیدا کرتے ہیں۔ اور اہل اللہ کے افکار و احساساتِ اخلاقِ حمیدہ سے ناشی ہونے کے باعث اچھے نتائج
موجب ہیں۔

آب نور او چو بر آتش جد چلچک از آتش بر ایند خوش جد
لغات۔ جد پہلے مصرعہ میں بمعنی بریز اور دوسرے میں بمعنی برخیزو ہے۔ چلچک اسم صوت چڑچڑاہٹوں
سوں۔ آگ کے بجھنے کی آواز۔ خوش بمعنی بخوبی۔ صاف طور سے۔ بالکل۔
ترجمہ۔ اس (مرشدِ کامل) کے نور کا پانی جو (اس) آتش (ذائم) پر گرتا ہے۔ تو آگ سے چڑچڑ
(کی آواز) نکلتی ہے (اور) وہ بالکل بجھ جاتی ہے۔
مطلب۔ شیخِ کامل کے فیضانِ صحبت سے اخلاقِ ذمیمہ فنا ہونے لگتے ہیں۔ اور ان کے فنا ہونے
کی کیفیت خود مرید محسوس کرتا ہے۔

چوں کن چلچک گوش مرگ درد ماسودا پس دوزخ نفس تو سرد
ترجمہ۔ جب وہ آگ بجھتے وقت چڑچڑ کرنے لگے۔ تو تم اس کو کہو (کہ بجھے) موت اور درد
(نصیب ہو) مٹنے کہ تمہارا یہ دوزخ نفس سرد ہو جائے۔
مطلب۔ جب نفس کی شیطانی صفاتِ مرشد کے فیضانِ صحبت اور تاثیرِ تربیت سے فنا ہونے لگیں۔

اور اس اخلاقی انقلاب سے تمہارے وجود میں ایک شورش برپا ہو جائے۔ تو تمہیں گھبرا نہ نہیں چاہئے۔ بلکہ تم بھی فاسقانہ دلوں میں ان صفات شیطانیہ کو جھڑک جھڑک کر دفع کر دو۔ جسے کہ وہ تمہارے وجود سے نابود ہو جائیں۔ اور تمہارا نفس ان ذائم کے دور ہو جانے سے نفس مطمئن بن جائے۔

تانسوز دا گلستانِ ترا پست نکلند عدل و احسانِ ترا

ترجمہ۔ تاکہ وہ (صفات شیطانیہ) تمہارے گلستان (اعمال) کو جلا کر خاکستر (نہ بنا) دیں (اور) تمہارے عدل و احسان (و غیرہ اخلاق حمیدہ کو مغلوب نہ کر لیں)۔
مطلب۔ اخلاق ذمیدار عادات و ذلیہ اکثر اعمالِ حسنہ کو تباہ کرنے میں وہ اثر رکھتی ہیں۔ جیسے آگ کا لکڑیوں کے انبار پر اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ان ذائم میں سے ایک حمد کے بارے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ الحمد یا کل الحسنة کما تأکل النار الحطب یعنی حسنیکیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو جلا ڈالتی ہے۔ اسی طرح تکبر، غصہ، کینہ، گدب، سرور، عنیت، چغلی وغیرہ تمام رذائل اخلاق کے متعلق قیاس ہو سکتا ہے۔ اور تو ان اخلاقِ رذلیہ کے اثر سے ذخیرہ اعمالِ تباہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ اخلاق حمیدہ جو منشاء اعمالِ حسنہ ہیں۔ ان رذائل کی افراط کے سبب سے مغلوب ہو کر کالعدم ہو جاتے ہیں۔ تو پھر تازہ اعمالِ حسنہ کی بجائے آدرسی بھی ترک جاتی ہے۔ یعنی پہلا ذخیرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور نیا ذخیرہ جمع نہیں ہوتا۔ پس اس کا علاج یہی ہے۔ کہ ان اخلاقِ رذلیہ کا ہی قلع قمع کر دیا جائے تاکہ نہ پہلا ذخیرہ اعمالِ تباہ ہو۔ اور نہ جدید ذخیرہ اعمال کے جمع ہونے میں رکاوٹ واقع ہو۔

یک شرار از وے ہزاراں گلستاں از یکے نے نام ماند نے نشاں

ترجمہ۔ اس (آتشِ ذائم) کا ایک چنگاڑا (اور اخلاقِ حسنہ کے) ہزاروں باغ (ہوں تو) ایک کا بھی نام و نشان (بائی) نہ رہے۔
مطلب۔ اخلاقِ ذمیدہ کا ایک شمع بھی خطرناک ہے۔ جیسے ایک شرارہ آتش صدرِ خرمن کو خاکستر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح کوئی رذیلیت خواہ کتنی ہی بے حقیقت اور خفیف کیوں نہ ہو۔ وہ تمام محاسنِ اخلاق کو تباہ کر سکتی ہے۔ صانع ۷

خرد شمار کند را کہ گناہے رست بزرگ گندے کرد ز فردوس برون آدم را
 لہذا اس آگ کے ایک ایک شرارے کو بچھانے کی کوشش کرو۔

بغداداں چیزے کہ کاری برود لالہ و نسرن و سینبر و ہر

لغات۔ کاری۔ صیغہ واحد مخاطب فعل مضارع از کاشتن ہونا۔ بر۔ پھل۔ لالہ ایک خاص قسم کا پھول نسرن کبرفون ایک پھول کا نام جس کو فارسی میں نسرن ہندی میں سیوئی کہتے ہیں۔ سینبر لکھن سین اول و باے مفتوح ایک خوشبودار گھاس کا نام ہے۔ جس کی خوشبو پودینہ اور نعناع کے درمیان ہوتی ہے۔

ترجمہ - اس کے بعد تم جو چیز کا شت کرو گے - وہ (اچھا) پھل دے گی - لالہ - سنترن اور سینبر اکائے گی -

مطلب - تہذیب اخلاق اور اصلاح عادات سے جب ذمائم و رذائل زائل ہو جائیں گے - تو مثال عالم حسنا چھ نمرات دیے لگیں گے - اس سے آگے پھر سابقہ مضمون کی طرف عود کرتے ہیں - کہ جوانی کو عنایت سمجھو - ورنہ بڑھاپے میں مشکلات پیش آئیں گی -

باز پہنا میر ویم از راہ راست باز گردے خواجہ راہ مانگجاست

لغات - پہنا چوڑا کشادہ - باز گردے صیغہ امر از بازگشتن - واپس آنا - ترکیب - پہنا صفت جس کا موصوف راہ محذوف ہے - از بہا نہ ہے - راہ راست بیان ہے - راہ پہنا کا بعض نسخوں میں باز پہنا کی بجائے راہ پنہاں درج ہے - مکالمہ بحر العلوم اور ہمارے قلمی نسخے میں بھی راہ پنہاں لکھا ہے - اس نسخے کی صورت میں مطلب زیادہ واضح اور بلا تکلف نکلتا ہے - مگر چونکہ باز پہنا کا نسخہ زیادہ متعارف ہے اس لئے وہی اختیار کیا گیا - دونوں نسخوں کے لحاظ سے ترجمہ الگ الگ ملاحظہ ہو:-

ترجمہ (۱) (اس دقیق بحث کا راستہ چھوڑ کر) ہم پھر چوڑے (راستے) پر جو سیدھا راستہ (بھی) ہے چلتے ہیں - حضرت! واپس چلئے (اور دیکھئے کہ) ہمارا (پہلا) راستہ کہاں ہے (تاکہ پھر اس پر چلیں)

(۲) (اوہو!) ہم (تو) سیدھے راستے سے (جدا ہو کر ایک) ایک مخفی راستے پر چلنے لگے - حضرت! واپس چلئے (اور دیکھئے کہ) ہمارا (پہلا) راستہ کہاں ہے - (تاکہ پھر اس پر چلیں)

مطلب - راہ پنہاں سے مراد یہ ہے - کہ اثنائے بیان میں بعض حقائق مثلاً نارسنہوت و ناردونف نوردومن و نشرات نفس وغیرہ کے ذکر میں گامزن ہونے لگے - اور راہ راست سے سادہ و عظم مراد ہے - چل بہت یہ کہ ہم سیدھے سادے دعوے سے نکل کر بیان حقائق میں جا پڑے - اب پھر اس وعظ کو شروع کرنے میں (بحر العلوم)

اندرائ تقریر یو دیم اے خسور کہ خرت لنگست بہزل دور

لغات - خسور - خسارہ پانے والا - زیاں کار - خرد گدھا مراد سواری کا جانور - ترجمہ (ہاں تو) ہم یہ بیان کر رہے تھے - کہ اے زیاں کار! تیرا سواری کا جانور لنگڑا ہے - اور منزل بہت دور ہے -

بار تو باشد گراں در راہ چاہ کج مرو، روراست اندر شاہراہ

ترجمہ - تیرا بوجھ بھاری ہے - راستے میں کنواں ہے - شاہراہ میں ٹیڑھا نہ چل - سیدھا جا -

مطلب - فرائض کا بار زیادہ ہے۔ اور قوائے جسمانیہ جن کے بل پران فرائض کو اٹھا سکتے ہیں کمزور ہو گئے۔ اور کام بہت باقی ہے۔ پس تم کو صراط مستقیم پر سیدھے چلنا چاہئے۔ کیونکہ منزل مقصود پر توفیق دے چل کر پہنچنا بھی آسان نہیں۔ یعنی دنیوی زندگی میں شریعت پر گماحقہ عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ پس اگر راہ راست کو بھی چھوڑ دیا۔ تو وصول الی الحق بالکل ناممکن ہو جائے گا۔ نظامی رحمہ

رہا کن رہے گاں زباں آورد زو بدخل در کماں آورد
تو زان رہ کہ شد باز گونہ نورد بخواد از خدا حاجت بازگردد

سال شصت آئندہ در شصت کشت راہ دریا گیر تریابی رشتہ

لغات - شصت ساٹھ - شصت مچھلی پکڑنے کا کاشا - رشتہ - سلامتی کا راستہ پانا - صنائع - شصت اور شصت میں بچنیں ہے۔

ترجمہ (تمہاری عمر کے) ساٹھ سال (ہونے کو) آئے۔ کہ تمہیں (ضعف قوی کے) کانٹے میں پھنسا لیں۔ (دیکھنا اس کانٹے میں پھنس کر لقمہ صیاد نہ بن جانا بلکہ (دریا (کی گہرائی) کا راستہ پکڑو۔ تاکہ سلامت روی حاصل کرو۔

مطلب - اس میں ایک قصے کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ایک تالاب میں تین مچھلیاں رہتی تھیں۔ ایک عاقل - دوسری نیم عاقل - تیسری بے عقل - صیاد نے اس تالاب میں جال ڈالا۔ عاقل مچھلی تو جال کو دیکھتے ہی گہرے پانی میں اتر گئی۔ جہاں جال نہ پہنچے۔ باقی دونوں مچھلیاں پھنس گئیں۔ جب صیاد نے جال باہر کھینچا۔ تو نیم عاقل مچھلی کی ناقص عقل نے اتنا کام دیا۔ کہ وہ مردہ وار پڑی رہی۔ صیاد نے اسے مری ہوئی مچھلی سمجھ کر دریا میں پھینک دیا۔ بے عقل مچھلی خوب اچھلتی کودتی رہی۔ اس بے اس کے کباب بنے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ساٹھ برس کی عمر ہو گئی۔ اب تمہارے امتحان کا زمانہ قریب ہے ضعف قوی کا جال پیش آنا ناگزیر ہے۔ یا تو اس عاقل مچھلی کی طرح اس جال میں پھنسنے سے پیشتر ہی نجات آخرت کا سامان کرو۔ یا اگر اس جال میں پھنس جاؤ۔ تو پھر نیم عاقل مچھلی کی طرح علاوہ دنیا سے مردہ وار اپنے آپ کو نکال کٹا عات و عبادات کا سرمایہ جمع کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ورنہ اس بے عقل مچھلی کی طرح اس جال میں گرفتار رہے۔ تو انجام بہت برا ہوگا۔ آگے ان تینوں مچھلیوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

آنکہ عاقل بود و دریا رسید شد خلاص از دام آتش مرید

ترجمہ - جو (مچھلی) عاقل تھی۔ وہ دریا (کی گہرائی) میں پہنچ گئی۔ (شکاری کے) جال سے بچ گئی اور آگ (میں کباب ہونے) سے (بھی) محفوظ رہی۔

چونکہ بیکہ شت آں فرصت گزشت مردہ گرد و روستے دریا زدشت

ترجمہ - جبکہ (جال سے نجات پانے کا) وقت نہ رہا اور وہ موقع (لحظہ سے) جاتا رہا۔ تو (اب) چارہ کاری یہ ہے کہ (مردہ بن جاؤ اور (پھر) میدان (قتل) سے (نجات پا کر) دریا (سے) سلامتی)

میں چلے جاؤ۔

مطلب - بہترین صورت حصول نجات کی وہی تھی۔ جو پہلی ٹھہری کی مثال سے مقصود تھی۔ یعنی اعمال صالحہ بجالانے اور بحادات و ریاضات سے اپنے اخلاق و نمیمہ کو مبدل باخلاق حسنہ کر لیتے۔ لیکن اگر وہ موقع ہمت سے نکل گیا۔ اور بڑھا پا آ جانے کے باعث ضعف قوت تحمل ریاضات کی اجازت نہیں دیتا۔ تو پھر ہی بہتر ہے۔ کہ درجہ فاضل کر لو۔ اور سہتی حق کے سامنے اپنی مہمتی کو کالعدم بنا لو۔ شاید وہ ارحم الراحمین نظر ترجمہ مبارک گناہ معاف کر دے۔ بلکہ وہ اگر چاہے۔ تو گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ **يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ**۔ اس سے مراد توبہ اور کسر نفسی ہے۔ لیکن اگر جو انی غفلت اور معصیت میں گذر گئی۔ تو اب بڑھاپے میں توبہ ہی غنیمت ہے۔

موسے سفید مشرق صبح ندرت صائب توبہ کوش کہ فرصت نامزد
یعنی اگر نیکی کرنے کا موقع ہمت سے نکل گیا۔ تو اب بدی سے ہی باز آ جاؤ۔ کہ یہ بھی نیکی ہے۔
اگر نگو نشوی صائب از بدی بگذر کہ بہت ترک بدی ہر سرنگونی ہ

ورنہ در تائبہ شوی بریایں بے **انچینیں ہرگز کند بر خود کسے؟**

لغات - تائبہ - توبہ - بریایں کباب - بھتی ہوئی شے - ہرگز - کبھی کسی وقت -
ترجمہ - ورنہ تم تو بے پر خوب بھولنے جاؤ گے - بھلا کوئی اپنے حق میں کبھی ایسا بھی کرتا ہے؟

مطلب - اگر جو انی بھی معاصی میں گذری۔ اور بڑھا پا بھی غفلت میں کٹ گیا۔ تو پھر عذاب آخرت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اور کون عقلمند ایسا ہو سکتا ہے۔ جو اس طرح دین و دنیا میں دیدار و اندیشہ غائب و خامس رہنا پسند کرے۔ **صائب** ہے

از سبہ کاری خود ہر کہ پشیمان نشود تخم دیورست اگر صورت آدم با دوست

حال آں سنہ ماہی و آں چوبآ **گفتہ شد اینجا بر لے اعتبار**
ترجمہ - ان تین مچھلیوں کا اور نہر کا ذکر یہاں عبرت حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔

فَانْتَبِهْ تَمَّاعْتَبِرْتُمْ أَنْتَصِبْ **وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ تَعَايَظُوا**

لغات - انتبه جاگ - بیدار ہو۔ صیغہ امر انتباہ سے اعتبار۔ عبرت پکڑو صیغہ امر اعتبار سے انتصب - قائم ہو۔ کھڑا ہو۔ ثابت قدم رہو۔ مضبوط ہو جاؤ۔ انتصاب سے۔ استعین مدد حاصل کر استعانت سے۔ اچھل کوشش کر جد سے نصب - مطلب کو پہنچ جاؤ گے۔ صواب کو پہنچ گے۔
از صابہ -

ترجمہ - پس جاگو۔ پھر عبرت پکڑو۔ پھر مضبوط ہو جاؤ۔ اور اللہ سے مدد چاہو پھر کوشش

کرد کہ صواب کو پہنچ جاؤ

شاید کہ برگ سبزے زیں بوستان بیانی

چوں باو صبحگا ہی منشیں زباے صائب

سال بیکہ گشت و وقت کشت نہ جرمیہ روئی و فعل ز رشت نہ

ترجمہ۔ سال بے وقت ہو گیا۔ اور بونے کا وقت نہیں (رہا) سوائے سیہ روئی اور برے افعال کے (اب) کچھ نہیں ہے۔ کما قیل ۷

فقال کہ قافلہ عمر رفت انیم قدم

طریق راست نہ پیو نفس کا پل ما

کریم در پنج درخت تن قتاد بایش بر کند و برالش نہاد

ترجمہ۔ درخت بدن کی جڑ میں و یک لگ گئی ہے۔ اس کو چن چن کر آگ میں ڈالنا چاہئے۔

مطلب۔ غفلت و کاہلی نے تمام وجود پر قبضہ کر رکھا ہے۔ جو طاعات و عبادات کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی۔ بڑھاپے میں یہ چند روزہ موقع غنیمت سمجھو۔ اور غفلت کو دور کر کے عبادت الہی میں مشغول ہو جاؤ۔ کما قیل ۷

بہ پیری سعی کن گرد جوانی رفت کار از دست زرگم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

کریم کو آگ میں ڈالنا استعارہ ہے۔ روحانی معائب کو دور کرنے سے۔ اور آگ میں ڈالنے سے مطلق اہلک و افتار ہوتا ہے۔ ورنہ کسی جاندار کو آگ میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں۔ قتاد بے شامی میں ہے۔

یکہ احراق جواد و قتل و عقاب ای یحرمیا و مثل القمل البر غوث و مثل العقاب الحیة۔ یعنی مٹی اور جوں اور بچھو کا آگ میں ڈالنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور جوں کی طرح کھٹل کا اور بچھو کی طرح سانپ کا بھی حکم ہے (انتہی) اور غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے۔ و یکہ قتل جمیع ما یباح قتله بالنار من القمل والبق والبراغیت والنمل بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یعذب بالنار الا ذل الذی الذی۔ یعنی جن جانوروں کو مار ڈالنا جائز ہے۔ مثلاً جوں۔ مچھر۔ کھٹل۔ چوٹی۔ آگ سے قتل کرنا ان کا بھی منع ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے کہ آگ کا عذاب آگ کا پروردگار ہی دے سکتا ہے (انتہی)

یہ ترجمہ اور مطلب اس تقدیر پر ہے کہ بایش بر کند میں شین ضمیر کا مرجع کریم کو قرار دیا جائے۔ لیکن اگر اس کا مبع درخت ہو۔ تو ترجمہ یوں ہوگا۔

درخت بدن کی جڑ میں و یک لگ گئی ہے۔ اس (درخت) کو آگ میں ڈال کر آگ میں جھونک دینا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں بدن بدعت اور کثرت و زیور ہو گیا۔ اب اس کی آرایش

نضول ہے۔ نظامی ۷

وگر قصہ خیر وئی مخدراں

چوپے شستہ و سیدہ شد استخوان

زمانہ دہر جاے لبیل بزارغ

چو باد خنجرانی زرافتہ ببارغ

کسی جاندار کو آگ میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں

لہذا سب بدن کا اہتمام چھوڑ دو۔ اور اس کو گنگ میں جھونک کر روح کا اہتمام کرو۔ صائبؑ سے
پر دافعتن زبردش تن بجان پاک از کارگل باب خضر در شستن ست

ہیں نہیں اے راہرو بیگاہ شد آفتاب عمر سوے چاہ شد
ترجمہ۔ ارے او (دنیا کے) راہرو! بے وقت ہو گیا (تیری) عمر کا آفتاب (قبر کے) کوئیں
میں اتر رہا ہے۔

دھل گیا دن آرہی ہے شام موت تمامب آنے کو ہے اب جام موت
عمر کا تختہ الٹنے کو ہے اب زندگی کا رشتہ کٹنے کو ہے اب
چھپ رہا ہے آفتاب زندگی ختم کو پہنچی کتاب زندگی
کراہتی سے فکر زاہد راہ کا نفع کیا پھر کو شمش بے گاہ کا
گڑچکے گردن میں جب دندان موت کھب چکی سینے میں جب پیکان موت
پھر نہ بچھٹانے سے ہو گا فائدہ پھر نہ چلاسنے سے ہو گا فائدہ

اس دور و زکرا کہ نہ ہست زو پیر افشانی بمن از راہ جو

لغات۔ روزگ میں کام تصنیف اظہار قدرت کے لئے۔ پیر افشانی بڑھاپے میں جوانوں کے سے
کام کرنا۔ یہ ایک فارسی محاورہ ہے۔ مگر بعض شارحین نے اس کو پیر افشانی یا بالہ سمجھ کر کسی نے اس کا ترجمہ
پر پرزے جھاڑنا کیا ہے۔ اور کسی نے پت بھڑ۔ ان معنوں کو محاورہ سے کوئی نسبت نہیں۔ لیکن صیغہ امر
ہے گردن سے۔ مگر اکثر نسخوں میں یہ حکیم کے ساتھ صیغہ نہی درج ہے۔ اس صورت میں ترجمہ و مطلب
دوسری طرح ہو گا۔ مگر قدرے تکلف سے۔ صیغہ امر کی صورت میں ترجمہ بلا تکلف ہے۔ اور زو، اور راہ جو
وغیرہ کلمات بھی اسی کے مؤید ہیں۔ فافہم۔ اس لئے وہی اختیار کیا گیا۔ صنائع۔ زور۔ روز میں نہیں
قلب۔

ترجمہ (۱) ان دو ایک دنوں میں جلدی جب تک تمہاری قوت (بدن) قائم ہے بڑھانے
کے باوجود بلند حوصلگی سے جوانوں (کی طرح طاعت و عبادت) کے کام کرو کماتیل سے
بہ پیری سچی کن گرد جو انی رفت کا راز دست زور گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا
حافظ رح

اس ایک دو دم کہ دولت ویدار ممکن ست دریاب کار دل کہ نہ پیدارت کا عجز
(۲) ان ایک دو دنوں میں جلدی جب تک تمہاری قوت (بدن) قائم ہے (فکر کمال کرو۔
اور) بڑھے ہو کر ادھے پن میں جوانوں کے سے کام (کرنے کی ہوس) نہ کرو۔ تقاضی سے
جہاں بر جوانان جنگ آہنا را کن فروکش تو پیرا نہ یا

صائبؑ سے
چھل رہے ہو گے سفید کنداز موئے سفید
و قضا جمیع اسباب تن آسانی نیت

انقدر متحکم کہ ماندشت بکار تا در آخر مہینی او را برگ و بار
ترجمہ (توفیق عمل کا) یہ جو (تھوڑا سا) بیج بہتارے پاس (باقی) رہ گیا ہے۔ بود و نہ تاکہ
آخرت میں اس کے اجر و ثواب کے پتے اور پھیل دیکھ لو۔ صاحب ۷
در بیان عدم بے توشہ رفتن شکل رست نیستی در فکر تخم افشانی لے دہقان چرا
تا مہر سوت این چراغ با گہر ہیں فیتلہ اش ساز و رخن زو و

لغات۔ با گہر جو ہر دار۔ چراغ سے اگر زندگی مراد ہے۔ اور مردن سے اس کا انتقام تو جو ہر دار سے
یہ مقصود ہے۔ کہ وہ اعمال صالحہ بجالانے کا زمانہ ہے۔ اور اگر چراغ سے روح اور مردن سے اس کا عالم
دنیا سے منتقل ہونا مراد ہو۔ تو جو ہر دار سے یہ مقصود ہے کہ وہ اوصاف حسنہ سے موصوف ہو سکتی ہے
ترجمہ۔ ہاں ہاں! جب تک یہ (عمر یا روح کا) جو ہر دار چراغ بجھنے سے محفوظ ہے۔ جلدی
اس کے نئے تیل بتی (نہیا کرتے رہو۔

مطلب۔ فیتلہ و روغن سے طاعات و عبادات اور دیگر اعمال صالحہ مراد ہیں۔ جس طرح تیل کے ڈالنے
اور بتی کے اگسانے سے ٹمٹما تا چراغ پھر از سر نو روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روح بھی اعمال حسنہ سے جھلنی
ہوتی ہے۔ اور عمر میں بھی خدا برکت دیتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اعمال بر سے عمر ترقی پاتی ہے
یا اگر اس سے عمر کا استداد زمانی مراد نہ ہو۔ تو یہ مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ جس طرح تیل بتی سے چراغ از سر نو
روشنی پاتا ہے۔ اسی طرح اعمال حسنہ سے انسان کی زندگی منور ہو جاتی ہے۔ بخلاف اس کے بد اعمال کی
زندگی تاریک و مظلم ہوتی ہے۔

ہیں مگو فردا کہ فردا گذشت تا بجلی نکذرد ایام کشت

ترجمہ۔ اے ہے! (نیک عمل کرنے میں) اکل (کر لیں گے) نہ کہو کیونکہ (یوں تو) بہت
سے کل گزر جاتے ہیں (اور عمل کی نوبت نہیں آتی) تاکہ (کہیں کل کل نہ کرتے تخم عمل کے)
بونے کا وقت (دقت سے) نہ نکل جائے۔ کافیل ۷

ہر شے گویم کہ فردا ترکب این سودا کنم با بچوں فردا شود امر و ذرا فردا کنم

در معنی التاخیر آفات

اس بات کے بیان میں کہ کام کو ٹالنے میں بہت سی آفتیں ہیں

مطلب۔ تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ جو کام ایک وقت پر کرنے کے لئے مقرر ہو چکا۔ اس کو سستی و کوتاہ
بہمتی سے سر انجام نہ دینا اور یہ کہ نہ کل کر لیں گے۔ ہیئت غلطی ہے۔ اس میں ایک خرابی نہیں بلکہ صد خرابیاں
ہیں۔ کیونکہ آج کا کام اگر کل کرنے لگیں گے۔ تو کل کا کام پھر کب ہوگا۔ اگر اس کو پرسوں پر اٹھا رکھیں گے

تو پھر برسوں کا کام۔ اس طرح کام اور کام کے اوقات کا سلسلہ ہی درہم برہم ہو کر درحقیقت کوئی بھی کام نہیں ہوتا۔ صاحب سے

چون کار کردنی نرسٹ ہمیں روز خوشترست
 این کاہلاں ز فرصت نہ واجہ دیدہ اند
 یہ مقولہ اس حدیث سے معارض نہیں ہے۔ کہ التائی من اللہ والعجلۃ من الشیطان یعنی ہمتی
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور جلدی شیطان کی طرف سے (ترمذی وغیرہ) کیونکہ تاخیر کا معنی ہے۔ کام کو
 وقت سے ٹالنا اور وقت کے اندر نہ کرنا۔ اور تائی سے مراد ہے۔ کام کو وقت کے اندر کرنا اگر سچ سمجھ کر غور و فکر سے کرنا۔ جلدی
 جلدی بے سوچے سمجھے نہ کرنا۔ ظالمات سے تائی و آہنگی اچھی ہے بری نہیں۔ نظمی ۱۱ سے

بہشتی کار عالم برار
 چراغ از بگری بیفر وختی
 کہ در کار گری نیاید بکار
 نہ خوراکہ کاشانہ راسوختی

پند من بشنو کہ تن بند قوی است
 کمنہ بیروں کن گرت میل نوی است

لغات۔ بند۔ رکاوٹ۔ آڑ۔ قید۔ قوی۔ تازگی۔
 ترجمہ۔ میری نصیحت سن کہ بدن (روح کے لئے) ایک بھاری قید ہے۔ اگر تم کوئی (روحانی)
 زندگی کی خواہش ہے۔ تو اس پرانے (بند) کو توڑ پھینکو۔ کما قیل ۵
 رفت ایں دیوار ایک قید آدمیش نیست
 زود بگذرا زن خالی کہ توراہ تست

لب بند و کف پر زرب کشا
 بخل تن بگذرا و پیش آور سخا

صناع۔ بند و کشا و بخل و سخا میں صنعت مقابلہ۔
 ترجمہ۔ لب کو (فضول باتوں سے) بند رکھو اور ہاتھ کو جو (سیم و) طلا سے پُر ہو (راہ نیک
 میں خرچ کرنے کے لئے) کھولو۔ بدن کا بخل چھوڑ دو۔ اور سخاوت اختیار کرو۔
 مطلب۔ پہلے مصرع میں خاموشی کی تاکید اور سخاوت کی ترغیب ہے۔ دوسرے مصرع میں ترک
 لذات کا ارشاد ہے۔ بخل یہ ہوتا ہے۔ کہ مال کو جمع کریں۔ اور خرچ کرنے سے بچیں۔ یہاں بدن کے بخل سے
 یہ مراد ہے۔ کہ بدلی لذات و جسمانی خواہشات کو پرہیز کرتے رہیں۔ اور ان کو ترک کرنے سے بچیں۔ اسی
 طرح مال سے دست برداری مال کا بخل ہے۔ اور لذات بدن سے دست برداری بدن کی سخاوت ہے۔ چونکہ
 بخل بدن کی یہ توجیہ ذرا پیچیدہ ہے۔ اس لئے آگے اس کی تصریح فرماتے ہیں۔

ترک لذتہا و شہوتہا سخا است
 ہر کہ در شہوت فروشد بر سخا است

ترجمہ (جسمانی) لذتوں اور شہوتوں کو چھوڑ دینا (جسمانی) سخاوت ہے۔ جو شخص شہوت
 میں غرق ہو گیا۔ وہ پھر نہ ابھرسکا۔ سعدی ۱۱ سے
 پد چوں دور عمرش بقضی گشت
 کہ شہوت آتش است از دے پرہیز
 مراں یک نصیحت کرد دگدشت
 بخود بر آتش دوزخ کمن تیز

بصر آئے ہیں آتش زن امروز

دراں آتش نداری طاف سوز

ایں سخا شاخے سرت از بہشت والے او کز کف جنیں شاخے بہشت

صناع - ایک حدیث کے مضمون کی طرف تلمیح ہے۔ بہشت کے کلمے میں تجنیس ہے۔
ترجمہ - یہ (بدن کی) سخاوت بہشت کے سرو کی ایک شاخ ہے۔ افسوس ہے اس پر
جو ایسی شاخ لاکھ سے چھوڑ دے (جو بہشت میں پہنچائی ہو)۔

مطلب - شرح بحر العلوم میں بھی ہے یہ روایت منقول ہے کہ السخاء شجرة فی الجنة فمن
کان سخیاً اخذ الغصن منها فلم یترک الغصن حتی یدخل الجنة والشجر شجرة
فی النار فمن کان شخیاً اخذ الغصن منها فلم یترک الغصن حتی یدخل النار

یعنی سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے جو شخص سخی ہے اس نے اس درخت کی ایک شاخ کو کپڑ کر کھا ہے
وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑتی۔ حتیٰ کہ اس کو بہشت میں داخل کر دیتی ہے۔ اور بخل کو درخت کا ایک درخت ہے
جو شخص بخل ہو۔ اس نے اس درخت کی شاخ کھام رکھی ہے۔ تو وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑتی حتیٰ کہ اس

کو درخت میں داخل کر دیتی ہے۔ بعض حاشی میں یہ حدیث لکھی ہے۔ السخاء شجرة من اشجار
الجنة اغصانها مستدلیات فی الدنیا فمن اخذ غصناً منها قاده ذالک الغصن
الی الجنة۔ یعنی سخاوت بہشت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے۔ جس کی شاخیں دنیا میں لٹک

رہی ہیں۔ پس جو شخص اس کی ایک شاخ کو کپڑ لیتا ہے۔ وہ شاخ اس کو بہشت کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔
ایک یہ حدیث ترمذی وغیرہ میں بھی ہے۔ السخی قریب من الله قریب من الناس قریب من الجنة
بعید من النار یعنی سخی اللہ سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے۔ بہشت سے قریب ہے۔ اور

دوزخ سے دور ہے۔

احادیث مذکورہ میں سخاوت مال کے وسیلہ دخول جنت ہونے کا ذکر ہے۔ چونکہ بعض روایات سے
ثابت ہے کہ ترک لذات و شہوات بھی تارک کے بہشتی ہونے کا موجب ہے۔ اس لئے مولانا ان روایات
کی بنا پر مذکورہ سابق احادیث سے تشبیہاً یہ مضمون اخذ فرماتے ہیں۔ کہ سخاوت مال کی طرح سخاوت بدن یونہی

ترک لذات بھی بہشت کے درخت کی شاخ ہیں۔ اس شاخ کو لاکھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ جن روایات میں
ترک شہوات سے جنت میں جانے کا ذکر ہے۔ ان میں سے یہاں صرف ایک روایت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔
عن سہیل ابن سعد قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من یضمن لی ما بین

الحدیہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنة۔ یعنی سہیل ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھنے کا مجھ سے عہد کرے۔ میں
اس کے لئے جنت کا وہ اٹھاتا ہوں (مشکوٰۃ)

صائب ہے

دل زہوس پاک کن فیض کشائش ببین
ہر چہ درون دل است فضل بروں دل است

سچا کے معنی: بڑے بڑے ارسے میں روایات

عُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ رست اس ترک ہوا برکشائیں شاخ جائز ابرہما

لغات - عُرْوَةُ الْوُثْقَى - مضبوط رسا - سما - آسمان -

ترجمہ - یہ ترک ہوں (منزل نجات میں کھینچ لے جانے والا) ایک مضبوط رستہ ہے۔ یہ (ترک ہوں جو درخت بہشت کی اشخ (رستہ) روح کو بالائے فلک کھینچ لے جاتی

(رستہ) مطلب - اس میں بھی اسی حدیث کی طرف تلمیح ہے۔ اور شعر سابق کے مضمون کا اعادہ ہے۔ عُرْوَةُ الْوُثْقَى

کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے - فَمَنْ يَكْفُرْ بَاثِمًا فَنُفِثَ وَ لَوْ يَمْشِي بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ - جو شخص شیطان کو چھوڑ دے اور تہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط رستے کو تھام لیا۔

تا بروشخ سخالے خوب کیش مرزا بالاکشاں تا اصل خوش

لغات - خوب کیش - جس کا طور و طریقہ اچھا ہو۔ اصل سے مراد جنت ہے ترک ریب تا حوت جار تعلیلیہ ہے۔

اب یہ شعر علت ہے جس کا معلول شعر سابق میں برکشہ ہے

ترجمہ - اے نیک روش آدمی (یہ) شاخ سخاوت (روح کو بالائے فلک اس لئے کھینچ لے جاتی ہے) کہ تم کو اوپر اوپر کھینچتی پھینچتی اپنی اصل (یعنی بہشت میں) ایجاے۔

یوسف حسنی تو ایس عالم چو چاہ وین سن صبرست از اغیرالہ

ترجمہ - تم حسن (روحانی) کے لحاظ سے (بمیزان) یوسفؑ ہو اور یہ جہان گویا ایک کنواں ہے اور یہ رستی (جس کے ذریعہ سے تم) بحکم خدا (اس کنوئیں سے نکل سکتے ہو) صبر ہے۔

مطلب - یہاں مضمون یا لکوا ایک اور پیرایہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی تمثیل کے ساتھ دہراتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ ایک قافلہ دار اُترا۔ اہل قافلہ میں سے کوئی شخص کنوئیں سے پانی لینے گیا۔ اُس نے ڈول لٹکایا۔ تو اس کے ذریعے سے حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے باہر نکلے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ یوسف میں اس طرح آیا ہے۔ وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَةً قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَذَا اخْلَأْهُمُ اور ایک قافلہ داروں (آوارہ) اور انہوں نے اپنے سقے کو پانی لانے کے لئے بھیجا۔ جوں ہی اس نے اپنا ڈول لٹکایا (یوسفؑ اس میں ہو بیٹھے۔ باہر نکلے تو) وہ پکار اٹھا اے یہ تو لڑکا ہے (یوسفؑ ۲۷)

مولانا م فرماتے ہیں - حضرت یوسف علیہ السلام نے جو رستی سے ننگ کر کنوئیں سے نجات پائی تھی تو تم بھی بجائے خود یوسف ہو۔ اور چاہ دنیا میں مقید بھی ہو۔ اے یوسفؑ اپنے ترک لذات کی رستی بھی آگئی۔ دیکھو کیا ہو۔ فلک جاؤ۔ اور اس کنوئیں سے نجات پاؤ۔ صائب رحم سے

حال جان پاک راور قیہ تن داند کہ چہ رست ہر کہ ماہ مصر را در چاہ زندان دیدہ دست

آگے ہی ہضمون کی تاکید و توثیق ہے :-

یوسف آمد رسن در زن تو دوست از رسن غافل مشو بگیہ شد دست
ترجمہ :- اے یوسف! (کی سہی حالت والے - دیکھ صبر کی) رسی آگئی (اسکو) تھام لے۔
(اس رسی سے غافل نہ ہو - وقت نکلا جا رہا ہے -

حمد شدہ کای رسن آونختند فضل و رحمت را بہم آمیختند

لغات :- آونختند - آمیختند ایسے مواقع میں فعل جمع غائب کے صیغوں کا استعمال ہو - تو اکثر ترجمہ
اس کا فاعل کارکنان قضا و قدر کو قرار دیا کرتے ہیں - مگر درحقیقت یہ فارسی محاورہ اس قسم کا ہے جیسے
اردو میں فعل مجہول استعمال کیا جاتا ہے - صرف وقوع فعل کا ذکر ہوا ہے - نظر بفاعل نہیں ہوتی - فضل -
احسان بلا عوض - استحقاق سے زائد انعام - رحمت - رس کھا - بخشش - مہربانی کرنا -
ترجمہ - اللہ کا شکر ہے - کہ یہ حصول نجات کے طریق کی رسی لٹکا دی گئی (اور طالبان
نجات کے لئے) فضل اور رحمت دونوں کو اکٹھا کر دیا گیا -

مطلب :- اس سے مراد یہ ہے - کہ طاعت و عبادت اور استغفار و توبہ کے احکام نازل ہو گئے - جن
کے ذریعہ سے ایک گنہگار بھی توبہ و پاکت سے نکل کر سائل نجات پر پہنچ سکتا ہے - اور یہ اللہ تعالیٰ کی
رحمت تھی - جو اس نے اپنے بندوں پر کی - اور اس کا حصہ فضل تھا - اسے گنہگاروں کی نجات کی صورت
پیدا کر دی - ورنہ اگر یہ اس کا حکم ہوتا - کہ جو گناہ کرے اس کی سزا ضرور جہنم تھی - جیسے کہ آریہ و غیرہ بعض
مذہب باطلہ کا عقیدہ ہے - تو کچھ سی شکل ہوتی - مگر اس کا فضل تو بڑے سے بڑے عاصی و مجرم کو بھی اپنے
دامن عفو میں لینے کو تیار ہے - کما قیل سے

گر گہر و بیود و بہت پرستی باز آ

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اے درگاہ درگاہ تو میدی نیست

در سن ن دست میرول روز جا تا بہینی بارگاہ بادشاہ

ترجمہ (ہاں ہاں) رسی کو تھام لو - اور کنوئیں سے نکل جاؤ - تاکہ بادشاہ (حقیقی) کی بارگاہ
کو جاؤ (اور مقربین درگاہ میں جگہ پاؤ)

نوٹ :- اس میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی طرف خاص اشارہ ہے - وہ کنوئیں سے
نکلے - تو قافلے کے ساتھ مصر جا پہنچے - اور وہاں رفتہ رفتہ بادشاہ کے دربار تک رسائی ہوئی - اور اپنے حسن
میاقت سے اس کے وزیر یعنی عزیز مصر بن گئے - صاحب سے

از چہ وزنداں بلند ہر کہ جان از تن شناخت شد عزیز آنکس کہ یوسف را زیر این شناخت

تا بہینی عالم جان جدید عالمے بس آشکار و ناپید

ترجمہ۔ تاکہ تم ایک نئے عالم ارواح کو دیکھ لو۔ ایسا عالم جو (اہل بصیرت کے لئے) نہایت واضح اور (بے بصیرت لوگوں کے لئے) مخفی (و مستور) ہے۔

مطلب۔ تم ترک لذات و شہوات اور اختیار مجاہدات و ریاضات سے معرب بارگاہ بن سکتے ہو۔ اور عجائبات غیبیہ پر ہر ممکن شگفتہ ہو سکتے ہیں۔ صائب ۵

بقدر رم ازین عالم توانی آرمید اینجا کہ اینجا ہر کہ مستی کرو تواند رسید اینجا

ایں جہان نیست چمن بہار شدہ و اں جہان بہشت بہشتاں شدہ

لغات۔ جہان نیست دنیا۔ جہان بہشت دوزخ یا دوزخ ہے۔ جہان بہشت جمع بہشت۔

موجود ثابت۔ جہان بہشت۔ عالم نیا۔ عالم غیب۔ جو اپنی حقیقت و واقعیت کے لحاظ سے بہشت ہے۔

ترجمہ۔ یہ جہان (یعنی دنیا جو) بمنزلہ معدوم ہے۔ اشیاء موجودہ کی مثل بن رہا ہے۔

اور وہ جہان (عالم غیب) جو (فی الواقع) موجود ہے (عوام کی نظر سے) بالکل مخفی ہے۔

مطلب۔ اور ترک لذات کا یہ ثمرہ بیان کیا تھا۔ کہ اس سے ایک عالم جدید تک رسائی ہو جاتی ہے۔

اب اس عالم کا ثبوت دیتے ہیں۔ بعض نسخوں میں پہلے مصرعہ میں بہشتاں کی بجائے بہشتان درج ہے۔ پھر مطلب

یہ ہو گا کہ عالم نیا یہ نقش و نگار سب کی نظر میں بمنزلہ باغ نہیں۔ جن کی سیر میں وہ لوگ محو ہیں۔ اور وہ بہشتان نیا

جس پر کبھی خزاں نہیں آتی۔ سب کی نظر سے اوجھل ہے۔ صائب ۵

آن خواجه غافل کہ فرو رفته بدینا از عالم بالا چہ خبر داشته باشد

آگے نکلور عالم شہادت اور خفا سے عالم غیب کی ایک مثال دیتے ہیں۔

خاک بر باد است و بازمی سکیند کز ثنائی پردہ سازی میکند

ترجمہ۔ (جیسے آندھی اور بگولے میں) خاک (دھول) ہوا پر (چٹھی چٹھی پھرتی) ہے

اور حرکت کر رہی ہے۔ خلاف واقع (حالت) دکھائی ہے اور اصلیت کو مستور رکھتی ہے۔

مطلب۔ اصلیت تو یہ ہے۔ کہ خاک ہوا سے۔ اور خاک اس کے اتباع میں حرکت کرتی ہے۔ و نہ دراصل

وہ ساکن ہے۔ مگر خلاف واقع نظر یوں آتا ہے کہ خاک ہی حرکت کر رہی ہے۔ ہوا کوئی چیز ہی نہیں۔ اسی

طرح دراصل عالم شہادت میں عالم غیب ہی متصرف ہے۔ مگر نظریہ آتا ہے کہ جو کچھ ہے عالم شہادت ہی

عالم غیب کوئی چیز نہیں۔

خاک ہچول آلتے در دست باو راں عالی و عالی نژاد

ترجمہ۔ (عالانکہ) سٹی تو گو یا ایک کٹھنکی ہے۔ جو ہوا کے ہاتھ میں (ناج رہی) ہے (اور)

ہوا کو ایک شاندار اور بلند اصل تہستی سمجھو جس کے مقابلہ میں خاک کی کچھ بھی حقیقت

(نہیں)

مطلب - عالم شہادت لینے والا کے تمام کاروبار عالم غیب کے تدفیات سے انجام پا رہے ہیں۔ اور عالم عیب کی عنوان کے آگے دنیا کی کوئی بھی شے نہیں۔ مع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ آگے یہ بات فرمائی ہے کہ عالم غیب کا احساس کن لوگوں کو نہیں اور کیوں نہیں۔

چشم خالی را بتجانب اُفتد نظر با دین چشمے بود نوع دگر

لغات - چشم خالی - مٹی سے بنی ہوئی آنکھ۔ چشم ظاہر - بصارت ظاہری۔ صنائع چشم خالی اور خاک میں صنعت - مشاغل ہے۔

ترجمہ - ظاہری آنکھ کی نظر تو خاک ہی پر پڑتی ہے (اور وہ اسی کو محسوس کر سکتی ہے) ہوا کو دیکھنے والی آنکھ ایک اور ہی قسم کی ہوتی ہے (ہوا کو وہی محسوس کر سکتی ہے)

مطلب - عوام الناس کو دنیا ہی دیا نظر آتی ہے۔ وہ عالم غیب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس کو دیکھنے کے لئے اہل اللہ کا دین کی نظر باطن چاہئے۔ کما قبل سے

دنیا بزرگ باشد در دیدہ قلوب اندک بچشم احوال بسیار سے غاید

امیر خسرو سے

زبان چمنے کو لبلیش روح قدس نے مزو اینگہ برکار سے کار سے پست و انگہ نپیان سے متغز و اصل او

ترکیب - اینگہ برکار سے سبباً بے کار صنعت اور پست موصوف لکراس کی خبر بعض نسخوں میں اس مصرعہ کو ترکیب عطی دو اینگہ برکار سے و بے کار سے و پست لکھا ہے۔ اس میں پہلی واو تو صریحاً غلط ہے اور دوسری واو معنی نسخوں میں نہیں ملی۔ اگرچہ معنی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ (دنیائی) یہ (اشیا) جو موصوف عمل میں بے کار پست ہیں۔ اور وہ ذات پاک جو (ظہور سے) مخفی ہے۔ مغز (حقیقت) اور اصل (موجودات) وہی ہے۔

مطلب - چھلکے کو چھوڑ کر منہ چھل کرنا چاہئے۔ فرع کو چھوڑ کر اصل کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ مخلوق کو چھوڑ کر خالق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ جابجائی سے

اصل کہ معنی سے چوکیداشت دل بسوے فرع چو داشت

اب یہ بیان فرماتے ہیں کہ موجودات ظاہر تو جو فرع وجود لینے ذات حق نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسکی وجہ عدم مناسبت ہے۔

اسب و انداز پیکوہست پار ہم سوارے داند احوال سوار

ترجمہ (ایک) گھوڑا اسی (دوسرے) گھوڑے کو جانتا ہے۔ کیونکہ وہ (اس کا) سمجھتا ہے۔ (ایک) سوار ہی (دوسرے) سوار (کے ہنر سوار کی) کا حال سمجھتا ہے (جو اس کا

شریک فن ہے دوسرا کیا سمجھے گا۔

چشم حس است و نور حق سوا بے سوار اس نہی خوں ناید کار
ترجمہ - ظاہری آنکھ گھوڑا ہے۔ اور حق کا (مشاہدہ کرنے والا) نور (بصیرت اس کا) سوار ہے۔ یہ گھوڑا سوار کے بغیر بے کار ہے۔

مطلب - اور گھوڑے اور سوار کی مثال انما رہنا سبت کے لئے پیش کی گئی۔ یعنی گھوڑا گھوڑے کو جانتا ہے۔ سوار سوار کے ہنر کو پہچانتا ہے۔ جس سے مقصد یہ تھا کہ عالم غیب کی سیر اور ذلتِ احدیت کے مشاہدہ کے لئے اس کے ساتھ روحانی مناسبت ہونی ضروری ہے۔ اب اسی مثال سے یہ بات اُٹا دیتے ہیں کہ نور بصیرت کے بغیر چشم ظاہری بیکار ہے۔ صائب ۵
چشمے کہ فروغ از دل بیدار ندارد شمعے ست کہ شایستہ بالینِ مزار

پس ادب کن اس پر از خویہ ورنہ پیش شاہ باشد ادبِ رُو

لغات - ادب کن سدھاؤ۔ اس کی بہ نوبتِ دور کرو۔ اس کی اصلاح کرو۔ رو۔ مردود۔ نامقبول۔ نامنتظر
ترجمہ - پس اپنے گھوڑے کی (سکڑی کی) عادات بدو کرو۔ ورنہ وہ بادشاہ (حقیقی) کے سامنے نامنتظر ہو جائیگا۔

مطلب - چشم ظاہر کو جاکہ بصارت ظاہری ہے۔ معاصی و منہیات میں استعمال نہ کرو۔ اس کو پاک نظر و پاک ہیں و پاک شناس بناؤ۔ کہ اس سے بصیرت باطن بھی پیدا ہوگی۔ اور قبول حق و قرب حق بھی حاصل ہو سکے گا۔ کما تیل ۵

صفاء دل طلبی چشم از جہاں بر بند کہ رخنہ است کز نیجا عارے آید

چشم اس پر از چشم شہ رہبر بود چشم او بے چشم شہ مضطرب بود

ترجمہ - گھوڑے کی آنکھ بادشاہ (رہبر) کی آنکھ سے (جو اس پر سوار ہوتا ہے) راستہ کو (دیکھ کر) طے کرانی ہے۔ (ورنہ) اس کی آنکھ بادشاہ کی ہاتھ کے بغیر (رہبری سے) مجبور ہے۔

مطلب - گھوڑے کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں۔ مگر وہ رہنما و رہبر نہیں ہوتی۔ بلکہ سوار کی آنکھ ہی راستہ کو دیکھتی ہے۔ اور وہی راستہ طے کیا جاتا ہے۔ تاہم گھوڑے کی آنکھوں کی بھی ضرورت ہے۔ گھوڑا بینا ہو جیسی وہ سواری کا کام دے سکتا ہے۔ ورنہ سواری مشکل ہوتی ہے۔ اسی طرح چشم ظاہر کی بھی ضرورت ہے مگر اس کے ساتھ چشم باطن ضرور منور ہونی چاہئے۔

چشم اسپاں جز گیاہ و جز چرا ہر کجا خوانی بگوید نے چہ را
ترجمہ - گھوڑوں کی آنکھ (کا) تو (یہ حال ہے) کہ گھاس اور چارہ کے سوا جب کسی

اور طرف بلاؤ گے تو کہے گی نہیں چارہ (کی طرف چلو)۔
مطلب - جسم ظاہر کا میدان ہمیشہ لذائذ جسمانیہ و حیات نفسانیہ کی طرف ہوتا ہے۔ صائب سہ
 تانگہ و دنگا گوسٹہ نشیں برق بر خرمین مست دھارا

نور حق بر نور جس را کب شود **وانگہ جاں سوسے حق راغب شود**
 ترجمہ (اے حق کا) مشاہدہ کرنے والا (نور بصیرت) جسی (امور کو دیکھنے والے) نور
 (بصارت) پر غالب آجائے اور اس وقت روح حق تعالیٰ کی طرف راغب ہو جائے
 (تب چشم ظاہر مفید ہو سکتی ہے)۔

نوٹ - بعض شاہین نے ترجمہ میں اس بیت کے مصرعہ اولیٰ کو غلط اور دوسرے مصرعہ کو جزا قرار دیا ہے
 اور یوں ترجمہ کیا ہے کہ جب نور حق نور حسی پر سوار ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت جان حق تعالیٰ کی طرف راغب ہوئی
 ہے۔ لہذا قرب الی المقصود یہی ترجمہ ہوتا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ بات ضروری ہے کہ ترجمہ میں
 الفاظ شعر سے فہم نہ ہونا چاہئے۔ وانگہ کا حرف عطف اس ترجمہ کا مخالف ہے۔ لہذا ہم نے جزا
 قدر نکالی ہے۔

اس پے بے اک چہ داند رسم ورا **شاہ باید تا بداند شاہراہ**
 ترجمہ - گھوڑا سوار کے بغیر (سیر و سفر کی) رسم و راہ کیا جانے۔ (کوئی) شاہ (سوار) چاہئے
 تاکہ اس کو شاہراہ معلوم ہو۔

مطلب - نور بصیرت نہ ہو۔ تو صرف نور بصارت سے وصول الی الحق کا راستہ نہیں مل سکتا۔ کمال
 گر شود بینش و وجدان بے بصیرت را پھنض میکشد احوال و وسیلہ سرمد چشم خویش را
سوسے رستم رو کہ نورش را کست **جس را آن نور نیکو صاحب است**

ترجمہ (استفادہ کمال کے لئے) اس جس (والے) کے پاس جاؤ جس (کی جس) پر نور غالب ہے۔
 (اور جس کی) جس کے ساتھ وہ نور بخوبی مل جل گیا ہے۔
مطلب - دولت عرفان حاصل کرنے کے لئے اس شیخ کامل کی صحبت اختیار کرو۔ جس کے قواسمہ
 پر انوار حق غالب ہوں۔ جامی رحمہ

جاکن درون پاک صہیرے کہ عاقبت زین شیدہ کا قطرہ بد و دائمی رسید

نور جس را نور حق ترمیں بود **معنی نور علی نور ایں بود**

لغات - نور جس بصارت چشم - نور حق نور باطن جس سے مشاہدہ حق ہوتا ہے۔ ترمین - زینت -
 سجاوٹ - آرائش - نور علی نور نور بر نور - اشارہ ہے سورہ نور کی اس آیت کی طرف کہ نور علی نور
 یَهْدِي اللَّهُ لِنُورٍ مِّنْ نُّورٍ - نور پر نور ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے

ترجمہ۔ ظاہری نور (یعنی بصارت) کے لئے حق کا نور (یعنی بصیرت باطن) آرائش ہے۔ نور علی نور (جو اللہ نے فرمایا ہے تو اس) کے معنی یہ ہیں۔

مطلب۔ نور علی نور ہو کر وہل بجت ہو سکتے ہیں۔

شبم از روشنی میری محوشہ در آفتاب ہر کہ صائب صاف گردوز و چلے شود

نور حسی می کشد سوئے ثرے نور حش می برد سوئے علا

لغات۔ ثرے خاک مراد دنیا۔ علا۔ بندی۔

ترجمہ۔ ظاہری نور (بصارت) تو (حیات) دنیا کی طرف مائل کرتا ہے۔ نور حش اس (بند) کو بندی کی طرف لیجاتا ہے۔

زانکہ محسوسات دُور ترعالت نور حش دریا حش چوں شبنمست

ترجمہ۔ کیونکہ جو اشیاء نور حش سے محسوس ہوتی ہیں۔ وہ عالم اسفل سے متعلق ہیں (اور نور حش کا تعلق عالم علوی سے ہے) نور حش (اپنی وسعت کے لحاظ سے گویا دریا ہے۔ اور نور حش (اپنی کوتاہی کے اعتبار سے) گویا ایک (قطرہ) شبنم ہے۔

مطلب۔ اوپر جو کہا تھا کہ نور حش عالم اسفل کی طرف اور نور حش عالم بالا کی طرف لے جاتا ہے۔ یہاں اس کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ مقدم الذکر کا تعلق محسوسات عالم سفلی سے ہے۔ اور مؤخر الذکر کا تعلق مدرکات عالم غیب سے ہے۔ اب یہاں سے یہ شبہ ناشی ہو سکتا ہے کہ آپ جو فرماتے ہیں کہ نور حش نور حش بر راکب ہوتا ہے۔ تو ہم نے تو کبھی نور حش پر نور حش کو راکب نہیں دیکھا۔ لہذا آگے بطور دفع دخل مقدر فرماتے ہیں۔

لیک پیدائیت اس راکب برو جز بانمار و بگفتار بنکو

ترجمہ۔ لیکن یہ (نور حش) اس (نور حش) پر سوار (ہم کو) نظر نہیں آتا۔ سوائے (اچھی) اچھی نشانوں (کے جو دیکھنے میں آتی ہیں) اور (اچھی اچھی) باتوں کے (جو سننے میں آتی ہیں)۔

مطلب۔ جن اہل اللہ پر نور حش غالب ہوتا ہے۔ ان کے اس نور کی شناخت ان کے ظاہر سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کا معیار شناخت یہ ہے کہ ان کے اعمال و اقوال سے لوگوں کی اصلاح ہوتی جائے۔ مگر اگر کو ہدایت لے۔ صائب ہے

بدل پاک نظر کن نہ بستار سفید سطح میں رانظر از بحر گہر بر زب دست

نور حشی کو غلیظ است و گراں ہشت نہاں در سواد وید گال

ترجمہ (دیکھو) حشی نور حش نسبتاً کثیف اور بھاری ہے۔ وہ آنکھوں کی سیاہی میں (اس طرح) مخفی ہے (کہ نظر نہیں آ سکتا)

چونکہ نورِ حُسْن نے مبینی از چشم چوں مبینی نورِ اَل دینی از چشم
ترجمہ - جب تم (اس) حسی نور کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ تو اس دین والے (حق) کے
نور کو آنکھ سے کیونکر دیکھ سکو؟

نورِ حُسْن با ایں غلیظی مخفی است چوں خفی نبود ضیاء کا صفی است

لغات - مخفی - مبیناں - پوشیدہ - مخفی - پوشیدہ - ضیا - نور - روشنی - صفی - برگزیدہ - انتخاب -
ترجمہ - جب حسی نور اس کثافت کے باوجود (نظر سے) مخفی ہے - تو وہ نور (حق تعالیٰ) جو
(ہر قسم کی کثافتوں سے) منزہ ہے کیوں نہ مخفی ہو -
نوٹ - اوپر عالم سفلی یعنی دنیا کو خاک سے اور عالم غیب کو ہوا سے تشبیہ دی گئی - پھر اس کے بعد چاند اور مہتاب
باتیں ارشاد فرمائی گئیں - اب اصل مقصود کی طرف انتقال فرماتے ہیں -

ایں جہاں چوں خن بدست بادِ غیب عاجزی پیش گرفت از دوا غیب

ترجمہ - اس جہاں نے ایک تنکے کی طرح ہوائے عالم غیب کے دست (تصرف) میں
(پیر کر) غیب کی عنایت سے عاجزی کا طریقہ اختیار کر لیا ہے -
مطلب - عالم غیب گویا ہوا ہے - اور عالم دنیا ایک تنکے کی مثل ہے - جس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہے -
اور عالم غیب نے اپنے اثر سے اس تنکے کو عجز و سرانگندگی سکھا دی ہے - کہ وہ تصرفات باد سے سرتابی
نہیں کرتا - امیر خسرو سے

میان حد نہ صرصر خسے سبک است در اں محل کہ وز باد قدرتش عالم

گہ بجزش مے بردگا ہمیش بر گاہ خشکش مے کندگا ہمیش تر

ترجمہ - (یہ ہوا) کبھی اس (تنکے) کو دریا میں لے جاتی ہے کبھی خشکی میں - کبھی اس کو خشک
کر دیتی ہے کبھی تر -

دست پہنان قلم میں خط گزار اسپ و رخسار و ناپید اسوار

ترجمہ (لکھنے والا) ہاتھ تو پوشیدہ ہے - اور قلم کو خط کھینچتا دیکھ لو - گھوڑا دوڑ رہا ہے -
اور سوار ظاہر نہیں (ہوتا)

مطلب - کوئی قلم کاتب کے ہاتھ کے بغیر نہیں لکھ سکتا - اور کوئی گھوڑا اسوار کے بغیر قواعد کے اندر گام نہ
نہیں کر سکتا - لیکن جب قلم لکھ رہا ہے - اور گھوڑا معتدل رفتار سے دوڑ رہا ہے - تو ظاہر ہے ان کا متصرف
حقیقی موجود ہے - جو نظر سے پوشیدہ ہے - جامی سے

بود نقش دل ہر پویشمندے کہ باشد نقشہار نقشبندے

گہ لبنتش میکند گاہیش پست گہ بختش میکند گاہ شکست

ترجمہ - کبھی اس کو لبنت کر دیتا ہے اور کبھی اس کو پست کر دیتا ہے (کبھی اس کو صحیح و سالم بنا دیتا ہے اور کبھی توڑ دیتا ہے۔)

گہ بینیش مے برو گاہے بسیار گہ گشتانش کند گاہیش خار

ترجمہ - کبھی اس کو دایں جانب لے جاتا ہے کبھی بائیں جانب - کبھی اس کو باع فنا دیتا ہے کبھی کاٹتا۔

تیر پریاں بین و نا پید اکمال جانہا پید او نہاں جانِ جاں

ترجمہ - تیروں کو ہر طرف اڑتے دیکھ لو - اور گمان نظر نہیں آتی - جانیں ظاہر ہیں - اور جانوں کی جان (یعنی ان کا خالق) پوشیدہ ہے۔

مطلب - چونکہ دنیا کے تمام افعال و آثار مشیتِ حق وقوع پاتے ہیں - لہذا آگے فرماتے ہیں کہ جو حالت بھی ہمیں آئے - خواہ راحت کی ہو یا تکلیف کی - اس کے لئے تسلیم خم کر دینا چاہئے - کہ وہ مناجات اللہ ہوتی ہے بعدی

گرگزندت رسد ز خلق مرغ کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا و الٰہ خلاف دشمن و دوست کہ دل ہر دو در تصرفِ اوست

تیر امشکن کہ این تیر شہست نیت پرتابی بزشست آگہست

لغات - شہی - شاہی - سلطانی - پرتابی - اٹکل بچو - اٹاری پن کا تیر شہست - تیر کا نشانہ ہاندھنا - آگہی - علم -

ترجمہ (اس) تیر کو مست توڑو - کہ یہ بادشاہی تیر ہے - اٹکل بچو نہیں ہے - (بلکہ) علم کی نشانہ بازی سے ہے -

مطلب - مقدم میں جو حالات پیش آئیں - ان پر گہرنا ناراض ہونا نہیں چاہئے - بلکہ ان کو خدا کی طرف سے سمجھ کر صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ نظامی رحمہ

برینگو نہ کار خدائی بود خصومت خدا آزمائی بود

نشانِ زدن تیغِ بر آفتاب نہ البرز را کہ دبا بد خراب

مَا رَمِيتْ اِذْ رَمِيتْ كُفْتُ حَقَّ كَارِ حَقِّ بَرِّكَارِ مَا وَارِدُ سَبَقِ

ترجمہ - حق تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے کہ (یہ مرثیہ خاک) آپ نے نہیں پھینکی (بلکہ اللہ نے پھینکی ہے) حق تعالیٰ کے کام سب (کے) کاموں

پر سبقت رکھتے ہیں۔

ترجمہ - آیت جنگ بدر کے اس واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی ایک ٹھی بھر کر کفار کی طرف پھینکی۔ اور یہ آیت پڑھی۔ سَيَكْفُرُنَّ مَّا جُمِعَ وَيَكُونَنَّ الدَّابَّةُ لِيْنِ ابھی ساری فوج اعدائے کفر سے پناہ مانگے گی۔ اور سب لوگ بھاگ نکلیں گے۔ شہت خاک کا پھینکنا تھا۔ کہ تمام کافروں کی آنکھوں کی وہ حالت ہو گئی۔ جو سخت آنکھ میں گرد و غبار سے ہو جاتی ہے۔ اور ان کے شکستہ پاؤں ہونے کے اسباب میں سے ایک یہ غیبی سبب بھی تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا دَمَيْتَ اَذْرَمَيْتَ وَلَكِنَّ اَنْفُسًا رَّحِمًا۔ اور اسے پیغمبر واجب تم نے مٹی کی ٹھی پھینکی۔ تو یہ تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

پس جس طرح یہ اندازی یا خاک اندازی کا فعل جو بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا تھا۔ اور حقیقت خدا کا فعل تھا۔ اسی طرح دنیا جہان کے تمام افعال بمشیت حق و قرع پاتے ہیں۔ تم کو سب پر صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ سعدی رحمہ

اگر تو دیدہ دری نیک و بد ز حق بری

دو بینی از قبل چشم حول افتادست

چشم خود بشکن تو مشکن تیرا چشم خست خوں نماید شیرا

لغات - بعض لفظوں میں پہلے مصرعہ میں چشم بحیم فارسی کی بجائے خشم بجائے معجہ بمعنی غصہ و ج ہے۔ دونوں طرح ترجمہ ہو سکتا ہے۔

ترجمہ (۱) اپنی (غلط میں) آنکھ کو توڑ ڈالو (جو خالق کے فعل کو مخلوق کا فعل دکھاتی ہے) تیر (خدائی) کو نہ توڑو (یہ) تمہاری ناراضگی کی آنکھ (سے جو) دودھ کو خون دکھا رہی ہے۔

(۲) اپنے غصے ہی کو توڑ ڈالو۔ جو تمہاری آنکھ کو غلط میں بنا رہا ہے۔ تیر (خدائی) کو نہ توڑو۔ الخ

مطلب - کسی گزند کے پہنچنے پر جو غصہ آتا ہے۔ تو گزند پہنچانے والے انسان پر ہی آتا ہے۔ حالانکہ یہ گزند رسائی بمقدور بقدر پہنچتی تھی۔ اس لئے یہ خدائی فعل تھا پس غصے نے فعل کو خالق کی بجائے مخلوق سے منسوب کر دیا۔ لہذا اپنی غلط میں آنکھ کو ہی توڑ ڈالنا چاہئے۔ یا غصے کو فنا کر دینا چاہئے۔ جو آنکھ کو غلط میں بنا رہا ہے لکھا قال رب

ختم و شہوت مرور احوال کند

زاستقامت روح را مبدل کند

بوسہ وہ بر تیر و پیش شاہ بر تیر خون آلودہ از خون تو تر

ترجمہ (تیر قضا کھا کر اس) تیر کو بوسہ دو اور (اس کو) بادشاہ کے پاس لے جاؤ جس نے اس کو پھینکا تھا۔ وہ تیر خون آلودہ تمہارے خون سے تر ہو۔ امیر خسرو رحمہ

زخون دل وضو ساز کم سجدہ بسواد

بود عشان را آسے بسے زنگونہ زہر

آنچہ پیدا عاجز و پست و زبوں و آنچہ ناپید اچیاں تند و حروں

لغات - زبوں - عاجز - کمزور - ناتواں - حروں - سرکش - تند و زور -
ترجمہ - (غرض) جو (عالم) ظاہر ہے - وہ بالکل عاجز اور پست اور کمزور ہے - اور جو
(عالم) غیر ظاہر ہے - وہ ایسا تند و زور آور ہے (کہ عالم تنہاوت میں متصرف ہے)
مطلب - عالم دنیا کے ظہور و بروز کے شیفہ ہو کر اسی کے لئے ساجی و کوشاں نہ رہنا چاہئے - بلکہ عالم
غیب کی طرف اپنی توجہات منطوف رکھو - جو اگر چہ مخفی ہے - مگر یہ تمام کرشمے اسی کی قوت کے ہیں -
آگے جوش عشق میں فرماتے ہیں -

ماشکاریم بخینیں دامے کر است گوے چو گانیم چو گانی نجاست

ترجمہ (ارے!) ہم تو شکار ہیں (تم یہ دیکھو کہ) ایسا جال (جس نے ہم کو مقید کر رکھا ہے)
کس کا ہے - ہم ایک آئینے کی گیند ہیں (تم یہ سراخ لگاؤ کہ) بے والا کہاں ہو
حافظہ ہے

چستی ست ندائم کہ رُو مبآ آورد؟ کہ بود ساقی؟ وایں بادہ از کجا آورد؟

صائب ہے

بیچ جویندہ ندانست کہ جائے تو کجاست آخرے خانہ برانداز سرے تو کجاست

میدرو میدوز و ایں خیاط کو میدرو میدیوز و ایں نفاط کو

لغات - خیاط - درزی - نفاط - آشبار - صنایع - شعر مرتع ہے -
ترجمہ یہ (فدرت کا) درزی جو (ہر وقت) بیوٹنے (اور) سینے میں لگا ہوا ہے - کون ہے
یہ آشبار جو (ہر وقت) پھونکتا جلاتا رہتا ہے - کون ہے - صائب ہے
نہست ازان گوہر نایاب کسے رافیرے چشم خواص ہی تر ز حساب ست اینجا

ساعتے کافر کند صریق را ساعتے زاہد کند زندق را

لغات - کافر - حق کا منکر - صدیق - نہایت راستباز - مومنین کا سب سے بڑا درجہ - جس سے اوپر نبوت
کا درجہ ہے - زاہد - خدا کی رضا کے لئے ہر چیز سے دست بردار ہو جانے والا - زندق - خدا کا منکر -
ترجمہ (اس کی بے نیازی کا کرشمہ یہ ہے کہ) کبھی وہ (سب سے بڑے مومن یعنی) صدیق
کی کافر بنا دیتا ہے (اور اس کی عنایات بے پامان کا یہ عالم ہے کہ) کبھی وہ منکر حق کو (مومن
اور مومن بھی وہ جو) خدا کے لئے سب کچھ چھوڑ دینے والا (ہو) بنا دیتا ہے - امیر خسرو ہے
بے نیازی او کبھی چوں خوابات ست درآفرینش او کہم چوں ملیبارست
جانی ہے ہر خشتے از کشت شو و کعبہ دگر گر بر تو جمال تو افتد بسو منات

نوٹ - خدا کی شیون مختلفہ کے ذکر میں اس کی بے نیازی کی طرف اشارہ واقع ہوا تھا۔ اب آگے اس کی بے نیازی سے ڈرتے رہنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

زالکہ مخلص در خطر باشد دم نماز خود خالص نکر دوا و تمام

لغات مخلص کبرلام۔ عمل کو اغراض سے خالص رکھنے والا۔ خالص نیت سے عمل کر لے والا۔

ترجمہ - یہ شغل ہے۔ اور اس کا معلول مقدر ہے۔ جو بیان ماسبق سے بطور نتیجہ ماخوذ ہے۔ یعنی پس باید کہ از بے نیازی او خائف باشیم۔

ترجمہ (پس اس کی بے نیازی سے ڈرنا چاہئے) کیونکہ اہل اخلاص جب تک کہ وہ (شاہ) خودی سے بالکل پاک (ہو کر) فانی فی اللہ نہ ہو جائیں۔ ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں۔

مطلب - عن عبد اللہ ابن عمر و قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان قلوب بنی ادم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمن کقلب واحد یصفیہ

کیف لیشاء ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم مصارف القلوب

صرف قلوبنا علی طاعتک رواہ مسلم۔ یعنی صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام بنی آدم کے دل ایک دل کی طرح

حق تعالیٰ کی (قدرت کی) انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جدھر چاہتا ہے ان کو پھیر

دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اے خدا جو دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ ہمارے دلوں

کو اپنی طاعت پر پھیر دے (مشکوٰۃ) اس طرح ہر مومن مخلص کو خدا کی بے نیازی سے خائف و ترساں

رہنا چاہئے کہ نہ جانے وہ ہمارے دل کو کس طرف پھیر دے۔ اور خاتمہ کس حالت پر ہو۔ حافظہ سے

حکم سنواری دستی ہمہ برخاتمہ است کس مذانت کہ آخر چہ حالت برود

سعدی۔ ۲۰

مباد کہ نخلش نیا در رطب

کے رابل و پروادی و راندی

ز مقبولان و محرومان چہ نام؟

تن کارگرے بلزد ز تب

کے راپائے بشکستی و خواندی

ندائم تا من مسکین کدام؟

زالکہ در راہ ست و رہزن بچد آں رہد کو و را مان ایر دست

ترجمہ - اس لئے کہ وہ ابھی راہ (سلوک) پر (چل رہا) ہے اور اس راستے میں (رہزن بہت ہیں) ان رہزنوں سے (وہی بچ نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔

مطلب - طالب کمال جب تک منازل سلوک کے طے کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔ تو اس کو شیطان کے

کرد و بد کا بہت اندیشہ ہے۔ جو اس راستے کا رہزن ہے۔ حافظہ سے

دورست سے آید وریں باو یہ ہمشدار

تا غول ہایاں نغریب لبر است

اور جس طرح ایک مسافر منزل مقصود پر پہنچ کر رہزموں کی دستبرد سے مامون و محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عارف کامل منازل سلوک طے کر چکنے اور مرتبہ کمال پر فائز ہو جانے کے بعد شیطان کے مکر و فریب سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ انہی حضرات کے بارے میں مولانا نے اوپر فرمایا ہے: "تأخوذ خالص نگر و داد تمام۔ یعنی جو لوگ اپنی خودی سے پاک اور اللہ کے مخلص بندے ہوتے ہیں۔ ان پر شیطان کا تصرف نہیں مل سکتا۔ چنانچہ خود شیطان معترف ہو چکا ہے۔ قَالَ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ لَا تَجْعَلْ لِّىْ ذَنْبًا لِّمَنْ فِى الْاَرْضِ وَلَا عِوَضًا لِّىْمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ الْاَعْبَادُ لَكَ مِنْهُمْ اَلْحَادِثِيْنَ ۝ شَيْطَانُ لَئِنْ كَلَّمَا اَسْمِعْتَهُ سِرًّا يَرُدُّكَ رَجِيْعًا ۝ تُوْنِيْ مَعِيْ ۝" گمراہ کیا ہے۔ میں بھی دنیا کے اندر (ساز و سامان زندگی) ان لوگوں کو آراستہ کر دکھاؤں گا۔ اور ان سب کو بہکاؤں گا۔ مگر ان میں سے تیرے مخلص بندے (کہ میرے بہکانے میں نہیں آئیں گے)۔ سورہ حجر ۲ آگے اسی طالب کا ذکر ہے۔ جو ابھی مارج کمال پر فائز نہیں ہوا۔ بلکہ مصروف سعی ہے۔

آئینہ خالص گشتِ اوجھلست مرغِ انگریزست و مقصودست

لغات۔ خالص مصفا۔ مجلّا۔ مخلص۔ لام کے فتح سے صاف کیا ہوا۔ یہاں یہ صیغہ بمعنی حال استعمال ہوا ہے۔ مقصود۔ شکار کرنے والا۔

ترجمہ۔ اس کے دل کا (آئینہ) اب تک (صاف نہیں ہوا) (بلکہ) وہ (ابھی) صاف ہو رہا ہے۔ اس نے ابھی مرغ (مراد) کو پکڑا نہیں اور اس کو شکار کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

چونکہ مخلص گشتِ مخلص باز است در مقام امنِ الفت و بردوست

ترجمہ۔ جب تصفیہ (باطن کی کوشش) کرنے والا مصفا ہو گیا۔ (تو) رہزن شیطان کے خطرہ سے بچ گیا۔ (منزل کمال کے) مقام امن میں جا پہنچا اور بازی جیت گیا۔

ہیچ آئینہ دگر آہن نشد ہیچ نامے گندم خرمن نشد

ترجمہ۔ (اب) اس کو مقبول ہونے کے بعد رد ہونے کا خوف نہیں رہتا جیسے (کوئی) آئینہ (صیقل ہو چکنے کے بعد دوبارہ) (مثل سابق بے نور) (لوا نہیں ہوتا)۔ (اور) (کوئی) (روٹی) (دوبا) (خرمن کے گیہوں کی شکل اختیار نہیں کر سکتی)۔

مطلب۔ مخلص (بفتح لام) کو پھر خوف باز گشت اور اندیشہ منزل نہیں ہوتا۔ اس میں صوفیہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اَلْفَاخِرُ لَا يَرْوِدُ لِيْنِ جَوْشَخْ نَنَانِی اللہ کے درجے پر فائز ہو چکا۔ وہ کبھی مرد و نہیں ہوتا۔ اور شیطان کے مردود و مردود ہونے کی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ ابھی فائز بدرجہ کمال نہیں ہوا تھا۔ اور نہ وہ مجذوب من الحق تھا۔ بلکہ ابھی سالک ہی تھا۔ جو معض خطرات و آفات ہوتا ہے۔ اگر اس درجہ پر پہنچا ہوتا۔ تو کبھی حکم حق سے سربا پی نہ کرتا اور نہ زائدہ درگاہ ہوتا۔ آئینہ ادنان اس کی مثالیں ہیں۔ کہ یہ چیزیں اپنے مارج کمال کو طے کرنے کے بعد منزل نہیں کرتیں۔ اسی طرح آگے ارشاد ہے :-

بیچ انگورے در غورہ نش بیچ میوہ نچتہ باکورہ نش

لغات - غورہ - کچا انگور جس میں ابھی ترشی ہو۔ باکورہ جب ایک درخت کو بہت سے پھل لگے ہوں۔
توان میں سے جو پھل سب سے پہلے پکتا ہے۔ وہ باکورہ کہلاتا ہے۔ مگر یہاں - کچا مراد ہے۔
ترجمہ - کوئی انگور (پک چکنے کے بعد) دوبارہ کچا (انگور) نہیں بن سکتا۔ کوئی میوہ دوبارہ
خام نہیں ہوتا۔

پختہ گرد و از تنیسہ درویشو رُو چو برہان محقق نور شو

لغات - برہان دلیل - یہاں مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ جو مولانا رحمہ کے والد حضرت
ہمار الدین کے ایک خلیفہ ہیں۔ پہلے مولانا رحمہ نے انہی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مگر چونکہ مولانا کی استعداد قوی تر
تھی۔ اور وہ تربیت پوری نہ کر سکے۔ اس لئے مولانا نے پھر حضرت شمس تبریزی سے رجوع کیا مفصل حال شرح
ہذا کے دیباچہ میں گزر چکا ہے۔

ترجمہ (اگر تم بھی کمال لازوال کے خواہاں ہو۔ تو) پختہ ہو جاؤ۔ اور (پھر) تغیر (خامی) سے
دور ہو جاؤ گے۔ جاؤ (پھر) حضرت برہان الدین محقق کی طرح (سرپاے) نور بن جاؤ گے
(جس پر دوبارہ ظلمت کی دسترس نہیں ہو سکتی)

چوں زخو و رستی ہمہ برہان شرمی چونکہ گفستی بندہ ام سلطان شرمی

ترجمہ - جب تم اپنی خودی سے چھوٹ جاؤ گے۔ تو بالکل برہان الدین (رثانی) بن جاؤ گے
جب تم (کمال عبودیت پر فائز ہونے کے بعد) کہو گے کہ میں بندہ ہوں۔ (تو اس وقت)
تم (اقلیم ولایت کے) سلطان ہو گے۔

داغ غلامیہ نہ کر دیا یہ خسرو بند میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خدی

و رعیاں خواہی صلاح الدین نمود دیدار کرد پینا و کشود

لغات - صلاح الدین مولانا رحمہ کے پیر بھائی تھے۔ جن کا ذکر شرح ہذا کے دیباچہ میں گزر چکا ہے۔
ترجمہ - اگر علانیہ (اس کا ثبوت) چاہتے ہو۔ (تو) شیخ صلاح الدین (ذکر کو ب) نے دکھا
دیا ہے۔ اور آنکھوں کو بینا کر دیا اور کھول دیا۔

فقر از چشم و از سیماے او دیدم ہر چشمے کہ دیدار نور ہو

لغات - سیما علامت - نشانہ حجاز اربعہ پیشانی - چہرہ - عربی میں اسم ضمیر واحد غائب ہے۔ اور
اسم ذات حق تعالیٰ ہے۔ بلکہ بعض نے اسی کو اسم اعظم سمجھا ہے۔

ترجمہ - جس آنکھ نے نور حق سے نظر کی ہے۔ اس نے درویشی کو ان کی (یعنی حضرت

صلاح الدین کی آنکھ اور پیشانی سے مشاہدہ کر لیا۔

مطلب۔ جو آنکھ ناظر بنو رہی ہے۔ وہ شیخ صلاح الدین رحمہ کی چشم و پیشانی میں صورت عرفان کا شاہد کر سکتی ہے۔ یعنی اس کو بذریعہ حکم تعلیم پانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ان کی زیارت ہی طالبین کے لئے ذریعہ ہدایت ہو جاتی ہے۔ طالب ان کے دیدار کی بدولت ہی عارف بن جاتے ہیں۔ اور یہ کمال ان کی آنکھوں میں ہے۔ کہ نظر ہی نظر میں کچھ سکھا دیتے ہیں۔ صائب سے

زبان و گوش چہ حاجت چہست بنیائی کہ با نگاہ یزدگفتن و شنیدن چشم
ہے اس کی مزید توضیح فرماتے ہیں۔

شیخ نقال سے آلت چو حق بامریاں دا وہ بے گفستہ

لغات۔ نقال۔ موثر۔ متصرف آلت آلہ۔ آلا عمل۔ اعضا و جوارح۔ گفستہ۔ کوئی کلام۔ گفتگو۔
ترجمہ۔ شیخ (زبان گوش یعنی) آلہ (کلام و سماعت) کے (استعمال کے) بغیر
تعلیمی اثر ڈال سکتا ہے۔ جیسے حق تعالیٰ (بلا آلات و وسائط مؤثر و متصرف ہے) وہ
مریدوں کو بلا حکم سبق دیتا ہے۔ حافظ رحمہ

بیا کہ چارہ ذوق حضور و نظم امور
بفیض بخشی اہل نظر توانی کرد

دل بہت اوچو موم نرم رام خراو کہ ننگ ساز و گاہ نام

لغات۔ رام۔ تاج۔ سحر۔ ننگ۔ عار۔ موجب شرم ناگوار۔ ناپسند۔ مراد قبض۔ نام۔ عزت۔ بہت۔
گوارا۔ پسندیدہ مراد ببط۔

ترجمہ (مرید کا) دل اس کے دست تصرف میں نرم موم کی طرح مسخر ہے۔ اس (پیر) کی ہر کچھ اس پر قبض (کا ناگوار نقش) بناتی ہے کبھی لبط (کا پسندیدہ نقش)

مہر موش حاکی انگشتری رت باز آن نقش نگیں حاکی کسیت؟

لغات۔ حاکی حالت بیان کرنے والا۔ نقل عکس۔
ترجمہ (ہاں تو) موم کا نقش انگوٹھی (کے نقش) کا عکس ہے۔ پھر یہ بتاؤ کہ وہ انگوٹھی کا نقش کس کا عکس ہے؟ (آگے اس سوال کا خود جواب فرماتے ہیں)

حاکی اندیشہ آل زر گرست سلسلہ ہر حلقہ اندر دیگر گرت

ترجمہ (وہ نقش نگیں انگوٹھی بنانے والے) زر گر کے تخیل کا عکس ہے۔ (غرض یہ عکس) سلسلہ (وار پچلے گئے ہیں جس کی) ایک ایک کڑی دوسری میں (پیوستہ) ہے۔

مطلب۔ مرید کے دل پر پیر کے تصرفات کا اثر پڑتا ہے۔ اور پیر کے تصرفات منجانب اللہ ہیں

آگے اس کی مزید توضیح کے لئے پھر تصرف حقیقی کی طرف تجسس نہ نظر کرتے ہیں۔ جیسے پہلے کہا تھا۔
”مے درد مے دوز دایں خیاط کو“

ایں صدا در کوہ لہا بانگ کیست؟ گہ پرست از بانگ ایں کہ گہ ست
ترجمہ۔ دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز سے ہے؟ کہ اس آواز سے کبھی یہ پہاڑ
پڑیں اور کبھی خالی۔

ہر کجاہست آں حکیم و استاد بانگ اوزیں کوہ دل خالی مباد

ترکیب۔ پہلے مصرعہ کی ترکیب نظاہر اشتباہ انگیز ہے۔ جس کا ذکر آگے نوٹ میں کیا جائے گا۔ دراصل ہر
کجاہست کا مبتدا ضمیر متر ہے۔ جو اس صدا کی طرف راجع ہے۔ اور آں اسم اشارہ کا مشا رالیہ قلب ہے
جس کا ذکر شعر سابق میں آچکا ہے پس تقدیر کلام یوں ہے۔ ایں صدا ہر کجا (اے ہر قلب) کہ ہست آں
قلب حکیم و استاد۔

ترجمہ۔ (یہ صدا اے آواز غیب) جہاں بھی ہو (یعنی جس دل میں بھی ہو) وہ (دل)
حکیم و استاد ہے) اس (تعالے شانہ) کی آواز اس کوہ دل سے بندہ ہو (تو اچھا
ہے)۔

مطلب۔ جس بزرگ کا دل فیوض غیب کا مہبط ہو۔ وہ شیخ کامل و مکمل ہے۔ دعا کرنی چاہئے کہ ان
کے دل پر اسی طرح نزول برکات و انوار ہوتا ہے۔ تاکہ خلق اللہ ان سے مستفیض ہو۔

نوٹ۔ بعض شارحین نے اس ترکیب کی بنا پر جو بادی النظر میں سمجھ میں آتی ہے۔ یوں ترجمہ کیا ہے ”وہ
حکیم علی الاطلاق اور استاد حقیقی جہاں بھی ہو۔ اس کی آواز کوہ قلب سے بندہ ہو“ مگر اس تقدیر پر ہر کجا
کا لفظ ذات لامکانی کے لئے خلاف ادب ہے۔

ہست کہ کاواشنے میکند ہست کہ کاوازدتا میکند

لغات۔ کاوا ”کہ آواز“ کا مخفف ہے۔ شنے ”دوہری۔ دوچند۔ صدتا۔ صد چند۔
ترجمہ۔ بعض پہاڑ ایسے ہیں کہ آواز (سے صرف ایک گونج اٹھا کر اس) کو (صرف) دوہرا
کرویتے ہیں بعض پہاڑ ایسے ہیں جو آواز (سے گونج پر گونج اٹھا کر اس) کو سو گنا بنا دیتے
ہیں۔

مطلب۔ شیوخ کاملین کی عالیشان بجائے افاضہ مختلف ہیں۔ بعض سے نہایت کم تاثیر ہوتی ہے۔ بعض
سے بہت زیادہ۔

مے ماند کوہ ازاں آواز و قال صد ہزاراں چشمہ آب زلال

لغات۔ مے ماند برے آرد۔ بچش مے آرد۔ مے انگیزد۔ قال۔ مخفف مقال۔

ترجمہ دیکھو اس (غیبی) آواز و کلام سے (شیخ کا) کوہِ قلب (مؤمنین و عوام کے) لاکھوں چشمہ سے
آپ شیریں بہا دیتا ہے۔ - جہاں سے

فیض کے بدل میں سدا سدا رہ و طوبیٰ در سایہ سرو قد و لہجے تو یابم

چوں ز کوہِ آلِ لطف بیرونِ مشہود آہلِ چشمہ خوں مے شود
ترجمہ۔ جب کوہ (قلب) سے وہ لطف (غیب) زائل ہو جاتا ہے۔ تو ان (چشموں کا) پانی
خون بن جاتا ہے۔

مطلب۔ اگر کسی قلب پر ان فیوضِ باطنیہ کا القا بند ہو جاتا ہے۔ تو وہی معارفِ الہیہ خیالات کفریہ
سے بدل جاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہما۔ یہاں کوہِ قلب کا ذکر تھا۔ آگے ایک صحیح کے پہاڑ کا ذکر
فرماتے ہیں۔

زاں شہنشاہِ ہمایوں نعلِ بود کہ سر اسر طورِ سینا نعلِ بود

لغات۔ ہمایوں نعل۔ مبارک قدم۔ طور سینا ایک پہاڑ کا نام ہے جو ملک شام میں واقع ہے۔ اور
اس پر موسیٰ علیہ السلام کی درخواست سے اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی تھی۔

ترجمہ (یہ) اس شہنشاہِ مبارک قدم (یعنی موسیٰ علیہ السلام) ہی کا تو کرشمہ تھا۔ کہ ان
کی بدولت (کوہِ طور سینا) تجلی حق کی تابش سے لال گلال ہو گیا۔

مطلب۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ جو قرآن مجید میں پس
ذکور ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ آلِكَ ط
قَالَ لَنْ تَرْضَىٰ لِي وَلَكِنْ أَنْظِرْ إِلَىٰ الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسُوفَ تَرَانِي ۖ فَلَمَّا تَخَلَّىٰ
رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۖ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا

أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ جب موسیٰ ہمارے (موعودہ) وقت کے مطابق (کوہِ طور پر) آئے۔ اور ان کے
پروردگار نے ان سے بات چیت کی۔ تو موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار تو مجھے اپنا دیدار کر لینے

دے۔ فرمایا تو میرا دیدار ہرگز نہ کر سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ کو دیکھ۔ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا۔ تو پھر تو بھی میرا دیدار
کر سکے گا۔ پس جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی فرمائی۔ تو اس کو چکنا چور کر دیا۔ اور موسیٰ عیش کھا کر گر

پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے۔ تو کہا (اے میرے پروردگار) تو پاک ہے میں تیری درگاہ میں ایسی درخشاں
کرنے سے توبہ کرتا ہوں۔ اور میں سب سے پہلے (تجھ پر بلا دیکھے) یقین لاتا ہوں (اعراف ۱۵۷)

امیر خسرو سے تو رخِ منودی و عشاقِ راوِ جو دنا مذ کہ پیش چشم خورشید و جبر شبنم نیست

جاں پذیرفت و خرد و اجزائے کوہ ماکم از سنگیمِ آخرائے گروہ ۶

ترجمہ۔ افسوس کہ پہاڑ کے اجزاء تو جان اور عقل قبول کر لیں۔ حضرات! کیا آخر ہم تجھروں
سے بھی ناکارہ ہو گئے؟ (کہ ہم پر آثارِ فیضانِ منو دار نہیں ہوتے)۔

گر نہیں رکھتا ہے انسان عقل و دین
دیکھو خود قرآن میں رب ذوالجلال
”یاد دہی جب تم نے نصیراں پر گھر
سخت بھی ایسے کو جوں پتھر میں سخت
پس جو پتھر سے بھی ناکارہ ہوا
دشنت برنجی میں آوارہ ہوا
اس کی تھراک اینٹ سے بڑھ کر نہیں
وسے رہا ہے اس کی پتھر سے مثال
ہو گئے پھر دل بہار سے سخت تر
بلکہ ان سے بھی کہیں بڑھ کر ہیں سخت
دشنت برنجی میں آوارہ ہوا

نے زجاں یک چشمہ جوشاں نشود نے بدن از سبز پوشاں میشتود

ترجمہ - نہ (ہماری) روح سے کوئی چشمہ معرفت جوش زن ہوتا ہے۔ نہ (ہمارا) بدن ہی سبز پوش ہوتا ہے۔

مطلب - پہاڑ سے جب کوئی چشمہ پھوٹتا ہے۔ یا تو وہ اپنے ماحول کو سبز و شاداب کر کے خطہ گلزار بنادیتا ہے۔ یا اگر اس کا دائرہ فیض اور بھی زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ تو وہ پہاڑی نالہ کی صورت میں دور دور کے خطوں کو بھی سیراب کر دیتا ہے۔ اسی طرح اہل معرفت یا تو خود اپنے آپ کو زمینت کمال سے مزین کر لیتے ہیں۔ یا اگر زیادہ صاحب استعداد ہوتے ہیں۔ تو ان سے دوسرے لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں۔ مگر یہاں یہ حال ہے۔ کہ نہ تین میں ہیں نہ تیرہ میں۔ جانی رہے

نے لایق تشریف دینے درخور بیداد یا رب میں بیدل بجاں بہر حیرت کارم

سعدی رہے

اگر نفع کس در نہاد تو نیست
غلط لغت اے یا شاگردِ خوے
چنین آدمی مردہ بہ تنگ را
چنین جوہر و سنگ خارا کیست
کہ نفع مست در آسن و سنگ دروے
کہ بروے فضیلت بود سنگ را

نے صدائے بانگِ شتائی درو نے صفائے جرعه ساقی درو

لغات - شتائی میں یا مصروفِ مصدری ہے۔ اشتیاق، شوق، صفاء، صفائی، مراد کیفیتِ دائر
ترجمہ - نہ اس میں آوازِ اشتیاق کی کوئی گونج ہے۔ نہ ساقی کے (پلاسے ہوئے شراب
کے) گھونٹ کی اس میں کوئی کیفیت ہے۔
مطلب - نہ تو ہم میں خود بچہ کوئی ولولہ عشق پیدا ہوتا ہے۔ نہ ہم پر شیخِ کمال کے آثارِ فیوض نمایاں ہوتے
ہیں۔ عراقی رہے

تنگ آدم از وجود خود تنگ اے موت بسوے من کن آہنگ

کو حمیت تازِ تیشہ و زکلت اپچنین کہ را بکلی برکنند

لغات - تیشہ، کھارڑا، کدال، کلند، بھاڑا، بکلی، بالکل۔
ترجمہ - حمیت (وغیرت) کہاں (رکھی) تاکہ اس (قسم کی سنگدلی کے) پہاڑ کو (مجاہدات کے)

کدال اور پھاوڑے کے ساتھ چڑھے اکھیر ڈالیں۔ صابن سے
درخشاں دل خود باش کہ بے کوشش رہی

بوکہ ہر جزائے او تابدھے بوکہ دروے تابد خوریا بدھے

ترجمہ۔ شاید (مجاہدات کی بدولت) اس پر (معرفت کا) چاند درخشاں ہو جائے۔ یا
شاید (قیمت کچھ اور زیادہ یا دور ہو تو) اس میں (معرفت کے) آفتاب کی روشنی پہنچ
جائے۔

مطلب۔ چاند سے نور معرفت قلیل اور آفتاب سے نور معرفت کثیر کی طرف اشارہ ہے۔ جس سے
پہلی صورت کی نسبت دوسری صورت میں زیادہ ترقی مقصود ہے۔ علاوہ ازیں پہلی صورت میں اد عرفان
کے صرف اس کے اد پر تو ڈلنے کا ذکر ہے۔ اور دوسری صورت میں آفتاب عرفان کی نہ صرف اس کے
اد پر نور پاشی مضمحل ہے۔ بلکہ اس کے ہر رگ وریشہ میں اس کے نور کا سرایت کر جانا مقصود ہے۔ وہذا اعلیٰ
دار فیض سن ذاک۔

چوں قیامت کو ہمارا رکند پس قیامت میں کرم کے سکند

ترجمہ۔ چونکہ قیامت (کبرئے) بھی پہاڑوں کو اکھاڑ ڈالے گی (اس لئے ممکن ہے کہ
کوئی انس قیامت کو قیامت فنا کے برابر سمجھنے لگے۔ مگر ہم بوجھتے ہیں کہ) پھر قیامت
(کبرئے) یہ فیض رسانی کب کر سکتی ہے (جو قیامت فنا کرتی ہے) کہ اس سے نور عرفان
فائض ہو جاتا ہے۔

اِس قیامت نہاں قیامت کے کرم است آں قیامت زخم و زچوں مریم است

ترجمہ۔ یہ قیامت (فنا اپنے عجائبات کے لحاظ سے) اس قیامت (کبرئے) سے
کونسی کم ہے (بلکہ لحاظ افادہ اس سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ) وہ قیامت (کبرئے اگر زخم ہے)
تو یہ قیامت (فنا اس کا) مریم ہے۔

مطلب۔ قیامت کبرئے کو زخم سے تشبیہ اس لحاظ سے دی ہے کہ وہ زندوں کو ہلاک کر دے گا
 نیز اس سے ملکات متقیہ نمایاں ہو جائیں گے۔ اور قیامت فنا کو مریم بایں اعتبار کہا ہے کہ وہ قریب ہلاکتوں
کو زندہ بلکہ زندہ جاوید کرتی ہے۔ نیز ملکات سیئہ کا ازالہ کرتی ہے۔ جامی رحمہ

وہ بکر کبرئے تو آنکس کہ شد فنا چوں خضر بردہ راہ سرشتہ حیات

ہر کہ وید آں مریم زخم من است ہر بے کس حسن دید او حسن است

ترجمہ۔ جس نے وہ مریم پایا۔ وہ زخم سے محفوظ ہے جس بڑے آدمی نے بھی یہ حسن (اعمال)
حاصل کر لیا۔ وہ نیکو کار بن گیا۔

مطلب۔ درجہ فنا حاصل کرنے والا زندہ جاوید ہے۔ اس پر عدم طاری نہ ہوگا۔ جاسی روح سے

خوش آنکھ چو نیست شد دریں عشق مجاز
و نیز بوجہ خویش تن ناید باز
زاں پس چو وجود یافت زان مایہ ناز

اے خنک زشتی کہ خوشی شریف
و اے گلرؤے کہ عشق شریف

لغات۔ خنک ٹھنڈا، مبارک۔ زشت بد صورت۔ حریف۔ مقابل۔ ہم راہ۔ جفت ساتھی۔ رفیق راہ۔
حریف۔ موسم خزاں۔ مراد زوال و تنزل۔

ترجمہ اے (مخاطب) مرے ہیں ہے وہ بد صورت جس کا شریک صحبت خوب صورت ہو (اور)
افسوس ہے اس پھول کی سسی شکل والے پر جس کی رفاقت میں خزاں ہو۔

مطلب۔ فنا وہ جمال روحانی ہے۔ جو ایک بدکار کو بھی مقبول کر دے گناہ بنا دیتا ہے
خوش آں مرداں کہ از خود رستگاند
کج بیخودی بنست گناہ

بیا جانی ز بود خود پر پیروز
ز پندار وجود خود پر پیروز
بود نور جمال شاہ عزیز
بتا بد چوں کلیم اللہ از جیب

بخلاف اس کے خود ہی وہ بد بلا ہے کہ انسان ہزار با کمال ہو۔ اس کو کہیں کا نہیں چھوڑتی حافظہ سے
تا علم فضل بینی بے معرفت نشینی
اب زشت کے حسن کے ساتھ مقترن ہونے کی برکت چند مثالوں سے بیان فرماتے ہیں۔

نان مردہ چوں حریف جانشود
زندہ گرد و نان و عین آں شود

ترجمہ (دیکھو) بے جان روٹی جب (روٹی کھانے والے کی) جان کے ساتھ مصاحب ہو جاتی
ہے۔ تو وہ زندہ (جسم کا جزا بن جاتی ہے اور اس کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔

ہیزم تیرہ حریف نارشود
تیرگی رفت و ہمہ انوار شد

ترجمہ۔ (ایک) بے نور لکڑی (جب) آگ کی مصاحب ہوئی۔ تو اسکی ظلمت جاتی رہی اور سرسبز
شعلہ آتش بن گئی۔

در نکسارِ خیرِ مردہ فتاد
آں خریِ مردگی کیسٹونہاد

ترجمہ۔ اگر ایک مردہ گدھا نمک کی کان میں جا پڑے۔ تو اس کا گدھا پن اور مردہ پن بر طرف
رہ جاتا ہے (جتنے گدھے کہ وہ نمک بن کر پاک اور قابل خوراک بن جاتا ہے)
ع۔ ہر چیز کے درکان نمک رشت نمک شد

صِبْغَةُ اللَّهِ مِثْتُ رَنْگِ خَمْ هُو
پیسہ پاکیزنگ گردد اندرو

لغات۔ صبیحہ اللہ۔ اللہ کا رنگ۔ یہ اس آیت سے اقتباس ہے۔ صَبَّحَهُ اللّٰهُ وَمِنْ اَحْسَنِ
مِنَ اللّٰهِ صَبَّحَهُ (ہم تو اللہ کے رنگ میں درنگے گئے) اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا
(سورہ بقرہ ۱۶) ہو۔ اسم ذات حق سبحانہ و تعالیٰ۔ پس وہ شخص جس کے بدن پر برص وغیرہ کے داغ ہوں
ترجمہ۔ ذات حق کے منکے کا رنگ خدائی رنگ ہے۔ جس میں پڑ کر (داغدار جسم والے
لوگ بھی) رنگ ہو جاتے ہیں۔

مصطلب۔ اپنے آپ کو خدائی رنگ میں فنا کر دینا سب سے بڑا درجہ ہے۔ اس سے تمام اختلافات
کا جھگڑا مٹ جاتا ہے۔ جامی رہے

بود سخن کے صورت ہزاراں
پریشانی بود ہر جا شمارست

موجہ جہت از صورت شما ہاں
دزاں رودریکے کردن صهارست

صائب رہے

جمعہ کہ باں گلشن بزرگ رسید نہ
چند ازیں پردہ نیزنگ بصد رنگ شوم

آسودہ ز نیزنگ خزانہ و بہار نہ
پردہ بردار کہ تا جملہ ہم آہنگ شوم

چوں دران خم افتد و گویش قم
از طرب گوید منم خم لا تلّم

لغات۔ قم صیغہ امر ہے قیام سے اٹھ کھڑا ہو۔ لا تلّم ملامت نہ کر فعل نہی از لوم۔
ترجمہ۔ جب کوئی مرتبہ فنا پر فائز ہونے والا اس (خم و وحدت) میں جا پڑتا ہے۔ اور
تم اس سے کہتے ہو۔ اٹھ کھڑا ہو (کہاں آن گرا) تو وہ بحالت سرور کہتا ہے۔ میں تو (من)
خم (بن گیا) ہوں۔ (اب اس سے نکلنا محال ہے اور اس حقیقت کے عقیدہ پر) مجھ کو ملامت
(بھی) نہ کرو۔

مطلب۔ جب کوئی مرتبہ فنا چاہل کر لیتا ہے۔ تو اگر کوئی اہل ظاہر اس سے کہتا ہے میاں!
تم کن محضہ خیالات میں پھنس گئے ہو۔ اس سے توبہ کرو۔ تو وہ بڑے سرور سے جواب دیتا ہے۔ بھائی
میں تو اصطلاحی عنیت کی رو سے عین ذات ہو گیا ہوں مجھے مت پھیرو۔ اور چونکہ میں اب اس رنگ سے
نکلنے سے قطعاً معذور ہوں۔ اس لئے مجھے ملامت بھی نہ کرو۔ امیر خسرو رہے

ایک بے خاک درت در دیدہ من نوریت
گر مثل جاں میر و ترک تو ام مقدوریت

بادشاہ گوخں بریزد شمعہ گوگردن بزن
بہر جانے ترک جانان مذہب احباب نیست

سعدی رہے

گراں مقابلہ تیر آید از عجب شیر
آل منم خم خود انا الحقی گفتے نست

ن عاشق ست کہ اندیشہ از خطر دار
رنگ آتش دار و الا اپنے نست

لغات۔ انا الحقی حضرت منصور طلاج رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرف اشارہ ہے۔ جو بحالت

سنگر وحدت کے مذاق میں انہوں نے کہا۔ اور شرعی فیصلے کے موافق ان کی سزا سے موت کا باعث ہوا۔ وہ ایک مہلی کامل اور وجد و حال میں سرشار تھے۔ نہایت مرتاض اور صاحب کرات تھے۔ علاج کے معنے میں دھنیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ وہ کہاس کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ انھکی سے اشارہ کیا۔ تو بھگم ہی ایک اشارے سے روئی الگ اور بولے الگ تھے۔ اس وقت سے یہ لقب پڑ گیا۔ چونکہ سکر کی حالت میں ان کی زبان سے اکثر ایسے کلمات نکلتے رہتے تھے۔ جو شریعت کے ظاہری ادب کے خلاف ہوتے تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں مشائخ میں سخت اختلاف رہا۔ اکثر مشائخ ان کے مسلک کو اشتباہ و نفرت کی نظر سے دیکھتے رہے۔ اور کہتے تھے۔ وہ نقیصہ سے بے بہرہ ہے۔ مگر حضرت عبداللہ خفیف اور شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہما نے ان کو بہت احترام سے یاد کیا ہے۔ بعض نے ان کو جاوگر سمجھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اصحاب حلول تھے۔ چنانچہ بغداد میں بعض زنادقہ حلول و استحاؤ کے قائل ہو کر اپنے آپ کو طلاجی کہتے تھے۔ جن میں سے اکثر کا وہی حشر ہوا۔ جو مرتدین کا ہوتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت عین بن منصور طلاج ادب ہیں۔ اور عین منصور لحد و سرافض ہو۔ وہ بغدادی تھا۔ احمد محمد ذکریا کا اس کا اور ابو سعید ذکریا کا رفیق کا تھا۔ وہ بیشک جاوگر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت منصور طلاج اولیاء کے طبقہ اور تاد سے تھے۔ ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ متاخرین میں سے سوائے ایک دو کے باقی سب آپ کے کمال کے معترف ہیں۔ نقل ہے کہ جب تمام علمائے عصر نے فتوے دے دیے کہ منصور واجب العقل ہو تو حضرت جنید بغدادی نے دستخط نہ کئے۔ اس وقت آپ نقیصہ و طریقت کے لباس میں تھے۔ فتوے خلیفہ بغداد کے سامنے پیش ہوا۔ تو اُس نے کہا۔ حضرت جنید کے دستخط کیوں نہیں کرتے گئے۔ ان کے دستخط ضرور ہونے چاہئیں۔ تو مجبوراً حضرت جنید خانقاہ سے اُٹھ کر دارالافتاء میں گئے۔ علماء کا لباس زیب تن کر کے اس فتوے پر یہ کلمات اپنے دستخط سے تحریر کر دیئے۔ کہ تَحْنُ بِحُكْمِ الظَّاهِرِ بِمِثْلِ ظَاهِرِ حُكْمِ كَلَامِهِ (تذکرۃ الاولیاء) جب منصور کی سزا سے موت کا فتوے مکمل ہو گیا۔ اور ان کو پابندی ننگی تمواروں کے پہنے میں دار کی طرف لے چلے۔ تو وہ نہایت شادان و فرحان وجد و شوق کے اشتعار پڑھتے چلے جاتے تھے۔ کما قیل ہے

ممن آں میرزاں گشتہ کہ با تیغ و کفن بدرخانہ جلا و غزل خواں رستم

گفتے ہیں بابتے کجول وحدت کے لئے ہے نہ کہ بابتے معروف علی چرا آہنے میں۔
ترجمہ۔ (کیونکہ اس کا) یہ کہنا کہ میں خم بول گویا انا الحق کہنا ہے (مگر یہ ذالما حق نقال کا عین ہونے کا دعوے نہیں بلکہ) اس میں آگ کا رنگ (آگیا) ہے۔ ورنہ وہ ذالما حق ہے (کا) لوہا ہے۔

مر مطلب۔ اگر منصور نے انا الحق کہنا یا۔ تو کیا غضب کیا۔ کیونکہ اس کا مطلب بھی تو وہی ہے۔ جو ہم نے ابھی منہ خم کا بیان کیا ہے۔ کہ خم کے رنگ میں رنگا جانے والا خم کے ساتھ متحد بالذات نہیں ہوتا۔ بلکہ متحد فی الصفات ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے لہا آگ میں رکھنے سے سرخ ہو جاتا ہے۔ تو بظاہر وہ آگ معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے آثار بھی آگ کے سے ہیں۔ کہ جس چیز سے چھو جائے۔ اس کو جلا دیتا ہے۔ مگر ذالما وہ لوہا ہی ہے۔ پس اسی طرح جس کو فنا حاصل ہو گئی۔ اس کے اندر حق قعدے کے

فیوض و برکات کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ درنہ اس کی ذات اور ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات اور وہ اس کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علو کلمیناً

حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ شیخ منصور کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے۔ کہ جو شخص یہ جائز کر رکھتا ہے۔ کہ ایک درخت سے آواز آئے۔ کہ اے اللہ حالانکہ درخت درمیان میں نہیں۔ وہ اس بات کو کیوں جائز نہیں سمجھتا۔ کہ حسین ابن منصور کی زبان سے صدائے انا الحق بلند ہو۔ اور حسین ابن منصور درمیان نہ ہو۔ دوسرے بھی خیال کرنا چاہئے۔ کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے کلام فرمایا۔ اسی طرح حضرت حسین ابن منصور کی زبان سے بھی کلام فرمایا ہو (تذکرۃ الاولیاء) آگے مولانا اسی مثال کی توضیح فرماتے ہیں۔

رنگ آہن مجوزِ رنگ آتش است ز آتش میلا قدحِ خاموش است

لغات۔ نحو۔ فنا۔ میلا قدح یعنی بجھا رہا ہے۔ دعوئے کرتا ہے۔ دھش یعنی مثل و نظیر۔ ترجمہ۔ بوسے کا (سیاہ و تاریک) رنگ آگ کے رنگ میں فنا ہو گیا ہے۔ واسطے وہ زبان حال سے اپنے) آگ ہونے کا دعوئے کرتا ہے۔ اور (زبانِ قال سے) آگ یا خاموش ہے۔ مطلب۔ لو جب آگ کے رنگ میں ڈوب جاتا ہے۔ تو اس کی حالت ہی اس کے آگ ہونے کا اظہار کرنے لگتی ہے۔ وہ خود زبانِ قال سے کوئی یہ دعوئے نہیں کرتا۔ کہ میں آگ ہوں۔ کہ اس کو دروغ گوئی سے منسوب کیا جاسکے۔ میلا قدح کے لفظ میں یہ لطیف رعایت ہے۔ کہ یہ اظہار بھی محض ادعا ہوتا ہے۔ جو مجبوراً بقضائے محبت صدور پاتا ہے۔ درنہ حقیقتہً آگ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ وہ اپنا رنگ کھو چکا ہے۔ اس لئے اس وقت آگ کے رنگ کا منظر اور اس کا مدعی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے ایک مرتبہ عرض کیا۔ کہ آپ میں تمام فضائل و کمالات موجود ہیں۔ چنانچہ زہد و تقویٰ کے نمونہ کبرے ہیں۔ کرم باطنی میں بے عدیل ہیں۔ خاندانِ مصطفویٰ کے چشم و چراغ ہیں۔ گراہنی کسے باقی ہے۔ کہ آپ میں کبر پایا جاتا ہے فرمایا میں متکبر نہیں ہوں۔ لیکن میرا خالق ذوالکبریا ہے۔ اور جب میں نے کبر و غرور کو اصلاً ترک کر دیا۔ تو اس کی کبریا کی میری طرف آئی۔ اور میرے کبر کی جگہ مجھ میں سہاگئی۔ (تذکرۃ الاولیاء)۔ عراقی رحمہ اللہ

صدائے صوبہ توام گرچہ زارِ مینا لم ہمیں ختم کہ تو باکہ ام ہم آوازی

آگے بھی اسی مثال کی توضیح کا اعادہ ہے۔

چوں بسرخی گشت پیموز زربال پس انا نادرست لافش بیزبال

ترجمہ۔ جب وہ (لوٹا) سرخی سے کان کے سونے کی طرح (لال) ہو گیا۔ تو زبان (قال) کے بغیر (محض زبان حال سے) یہ ادعا کرنے لگا کہ میں آگ ہوں۔

مطلب۔ وعدۃ الوجود کا مسئلہ چل رہا ہے۔ اس مسئلے کے تألین پر حق تعالیٰ کے ساتھ ذاتاً اپنی عینیت کے ادعا کا جو الزام لگایا جاتا ہے۔ اس کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ اور اس بیان میں حضرت حسین ابن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے قول انا الحق کو موضوع بحث بنایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ انا الحق کہہ دینا ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی صبیحہ اللہ کے رنگ میں ڈوب جانے کے بعد کہہ دے کہ ”مستم خم“ یعنی میں خود

کا مشکا ہوں۔ تو وہ مشکا تھوڑا ہی ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا۔ انا الحق کہنے کی ایک بدیہی مثال یہ ہے۔ جیسے ایک لوہا آگ میں لال ہو کر زبان حال سے انا النار کہنے لگتا ہے۔ تو کو آٹا و تاثیرات آتش کا منظر ہونے کے لحاظ سے اس کا یہ ادعا بالکل غلط نہیں ہے۔ تاہم وہ عین آتش بھی نہیں۔ نہ اس کا یہ دعوے ہے۔ اور نہ سامع کو اس کی عینیت کے مغالطے میں پڑنا چاہئے۔ شعر میں انا النار زبان عربی کہنے میں یہ رعایت مضمر ہے کہ اس کو بجا زبان بھی کلمہ انا الحق کی پوری نظیر دکھانا چاہتے ہیں۔

شہ زنگ و طبع آتش محبت شہ گویاؤں آتش من آتش

لغات۔ محبت شہ زنگ۔! شکوہ۔ بارعب۔ من آتش میں آگ ہوں انا النار کا ترجمہ ہے۔ ترجمہ۔ لوہا آگ کے زنگ اور طبعیت سے شہ زنگ بن گیا۔ (اس لئے) وہ (زبان حال سے) کہہ رہا ہے۔ میں آگ ہوں میں آگ ہوں۔

آتش من گرترا شکست وطن آزموں کنست را بہن زن

ترجمہ۔ میں آگ ہوں۔ اگر تم کو (میرے آگ ہوئے میں) شک (اور ظن ہے۔ تو آزمالو۔) اور مجھ پر (اپنا) ہاتھ رکھ (کر دیکھ) کو (اگر ہاتھ کو کیا ب نہ کر دیا تو کہنا) مطلب۔ اہل اللہ زبان حال فرماتے ہیں۔ کہ ہم مخلوق باخلاق اللہ میں۔ اگر تم کو شک ہے۔ تو ہم سے نسبت پیدا کر کے بخر کر لو۔ غنیمت رہے

بیا بگر در نیضے کہ آسجا تجلی ہست مشتاق تماشا

آتش من بر تو گرترا مشتہ رُوئے خود پر رُوئے من یکدم نہ

ترجمہ میں آگ ہوں اگر یہ بات تیرے نزدیک مشکوک ہے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے اپنا منہ مجھ پر رکھ کر دیکھ لے۔ حافظہ

زین آتش ہفتہ کہ در سینہ من ست خورشید شعلہ الیرت کہ در آسمان گرفت

آدمی چوں نور گیر داخدا ہست مسجود ملائک زاجتبا

لغات۔ سجدہ جس کے آگے سجدہ کیا جائے۔! اجتناب و برگزیدگی۔

ترجمہ۔ آدمی جب خداوند تعالیٰ سے نور حاصل کر لیتا ہے۔ تو (خداوند تعالیٰ کا) برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے (اس کا یہ رتبہ ہوتا ہے کہ) فرشتے اس کے آگے سجدہ کرنے لگتے ہیں۔

مطلب۔ مسجود ملائکہ ہونے سے! تو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ کا سجدہ کرنا مراد ہے۔

کہ جب ابوالہشہ کو سجدہ ہو گیا۔ تو ان کی اولاد بھی مثل سجدہ ہو گئی۔ یا یہ مراد ہے۔ کہ ملائکہ اس کے مطیع و زائبر ہو جاتے ہیں۔ غرض جب کوئی بندہ حق تعالیٰ سے اقتباس انوار کر لیتا ہے۔ تو چونکہ اس کے اندر بھی ایک اثر آ جاتا ہے۔ اور وہ ذات حق کا عین اصطلاحی ہو جاتا ہے۔ پس وہ بھی گویا مسجود ملائکہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ کے سجدہ کرنے کے متعلق اس زمانے میں بعض لوگ اس گمراہی میں مبتلا ہیں۔ کہ اس سے مریدوں کا اپنے پیروں کے لئے سجدہ تقطیعی کرنا جائز ہے۔ لہذا یہاں اس مسئلے پر روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ سجدہ کے معنی لغت میں تدبیل و خاکساری کے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں اس سے مراد بقصد عبادت زمین پر ہاتھ رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے۔ **وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ** (اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا کہ آدمؑ کے لئے سجدہ کرو۔ تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، تو اس کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں سجدہ سے کون سے معنی مقصود ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو یہاں سجدہ سے کے شرعی معنی مراد ہیں۔ یعنی سجدہ عبادت۔ اور وہ خاص اللہ تعالیٰ کے لئے مقصود ہے۔ مذکور آدمؑ کے لئے۔ اور آدم علیہ السلام کو صرف بقصد قبلہ سامنے رکھنے کا حکم ہوا تھا۔ جس سے ان کی عزت افزائی مقصود تھی۔ نیز یہ حکمت تھی کہ ملائکہ نے جو ان کی خلافت کی تجویز سن کر اس کے خلاف رائے ظاہر کی تھی۔ اب برعکس ان کو ان کی عظمت شان کا اعتراف کرنا پڑے۔ پس یہ شرعی اصطلاح کا تعبیر ہی سجدہ تھا۔ اور اللہ کے لئے تھا۔ آدمؑ صرف قبلہ تھے۔ جس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے۔ جو صحیح مسلم و سنن احمد میں مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السُّجْدَةَ اسْتَمَلَ الشَّيْطَانُ يَمِينِي وَيَقُولُ يَا وَيْلَهُ أَمَّا ابْنُ آدَمَ بِالسُّجْدَةِ فَهُوَ الْجَنَّةُ وَأَمَّا رَأْسُ السُّجْدَةِ فَهُوَ النَّارُ** یعنی جب کوئی فرزند آدم قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھتا ہے۔ پھر سجدہ کرتا ہے۔ تو شیطان الگ ہو کر روٹھتا ہے۔ اور کہتا ہے ہاے افسوس فرزند آدم کو سجدہ کا حکم ہوا۔ تو وہ سجدہ کر کے جنت کا حقدار ہو گیا۔ اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا۔ تو میں حکم عدولی کر کے دوزخ کا مستوجب ہوا۔ انتہی۔ چونکہ قرآن مجید کی آیات میں تمام سجدے تعبیری ہیں۔ اور قرآن مجید کو پڑھنے والا جب وہ تعبیری سجدہ کرتا ہے۔ تو شیطان حسرت سے کہتا ہے۔ اسی قسم کا سجدہ کرنے کا مجھے بھی حکم ہوا۔ جس کے نہ کرنے سے میں سزاوار نار ہو گیا۔ تو اس سے ظاہر ہے کہ ملائکہ اور ابلیس کو تعبیری سجدہ کا ہی حکم ہوا تھا جس کو نرسختہ بجالائے۔ اور شیطان نے انکار کر دیا

اس تقدیر پر آیت مذکور کے کلمہ **لَا دَمَ** میں حرف لام بمعنی الیٰ ہیں۔ جیسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس شعر میں یہ حرف الیٰ کے معنی میں ہے۔ جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح میں کہا ہے

اليس اَوَّلُ مَنْ صَلَّى لِقَبْلِكَ
وَأَعْرَفُ النَّاسِ بِالْقُرْآنِ بِالْمُسْنَدِ

یعنی کیا یہ صحیح نہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے تمہارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔ اور یہ تمام لوگوں سے بڑھ کر قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم ہیں۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا کہ اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدمؑ کی طرف رخ کر کے قبلہ کو سجدہ کرو اور آدمؑ کو ان ملائکہ پر سجدہ توبہ واجب ہونے کا سبب بنایا گیا۔ کیونکہ ان سجدہ ایک معترضہ گفتگو کی خطا ہو گئی تھی۔ اس صورت میں لام سببیت کے لئے ہوگا۔ جیسے **صَلَّى لِلدَّوْلَةِ الشَّامِيَّةِ** میں

ہے۔ جس کے معنی میں آفتاب کے ڈھل جانے سے نماز پڑھو۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا۔ کہ آدم (علیہ السلام کے معاملے) کے سبب سے اللہ کو سجدہ کر دو۔

یہ آیت مذکور میں سجدے کے لغوی معنی یعنی تذلل و خاکساری مراد ہیں جس سے تسلیم و تعظیم مقصود تھی۔ جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ بغوی نے کہا ہے۔ کہ یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ اور کہا اس میں چہرہ زمین پر نہیں رکھا جاتا تھا۔ صرف سر اور کمر خم کی جاتی تھی۔ جب دین اسلام آیا۔ تو یہ طریقہ تعظیم منسوخ اور باطل قرار پایا۔ اور اس کی بجائے سلام سنون مقرر ہوا (تفسیر منطہری) اس بحث سے ظاہر ہے۔ کہ اس زمانہ میں جو بعض کم علم و مبتدع لوگوں نے سجدہ تعظیمی کے جواز کا شور و غل مچا رکھا ہے۔ اور وہ اس پر ملائکہ کے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا واقعہ بطور دلیل پیش کیا کرتے ہیں۔ تو ان کا یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اگر وہ سجدہ تعبدی تھا۔ تو وہ اللہ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔ اور اگر تعظیمی تھا۔ تو وہ شرائع سابقہ کا ایک عمل تھا۔ جو شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو چکا۔ اب اس کا عامل مشرک و متبدع قرار پایا ہے۔ اگر یہ لوگ شرائع منسوخہ کے احکام پر عامل رہنا جائز سمجھتے ہیں۔ تو چاہئے۔ کہ بہت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا بھی جائز سمجھیں۔ جو ام سابقہ کا قبلہ تھا۔ یہود کے لئے و خنزیراہر سے مکمل کرنا جائز تھا۔ تو سب ہے کہ یہ اصحاب بھی اس جواز سے فائدہ اٹھایا کریں۔ ہاں تو اور بھیجئے۔ اگر سجدہ تعظیمی کی سنت آدم جابر اہل ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کے صلیبیہ بیٹے سیڈیوں کا باجم نکاح بھی ہو جاتا تھا۔ ذرا اس سنت پر بھی عمل کیجئے۔ اسی طرح صدائے مسائل ہیں۔ جو شرائع قدیمہ میں معمول بہا تھے۔ آج ان پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا۔ اگر ان پر عمل کرنے سے ان اصحاب کا یہ عذر ہے۔ کہ وہ ہماری شریعت میں منسوخ اور اس امت کے لئے ناجائز ہیں۔ تو پھر ان کو صرف سجدہ تعظیمی کے جواز کے لئے ام سابقہ کے نظائر پیش کرنے اور شرائع سابقہ سے استدلال کرنے سے بھی کچھ شرمانا چاہئے۔

نیز سجدہ کے کوچوں ملک رستہ باشد جانیش از طغیان و شک

ترجمہ (اور) فرشتوں کی طرح وہ لوگ بھی اس کے سامنے سجدہ کرنے لگتے ہیں۔ جن کی روح سرکش اور شک سے نجات پاگئی ہو۔

مطلب۔ انکار حق کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ ایک تو محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ اگرچہ حق کا یقین ہو۔ مگر نفسانی ضد اس کے اعتراف کے لئے سر تسلیم خم نہ کرنے دے۔ جیسے شیطان کا انکار ہے۔ اور جیسے بقول بعض اہل سیر فرعون کا انکار تھا۔ کہ وہ موسیٰ اور رب موسیٰ کی سچائی پر یقین ہونے کے باوجود محض تعصب و ضد سے اپنے کفر پر اٹھارہ۔ دوسری وجہ شک ہے۔ یعنی قبول حق سے کوئی نفسانی ضد یا ہٹ دھرمی مانع نہ ہو بلکہ اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ اس حق پر یقین ہی نہ آتا ہو۔ اور مختلف شکوک و شبہات اور دس ادس اس کے قبول سے مانع ہوں پس حق کو وہی قبول کر سکتا ہے۔ جو ان دونوں مانع سے پاک ہو۔ فرماتے ہیں۔ کہ جو بزرگ صغیر بصیرت اللہ ہو جاتا ہے۔ اس کی نہ صرف فرشتے تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ بلکہ بنی نوع بھی بشرطیکہ ان کے نفس میں کوئی امر مانع تعظیم نہ ہو۔ اس کے آگے سر اطاعت خم کر دیتے ہیں۔

یہاں چونکہ مولانا مہ فات و صفات میں گفتگو کرنے لگے تھے۔ اور حق سبحانہ کو آتش سے اور قلوب

فانی کو لوہے سے تشبیہ دے چکے تھے۔ لہذا متنبہ ہو کر زبانِ ملامت گر بطور ملامت فرماتے ہیں:-

آتش چہ آہنے چہ لبِ مہند ریش تشبیہ و مُشبہ بر محند

لغات - بر ریش کے خندیدن - کسی کی ہنسی اڑانا - ریشخند بھی آتا ہے - ترکیبِ بر حرف جار اپنے مجرور سے مؤخر واقع ہوا ہے - یعنی بر ریش تشبیہ و مشبہ۔

ترجمہ - کوئی آگ اور کہاں کا لوہا زفات حق کے بارے میں تشبیہ دینے کی گستاخی نہ کرو (خاموش رہو) جب تم خود تشبیہ کا ارتکاب کر رہے ہو تو پھر آئندہ (تشبیہ اور تشبیہ دینے والے کی ہنسی نہ اڑانا - چاہیہ)

چشمِ مشبہ ز جہاں تو کور عقل منزہ ز کمال تو دور
پاے در دریا مہنہ کم گوازاں بر لب دریا خموش کن لب گزاں

ترجمہ (ذات و صفات حق کے) دریا میں پاؤں نہ رکھو - اس بحث میں پڑو (بلکہ اس) دریا کے کنارے پر (حیرت سے اپنے) لب کاٹتے ہوئے (ادب کے ساتھ) خاموش کھڑے رہو - امیر خسرو سے

کہنہ حق ز سد عارف ارچہ دانندہ است آسمانِ نیر و جعفر ارچہ طیارست
یہ ارغنانِ ادب در کشم دریں میدان کہ نہ فرار تشبیشِ بپاے رہوارست

گرچہ صدیچوں مہن نذر دتابِ بحر لیک من نشکیم از غرقابِ بحر

ترجمہ اگرچہ (آپ کا ارشاد بجا ہے - اور میری تو کیا بساط ہے) مجھ ایسے سینکڑوں تیرا کوں (کو بھی اس) دریا (میں پاؤں رکھنے) کی تاب نہیں - لیکن (کیا کروں مجبوری ہے) تجھے دریا میں غرق ہوئے بدون صبر نہیں آتا - صائب سے

از طوفانِ حوادث عاشقانِ امانیت پرور نیند زیندہ نگ پرول از آشفتنِ دریا

مطلب - ادبِ واضح کی زبان سے کہا تھا - کہ معاملہ الہی میں لب کشائیِ زیبا نہیں - خاموش رہو - یہاں مخاطب کی زبان سے بطور عند جواب دیتے ہیں - کہ میں اس معاملہ میں مجبور ہوں - مجھ سے خاموش رہنا نہیں جاتا -

جان و عقل مہنِ فداے بحر باد خونہائے عقل و جانِ ایں بحرِ داد

لغات خون بہا - وہ معاوضہ خون جو قاتل کی طرف سے مقتول کے وارثوں کو نقد یا مال کی صورت میں پیش کیا جائے - عربی میں اس کو دیت کہتے ہیں (کبسر مال و نفع یا د) -

ترجمہ (اگر) میری جان اور عقل (بھی) اس دریا سے (ذکر ذات و صفات) بر سے قربان ہو جائے (تو کچھ پروا نہیں کیونکہ) اسی دریا نے میری عقل و جان کے خون کا معاوضہ (دولتِ عرفان کی صورت میں مجھے) عطا کر دیا ہے -

تاکہ ایمیم سردار نم درو چوں نما ند پاچو بطا نم درو

لیغات - رانم - صیغہ واحد متکلم فعل مضارع از رانن ؛ نکلتا - چلانا - بطاات جمع بطاط -
ترجمہ - جب تک میرا پاؤں چلتا رہے گا - تو میں اس دریا میں گھستا چلا جاؤں گا - جب پاؤں
(میں زور) نہ رہے (تو پھر) میں لٹخوں کی طرح ہوں (کہ اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دیتا ہوں
کہ وہ جدھر چاہے مجھے بہائے لئے جائے) -

مطلب - اس ہجریاں میں تیرا کی اور غواہی کی طاعت جب تک رہے گی - تو میں صبر و تحمل سے کام لوں گا
اور جب حالت ضبط و اختیار سے باہر ہو گئی - تو پھر تفویض محض اختیار کروں گا - کما قیل -

ماکار غوش را بحسد ادبہ کار ساز
بسرہ ایم تاکرم او چا کند
جب مولانا نے ذات و صفات حق کو دریا سے اور اس میں بحث کرتے ہوئے دریا میں گھسنے سے تشبیہ دی - تو ظاہر ہو
کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کہ ممکن تھا کہ ذات حق کو دریا سے تشبیہ دینا ضروری ہے ادبی ہے - اس کے
جواب میں بطور دفع و خل مقدر فرماتے ہیں - کہ بے شک یہ ایک طرح کی بے ادبی سی - مگر جو شخص اس دریا
میں گھٹتا ہے وہ حاضر ہے - اور جو الگ رہتا ہے وہ غائب - سہ حاضر گزیرنی الجھتا ہے ادب بھی ہو - یعنی اتفاقاً غلبہ
حال میں اس سے کوئی گستاخی نہ ہو جائے - تو بھی وہ غائب سے اچھا ہے - چنانچہ ارشاد ہے -

بے ادب حاضر غائب شرت حلقہ گر چہ کر شود نے بردہ ست

ترجمہ - بے ادب حاضر غائب سے بدرجہا اچھا ہے کہ اس کو شرف حضوری تو حاصل
ہے (دیکھو) دروازے کی زنجیر اگر کھینچی بھی ہو - تو کیا وہ در پر موجود (ہونے کی فضیلت سے
بہرہ ور) نہیں (پس لا محالہ وہ ایسے سیدھے لوہے سے اچھی ہے جس کو در تک رسائی
نہیں) -

مطلب - جو شخص دولت معیت اور شرف حضوری سے بہرہ مند ہے - اس سے خلاف ادب کچھ تصور
سزا دہنا بھی ممکن ہے - اور جو شخص اس دولت و شرف سے بے بہرہ ہے - اس سے یہ تصور کہاں سزا دہنا
ہے - بے ادبی کا تصور وار قرب و حضوری سے متمتع تو ہے - پس اس بے تصور سے یہ تصور وار بہرہ وار درجہ افضل
ہے - آگے مولانا اس دریائے وحدت کی طرف رسائی پیدا کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں - جو تعلق شیخ ہے -
چنانچہ ارشاد ہے -

اے تن آلودہ بگردِ حوض گرد پاک کے گردِ برونِ حوضِ مر

ترجمہ - اے (آلایش عصیاں سے اپنے) وجود کو آلودہ رکھنے والے ! حوض (یعنی سیر طہرت)
کے پاس آمدورفت رکھ (جو تیری اس آلایش کو دھو ڈالے) - بھلا حوض سے باہر رہتے والا
آدمی کب پاک ہو سکتا ہے ؟ جامی رو ہے

سائنسی رو سے بدیا دلے نبوت از گوہر دل حاصلے

پاک کو از حوض مجبور و فتاد اور طہر خویش ہم دور افتاد

ترجمہ - پاک آدمی بھی جب حوض سے (دور) دور رہے۔ (کہ اس کے پاس کبھی بھی نہ جائے) تو وہ اپنی پاکیزگی سے بھی دور رہے گا۔

مطلب - پاک و با طہارت آدمی کا نجاسات حقیقہ و صکیہ سے بار بار ناپاک ہونا ممکن بلکہ ضروری ہے۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے حوض سے کیونکر مستغنی رہ سکتا ہے مستغنی رہے گا۔ تو ناپاک بھی رہے گا۔ اسی طرح مرید، وحالی پاکیزگی کے حاصل ہونے اور اپنے قلب و روح پر آثار فیض نمایاں ہو جانے کے بعد بھی پیر کی صحبت کا محتاج ہے۔ جانی نہ گم کن نفس از صحبت عینے نفساں لقا نفس عزیزست غنیمت دارش

یہ شبہ کہ جس طرح عوام کو پاک ہونے کے باوجود پھر ناپاک ہونے کا خطرہ ہے۔ حوض یعنی شیخ اس خطرے سے کیونکر محفوظ ہے۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

پاکي ايس حوض بے پايان بود پاکي اجسام کم ميسراں بود

ترجمہ - اس حوض (یعنی شیخ) کی پاکیزگی بے پایاں ہے (اس لئے زائل نہیں ہوتی)۔ کہ ایک دریائے ناپید کنار نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے عام جسموں کی پاکیزگی کم مقدار ہے (اس لئے ان پر نجاست غالب آ سکتی ہے) سعدی ۵

دریاے فراوان نشد دیرہ بدستگ عارف کہ بر خجرتک آب ست ہنوز

زانکہ دل حوضے است لیکن دریں سوعے دریا راہ نہاں دارد ایں

ترجمہ کیونکہ (شیخ کا) دل (گو نظر) ایک (محدود) حوض ہے لیکن خفیہ طور پر یہ (حوض اپنے اندر) دریائے (احدیت) کی طرف ایک پھیلی ہوئی رکھتا ہے۔

مطلب جس طرح ایک چشمہ دار جھیل جو اندرون ارض کے بے پایاں پانی سے مدد پاتی ہے۔ اور اس نئی نالی بھرتی ہے۔ اپنی غیر محدود پانی کے سبب کسی قسم کی آئینش سے متغیر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح چونکہ شیخ کمال کے دل کا تعلق حق سبحانہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ظاہری و باطنی نجاسات سے متغیر نہیں ہو سکتا۔

سعدی ۵

چرخش لغت بہلول فرخندہ خوسے چو گزشت بر عارف جنگو
گرای مدعی دوست بشناختے بہ پیکار دشمن پیرداختے

پاکي محدود تو خواهد بود ورنہ اندر خراج کم گرو عدد

ترجمہ (اے مرید) تیری محدود پاکیزگی (مرشد سے) مدد چاہتی ہے، ورنہ (خوف ہے کہ یہ پاکیزگی کم ہوتی ہوئی بالکل نابود ہو جائے۔ جس طرح کوئی گنتی (کی چیز) خراج ہوتی ہوئی کم ہو جاتی ہے۔

مطلب۔ اوپر کی بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ مردہ مرشد کے فیضان کا ہیستہ محتاج ہے۔ کیونکہ مرشد کی پاکی غیر محدود ہے۔ اور مردہ کی پاکی محدود۔ محدود پاکی غیر محدود پاکی کی مدد سے ناقابل تغیر بن جاتی ہے۔ حافظہ سے بندہ پر خرابا تم کو لطفش دائم ست در نہ لطف شیخ روز ابد گاہ بہت و گاہ نیست

تمثیل در بیان خواندن آب آلودگاں را بیانی

پانی کے آلودگان نجاست کو پاکی کی طرف بلانے کی مثال

آگ گفت آلودہ را در من شتاب گفت آلودہ کہ ارم شرم ز آب

ترجمہ۔ ایک آلودہ نجاست کو پانی نے کہا میرے اندر چلے آؤ۔ (تا کہ تم نجاست سے پاک ہو جاؤ) آلودہ (نجاست) نے عذر کیا کہ مجھے تو پانی سے شرم آتی ہے (کہ میں ناپاک اس پاک کے اندر داخل ہو کر اسے بھی ناپاک کر دوں) حافظہ

شرم از خرقہ آلودہ خود سے آید کہ ہر بارہ دو صد شعبہ آراستہ ام

گفت آب میں شرم میں کے و بے میں آلودہ زائل کے شود

ترجمہ۔ پانی نے کہا یہ شرم مجھ بدوں کیونکہ جاسکتی ہے۔ یہ آلودگی میرے بغیر کیونکر دور ہو سکتی ہے۔

مطلب۔ اگر تم کو اپنے گناہوں سے شرم آتی ہے۔ اور گناہوں کو دور کر کے شرم و خجلت سے نجات پانا چاہتے ہو۔ تو اس کی تدبیر یہی ہے کہ مجھ میں داخل ہو کر پاک ہو جاؤ۔ اس تمثیل کو اقبل کے ساتھ مربوط کرنے کی دو توجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا تعلق "اسے تن آلودہ بگرد حوض گرد" کے ساتھ ہو۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کچھ کو اپنی آلودگی کے باعث حوض کے اندر داخل ہونے سے شرم نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ پانی آلودہ نجاست کو بلاتا ہے۔ اور پھر اس کے عذر پر یوں دوبارہ اصرار کرتا ہے۔ دوسری توجہ یہ کہ اس کا تعلق "پاکی محو و تو خدا ہر مدو سے ہو۔ اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ دریا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے کچھ محبوب نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ پانی خود دعوت دے رہا ہے کہ میرے اندر آؤ۔ دوسری توجہ معنی کے ساتھ زیادہ اتر ہے (در پہلی الفاظ کے ساتھ دھکیں)

ز آب ہر آلودہ گر نہاں شود الحیاء یمتہ الایمان بود

ترجمہ۔ اگر ہر آلودہ (نجاست بقا صاف شرم یوں) پانی سے چھپنے لگے۔ تو حیا (بجواسے حدیث دلیل ایمان نہیں بلکہ ایمان ہوگی)۔

مطلب۔ حیا و شرم دراصل ایک اچھی خصلت ہے۔ جو انسان کو گناہوں اور بُرے کاموں پر نائل ہونے سے روکتی ہے۔

پردہ جمعیت خاطر بود صاحب حیا بد نہ بنید تا نظر بر پشت پاوار دے
اسی لئے احادیث کثیرہ میں حیا کی تعریف آئی ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ابن عمر رضی سے مروی ہے۔ اَلْحَيَاءُ مِنْ
اَلْاِيْمَانِ حَيَا اِيْمَانِ كِي قَبْلِ سَے ہے۔ اور مسلم و ابوداؤد کی روایت ہے۔ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلِّهِ۔ حیا ساری
کی ساری بھلائی ہے۔ اور ترمذی وغیرہ کی روایت ہے۔ اَلْحَيَاءُ وَالْعَمَلُ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِيْمَانِ۔
حیا اور کمال گوی ایمان کے دو شعبے ہیں۔ اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اَلْحَيَاءُ وَالْاِيْمَانُ
فِي قَوْصٍ قَدْ اَسْلَبَ اَحَدُهُمَا تَبِعَهُ الْاُخَرُ۔ یعنی حیا اور ایمان باہمی رفاقت میں ہیں جب
ان میں سے ایک کو سلب کیا جائے تو اس کے ساتھ دوسرا بھی چلا جاتا ہے (جامع صغیر سیوطی رحمہ)

مگر عرف عام میں ایک اور خاص قسم کی عادت کو بھی شرم و حیا کہہ دیتے ہیں۔ جو دراصل کوئی فضیلت
نہیں۔ بلکہ وہ نفس کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے۔ اور نفس کے عیوب میں داخل ہے۔ جس کو جھجک یا رکاوٹ
یا اہم کہتے ہیں۔ اس کا منشا یہ ہے۔ کہ نفس کی کمزوری کے سبب سے کوئی نیک کام کرتے بھی طبیعت محبوب
ہوتی تو اس قسم کی شرم کو عوام بھی مذموم سمجھتے ہیں چنانچہ مشہور مقولہ ہے کہ جس نے کی شرم اسکے پھوٹے گرم ہاسکایہ مطلب نہیں کو حیا کے محمود باعث
ہوتی تو۔ بلکہ اس حیا کے مذموم اثر ہوئی چھوٹی حیا والے شخص میں نہ شجاعت ہوتی تو نہ حق کی جرات۔ نہ انہماک صداقت کی ہمت۔ نہ معاملات
کو سلجھانے کی لیاقت۔ لہذا اس کی پرہیزی میں کیا کلام ہے۔ ایک اور مقولہ مشہور ہے۔ جس میں حیا کی دونوں
قسموں یعنی محمود اور مذموم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں۔ کہ ایک شرم جنت کو لے جائے۔
اور ایک شرم جہنم کو لے جائے۔ جس میں پہلی حیا سے وہ قسم مراد ہے۔ جو شعبہ ایمان ہے۔ اور دوسری حیا
سے وہ مراد ہے۔ جو فرائض و واجبات اور دیگر نیک کام کرتے وقت دامنگیر ہو کر مانع فعل خیر ہو جاتی ہے۔
اور جس کو موجب پرہیزی کہا گیا ہے۔ ہمارے ایک دوست نے بیان کیا۔ کہ ایک شخص نہایت خوشحال باادلا جس
کے بیٹے پوتے پڑوتے تک سامنے موجود۔ مگر اس پرانہ سالی میں نماز و روزے کا نام نہیں۔ اس کو کہا گیا بڑے
سیال اللہ تعالیٰ نے تم کو تمام مرادوں سے بہرہ مند کیا ہے۔ اس کا شکر لازم ہے۔ اب عمر بھی انتہا کو پہنچ گئی۔ نماز
پڑھا کرو۔ وہ بولا حضرت جی! بے شک نماز فرض ہے۔ مگر پرہیزی سے ساری عمر نماز پڑھنے کا موقع نہیں آیا۔ تو مرتے
دم لٹے سیدھے ہوتے شرم آتی ہے۔ استغفر اللہ لى و اعوذ به من شر الشيطان۔

شعر مذکور مولانا کا مقولہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مرشد سے تعلق پیدا کرنے میں اگر شرم مانع ہے
تو یہ حیا کے محمود نہیں بلکہ حیا کے مذموم ہے۔ کیونکہ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی کو جسم و جامہ پاک کرتے شرم
آتی ہو۔ اور جسم و جامہ کی پاکی بغیر اے حدیث الطہور و منظر الايمان۔ ایمان کا ایک حصہ ہے۔ تو جو شخص
پاکی سے کنارہ کش ہے۔ وہ گویا فی الجملہ ایمان سے دست بردار ہے۔ پھر جو حیا ایمان سے دست برداری کی موجب
ہو۔ وہ حیا کے محمود کی قبیل سے کیونکر ہو سکتی ہے۔ جو ایمان کا شعبہ ہے۔ بلکہ حیا کے مذموم کی قسم سے ہے۔ جس پر
الحیاء من الايمان کی بجائے الحیا و مینع الايمان کا قول صادق آتا ہے۔ اسی طرح مرشد سے استغناء
کرتے ہوئے محبوب ہونے والے کے متعلق قیاس کر لو۔ کہ وہ سعادت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

دل ز پایہ حوض تن گلناک شد تن ز آب حوض و لہا پاک شد

لغات۔ پایہ۔ درجہ۔ زینہ۔ گلناک۔ آلودہ خاک۔ مکدر۔ گدلا۔

ترجمہ۔ دل حوض بدن کے درجے پر آئے) سے مکمل ہو گیا۔ اور بدن دلوں کے حوض سے پاک ہو گیا۔

مطلب۔ ہمارے بدن کے اندر دو طرح کے حوض ہیں۔ ایک حوض بدن دوسرا حوض قلب یعنی ایک سید و ذوال دوسرا سید و فضائل۔ حوض بدن بالکل مکمل ہے۔ اور اس کے ساتھ قلب بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ صائب ۵ خیرت آساں در بدن باز مضافاتن جنگ آزمائینہ بروں در تہ گل شکست اور حوض دل اس قدر صاف و شفاف ہے کہ وہ بدن کو بھی پاک و صاف کر سکتا ہے۔ صائب ۶ شد جہاں پر نور تا دل را مصفا سا ختم خاک یوسف زار شد تا سینه را پر دو ختم

گرد پایہ حوض دل گرواے سپر ہاں ز پایہ حوض تن میکن حذر ترجمہ۔ اے عزیز حوض دل کے زینے کی طرف آمد و رفت رکھو۔ خبر از حوض بدن کے زینے سے بچتے رہو۔

مطلب۔ اخلاق حمیدہ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اخلاق ذمیدہ نہ بچو۔ روح اور روحانیت کی طرف متوجہ رہو۔ کہ سب و فضائل ہے۔ اور جسم و حیوانیت کے اہتمام کی پروا نہ کرو جو سید و ذائل ہے۔ صائب ۷

یک بار ہم از چہرہ جاں گرد بفتشاں تا چند توان داد صفا فائدتن را

بحر تن بر بحر دل بر ہم زناں در میاں شاں بزرگ لایعنیان

ترجمہ۔ دریائے بدن دریائے قلب سے ٹکراتا ہوا دریا چل رہا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے کہ (اس کی وجہ سے) یہ دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے۔

مطلب۔ اخلاق حمیدہ اور اخلاق ذمیدہ دونوں کے مبادی خود انسان کے اندر موجود ہیں۔ جن کے درمیان نہایت لطیف تفاوت ہے جس کا ادراک نہایت مشکل ہے۔ اس کا ادراک اخلاق کا وہ اعداد ال حقیقی ہے جس پر علما بقول علما سے اخلاق دنیا کی پلصراط ہے۔ کہ جس سے ذرا ادھر اوھر ہونا افراط یا تفریط کے جہنم میں جا گرنے کا باعث ہے۔ اس تفاوت کا ادراک بہت بڑے مبصر کا کام ہے۔ جو ہر بات کے متعلق یہ محسوس کر سکے کہ یہ اقتضا سے نفس ہے یا اقتضا سے قلب ہے۔ مثلاً یہ کہ کوئی خوبصورت لڑکا یا عورت نظر آگئی۔ جو دل کو بھلی معلوم ہوئی۔ تو اب یہ سمجھ لینا کہ اس کا دل کو بھلا لگنا اس کے منظر جمال حق ہونے کے باعث ہے یا کید نفس سے نہایت مشکل ہے۔ اس میں بڑی بصیرت کی ضرورت ہے پس اگر خود اپنے اندر ایسی بصیرت نہ ہو۔ تو پھر اپنے آپ کو کسی مبصر کے سپرد کر دینا چاہئے۔ اور اس معاملے میں صرف اس کے ارشاد پر عمل کیا جائے۔ اپنی رائے اور تجویز کو ہرگز دخل نہ دیا جائے۔ آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں۔

گرتو باشی رازت و رباشی تو کثر پیشترے غزبد و واپس مغز

لغات - غزبن - گھٹنوں کے بل چلنا۔ غزاس سے ارہ ہے۔ بدو۔ باواس کی طرف اد کی منیرا جع بوجھ دل ہے۔ اور یہ جار و مجرد متعلق ہے مے غز کے۔

ترجمہ - اگر تم (ادب سے) سیدھے چلتے ہو یا (بے ادبی سے) ٹیڑھے (بہر کیف جس طرح بھی چل سکو خواہ) گھٹنوں کے بل (ہی چلو) اس (حوض) کی طرف آگے ہی چلتے رہو۔ واپس نہ ہٹو۔

مطلب - پیچھے کہا تھا۔ کہ بے ادب حاضر زمانہ خوشترست“ یعنی اگر اضطراب کوئی حرکت خلافت ادب سرزد ہو جائے۔ تو اس کا نتیجہ نہ ہونا چاہئے۔ کہ تارک حضور ہی ہو جائے۔ پھر اس کے بعد سلسلہ کلام کہیں سے کہیں چلا گیا تھا۔ اب پھر فرماتے ہیں۔ کہ اگر اضطراب اور سہواً اور بغلیہ حال کوئی امر خلافت ادب سرزد ہو جائے۔ تو یہی منازل کمال کے طے کرنے میں توقف نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ جو قدم پڑے۔ آگے ہی پڑنا چاہئے۔ پیچھے نہ ہٹو۔ سعدی رحمہ

قدم پیش نہ کر ملک بگدزی کہ گربازی زد و کستری
پیش شاہاں گر خطر باشد بجا
ترجمہ - اگرچہ بادشاہوں کے سامنے (جانا) جان کے لئے خطرہ ہے۔ مگر عالی ہمت لوگ پیش ہوئے بدون صبر نہیں کر سکتے۔ سعدی رحمہ

رفیق نہ تو اتم کہ دیدہ بر بندم گراز مقابلہ بینم کہ تیرے آید
شاہ چوں شیریں تر از شکر بود
ترجمہ - جب بادشاہ (کا قرب) شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوتا ہے۔ (تو) اگر اس کے قرب کی طلب میں (جان شیریں بھی جاتی رہے۔ تو اچھا ہے۔ صاحب ہے

نیست غیر از مرگ ساحل مور شہد افتادہ را برگرفت دل اذان شیریں شامل شکل دست
اے ملامت کو سلامت مر ترا
وے سلامت جو توئی واہی العرا

لغات - ملامت گو عاشق کو اس کے عشق پر ملامت کرنے والا۔ ناصح۔ داعظ۔ واہی سست۔ عری۔ دستاویزات۔ جمع عودہ۔ واہی العری سست اور کمزور دستاویزوں والا۔ جس کے دعوت کے دلائل کمزور ہوں۔ جس کا سامان نجات ناقابل اعتماد ہو۔ یہ لفظ اکثر سنچوں میں درج ہے۔ مگر ہمارے نسخے میں اس مصرعہ کے الفاظ یوں ہیں ۛ وے سلامت جو رہا کن تو مرا ۛ مگر کثرت روایت اس نسخے کو اختیار کرنے کی مؤید ہوئی۔

ترجمہ - اے ملامت کرنے والے (ناصر) جو مجھے عشق سے سلامت رہنے کی ہدایت کر

رہا ہے (سلامتی کبھی کو (سبارک ہو) اور اے سلامتی تلاش کرنے والے تو ایک ضعیف دستاویز والا ہے (تیرا دعویٰ ناقابل اعتماد ہے) حافظہ ۵

نصیحت چمکنی اٹھا تو میدان کی کہ من نہ معتقد مرد عافیت جویم
مطلب - عروہ دہل کا تھ سے تھانے کی چیز کو کہتے ہیں۔ اگر کوئی ڈوبے وقت بچنے کے لئے کسی وغیرہ کسی چیز کو تھام لے۔ وہ بھی عروہ ہے۔ فرماتے ہیں۔ اے صبح یہ قلت اعتماد اور ضعف اعتقاد تمہارا ہی حصہ ہے۔ کہ اڈنے سے اتلا پر محبوب حقیقی کو چھوڑ دینا گوارا کرتے ہو۔ ہم اس میدان سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم جو عشق بلا آگیز سے بچنے کے لئے حزم و احتیاط سے کام لیتے ہو۔ تو شاید تم کو یہ گمان ہوگا کہ یہ ہماری نجات کا وسیلہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ وسیلہ نہایت بودا ہے۔ کہ مطلوب حقیقی سے دور رکھتا ہے اور اس سے دور رہنے میں نجات کہاں۔ عرفیہ ۵

مردن دفا کے شدن بہتر کر بے تو زیستن
سوفتن خوشتر سے کز روستے تو گردم جارا
دوسرے نسخے یعنی روستے سلامت جو رہا کن تو مرا کی صورت میں یہ مطلب ہے۔ کہ اے صبح مشفق تم جو مجھ کو گرداب عشق سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جاؤ تم ساحل سلامتی پر جا پہنچو۔ مجھے اسی گرداب میں رہنے دو۔ حافظہ ۵

عشقت نہ سرسری است کہ از سر بدر شود
بہرست نہ عافیت است کہ جاے دگر شود
جان من کو رہ است و آتش خوش است
کورہ را پس کہ خانہ آتش است
لغات - کورہ - آتش دان - لوہاروں کی بھٹی - ویران و خراب کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ اگلے شعر میں یہ لفظ سی سے متعلیٰ ہوگا۔ بس - کافی -

ترجمہ - میری جان تو بھٹی ہے (جواگ کے لئے بنی ہے) اور (اس لئے وہ عشق کی) آگ ہی کے ساتھ خوش ہے (کہ جس چیز کے لئے بنی ہے وہ اس میں موجود رہے) بھٹی کو یہی (مراد) کافی ہے۔ کہ وہ آگ سے لبریز ہے۔ حضرت جانان مظہر الشہید قدس سرہ سے
ز عشق او دہانے کے تسلی سے شوم مظہر
کہ غرقِ سوفتن چوں شعلہ بجوا ہم سراپارا
سعدی ۵

اگر عاشقی خواہی آموختن
کبشتن فرج یابی از سوفتن
ہمچو کورہ عشق را سوزیدے نرست
ہر کہ اوزیں کورہ باشد کوئے نرست
لغات - کوئے - بوقوت - احمق - کمینہ - ناہل -
ترجمہ - بھٹی کی طرح عشق کا کام تو جلا دینا ہے۔ جو شخص اس سے بے بہرہ ہے وہ ناہل ہے۔ نظای ۵

کسے کہ عشق خالی شد منورہ است
گرش صد جان بود بے عشق مردہ است
نرسوز عشق بہتر در جہاں پیوست
کہ بے او گل نختہ پیدابر نگر پیوست

برگ بے برگی تراچوں برگ شد جان باقی یافتی و مرگ شد

لغات - برگ - سامان - بے برگی - بے سامانی - شد - پہلے مصرعہ میں فعل ناقص اور دوسرے مصرعہ میں
بمعے رفت فعل تام ہے -

ترجمہ - جب بے سامانی کا سامان تیرا سامان بن گیا - تو تجھے ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی مل
گئی اور موت جانی رہی -

مطلب - جب آتش عشق تن میں کو چھو تک کر فنا اور بے سامان کر دیتی ہے - تو اس فنا سے بقاء
تام اور ہستی دوام حاصل ہو جاتی ہے - اور موت رفو چکر ہوتی ہے - جامی ۷۷
در بحر کبریاے تو آنکس کہ شد فنا چوں خضر راہ بردہ بسر حقیقۂ حیات
حافظ ۷۷

برگزینہ و آنکہ دلش زندہ شد بعینت
چوں ترا غم شادی افزودن گرفت
ثبت است بر جدیدہ عالم دوام
روضہ جانت گل و سوسن گرفت

ترکیب - غم افزودن کا فاعل ہے - اور شادی اس کا مفعول ہے -
ترجمہ - جب غم تمہاری خوشی بڑھانے لگے - تو تمہاری روح کے باغ میں (علوم و معارف کے)
گل و سوسن پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے -
مطلب - غم عشق جاگزا نہیں بلکہ جاں افزا ہے - اس غم پر سینکڑوں خوشیاں قربان ہیں - یہ غم روحانی
ترقی کا باعث بھی ہے - سعدی ۷۷

غنے خور کو بنا دی اے بے اندازہ انجام
اسنچہ خوف دیگر اے امن بست
چو سب قیلاں مرد و نبال آں شادی کہ غم گرد
بطوقی و بحر و مرغ خانہ مست

ترجمہ - جو چیز دوسروں کے لئے خوف کا باعث ہے - وہ تیرے لئے (موجب) امن ہو
(دیکھو) بطح ذریعہ قوت پائی ہے اور خانگی مرغ اودھ موا (ہو جاتا ہے)
مطلب - غم عشق سے لوگ ڈرتے ہیں - مگر تمہارے لئے وہ باعث امن ہے جس کی مثال دریا ہے کہ دوسرے
تمام پرندے اس میں تیرے سے عاجز ہیں - مگر بطح کے لئے دریا میں تیرا مین راحت ہے - حافظ ۷۷
و آرزوے آنکہ رسد دل براحتے جاں در درون سینہ غم عشق ادھاد

باز دیوانہ شد من اے طبیب باز سودائی شد من اے حبیب

ترجمہ - اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہو گیا - اے دوست! میں پھر سودائی ہو گیا - نعمت خاں
مالی غفر لاہ

باز آمد دست بر سر دیوانگی دلم تا آخر بہار بہ بنیم چہ سے شود

دکھاتیل ہے

پھر پریش جراحِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نکداں کئے ہوئے

دکھدا ہے

دل میں اک درخشاں آنکھوں میں آنسو بھرے
بیٹھے بیٹھے خدا جانے یہ کیا یاد آیا
حلقہاے سلسلہ تو ذوقِ فنون
ہر یکے حلقہ وہ دیگر جنوں

لغات سلسلہ زنجیر - ذوقِ فنون - عجائبات سے پُر - دیگر - نئی قسم کا -
ترجمہ (اور کیوں نہ ہو میں) تیری (جس ازنجیر میں جکڑا ہوا ہوں اس) کے حلقے عجائبات سے پُر ہیں
(اس کا) ایک ایک حلقہ نئے سے نئے جنوں کو ابھارتا ہے - دکھاتیل ہے
کشیدہ مہم زنجیوں ساغرے کہ ہوش نامد و اگر معاملہ باپیر سے فروش نامد

واوہر حلقہ فنون دیگرست پس مرا ہر دم جنون دیگرست
ترجمہ (اس زنجیر جنوں کی) ہر کڑی کا اثر مختلف اقسام کا ہے جیسا تو مجھے ہر لحظہ نئی قسم کا
جنون (عارض) ہے غنی ہے

آتشِ داغ جنوں از سنگِ طفلان میکشند یک نفس غافل نینداز کار خود دیوانہ

پس جنوں با شوقِ دل میں شعل
خاصہ در زنجیر اس میر اجل
ترجمہ - جیسا تو پیش مشور ہے کہ لِّلْجُنُونِ فَنُونٌ (دیوانگی کی بہت سی
اقسام ہیں) بالخصوص اس بڑی سرکار کی زنجیر (عشق) میں (مقید ہو کر تو ایسا ہونا
ہی چاہیے)

آنچناں دیوانگی بگست بند کہ ہمہ دیوانگیاں پندم و ہند
ترجمہ (میراجوش) جنوں اس طرح زنجیر توڑنے پر آجاتا ہے کہ (میری) دیوانگی کو دیکھ کر
دوسرے دیوانے بھی مجھے (دیوانگی کی نصیحت کرنے لگتے ہیں) کہ میاں! اس قدر سنجودی کی
حرکات نہ کرو)

مطلب - ہمہ دیوانگیاں سے یا تو دنیا کے متوالے مراد ہیں - یعنی دنیا دار لوگ میرے جنوں عشق کو دیکھ
کر مجھے نصیحتیں کرنے لگتے ہیں - یا دوسرے عاشقان الہی مراد ہیں - جو ابھی اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچے - اس
لئے وہ اس کی حرکات جنوں کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے اور اس کو منع کرتے ہیں - مگر یہ کہتا ہے کہ تم
لوگ ابھی کتب عشق کے اسجد خواں ہو - اس منزل کی تم کو کیا خبر؟ صاحب سے

شہ از داستانِ عشقِ شور انگیز راست

اس حکایت ہمارے از فرما دو شیریں کردہ اند

چونکہ دریش عوام آتش فتاد بند کروزندش نرندان المراد
ترجمہ - چونکہ (ان کی تقریروں سے) عام (علما و مشائخ) لوگوں کی وارھیاں جلنے
پھلنے لگی تھیں۔ اس لئے (حکومت وقت نے مصلحتاً) حضرت ذوالنون کو قید خانے میں
بھیج دیا۔ یہی (ان لوگوں کا) مقصد تھا۔ صائبؒ

بگینا ہی کم گنا ہے نیست درد یوانشا
یوسف از پاکی داناں خود نرندان سرود
نوٹ - یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ذوالنون نے ایسی تقریریں کیوں کیں۔ جن سے
شورش پیدا ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ فرمایا ہے۔ آگے اس کا جواب
دیے ہیں۔

نیست اسکان واکشیدن اہلجام گرچہ زین رتنگ مے آیند عام
ترجمہ - (حق پرستوں کے لئے اظہار حق کے) اس رجز بے کے لگام کو روکنا ممکن
نہیں۔ اگرچہ عوام (ان کے) اس مسلک سے تنگ آ کر آمادہ فساد ہی ہو جائیں۔
کما تیلؒ

چوں تیر بیچہ زکمان گفتگوئے حق
مصور را بد آرکشیدن پہ فائدہ
سعدیؒ

رسائیدن امر حق طاعت است
نرندان نترسم کہ یک ساعت است
دید ایں شاہاں ز عامہ خوف جا
کیں گبرہ کو رند و عامہ بے نشا
ترجمہ - ان (اقلیم عرفان کے) بادشاہوں (کے خلاف فتنہ و شورش برپا ہو جانا تو
اونے بات ہے بلکہ ان کو عوام کی طرف سے اپنی جان کا بھی خطرہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ
یہ لوگ ان کے مراتب کو سمجھنے سے اندھے ہیں اور یہ (معرفت کے) بادشاہ (کلمات کی) کوئی
(ظاہری) نشانی نہیں رکھتے (پھر بھی وہ اظہار حق سے نہیں رکتے) صائبؒ
زچہ سجن حق نقاب بردارد زوار ہر کہ چو منصور کرد منبر را

حکم چوں بردست رندان اوفتا
لاجرم ذوالنوں نرنداں اوفتا
ترجمہ چونکہ (اس معاملے کا) فیصلہ نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ اس لئے (عدالت کے
حکم سے) حضرت ذوالنون قید خانے پہنچ گئے۔ حافظؒ

شہر زاغ وزغن زیبا سے صید و قید نیست
کایں کرامت ہمرہ شہباز و شاہیں کردہ اند
یک سوارہ میر و دشاہ عظیم
در کف طفلان چنیں و ریتیم

لغات - یک سوارہ - یک دھنسا سوار کیا ہوا - اگلے زمانے میں مجرموں کو گدھے وغیرہ کی ذلت خیز سواری پر بٹھا کر لے جاتے تھے۔ یہاں وہی مراد ہے۔ در کف طفلان مجنوں و دیوانہ کو اطفال کے ساتھ خالصتاً ہوتا ہے۔ جو عموماً اس کو چھڑتے چڑاتے کھاتے اور اس پر اینٹ - پتھر پھینکتے ہیں۔ یہاں ذوالنون کے ساتھ اطفال کا یہی سلوک مراد ہے۔ یا جیسے کہ اگلے زمانے میں بعض مجرموں کو رسن بگردن شہر میں پھرتے تھے اور عام اطفال کو اجازت ہوتی تھی کہ ان کے ساتھ ضحک و ضرب کار سواری خیز سلوک کریں۔ شاید وہی مراد ہو۔

ترجمہ (افسوس کہ) ایک عظیم القدر بادشاہ (یوں ذلت خیز طریق سے) سوار کیا ہوا یکہ دھنسا جارہا ہے (اور) ایک ایسا کیٹا موتی (شہر کے) لڑکوں کے ہاتھ میں (سوائی اٹھارہ ہے) حافظہ سے

منکہ لول گشتے از نقیب فرشتگان قال و مقال عالمی سکیشم از برائے تو

در چہ دریا نہال و قطرہ آفتابے مخفی اندر ذرہ

ترجمہ (ان کو) موتی (دکنہ) تو کیا (حقیقت رکھتا ہے) بلکہ وہ معرفت کے ایک ذرہ (ہیں۔ جو انسانی وجود کے) ایک قطرہ میں پوشیدہ ہے۔ اور عرفان کے) ایک آفتاب (ہیں جو جسم عنصری کے) ذرے میں مخفی ہے)

آفتابے خویش را ذرہ نمود و اندک اندک رُوی خود را بر کشود

ترجمہ (وہ معرفت کے) ایک آفتاب (تھے) جس نے اپنے آپ کو (ازراہ تواضع) ذرہ (کے برابر) ظاہر کیا۔ اور (پھر حجاب خفا کو اٹھا کر) تھوڑا تھوڑا اپنے چہرے کو کھولا۔ سعدی رح

بسر وقت شاں خلق کے وہ برند کہ چوں آپ حیوان بظلمت در اند

جملہ ذرات در فے محوشد عالم ز مے گشت و صحو شد

لغات - چونکہ اوپر حضرت ذوالنون کو ذرہ کہا تھا۔ یہاں بطور مشابہت باقی تمام لوگوں کو ذرات کہہ دیا۔ محو - مستغرق۔ یہاں لپٹ جانا مراد ہے۔ صحو ہشیاری۔ شد دوسرے مصرعہ میں بیٹنے رفت۔ ترجمہ (تو) تمام لوگ (ازراہ خصوصیت) ان سے لپٹ گئے۔ (دنیا) جان ان (کی عداوت) کے سبب آپ سے باہر ہو گیا۔ اور (اصل معاملہ سمجھنے کی) ہشیاری جاتی رہی۔

چوں قلم در دست غدارے بود لاجرم منصور بردارے بود

ترجمہ جب (فیصلہ لکھنے والا) قلم ایک غدار کے ہاتھ میں ہو۔ تو (حسین ابن) منصور رح (کی طرح ہر بینگناہ) ضرور سولی پر چڑھے گا۔

مطلب۔ جب بادشاہ کے ماتحت حکام آما وہ ظلم ہوں۔ تو پھر ناکردہ گناہ لوگوں کے لئے قید بند اور قتل نہ ہونا کہ کوئی ایجو بیس نہ ہو۔

وزیریاں راج میں ونا ہوشمند
رسانند درشاہ و ملکش گزند
اگر شاہ و قیصر بود و رقبہ باد
کہ نواب ناداں و مہندش بہاد

رفع اشتباہ۔ چونکہ حضرت حسین ابن منصور کو سزا سے موت علماء وقت کے فتوے کی بنا پر ملی تھی۔ اس لئے شاید یہاں کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا نے غدر کا لفظ عمار کے حق میں استعمال فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ بات مولانا کی نشان سے بعید ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں قلم سے مراد فیصلہ نویس قلم ہے۔ نہ کہ فتوے نویس قلم۔ علماء فتوے نویس کا کام تو صرف حکم شرعی بیان کر دینا ہے۔ پھر اس کے مطابق فیصلہ صادر کرنا یا ورنہ بادشاہ کے وزیر کا منصب ہے۔ اور وہی ان کے قتل کے ذمہ دار تھے۔ اہل سیر لکھتے ہیں کہ خلیفہ رات کے وزیر کو حضرت حسین ابن منصور سے کسی خاص بنا پر ذاتی عداوت تھی۔ اس لئے وہ ان کے قتل کا کوئی بہانہ تلاش کر رہا تھا۔ اور جس طرح ہر زمانے کی حکومتوں کا یہ شیوہ رہا ہے۔ اور آج کل بھی یہی حالت ہے۔ کہ جب کوئی حاکم کسی شخص کو اپنے ذاتی بغض و حسد کی بنا پر تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو کسی شرعی یا قانونی پھندے میں پھانسنے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ اسی طرح اس وزیر کو بھی اپنی اس ناپاک غرض کو پورا کرنے کے لئے یہی حیلہ ساز کار نظر آیا۔ چونکہ حضرت حسین ابن منصور ایک مغلوب الحال درویش تھے۔ اور ان کے اکثر اقوال و مقولات معیار شریعت سے مورد اعتراض ہوتے تھے۔ جن کی وجہ سے ان کے خلاف علماء و مشائخ میں پہلے سے چرچے پھیل رہے تھے۔ اس لئے وزیر مذکور نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ اور حضرت ابن منصور کے بعض اقوال مثلاً انا الحی و غیرہ کی بنا پر پہلے تو خلیفہ کو ان سے بدگمان کیا۔ کہ یہ شخص ملوث ہے۔ مرتد ہے۔ زانی ہے۔ واجب القتل ہے۔ اگر اس کو جلدی قتل نہ کیا گیا۔ تو اندیشہ ہے کہ ملک میں ارتداد کا ایک فتنہ پھیل جائے۔ پھر عمار سے فتوے طلب کیا۔ علماء ہر چند حضرت ابن منصور کی صداقت کا یقین رکھتے تھے۔ مگر چونکہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔ اس لئے وہ بتقاضاے ظاہر ان کے واجب القتل ہونے کا فتوے دینے پر مجبور تھے۔ اس وقت علماء کی حالت حضرت منصور کے متعلق وہ تھی۔ جیسے متعدد روایات میں آیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص ارتکاب فواحش کے بعد متنبہ اور نادم ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور عرض کرتا۔ کہ مجھ سے فلاں گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ مجھ کو سزا سے شرعی دی جائے۔ تاکہ میں پاک ہو جاؤں۔ تو حضور اس کو ٹٹلانے کے لئے رخ مبارک دوسری طرف پھیر دیتے۔ کہ گویا آپ نے کچھ سنا ہی نہیں۔ بلکہ ایک موقع پر حاضرین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اسی قسم کے ترکب گناہ سے جو اپنا گناہ عرض کر رہا تھا۔ کہا۔ کہ اگر تم اپنے گناہ پر پردہ ڈالتے۔ تو امید تھی کہ اللہ بخالے ابھی تمہارا پردہ قائم رکھتا اور تم کو معاف کر دیتا۔ اور جب اس قسم کے ترکبین فواحش نے بار بار سزا پانے کے لئے اصرار کیا ہے۔ تو پھر ان کو سنگسار وغیرہ کی سزا دی گئی ہے۔ اسی طرح علماء بھی حضرت ابن منصور کے قتل کے درپے ہرگز نہ تھے۔ نہ انہوں نے از خود ان کے خلاف فتوے دیے۔ اور نہ وہ ان کے معاملے کو دائرہ بحث میں لائے۔ بلکہ اگر یہ معاملہ پردہ میں رہتا۔ تو علماء کو اس سے تعرض کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ پھر حضرت ابن منصور پر کوئی آفت آتی۔ مگر اس وزیر کو ان کے

ہر چند حسین ابن منصور کے قتل کے ذمہ دار علماء نہ تھے بلکہ حکام تھے

قتل کئے بدون کب چیں آتی تھی۔ اس نے ان کے خلاف فتوے طلب کیا۔ اور ناچار علماء کو فتوے دینا پڑا کیونکہ یہ معاملہ حبیب زیر بحث آگیا۔ تو اس سے اغراض یا دماہمت کرنا علماء کے اختیار سے باہر تھا۔ چنانچہ پہلے کسی جگہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ پہلے پہلے حضرت حیدر بغدادی رحمہ اللہ نے جو علوم ظاہر میں علامہ دہر اور کمالات باطن میں سید الطائفہ تھے۔ اس فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر جب حکومت کی طرف سے مزید اصرار ہوا۔ تو پھر آپ نے خرقہ فقر اتار کر قبا سے علم میں لی۔ اور لکھ دیا۔ کہ سخن فتحکم بالظاہر لینے ہم بھی شریعت کے حکم ظاہری کے مطابق فتوے قتل کی تصدیق کرتے ہیں۔ اگر حکام کی طرف سے اس واقعہ میں اس قدر رشہ و ردا اور اصرار و تکرار نہ ہوتی۔ تو نہ علماء ایسا فتوے دیتے۔ اور نہ حضرت ابن منصور کو سزائے موت ملتی۔

غرض ان کے قتل کی ذمہ داری سراسر حکام وقت خصوصاً اس وزیر پر عائد ہوتی ہے۔ وہی اس کا محرک تھا۔ وہی اس کے لئے سامعی۔ پھر اسی نے خلیفہ کی منظوری سے ان کو وارپوڑھوایا۔ اور اسی کو حضرت مولانا رحمہ اللہ نے عذر کا لقب دیا ہے۔ خود غدار کے لفظ سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔ کہ اس سے کسی حاکم کے ظالمانہ طرز عمل کی طرف اشارہ ہے۔ علماء کے فتوے کی طرف اشارہ نہیں۔ کیونکہ عذر کے معنی ہیں اپنی ذاتی غرض کے لئے حق کو تلف کرنے والا۔ اور یہ تعریف اسی وزیر پر ہی صادق آسکتی ہے۔ جس نے فتوے کو اپنے عزیز انتقام کے لئے آلودہ کار بنانا چاہا۔ اور اپنے ذاتی عناد و عداوت کے لئے ایک ولی اللہ کے خون سے ہاتھ رنگے۔ علماء نے فقہیت پر غدار کا لفظ صادق نہیں آسکتا۔ کیونکہ ان سے کسی عذر کا وقوع نہیں ہوا۔ انہوں نے صورت واقعہ کے مطابق حکم شرعی لکھ دیا۔ اور یہ کوئی عذر نہیں۔ بلکہ شریعت کے ساتھ عین وفا ہے۔ اور نہ ان کو حضرت ابن منصور کے ساتھ کوئی کد کاوش تھی۔ جس کی بنا پر ان سے عذر کا وقوع ہوتا۔ ایک خاص دلیل اس بات کی کہ یہاں قلم سے فیصلہ لکھنے والے کا قلم مراد ہے۔ جو صرف وزیر کا تھا۔ نہ کہ فتوے لکھنے والوں کا قلم۔ یہ ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ چوں قلم در دست غدار سے بود۔ اور غدار سے صرف ایک وزیر ہی مراد ہو سکتا ہے۔ اگر علماء مراد ہوتے۔ جو بہت سے تھے۔ تو یوں کہتے۔ چوں قلم در دست غداراں بود۔ لفظ شعر میں جو سفہاں کا لفظ آیا ہے۔ اس سے بھی جماعت علماء مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ لفظ عذر کے لئے بطور تمثیل و تنظیر استعمال ہوا ہے۔ جس میں عموماً صیغہ جمع یا صیغہ واحد بیاے تنکیر استعمال ہوتا ہے۔

چوں سفہاں را بود کار و کیا لازم آمد یقتلون الانبیاء

لغات۔ کار و کیا۔ کام کا اختیار و اقتدار۔ یقتلون الخ۔ یہ سورہ آل عمران کی اس آیت کی طرف تلمیح ہے۔ وَیَقْتُلُونَ الْاَنْبِیَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَاَکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔ یعنی وہ کافر لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ فعل اس لئے ان سے وقوع پاتا تھا۔ کہ وہ نافرمان تھے۔ اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

ترجمہ۔ جب نااہل لوگوں کو کام (کا اختیار) اور اقتدار حاصل ہو تو (منصور علیہ اولیاء تو رہے ورنہ نہ بلکہ) انبیاء (کے قتل کا وقوع پانا ایک لازمی امر ہے۔

انبیاء گفتہ قوم راہ گم از سفر انا تطیرنا بکم

لغات - راہ گم - گمراہ - سفر - سفارت - خیرہ سری - وہاں جس کو اپنے غافل ذمہ رس ہونے کا دعویٰ ہو - انا تطیرنا - سورہ نین کے دوسرے رکوع سے ایک آیت کا اقتباس ہے - اور وہ پیغمبروں کی اصحاب قرینہ کے ساتھ گفتگو کی طرف تلمیح ہے - جو اس رکوع میں مذکور ہے -

ترجمہ - یہاں گمراہ لوگ تو (اتنے بیباک ہیں کہ اپنی خیرہ سری سے انبیاء کو (یہاں تک) کہہ چکے ہیں - کہ ہم تمہیں بخوس سمجھتے ہیں (توبہ تو یہ)

نوٹ - اس نظیر سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ادھر غدار کے لفظ سے علماء نہیں بلکہ حکام مراد ہیں کیونکہ انبیاء کے ساتھ استہزاء بخیرہ کرنے والے عموماً جاہل و دنیا دار و جاہل پسند لوگ ہوتے ہیں - اور یہی گروہ ہے جس کو غدار و بیغناں و راہ گم کا خطاب مل رہا ہے -

جہل ترسا ہیں اماں انجنتہ زان خداوندیکہ گشت اوختیہ

لغات - ترسا - نصارائے عیسائی - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے لوگ جن کے عقیدے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں - اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہود نے ان کو صلیب پر چڑھا کر ہلاک کیا - مگر جب ان کی لاش دفن کر دی گئی - تو وہ دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے نکلے - اور آسمان پر چڑھ گئے - نصارائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس مظلومی اور دشمنوں کے مقابلے میں اس قدر بے بسی کے باوجود ان کو اپنا نجات و بہنہ سمجھتے ہیں - کیونکہ وہ ان کے زعم میں اللہ کے فرزند جو ہوئے - تو فرزند کو اپنے باپ کی سلطنت میں بہت اختیارات ہوا کرتے ہیں - استغفر اللہ ثم استغفر اللہ اسلام ان عقائد باطلہ کی پورے زور سے تردید کرتا ہے - وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ اور بشر بتاتا ہے - اس کے نزدیک وہ صلیب پر نہیں چڑھے - بلکہ دشمنوں کی گفتگو کے ہنگامے میں وہ موقع پا کر بچ نکلے - اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو آسمان پر اٹھالیا - اور ان کا ایک دشمن باقی دشمنوں کے ہاتھ آگیا - اسی کو انہوں نے عیسیٰ مسیح کو صلیب پر چڑھا کر ہلاک کر ڈالا - نجات کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے - یَغْفِرُ مَن يَشَاءُ وَلِيَعَذِّبَ مَن يَشَاءُ یہ اس کے سوا اور کسی کے اختیار کی بات نہیں - اماں - نجات -

ترجمہ - عیسائیوں کی جہالت دیکھو کہ انہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم سے نجات (پانے کی امید) پیدا کر رکھی ہے - جو (خود نصارائے کے عقیدے کے موافق اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے بے بسی کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے -

مطلب - انبیاء و اولیاء کے دشمن تو ان کو اذیت دیتے ہی ہیں - ان کے معقدین و متبعین میں سے بعض لوگوں کی انفرادی عقیدت جو کفریہ عقائد تک پہنچ جاتی ہے - تو ان کی یہ دوستی بھی اہل اللہ کے لئے دشمنوں کی اذیت سے کم بچ وہ نہیں ہے - جس کی ایک مثال نصارائے کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چڑھنے کا واقعہ حیرت ہے - جیسے حضرت علی کرم اللہ ہے ایک قول یا اس کا ہم بیچنے مروی ہے کہ - کیا گروہ دشمن کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہے - تو وہ سرگروہ میری محبت کی وجہ سے ہزار گنا

ہے۔ پہلے گروہ سے خوارج اور دوسرے سے روافض مراد ہیں۔ نصاریٰ کے مذکورہ عقائد باطلہ کا ایک مضحکہ انگیز پہلو یہ ہے کہ جس ذات عالی کو ایک طرف اس درجہ تک بڑھایا۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا فرزند بنا دیا۔ دوسری طرف ان کی شان کو اس قدر گرایا۔ کہ یہود کے ہاتھ سے ان کا صلیب پر چڑھنا بھی تسلیم کر لیا۔ لا حول ولا قوۃ۔ پھر طرہ یہ کہ ان کو اپنا مستقل نجات دہندہ بھی سمجھتے ہیں۔ اسی کو فراتے ہیں۔

چوں بقول اوریت صلوب جہو پس مرورا من کے تاندمود

ترجمہ (خیال کیجئے کہ) جب وہ اس (گروہ) کے عقیدے کے موافق یہودیوں کے ہاتھوں صلیب پر چڑھ گئے (اور خود اپنے لئے اس مصیبت سے نجات پانے کا سامان نہ کر سکے) تو وہ ان کے لئے نجات (کا سامان) کب کر سکیں گے؟

چوں انشاہ زایشان خوں بود عیضت و انت فیہم چوں بود

ترجمہ (غرض) جب ان حضرات ذوالنونؒ کا دل ان لوگوں کی بدسلوکیوں سے خون ہو۔ تو ان کے لئے (وَأَنْتَ فِيهِمْ) (کا حکم نزول عذاب سے) پناہ کیونکر بن سکے۔ مطلب۔ بزرگوں کے وجود باوجود کی ایک برکت یہ ہوتی ہے کہ ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ مجرم قوم پر اس کے مستوجب عذاب ہونے کے باوجود کوئی عذاب نہیں بھیجتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہُوَ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔ اے پیغمبر اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں۔ جبکہ آپ ان میں موجود ہیں (سورہ انفال) لیکن سرکشوں کی سرکشی حد سے گذر جائے۔ اور ان کی تعدی مانیا اسے اہل اللہ کا دل خون ہو جائے۔ تو پھر یہ وعدہ الہیہ بھی کہاں تک قائم رہے۔ بخزان کے اعمال کی پاداش میں عذاب آکر ہی رہتا ہے۔ حافظ رحمہ

بس تجربہ کر دیم دریں دیر سکافات یاد رکشاں ہر کہ در افتاد و بر افتاد آگے پھر ان حضرات کی وجہ اختفا بیان فرماتے ہیں۔

زر خالص را وزر گر را خطر باشد از قلاب خائن بیشتر

لغات۔ قلاب۔ قلب ساز۔ کھوٹے سکے بنانے والا۔ خائن۔ ٹھگ۔ ترجمہ۔ طلا سے خالص اور صنایع طلا کو (جو) قلب ساز اور ٹھگ (کی قلعی کھولتا رہتا ہے۔ ان کی عداوت) سے بڑا خوف رہتا ہے۔

مطلب۔ جہاں قلب ساز سے ایک تو خالص سونے کو بڑا ضرر پہنچتا ہے۔ کہ وہ ایک کھوٹی دھات کو اس کا ہمنخل بنا کر سونے کی قدر کو گھٹاتے ہیں۔ دوسرے زر گر یعنی کھوٹے کھرے دل کی شناخت کرنے والے کو بھی ان سے ضرر پہنچے گا سخت خوف ہے۔ کیونکہ زر گر جب ان کے کھوٹے سکے کی قلعی کھول کر ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اور ان کے سزا بابت ہونے کا باعث بنتا ہے۔ تو وہ اس سے انتقام لینے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اہل اللہ اپنی نزاہت ذات و خلوص صفات کے

نحاط سے گویا طلا سے خالص ہیں۔ اور عام ریاکار و مکار لوگوں کے مکرو فریب کو طشت از بام کرنے کے پہلو سے گویا نقاد طلا بھی ہیں۔ اس لئے یہ عوام ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ بقول شیخ سعدیؒ
 ازاں کز تو ترسد بر س اسے حکیم
 وگر با چو صد برائی بجنگ
 ازاں مار بر پاسے راعی زند
 کہ ترسد مرش را کو بد بسنگ
 جو شخص کسی سے ڈرتا ہو۔ اس سے اس شخص کو بھی ڈرنا چاہئے۔ جس سے وہ ڈرتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے خطرہ کو دور کرنے کے لئے اس کو سنا دینے کی کوشش سے بھی دریغ نہیں کیا کرتا۔ اس لئے یہ حضرات عموماً عوام کی نظر سے مخفی رہنا مناسب سمجھتے ہیں۔

یوسفؑ از رشک نشاں مخفیند کز غد و خواباں در آتش میزیند

لغات۔ یوسفؑ سے حسینؑ باطن مراد ہیں۔ یعنی انبیاء و اولیاء زشتاں۔ بد صورت لوگ اس سے وہ لوگ مقصود ہیں۔ جو جمال معنی اور حسن باطن سے بے بہرہ ہیں۔ یعنی کافرو فاسق لوگ۔ در آتش زینت۔ عذاب بہنا۔ اذیت اٹھانا۔

ترجمہ (باطنی حسینؑ) (باطن کے) بد صورت لوگوں کے (ازراہ) رشک (اذیت پہنچانے کے خوف) سے چھپے رہتے ہیں۔ کیونکہ دشمن (کی ایذا) سے (یہ باطنی حسینؑ) انگار و تپ پر لوٹتے ہیں۔

مرطبت۔ زشت باطن لوگوں سے بالکمال حضرات کو ہمیشہ اذیت پہنچتی ہے۔ صائبؒ
 زشت را آئینہ تاریک باشد پر وہ پوش
 میرسد آزار بدگوہر بہ بنیا بیشتر
 اس لئے وہ عموماً ان کی ایذا سے بچنے کے لئے عوام کی نظر سے چھپے رہتے ہیں
 تا سازندش کباب از چشم بد اہل حسد
 ہتھو عفا صائبؒ از چشم خلافت دور باش

یوسفؑ از مکر اخواں در چہند کز حسد یوسفؑ بگرگاں میزند

لغات در چہند۔ در چاہ ہستند۔ کوئیں کے اندر ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو چاہ گناہی و اخفا میں رکھتے ہیں۔ بگرگاں سے دہند۔ بھیڑیوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ صنائع۔ اولیاء اور عوام کے معاملے سے حضرت یوسفؑ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں کے حسد کرنے اور ان کو کوئیں میں ڈالنے اور پھر اپنے والد کے سامنے ان کو بھیڑیے کے کھا جانے کا بہانہ بنانے کی طرف تلمیح ہے۔

ترجمہ (باطنی حسینؑ) (یعنی اہل اللہ اپنے) (بہی نوع کے مکر) (ایذا کے خوف) سے (گناہی کے) (کوئیں میں) (چھپے رہتے) ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ یوسفؑ (جیسے عزیز روزگار) کو (بھی مصائب کے) (بھیڑیوں کے) (حوالے کر دینے سے نہیں) (ٹپتے)۔ عالی مرحومؒ

دہر سقا ط سے ناصح کو پلا دیتے ہیں

اور یوسفؑ سے براہ کو دغا دیتے ہیں

انہی حاسدوں کے خوف سے یہ حضرات اپنے آپ کو نظر عوام سے مخفی رکھتے ہیں حافظ رحمہ
پہناں زعفران بخود خواں کہ منجھال خیر نہاں زہرِ رضا سے خدا کنند

اِحْسَدِ بَرِ یُوسُفِ مِصری چہ رفت؟ اِس حَسَدِ اَنْدَرِ کِیْسِ گِنگِ سَرتِ زُفْتِ

لغات - یوسف مصری - ملک مصر میں آئندہ چل کر ترقی مراتب پانے والے یوسف - مصری کا لقب حضرت
یوسف کے مستقبل کے لحاظ سے استعمال کیا ہے - ورنہ جب ان کے بھائیوں نے ان سے حاسدانہ بدسلوکی کی
ملتی - تو وہ ابھی مصر نہیں گئے تھے - نہ ابھی مصری کا لقب ان پر صادق آسکتا تھا - بلکہ وہ کنعان کے
رہنے والے تھے - زفت - سوٹا - قوی صنایع - یوسف دگرگ مناسبات ہیں -
ترجمہ (دیکھو) حسد کی وجہ سے یوسف مصری پر کیا (واردات) گدڑی (درحقیقت) یہ
حسد ایک چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے -

نکلتہ - مصری کا لقب استعمال کرنے میں یہ نکتہ مضمحل ہے - کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس شوکت
واقبال پر نظر کرو - جو ان کو مصر میں حاصل ہوا - اور پھر دیکھو کہ ایسی ایسی شاندار مہبتیاں بھی حسد کا شکار رہو
چکی ہیں -

لَا جَرَمَ زِیْ گِرْگِ یَعْقُوبِ حَلِیمِ داشتِ بَرِ یُوسُفِ ہمیشہ خوف و بیم

لغات - حلیم نرم دل - بوزار - حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے اس کلمہ کا استعمال اس لحاظ سے
ہوا ہے - کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے صدر میں انہوں نے کمال ضبط و تحمل سے کام لیا - چنانچہ خود
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - **وَاَبْيَضَّتْ عَيْنَاكَ مِنَ الْحُزْنِ فَهِيَ كَضَيْمٍ** اور ان کی آنکھیں روتے
روتے سفید پڑ گئی تھیں اور وہ اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کر رہ گئے - اس قدر غم و اندوہ کے باوجود اپنے بیٹوں
کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا - جنہوں نے حضرت یوسف کو گم کیا تھا - اور حضرت
یعقوب کی اس حالت کا باعث ہوئے تھے -

ترجمہ - اسی لئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو جو بڑے علم والے تھے - اس
(حسد کے) بھیڑیے کی طرف سے (اپنے فرزند عزیز) حضرت یوسف کے لئے خوف و
خطر و امنگیر رہتا تھا - ولہذا رحمہ

گِرْگِ ظاہِرِ گِرْدِ یُوسُفِ خود گشتِ اِس حَسَدِ وِ فِعْلِ اَنْگِرْگالِ گِزشتِ

لغات - گرگ ظاہر - ظاہری بھیڑیا - چونکہ یہاں حسد کو گرگ باطن قرار دیا ہے - اس لئے سچ بچ کے بھیڑیے
کو گرگ ظاہر کہہ دیا - خود گشت - پاس بھی نہیں پیشکا - قریب بھی نہیں آیا - یہ تو اکثر نسخوں کی روایت
ہے - بعض شانوں میں گشت بابا سے سوجہ درج ہے - اور فارسی میں گرد سے گشت کے معنی ہیں
کسی پر قربان ہونا بہر دو تقدیر ترجمہ دو طرح ہوگا -

ترجمہ: سچ مچ کا بھیڑیا یا یوسف علیہ السلام کے پاس بھی نہیں بھپکا (جو کچھ ہوا وہ حسد کے باطنی بھیڑیے فعل تھا کیونکہ یہ باطنی بھیڑیا اپنے حسد اپنے فعل میں (سچ مچ سکے) جیروں سے (بھی) بڑھا ہوا ہے۔
(۲) سچ مچ کا بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو بھلا کیا کہ نہ پہچانا وہ تو خود ان پر قربان ہوا جاتا تھا۔ (جو کچھ ہوا الخ)

زخم کرو اس گر و عذر لبی آمدہ کہ اتاذہبنا سبیب

لغات: لب: چرب زبانی صنائع: تبلیغ ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قصے کی طرف۔
کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو کوئیں میں ڈال کر اپنے والد کے سامنے یہاں نہ بنایا۔
کہ اتاذہبنا سبیب و ترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب۔ یعنی ہم تو بھاگ دوڑ کر کھینے لگے اور یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑ دیا۔ اتنے میں بھیڑیا اس کو کھا گیا۔
(یوسف ع ۱۲)

ترجمہ: (ادھر تو حسد کے) اس بھیڑیے نے (جو برادران یوسف کے سر پر سوار تھا۔ یوسف پر) چوٹ کی۔ اور (ادھر برادران یوسف اپنے باپ کے سامنے) چرب زبانی گئے ساتھ یہ عذر لے کر آئے۔ کہ ہم بھاگ دوڑ کے ساتھ کھینے گئے تھے (کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا)

صد ہزاں گرگ ایں مکنیت عاقبت رسوا شود ایں کراہیت

ترجمہ: (اس کر کی بھی کوئی حد ہے) لاکھوں بھیڑیوں میں بھی (ایسا کر) کرنے کی طاقت (نہیں) (اُسے) حاسد اگرچہ اب تیرا داؤ چل گیا مگر ذرا ٹھیر تو سہی دیکھ آخر کار یہ حسد کیسی رسوائی کا باعث ہوگا۔

مطلب: آخر کار حسد کے موجب خجالت ہونے سے اگر دنیا ہی میں ایسا ہونا مراد ہے۔ تو یہ بات خود یوسف پر بھی صادق آتی ہے۔ چند چٹان کو بھی حضرت یوسف کو اپنے عروج و اقبال میں شاد کام اور بظاہر اس کے خود اپنی حاسدین پر تباہی کو نہ کام دیکھ کر خجالت کے نیچے میں گنا پڑا تھا۔ کہ تاللاہ لعدا اشراف اللہ علینا وان کنا لحاطین۔ یعنی ندا کی قسم اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم پر سرفراز کر دیا۔ اور بے شک ہم خطا کار تھے۔ (سورہ یوسف ع ۱۰) اور اگر آخرت میں حسد کا برا نتیجہ پیش آنا مراد ہے۔ تو یہ حسد کا عام شر ہو سکتا ہے۔ اور خاص برادران یوسف اس سے سستے ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے سائب ہو کر سچی مغفرت ہو گئے تھے۔ بلکہ سارے بھائی نبوت کے درجے کو پہنچے۔ اور انبیا کا آخرت میں یہ درجہ ہے کہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔ چنانچہ پہلے تو خود حضرت یوسف م نے ان کو ان الفاظ میں معافی بخشی۔ لا تتریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تم کو بخشتے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم والا ہے۔ پھر جب انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب سے التماس کی کہ یا ابا نا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا

برادران یوسف م کے گناہ کی معافی

خَاطِئِينَ - اے ہمارے ابا جان ہمارے لئے ہمارے گناہوں کے بخشنے جانے کی دعا کر دیجیے ہم
 قصہ وار تھے - تو حضرت یعقوب نے ان کلمات کے ساتھ ان کی تسبیح کر دی تھی کہ سَمِیْعُ اسْتَغْفِرُ
 لَکُم رَّبِّیْ اِنَّہٗ هُمَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ - لو میں تھوڑی دیر میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے
 بخشش کی دعا کروں گا۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے - غرض اگر یہاں آخرت میں عاصیوں کا حشر
 مراد ہے - تو اس سے صد کا عام نثرہ مقصود ہے - اور خصوص واقعہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے چنانچہ
 فرماتے ہیں :-

زانکہ حشر عاصیوں روز گزند بیگیاں بر صورت گرگاں کنند
 ترجمہ - کیونکہ عذاب کے دن (یعنی بروز قیامت) عاصیوں کا حشر بلا شک بھیڑیوں
 کی صورت میں ہوگا۔ سعدی رحمہ
 نہ ابلیس بگرد و نیکی نگیرد - برپاک ناید ز تخم پیسہ

حشر چرخیں خس مر وار خوار صورت خو کے بود روز شمار
 ترجمہ (جس طرح ایک) حریفیں کینے مر وار کھانے والے (آدمی) کا حشر قیامت کے
 دن شوکر کی شکل میں ہوگا - صائب
 ز پرستی را بتر ازت پرستی گفتہ است - حریف را چوں سنگ ز صحن مسجد دل زندہ

زانیال را کندہ اندام نہال خمر خواران را بود کندہ دہان
 ترجمہ (علیٰ ہذا و منہرے) مجرموں کا حشر ان کے اعمال بد کے مناسبت ہوگا - جیسے احرام کا
 کرنے والوں کی شرمگاہیں (اسقند) بد بودار ہو گئی (کہ اہل محشر تنگ آجائیں گے اور)
 شراب پینے والوں کا منہ (بھی اسی طرح سخت) بد بودار ہوگا - جامی
 شراب بخوارہ چو بر بوشن را و دارد کہ سببت ازتے ناپک بنے بیالاید
 سنگ از مشائے گرا بریت آب گرم آرد کہ غسل سببت ناپاک او کند شایند

گند مخفی کاں بد لہا میرسد گشت اندر حشر محسوس و پدید
 ترجمہ (اعمال بد کا مخفی تعین جو صرف) دلوں میں پہنچتا تھا - وہ محشر میں محسوس اور
 نمایاں ہو گیا۔

مطلب - ولہذا سے یا تو خود مرکبین معاصی کے دل مراد ہیں پھر یہ مطلب ہوگا کہ جو معاصی دنیا میں
 صورت ان کے دل کی سیاہی و کد کا باعث ہوتے تھے - وہ قیامت میں ان کے لئے محسوس طور پر دروازہ
 + کم کی صورت اختیار کریں گے - یا اس سے دوسرے لوگوں کے دل مراد ہیں - پھر یہ مطلب ہوگا کہ
 گندہ گاروں کے جو گناہ دنیا میں دوسرے لوگوں کے نزدیک محض غیبی طور پر باعث نفرت تھے - وہ

ان کو قیامت میں بجواس ظاہر موجب تکلیف پائیں گے۔

واضح ہو کہ اخلاق بد اور عادت قبیحہ دنیا میں محض کیفیات نفسانیہ ہیں۔ جو محسوس بجواس ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ مگر قیامت میں وہ خاص خاص شکلوں میں نمودار ہو کر اپنے ترکبین کے لئے باعث عذاب ہوں گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ عالم مثال میں خاص مناسبات موجود ہیں۔ جن پر تمام احکام مبنی ہیں۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کا خاص وجہ کلبی کی شکل میں ظاہر ہونا خاص معنی پر مبنی تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آگ کا نمودار ہونا بھی خاص معنی پر مبنی تھا۔ پس جو شخص ان مناسبات کو سمجھ جاتا ہے۔ اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں عمل کی جزا اس صورت اور شکل میں ہوگی۔ جیسے کہ تعبیر رویا کا ماہر جانتا ہے کہ فلاں صورت جو خواب میں دکھائی دی ہے۔ اس سے کیا چیز مراد ہے۔ غرض اس طریق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو جاتا ہے۔ کہ جو شخص علم کو چھپاتا ہو اور اپنے آپ کو اشاعت علم کی ضرورت کے باوجود تعلیم سے باز رکھتا ہے۔ اس کے منہ میں قیامت کے روز آگ کا لگام دیا جائے گا۔ کیونکہ نفس بندش سے متاثر ہوتا ہے۔ اور بندش کی شکل لگام ہے۔ اور جو شخص مال سے بہت محبت رکھتا ہے۔ اور ہمیشہ اسی کی محبت میں گمن رہتا ہے۔ تو اس کے گلے میں ایک گتھے سانپ کو طوق کی صورت میں ڈال دیا جائے گا۔ جو شخص درم و دیار کی جمع و حفظ کا بے حد اہتمام رکھتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں ان کو خرچ کرنے سے ٹکتا ہے۔ اس کو انہی اشیاء کے ساتھ مناسب طریق سے عذاب دیا جائے گا۔ جو شخص کسی ہتھیار یا زہر سے خود کشی کرتا ہے۔ اس کو اسی طریق قتل سے عذاب ہوگا۔

محبت اسلام (الف)

ہمیشہ آمد وجود آدمی پر حذر شوزیں وجود آدمی

صناع۔ مصرعہ اول میں آدمی یعنی بشر ہے دوسرے مصرعہ میں یعنی آدم ہستی بے خطا ہے۔ اس لئے اس میں صنعت جنبت ہے۔

ترجمہ۔ آدمی کا وجود (اخلاق سبعیہ و بہیمیہ کا جامع ہونے کے لحاظ سے گویا) ایک بن ہے (جس میں درندے رہتے ہیں) اگر تم (ایک دور اندیش انسان) کا سا حزم و احتیاط رکھتے ہو۔ تو اس وجود سے ڈرنے نہ ہو۔ سعدی رحمہ

اگر دست بلا بر فلک رود بد خو ز دست خوے بر خویش در بلا باد
ولنم اقبل سے

خواہی کہ دولت صاف شود آئینہ
حرص و حسد و بخل و حرام و غیبت
وہ چیز پر دل کن ز درون سینہ
بغض و عصب و کبر و ریاد کینہ

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے۔ کہ تم بادشاہ ہو۔ تمہارا وجود شہر ہے۔ عقل وزیر ہے۔ رعایا میں مکر۔ غرور اور حرص بڑے لوگ ہیں۔ رضا و اتفاق نیک لوگ۔ اگر بادشاہ بڑے لوگوں کی جملہ افزائی کرنے لگے۔ تو پھر نیک لوگوں کا ٹھکانا کہاں۔ لیکن اگر وزیر عقل کو کامل اختیار دے دیئے جائیں

قیامت میں آئیں گے ان کا خاص خاص شکلوں میں مجسم ہونا

ہندسیہ اخلاق

تو برے اخلاق کی جاعت سر نہیں اٹھا سکتی۔ پس تہذیب اخلاق کے لئے یہی نکتہ کافی ہے، زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے

دو جو تو شہرے ست پرنیک و بہ
ہمانا کہ دو نان گردن فسر از
رضا و ورع نیکدان و حشر
چو سلطان عنایت کند با دلاں
ترا شہوت و حرص و کین و حسد
گرایں دشمنان تربیت یافتہ
ہوا و ہوس را نماند ستیز
نہ بینی کہ شرب و زودا و باش و خس
رئیسے کہ دشمن سیاست نکرد
نخواہم درین نوع گفتن سے

تو سلطان و دستور دانا خرو
دریں شہر کبر اند و سوداے و آرز
ہوا و ہوس رہزن و کیسہ بُر
کجا ماند آسائش بجنس دلاں
چو خوں و مرگانند و جاں در جسد
سراز حکم و رواسے تو بر تا فتد
چو بیند سر پنج عقل تیرے
مگر و نڈ جائیکہ گرد و عس
ہم از دست دشمن ریاست نکرد
کہ حرفے بس از کار بندد کسے

ظاہر و باطن اگر باشد یکے نیست کس را در نجات او شکے

ترجمہ (ہاں) اگر کسی کا ظاہر و باطن یکساں ہو، یعنی جس طرح اس کا ظاہر نقائص سے محفوظ ہے باطن بھی اخلاقی معائب سے پاک ہو، تو اس کے نجات پانے میں کسی کو شک نہیں۔

دو جو دما ہزاراں گرگ و خوک صالح و فاضل و خوب و خسوک

لغات - خوک - خنزیر سور - صالح نیک آدمی - خسوک - کینہ ور - مراد بد - ترجمہ - ہمارے وجود کے اندر (اخلاق بد کے) ہزاروں بھیڑیے اور سور (اور) نیکوکار و بدکار اور اچھے اور بُرے موجود ہیں۔

نکتہ - ہزاراں گرگ و خوک سے مراد اخلاقِ رذیلیہ ہیں۔ جو بے شمار ہیں۔ اور ہر انسان کے اندر ان کا ظہور یا صلاحیت ظہور کا ہونا لازم ہے۔ صالح اور خوب سے اخلاقِ فاضلہ مراد ہیں۔ یہ بھی ہر انسان میں موجود ہیں۔ ورنہ ان کے ظہور کی قابلیت ضرور موجود ہوتی ہے۔ اخلاقِ رذیلیہ کے لئے گرگ و خوک کی مثال بالخصوص لانے میں یہ خاص نکتہ مضمحل ہے کہ یہی دونوں وہ جانور ہیں۔ جو عام اخلاقِ رذیلیہ کے مظہر اتم ہیں۔ گریکہ اخلاقِ رذیلیہ عموماً دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق قوتِ غضبی سے ہے۔ مثلاً گبر، غصہ، حسد وغیرہ۔ دوسرے وہ جن کا تعلق قوتِ شہوی سے ہے۔ مثلاً حرص، بخل، خیانت وغیرہ رذائلِ قوتِ غضبیہ کے خاص مظاہر سباع یعنی درندے ہیں۔ مثلاً شیر، ریچھ، چیتا، تیندو، بھیڑیا وغیرہ ہیں۔ مگر ان سب میں سے بھیڑیا درندہ پن کے اوصاف کا مظہر اتم ہے۔ بے شک شیر نہایت شہ زور اور شجاع جانور ہے۔ تاہم کسی نہ کسی حد تک اس میں بزدلی اور حیا کے آثار پائے جاتے ہیں۔ گر بھیڑیا خود بخوار اور مینا کی

میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور وائل قوت شہویہ کے خاص مظاہر بہائم مثلاً بیل۔ گھوڑا۔ اونٹ۔ گدھا۔ سور وغیرہ ہیں۔ مگر ان سب میں سے سور شہوت شکم و فرج کی زیادتی میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ وہ شکم ٹری کی حرص میں نجاست تک چٹ کر جاتا ہے۔ اور ہوس جلع یہاں تک ہے کہ سنا گیا ہے کہ جب مادہ دیر تک جفتی کی کشمکش سے تنگ آکر نر سے جدا ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ تو وہ اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اور اسی ہدیت میں دونوں سیلوں تک دوڑے چلے جاتے ہیں۔ بصیہ نہیں کہ اس کی انہی صفات رذلیہ کی افراط کے باعث شریعت نے اس کو نجس العین اور اس کے گوشہ نشین کو حرام بلکہ اشد المجرمات قرار دیا ہو۔ کیونکہ یہ مسئلہ طبی مسئلہ ہے۔ کہ ہر جانور کے گوشت میں اس کے آدمی نفع و ضرر کے علاوہ اس کے طبعی صفات کا خاص اثر بھی ضرور ہوتا ہے چنانچہ یہ مشاہدہ ہے کہ جو اقوام خنزیر خواری ہیں۔ ان میں دوسری اقوام کی بہ نسبت بے حیائی۔ بے غیرتی اور زنا کاری زیادہ مروج ہے۔ کما قال ہے

لعمۃ ختم است و برش اندیشا لعمۃ بجز و گوہر شش اندیشما
حکم خود آنراست کو غالب ترا چونکہ برش از بس آمد آں ترا

ترجمہ (اور) حکم انہی (اچھے یا بُرے اوصاف) کا ہے جو زیادہ ہوں۔ جب سونا (اور) تانبا مخلوط ہوں۔ تو اگر سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ (سارا) سونا ہے (اور اگر تانبا زیادہ ہے تو وہ سارا تانبا سمجھا جائے گا)

مطلب۔ انسان میں اچھے اور بُرے ہر طرح کے اوصاف ہوتے ہیں۔ پھر بقول حکم الاکثر حکم الکمل۔ اگر اچھے اوصاف زیادہ ہوں۔ تو اس انسان کو بالکل اچھا سمجھا جائے گا۔ ورنہ بالکل بُرا۔

سیرتے کال وجودت غالب است ہم برائ تصور حشرت واجب است

ترجمہ۔ جو خصلت ہمارے وجود میں (تمام خصال پر) غالب ہے۔ اسی کے مطابق حشر میں ہماری صورت کا ہونا واجب ہے۔

مطلب۔ حدیث میں آیا ہے۔ یبعث الناس علیٰ نیاہم یعنی قیامت میں لوگ اپنی اپنی نیت کے موافق اٹھائے جائیں گے۔ اور دوسری حدیث ہے۔ یبعث کل عبد علیٰ ما مات علیہ یعنی ہر بندہ قیامت کو ان اعمال کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ جن میں اس نے وفات پائی تھی۔ صابغ ہے

ہر کہ زشت ست ہماں زشت بقیعہ خیزد کور از خواب محال ست کہ مینا خیزد
خازن مرگ سبیل کند گوہر را جاہل از خواب محال ست کہ دانا خیزد

ساعتے گر گے در اید و رہش ساعتے یوسف رخنے پچو قمر

ترجمہ۔ کبھی تو انسان کے وجود میں ایک بھیڑیا سما جاتا ہے۔ (اور) کبھی ایک یوسف کی سی صورت والا ماہ پیکر (سما جاتا ہے)

مطلب۔ آدمی میں کسی وقت اخلاق حمیدہ کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اخلاق ذمیدہ کا

آج یار تہ خونے میں آکر کہا مجھ سے عہد صلح کر لو اور یہ جان دو کہ
لیکن اس انسان کے عہد صلح پر کیا اعتماد جو ہولمہ میں فرشتہ اور پھر لمحہ میں جھبٹ
اگر گئی اور یوسف رُحی میں دونوں جگہ یا سے مصدری معروف ہو۔ تو پھر معنی اقرب الی المقصود ہو جاتے
ہیں۔ یعنی کبھی انسان میں درندہ پن آجاتا ہے۔ اور کبھی جمال خلق۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ یہ گونا گوں اخلاق
مستعدی بغیر بھی ہوتے ہیں۔

میرود در سینہما از سینہا از روپنہاں صلاح و کینہا
ترجمہ (پھر یہ) نیکی (کے فضائل) اور (قبض و) کینہ (وغیرہ بُرے فضائل) ایک مخفی طریق سے
ایک سینے سے دوسرے سینوں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔
مطلب۔ قرب و محبت کے اثر سے یہ اچھے اور بُرے اخلاق دوسروں پر اثر انداز ہوتے رہتے
ہیں۔ صائب سے

سادہ لوحان زود میگیز رنگ ہم نشین صحبت طوطی سخور میکند آئینہ را
اکبر الہ آبادی مرحوم سے

مل کے یاروں سے ہوا شوق گناہ آدمی کا آدمی شیطان ہے
آگے ارشاد ہے کہ یہ اثر پذیریری انسان پر ہی موقوف نہیں بلکہ حیوانات بھی متاثر ہوتے ہیں۔

بلکہ خود از آدمی در گاو و خر میرود و انانی و علم و ہنر
ترجمہ۔ بلکہ آدمی سے بیل گدھے (وغیرہ حیوانات) میں بھی مختلف کرتب اور ہنر
آجاتے ہیں۔

اسپ سگ کے شور نہوار و رام خریش بازی میکند بزم سلام
لغات۔ سگ بھنم ہر دو سین۔ کم رفتار گھوڑا۔ رہوار تیز رفتار گھوڑا۔ رام مطیع۔ خریش ریچ
بزم۔ بکرا۔
ترجمہ (سدھانے سے) کم رفتار گھوڑا تیز رفتار اور مطیع بن سکتا ہے۔ ریچ کھیلین کرنا
ہے (اور) بکرا بھی سلام (کرتا ہے)

رفت در گناہی جھیں ہوں یا شاہ شہا شکاری باجرس

لغات۔ شاہ۔ بکریوں کا رکھوالا۔ جھیں گھمبیاں۔
ترجمہ۔ کتے (بک) میں تو آدمی (کی صحبت) سے (کام کرنے کی) حرص اور خواہش
آجاتی ہے۔ (چنانچہ وہ) یا تو (بکریوں کا) رکھوالا بن جاتا ہے۔ یا شکاری یا (گھبراہٹ کا)
پہرے دار۔

درگ اصحابِ خوبِ زانِ رتود رفتہ تا جو یائے خمن گشتہ بود

ترجمہ۔ اصحاب (کہف) کے کتے میں ان (غار کے اندر) سونے والوں کی خصلت موثر ہو گئی تھی۔ جیسی تو وہ طالبِ رحمن بن گیا تھا۔

لغات۔ اصحاب سے مراد اصحابِ کہف ہیں۔ رتود جمعِ راقد۔ سونے والے لیٹنے والے۔ جو یائے طالب۔

مطلب۔ اصحابِ کہف کا ذکر پہلے اس شرح کے کسی حصے میں مفصل گزر چکا ہے۔ یہ اہل اللہ کی عبادت تھی۔ حاکمِ وقت کے ظلم سے تنگ آ کر شر سے بھلے۔ ایک کتا ان سے مانوس تھا۔ وہ بھی ساتھ ہو لیا۔ یہ اصحاب ایک غار میں جا کر لیٹ گئے۔ کتا غار کے دروازے میں اپنی باہر بچھا کر بیٹھ گیا۔ صدیاں ہوئیں وہ آج تک اسی حالت میں پڑے ہیں۔ سعدی رحمہ

سگِ اصحابِ کہف روزے چنڈ پئے نیکاں گرفت و مردم شد

ہر زماں در سینہ نوع سر کند گاہ دیو و گاہ ملک گہ دام و دود

زان عجب بیشہ کہ ہر شیر اگر ست تا بدام سینہا پنہاں رہ است

لغات۔ سر کند بھنے سرزند۔ ظاہر ہوتا ہے۔ نمودار ہوتا ہے۔ دیو۔ جن۔ بھوت۔ شیطان۔ دام چرند۔ دود۔ درندہ ترکیب زان عجب بیشہ جار و مجر و متعلق ہے سر کند کے صنائع دام۔ دو۔ بیشہ۔ شیر۔ دام مناسبات ہیں۔

ترجمہ ہر گھڑی (انسان کے) سینے میں (اچھے بُرے اخلاق کی ایک نہ) ایک نوع نمودار ہوتی رہتی ہے۔ (چنانچہ کبھی) (اخلاقِ سیئہ کا) دیو۔ کبھی (اخلاقِ حسنہ کا) فرشتہ (اور اسی طرح) کبھی کوئی چرند اور کبھی کوئی درندہ اس عجیب جنگل میں سے (نمودار ہوتا رہتا ہے) کہ (جس کے متعلق) ہر شیر (مرد) جانتا ہے۔ کہ (اس میں سے) دوسرے سینوں کے جال کی طرف ایک پوشیدہ راستہ ہے۔

مطلب۔ اوپر کہا تھا کہ ”بیشہ آمد و وجود آدمی“ اسی انداز سے اب پھر انسان کے وجود کو ایک بیشہ قرار دے کر اس کے مختلف اخلاق کے دام و دود کا دوسرے وجود کی طرف متعدی ہونا بیان فرماتے ہیں۔ بیشہ کی مناسبت سے ہر عالمِ نفسیات اور ہر رموزِ اخلاق کو شیر مرد کہا ہے۔ یعنی فنِ اخلاق کا ہر ایک ماہر جانتا ہے۔ کہ انسان کے سینے سے دوسرے سینوں تک ایسے مخفی راستے موجود ہیں جن سے ایک کی اخلاقی تاثرات دوسرے تک اس طرح باپنچتی ہیں۔ جس طرح جانور جالی میں جا پھنستے ہیں۔ آگے یہ ارشاد ہے۔ کہ جب اس طرح ایک کے اخلاق دوسرے پر موثر ہوتے ہیں۔ تو ہمیں اس تاثر و تاثر کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور اٹھانا چاہئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

دُزدیے کُن از زرد و مہجان جا اے کم از سگ از دُونِ عارفان

صنائع - مہجان اور جان میں تجنیس -
ترجمہ اے (وہ شخص کہ فضائل اخلاق سے بے بہرہ ہونے میں) کتے سے بھی کم (ہے)
مجھے (یہ موقع غنیمت سمجھ کر) عارف لوگوں کے باطن سے روحانی زرد و جواہرات اخذ
کرنے چاہئیں۔ صائب

شد ز وصل غنچہ گلجو جامہ باد سحر دریا میری دریں گلشن باہل دل چرا

چونکہ دُزدی با برےاں دُور لطیف چونکہ حامل میثوی بار شریف

ترکیب - دُزدی جملہ فعلیہ شرط بدزد فعل امر مقدار اس کی جز ۱۰ اسی طرح حامل میثوی جملہ اسمیہ
شرط حال میثوی اس کی جز ۱ -

ترجمہ - جب تم (کچھ) چراتے ہو۔ تو آخر (اخلاق کے وہ) پاکیزہ موتی چراؤ دجن کا ذکر ہم پیچھے
کر چکے ہیں) (اور) جب تم (کوئی) بوجھا اٹھاتے ہو۔ تو کوئی نفیس بوجھ (اٹھاؤ)۔

فہم کردن مریاں کہ ذوالنون پو آئست بقصیدِ حنیں کردہ

مریوں کا سمجھ جانا کہ حضرت ذوالنون دیوانہ نہیں ہیں۔ اور انہوں نے قصداً ایسا کیا ہے

چونکہ ذوالنون سوعے زنداں نشاد بند بر باد پست بر سر ز افتقاد

دوستاں از ہر طرف بہادو بہر پریش سوعے زنداں نژادو

لغات - افتقاد - گم کرنا۔ پریش - تفتیش حال ترکیب - دست بر سر ز افتقاد کے معنی یہاں چپاں
کرنے میں مترجوں کو بڑی مشکل پیش آئی ہے۔ بعض شارحین اس کا یہ مطلب لیتے ہیں۔ کہ حضرت ذوالنون
افتقاد عقل کے شب میں بند بر باد و دست بر سر لے جائے جا رہے تھے۔ بعض نے کہا یہ مطلب ہے۔ کہ لے
جانے والوں کی عقل ماری گئی۔ کہ ایسے ولی اللہ سے یہ سلوک کیا۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ دست بر سر سے
ان کے دوستوں کی حالت تسمہ مراد ہے۔ اور افتقاد سے یہ مقصود ہے۔ کہ ذوالنون ان کے ہاتھ سے گم
ہو گئے۔ ہمارے نزدیک یہی تقدیر اچھی ہے۔ پھر ترکیب یوں ہوگی۔ کہ چونکہ ذوالنون بند بر باد سوعے زنداں
شاہد رفت۔ شرط جس کی دست بر سر سے شروع ہوئی ہے۔ افتقاد کا مضاف الیہ ذوالنون محذوف یہ مرکب
اضافی مجرور ہوا۔ جار و مجرور متعلق بر سر کے جو حال ہے۔ اور دوستان ذوالحال۔

ترجمہ جب حضرت ذوالنون خوش خوش پابر خیر فیہ خانہ کو چلے۔ تو ان کے ہمعقدوں
نے (انکو) گم کرنے (کے افسوس) سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے (ان کی) تفتیش حال کی

غرض سے ان کے پاس جانے کے لئے ہر طرف سے قید خانہ کی طرف رخ کیا۔
دوستان قصہ ذوالنون شد سوئے زنداںِ دراں راے زوند
 ترجمہ۔ معتقدین حضرت ذوالنون کے معاملے میں (تفتیش حال کرنے کے لئے) قید خانہ
 کی طرف گئے۔ اور اس بارے میں راے زنی کرنے لگے۔

کایں بکر قاصد کنہ بچتے سرت کو دریں میں قبلہ آئیے سرت
 لغات۔ قاصد۔ قصد کرنے والا۔ بالارادہ کوئی کام کرنے والا۔ قبلہ جمع عام مراد ہے۔ آیت نشانی
 ترجمہ۔ کہ شاید آپ یہ (محبوبانہ حرکات) بالارادہ کرنے میں (بچ بچ) دیوانہ نہیں
 ہیں، یا شاید واقعی دیوانہ ہو گئے ہوں اور اس میں اللہ تعالیٰ کئی (کوئی) محنت ہو۔
 کیونکہ آپ اس دین (اسلام) میں (آج) مرجع (عوام) اور آیت (من آیات اللہ)
 ہیں۔

دور دوز عقل چوں دریائے او تاجنوں باشہ سرفہ فرماے او
 لغات۔ سرفہ۔ بلیغ حسین و فار۔ خفتہ عقل۔
 ترجمہ۔ ان کی عقل سے جو اپنی بے پایانی میں دریائی مثل ہے، یہ بات دور (اور نہایت)
 دور (سہ) کہ دیوانگی ان سے خفتہ عقل (کی باتیں) صادر کرائے۔

حاش بشہ از کمال جاہ او کا ہر بجاری پو شد ماہ او
 ترجمہ۔ حاش بشہ ان کے کمال مرتبہ (کے لحاظ) سے (یہ بات ناممکن ہے) کہ بجاری کا ابران
 (کی عقل) کے (درختوں) چاند کو چھپالے۔

اوز شر عامہ اندر خانہ شد اوز رنگ عاقلان دیوانہ شد
 ترجمہ۔ (پس معلوم ہوتا ہے کہ) وہ عام لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے (قید)
 خانہ میں چلے گئے۔ وہ (اس زمانے کے بد اعمال) عاقلوں (کے ساتھ شریک عقل ہونے) کی
 عار سے دیوانہ بن گئے۔ سعدی رحمت

ہر کہ باہر گانگن در بوستان

پاسے در زنجیر پیش دوستان

حافظ رحمت

ہر کہ آدم بود آنجا دو دوامت ایجا

نیرت مقبول دل عشق پسندیدہ عقل

قاصد اُفت و دیوانہ شد

اوز عاقل کنہ تن پرست

ترجمہ (اصلی وجہ یہی ہے کہ وہ اس عقل کی عمارت سے جو روحانیت کے اوراک سے) کُند اور جسمانیات کے تصرف میں لگی رہتی ہے قصداً (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں۔ حافظ ۵

در اسے حاجت دیوانگان زما مطلب کہ شیخ مذہب اعاقلی گنہ دانست

کہ بہ بندم لے فتنے و ز سازگاو بر سر و شیم بزن و ایل رامکا و

لغات۔ سازگاو۔ چڑے کا سمتہ جس سے چوپایوں کو مانگتے ہیں۔ سکا و فعل نہی از کا دیدن جس کے معنی میں کر دینا کہ و کاوش کرنا۔ ترجمہ (اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اسے نوجوان (سپاہی) منجھ کو (زنجیر میں) جکڑ لے۔ اور چرمی سنا میرے سہرا و ریشیت پر مارے جا۔ اور اس بات (کا سبب دریا فتنے کرنے کے لئے اس) کو مت کرید۔

تاز رخم نخت یا بم من حیات چوں قاتل از گاہ موسیٰ لے ثقات

لغات۔ رخم۔ ضرب۔ مار پیٹ۔ نخت۔ ٹکڑا۔ قاتل۔ مقتوی۔ ثقات۔ معتبر لوگ۔ گاہ و موسیٰ یہ لفظ ایک روایت سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔ اس کے بیان کے بغیر شعر کا مطلب واضح نہ ہوگا۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے ایک ہمتول آدمی تھا۔ اس کا ایک بھتیجا محتاج و فقیر تھا۔ اور وہی اس کا وارث ہوتا تھا۔ بھتیجے نے ایک دن موقع پاکر مال کی طمع سے چچی کو قتل کر ڈالا۔ اور رات کے وقت اس کی لاش کو ایک دوسرے گاؤں میں لے جا کر ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی۔ تو پھر خود ہی موسیٰ علیہ السلام کے پاس اس کے خون کا دعویٰ چند استخا ص کے خلاف دائر کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے تحقیقات کی تو کچھ بہتہ نہ چلا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت آپ خلیفہ مد تعالیٰ سے دعا کریں کہ شیک کسی طرح جل ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ جو قبول ہوئی۔ تو آپ نے لوگوں سے فرمایا۔ اِنَّ اللہَ کَاَمْرٌ کَہُ اَنْ تَذٰبَحُوْا اَبھَرَہُ۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ قَالُوْا اَیْمٰنُ نَّاھُنَّ وَا لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ ہم سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ یعنی سوال تو تھا مقتول کے قاتل کا کھوج نکالنے کا۔ اور آپ حکم دیتے ہیں گائے کو ذبح کرنے کا۔ مگر جب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ حکم قاتل کا سراخ نکلنے کے سلسلے ہی میں ہوا ہے۔ تو پھر انہوں نے اپنی جہت آفریں طبیعت کے موافق مختلف سوالات شروع کر دیئے کہ وہ گائے کیسی ہو۔ کیا رنگ ہو۔ کیا علیہ ہو۔ کیا عمر ہو۔ ان سوالات کے جواب میں جوں جوں اس گائے کی صفات بیان ہوتی جاتی تھیں۔ تو شرائط و قیود کی زیادتی سے خود ان لوگوں کے لئے مشکل بڑھتی جاتی تھی۔ بزرگان دین نے لکھا ہے کہ اگر وہ لوگ اس حکم کو سننے ہی کوئی سی گائے کے ذبح کر دیتے تو وہی کافی ہوتی۔ مگر انہوں نے خود سوال پھول کر کے شرائط و صفات کی اپنے لئے مشکل پیدا کر لی۔ اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت تھی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک صالح آدمی تھا۔

اللہ نے اس کو میا دیا تھا۔ جو ابھی خرد سال تھا۔ جب اس شخص کی وفات کے دن تریب آئے۔ تو اسے اپنے بچے اور عورت کا فکر ہوا۔ اس کے پاس صرف ایک بکھیا تھی۔ اُسے جنگل میں لے گیا۔ اور یہ دعا کر کے اسے چھوڑ دیا۔ کہ الہی میں اس کو تیری حفظ میں بطور امانت چھوڑتا ہوں۔ کہ جب میرا بچہ بڑا ہو۔ تو اس کے کام آئے۔ یہ لڑکا جوان ہوا۔ تو اپنے باپ کی طرح نہایت صالح و عابد اور نیکو کا نکلا۔ تہائی رات تک نوافل پڑھتا۔ پھر تہائی رات تک سوتا۔ اس کے بعد تہائی رات پھر اپنی ماں کی خدمت میں! سید ثواب بیٹھا رہتا دن کو جنگل سے لکڑیاں جن کر لاتا۔ ان کو فروخت کر کے ایک تہائی قیمت خیرات کر دیتا۔ ایک تہائی کی رونی خریدتا۔ باقی تہائی ماں کی نذر کر دیتا۔

خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں اس جوان کی یہ طاعت و عبادت اور ماں کی خدمت قبول ہوئی۔ آخرت میں اس کا جو صلہ ملنا تھا۔ وہ تو بڑا لگ۔ دنیا میں بھی وہ اس کے اجر سے مالا مال ہو گیا۔ ایک دن وہ اپنی ماں کے مشورے سے جنگل میں گیا۔ اور اپنی سورتی بکھیا کو پکڑ لایا۔ جو اس وقت تناور لکڑی بن چکی تھی۔ اور حفاظت الہی کی بدولت کوئی شخص اب تک اس کے پکڑنے پر قادر نہیں ہو سکا تھا۔ مگر وہ بحکم خدا اپنے اصلی حقدار کے پکڑنے پر آسانی اس کے قابو میں آگئی۔ اس نے ارادہ کیا۔ کہ بازار میں تین دینار (۹ روپے) پر اس کو فروخت کر دے۔ مگر فرشتہ غیب نے اس کی ماں کے کان میں یہ بات ڈالی۔ کہ لڑکے سے کہدو۔ ابھی اس گائے کو فروخت نہ کرے۔ اس کو موسیٰ علیہ السلام خریدیں گے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام سے اس کے عوض میں اس قدر سونا وصول کرے۔ جس سے اس کا چمڑا پڑ ہو سکے۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وحی کے ذریعہ سے قابل فسخ کائے کے جو اوصاف بتائے۔ ان اوصاف کی گائے اس جوان کی گائے کے سوا اور کوئی نہ تھی۔ وہ اس سے خرید گئی۔ اور فسخ کے بعد اس کے عوض میں اس قدر سونا دیا گیا۔ جس سے اس کا چمڑا پڑ ہو سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مردہ لاش سے لگایا گیا۔ تو مردہ زندوں کی طرح اٹھ بیٹھا۔ اور اس نے بتا دیا۔ کہ مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔ اور یہ کہتے ہی پھر بے جان ہو کر گر گیا۔ قاتل کو اس کے جرم کی سزا دی گئی۔

ترجمہ۔ تاکہ اے معتبر لوگو! میں (اس گائے کے چرمی ٹکڑے) کے بنے ہوئے سانپ کی چوٹ سے زندگی پاؤں۔ جیسے کہ (اس) مقتول نے موسیٰ علیہ السلام کی (خرید کی ہوئی) گائے کے گوشت کا ٹکڑا لگا دینے سے (زندگی پائی)۔

تازہ خرمخت گائے خوش شوم ایچو کشتہ گاوموسیٰ کش شوم

لغات۔ کشتہ گاومیس فک اصفاف ہے۔ کش بفتح کاف فارسی۔ خوش۔ ترجمہ۔ تاکہ میں (اس) گائے کے (چرمی) ٹکڑے (کے بنے ہوئے سانپ) کی چوٹ سے خوشحال ہو جاؤں۔ موسیٰ علیہ السلام کی گائے کے ٹکڑے کے اثر سے زندہ ہو جانے والے مردے کی طرح خوش و خرم ہو جاؤں۔

چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا

زنده شد کشته ز زخم دُم گاو ہچوس از کیمیا شد زرساو

لغات - زخم دم گاو رگائے کی دم کی چوٹ - بعض روایات میں آیا ہے کہ مذبوہ گائے کی دم جڑ کے پاس سے اس مقتول کے ساتھ چھوٹی لگی - تو وہ زندہ ہوا - بعض روایات میں کان کے جڑ کی ہڈی آئی ہے - بعض میں زبان - بعض میں دائیں ران - اس سے معلوم ہوا زخم دم گاؤ کا ذکر بھی ایک روایت پر مبنی ہے - زرساو - خالص سونا -

ترجمہ (وہ) مقتول گائے کی دم کی چوٹ سے زندہ ہو گیا (تھا) جس طرح تانبا کیمیا سے خالص سونا بن جاتا ہے -

کشته بربست و گفست اسرار را و نموداں زمرہ خونخوار را

ترجمہ (چنانچہ وہ) مقتول (چنگا بھلا ہو کر) اٹھ بیٹھا اور (اپنے قتل کے) راز بیان کر دیئے - (اور) اس خونخوار جماعت کو (جس میں اس کا بھیتجا اور اس کے معاون شامل تھے) ظاہر کر دیا -

گفت روشن کاین جماعت کُشتہ تخم اس آشوب ایشاں کشتہ اند

لغات - روشن - صاف صاف - علانیہ - آشوب - فساد - ظلم صنائع کشتہ بھضم اور کشتہ بکسر - تجنبیں - ترجمہ (اس مقتول نے) علانیہ بتا دیا کہ (مجھے) اس جماعت نے قتل کیا ہے - اس فساد کا بیج انہوں نے بویا ہے -

چونکہ کُشتہ گرد و اس جسم گراں زندہ گرد و ہستی اسرار داں

ترجمہ (اسی طرح) جب یہ گراں (بار) جسم فنا ہو جاتا ہے - تو راز داں ہستی زندہ ہو جاتی ہے -

مطلب - ہستی ظاہر کے فنا ہو جانے سے روح میں لطافت و پاکیزگی آ جاتی ہے - اور بہت سے ایسے علوم و حقائق منکشف ہو جاتے ہیں - جو جسمانی زندگی میں اس پر مخفی تھے - صائب رحمہ

دل ز قید جسم چوں آزا و گردد و اشود
چوں حجاب از خود کند قالب ہتی دریا شود

جان او بیند بہشت و نار را باز و اند جملہ اسرار را

ترجمہ - (پھر) اس کی روح بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتی ہے - (اور) تمام اسرار کو معلوم کر لیتی ہے -

وانما ید خونیاں دیورا وانما ید دام خدعہ وریورا

لغات - غیباں - قاتلاں - دیو شیطان - خدعہ - فریب - ریو - مکرو فریب -
ترجمہ (جس طرح اس مقتول نے اپنے قاتلوں کا راز فاش کر دیا تھا) وہ (روح مجرد بھی)
قاتل شیطانوں کو (جو انسان کو ضرر پہنچاتے ہیں) ظاہر کر دیتی ہے (ان کے) مکرو فریب کے
جال کو نمایاں طور پر دکھا دیتی ہے۔

گاؤ کشتن ہست از شرط طریق تاشو از زخم دوش جاں مہنیق

لغات - طریق سے طریق معرفت مراد ہے - زخم دوش - اس کی دم کے تازیانے کی چوٹ -
مہنیق - افادہ پانے والا - ہوش میں آ جانے والا - صنائع زخم دوش کے ذکر میں صنعت مثلاً
ہے۔

ترجمہ - غرض گاؤ (جسم) کو فوج کر ڈالنا طریق (معرفت) کی شرائط سے ہے تاکہ جان اس
کی دم (کے سانٹے) کی چوٹ سے ہوش میں آ جائے (جس طرح وہ مقتول گائے کے
دم کے چھونے سے زندہ ہو گیا تھا)۔

گاؤ نفس خوش راز و تبرکش تاشو در روح خفی زندہ ہش

لغات - زوتر - مخفف زودتر - روح خفی - کنایہ ہے روح ضعیف سے - ہش
ہوش۔

ترجمہ (پس) اپنے نفس کی گائے کو جلدی فوج کرو۔ تاکہ (تمہاری) روح (جواب) کمزور
(ہو رہی ہے مخالف طاقت کے فنا ہو جانے سے طاقت پکڑے اور) زندہ و باہوش
ہو جائے - فیض غفرلہ سے

در معرکہ چوں کنی کر چہیت خود را بشکن کہ فتح ازشت

ایں سخن را قطع و پایاں مجو حال ذوالنوں بامریداں بازگو

ترجمہ - اس بحث کو انتہا اور خاتمہ تک پہنچانے کی کوشش نہ کرو کہ اس کی انتہا
نہیں۔ (لہذا) حضرت ذوالنوں کا اپنے مریدوں کے ساتھ (جو معاملہ ہوا اس کا)
حال بیان کرو۔

رجوع کردن بحکایت ذوالنون بمیدان

حضرت ذوالنون کے اپنے مریدوں کے ساتھ معاملے کا بیان دوبارہ شروع کرنا

چوں سید نال نفرزدیک او بانگ برزد ہے کیاندا انقوا

لغات - نفر - جماعت ہے۔ کلمہ تنبیہ جو آگاہ کرنے کی غرض سے استعمال ہوتا ہے کیا نند - کلام کسانند -
انقوا - فعل امر صیغہ جمع حاضر - ہٹو - بچو - دور ہو جاؤ۔

ترجمہ جب وہ جماعت ان کے پاس آچھی۔ تو (حضرت ذوالنون نے انکو) لٹکارا کہ خبردار! (یہ) تم
کون لوگ (چلے آ رہے) ہو۔ چلو ہٹو!

باادب گفتند از دوستاں بہر پریش آیدیم اینجا بجاں

ترجمہ (میں نے) مودبانہ عرض کیا ہم (آپ کے) معتقدوں میں سے (ہیں) یہاں (دل و جان کے ساتھ
آپ کا حال) دریافت کرنے آئے ہیں۔

چونی اے دیناے عقل ذوالفنون ایں چہ بہتان ہست بر عقلت جنوں

لغات - چونی - چوں ہستی - چگونہ ہستی - ذوالفنون - عجائبات والا بہتان - بہتت -
ترجمہ کہ اے عجائبات والی عقل کے دریا! آپ کا کیا حال ہے۔ (اور) آپ کی عقل پر یہ دیوانگی کی
تہمت کیسی لگائی جا رہی ہے۔

دو در گلخن کے رسد و آفتاب چوں شود عقدا شکستہ از غراب

ترجمہ - بھلا بھٹی کا دھواں آفتاب کے ساتھ کب چھو سکتا ہے؟ عقدا کوڑے کے
مقابلے میں کب شکست کھا سکتا ہے؟ (اسی طرح آپ کی عقل کو جنون سے
کیا نسبت؟)

واکیر از بابیاں کن ایں سخن ما مجتبانیم باما ایں مکن

ترجمہ - یہ بات بیان فرما دیجئے۔ ہم سے چھپائیے نہیں۔ ہم آپ کے مخلص
ہیں۔ ہمارے ساتھ ایسا نہ کیجئے کہ ہم کو اصل حال سے آگاہ نہ
فرمائیں۔

مر مجتباں را شاید دور کرد یا بہ رو پوش و غل مجور کرد

ترجمہ۔ ہم خاص نخلصول کو (اپنی معیت سے) دور کرنا یا روپوشی اور دھوکے کے ساتھ ان کو (آپ سے) الگ رکھنا مناسب نہیں۔

راز را اندر میاں نہ با محب ایکہ بحر علم و عقلی استجب

لغات۔ استجب صغیر ہے استجاب سے۔ قبول کرو۔ ہماری درخواست منظور کرو۔
ترجمہ (اس معاملہ کے صلی) راز کو دوست پر ظاہر کر دیجئے۔ اے علم و عقل کے دریا! آپ ہماری بات مان لیجئے۔

راز را اندر میاں آور شہا رومن درابر نہانی ہما
ترجمہ۔ حضور والا! اصلی راز بیان فرما دیجئے۔ اے معرفت کے چاند! پوشیدگی کے بادل میں اپنے چہرہ (مبارک) کو نہ چھپائیے۔

ماحب صادق و دلکشہ ایم در دو عالم دل تو بر بستہ ایم
ترجمہ ہم آپ کے سچے مخلص (ہیں) اور (آپ کی) اس تکلیف سے (ہمارا دل زخمی ہے۔ دونوں عالم میں آپ (بھی) کے ساتھ ہمارا قلبی تعلق ہے۔

راز را از دوستاں نہاں کن در میاں نہ راز و قصد ہاں کن
ترجمہ۔ (اپنے) راز کو دوستوں سے نہ چھپائیے۔ صاف صاف فرما دیجئے۔ اور خواہ مخواہ (ہماری) جان کے درپے نہ ہو جائے (جو اس غم میں گھٹی جا رہی ہے)

چونکہ ذوالنون اس سخن ز شیاں شنید جرطریق امتحان مخلص ندید
ترجمہ۔ جب حضرت ذوالنون نے ان کی یہ باتیں سنیں (اور سب کو معقول پایا) تو (بہ) طریق امتحان (ان کے دعویٰ خلوص کو آزمائے) کے سوا (اور کوئی صورت ان سے) رستگاری (پاتے نہ پائی) انہی (لہذا امتحان شروع کر دیا)

فیش آغازید و دشنام از گزرف گفت او دیوانگانہ نے رفاف

لغات۔ آغازید فعل ہاضی ہے آغازیدن سے۔ گزاف۔ بے اصل بات۔ زے رفاف اشارہ ہے زق زق بت بت کی طرف جس کے معنی کو اس کے ہیں۔ جھک جھک بک بک۔
ترجمہ بناوٹ (کے جنون) سے بُرا بھلا کہنا اور گالی گلوچ شروع کر دی۔ (اور) دیوانوں کی طرح جھک جھک بک بک کرنے لگے۔

برجمید و سنگ پراں کرد و چوب جملگاں بگر نختہ از بیم کوب
ترجمہ: اسی پرکتفا نہیں کیا بلکہ طیش کے ساتھ اٹھے اور پتھر پھینکے اور لاٹھی (چلائی) شروع کر دی۔ تمام لوگ (لاٹھی کی) چوٹ کے خوف سے بھاگ نکلے۔

فتقہ خندید و جنبانید گفت بادشہ ایں یاراں نگر

لغات: بادشہ - غور - لاف - شیخی۔

ترجمہ: (پھر) فتقہ (مار کر) مہنس پڑے اور سر ہلا کر کہا۔ ان یار لوگوں کی (خلوص و محبت کی) شیخیاں دیکھو۔

دوستاں ہیں اکو نشان دوستاں! دوستاں را بنج باشد ہمو جاں

ترجمہ: ان (دوستی کے) دعویدار (دوستوں کو) دیکھو! (مگر سچے) دوست کا نشان کہاں؟ (سچے) دوستوں کو (دوست کے ہاتھ سے جو) تکلیف (پہنچے وہ) جان کے برابر (پیاری) ہوتی ہے۔ صاحب ۷

ایں زہر پرورش بشکر مید ہد مرا

دشنام یاد جان دگر مید ہد مرا

سعدی ۷

یارے کہ تھل نمکند یار نباشد

جنگ از طرف دوست دل آزار نباشد

دل ۷

دگر گویدت جاں بدہ گو بگیر

اگر عاشقی دامن او بگیر

رنج مغر و دوستی اور اچو پو ست

کے گراں گیر رنج دوست دوست

لغات: گراں گیر و ناگوار سمجھتا ہے۔ مغر و مڑھل۔ لب لباب۔

ترجمہ: دوست دوست کی تکلیف کو کب ناگوار سمجھتا ہے (محبت کا) لب لباب (دوست کی) تکلیف (کو برداشت کرنا) ہے۔ اور دوستی تو (صرف) اس کا پھلکا ہے۔ صاحب ۷

در بلا و محنت و آفت کشتی

نہ نشان دوستی شد سرخوشی؟

ترجمہ: کیا (دوست کی طرف سے نازل ہونے والی) بلا اور محنت اور جفا کشتی میں راضی (برضاے دوست) رہنا (سچی) دوستی کی نشانی نہیں ہے؟ کیوں نہیں ضرور ہے۔ سعدی ۷

زچور بنجے رسدت یار فراموش کنی

یاری آنست کہ زہر از قلبش نوش کنی

دوست بچوں زربلا چوں آتش است زربلا ص دل آتش خوش است
ترجمہ۔ دوست کی مثال سونے کی سی ہے۔ اور بلا گویا آگ ہے۔ خالص سونا آگ ہی کے
انداز (اپنا جوہر) بخوبی (ظاہر کرتا) ہے۔ حافظہ
عہد کردی کہ بیوزی ز غم خویش مرا بیج غم نیست تو میوز کہ من سے سازم
جامی رہے

میں ہمیشہ ترجمہ بحالم اسے خواجہ کہ رنج و محنت عشاقِ راحت آمیزت
آگے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت بیان فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے دوست کے ہاتھ سے تلخ خبر بوزہ
پایا۔ تو اس کو بھی رعبت سے کھایا۔ اسی طرح اگر حق تعالیٰ کی مشیت سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے رنجی
برضا ہو کر برداشت کر لینا چاہیے۔

امتحان کردن خواجہ لقمان را در زیر کی

آقا کا لقمان کی عقلمندی کا امتحان لینا

نے کہ لقمان را کہ بندہ پاک بود روز و شب در بندگی چلاک بود
خواجہ اش میداشتہ در کار پیش بہترش ویسے ز فرزند ان خوش

ترکیب۔ یہ تمام عبارت ایک جملہ استفہامیہ ہے۔ جس کی تقریروں ہے۔ آیا اس صحیح نیست کہ لقمان الخ۔
جس میں اس میں ہے۔ اور کہ لقمان را الی آخر البتہ اس کا بیان۔ جس کے اندر لقمان میں ہے۔ کہ بندہ پاک
بود الخ اس کا بیان۔ یہ سب بیان مل کر سیداشتہ کا مفعول پر اور خواجہ اس کا فاعل۔
ترجمہ کیا (یہ واقعہ صحیح) نہیں (ہے) کہ حضرت لقمان جو ایک پاک بندہ تھے۔ اور دن رات
بندگی میں حیات (رہتے) تھے۔ ان کا آقا انہیں ہر کام میں (راے و مشورہ لینے کے لئے)
مقدم رکھتا تھا۔ (بلکہ) ان کو اپنے فرزندوں سے بھی زیادہ (عزیز) سمجھتا تھا۔

زانکہ لقمان گرچہ بندہ زادہ بود خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود

صناع۔ زادہ اور آزادہ میں تجنیس ناقص اور بندہ و آزادہ میں تضاد۔

ترجمہ (جس کی) وجہ یہ تھی کہ حضرت لقمان اگرچہ غلام کے فرزند تھے (اس لئے خود
بھی غلام تھے مگر اپنے ذاتی صفات کے لحاظ سے ایک آقا سے (نامدار) تھے اور خواہشات
(نفسانیہ) سے آزاد تھے۔

مطلب۔ اس بیان میں تصریح ہے۔ کہ حضرت لقمان غلام تھے۔ لیکن یہ قول انہی اصحاب کے نزدیک

مسلم ہو سکتا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک ولی اور حکیم تھے۔ نبی نہ تھے۔ اور جو اصحاب ان کی نبوت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک ان کا غلام ہونا صحیح نہیں۔ کیونکہ نبی غلام نہیں ہوتا۔

تفسیر خازن میں لکھا ہے۔ کہ وہ لقمان ابن باعور ابن ناہور ابن تاخ ہیں۔ اور تاریخ کا دوسرا نام آرز ہے۔

بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ حضرت ایوب کے بھائی تھے۔ بعض ان کے خالہ زاد بھائی لکھتے ہیں۔ ایک ہزار

سال عمر پائی۔ جسے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے۔

اور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ وہ حکیم تھے۔ نبی نہ تھے۔ مگر عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ یہ بھی مروی ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اختیار دیا گیا۔ کہ خواہ نبوت کا منصب منظور کر لیں یا حکمت کا۔ تو انہوں

نے نبوت کے منصب کو پرخطر اور نازک سمجھ کر اس کے قبول کرنے سے عذر کیا۔ اور اپنے لئے حکمت پسندی

چنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے زمانہ کا حکیم بنادیا۔ پھر یہی اختیار حضرت داؤد علیہ السلام کو دیا گیا۔ تو انہوں نے

بلا عذر نبوت منظور کر لی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ لقمان ایک حبشی غلام تھے۔ نہایت بد صورت سیہ فام کریم المنظر

بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ بعض نے کہا ہے۔ درزی تھے۔ اور بعض نے کہا ہے۔ بکریاں چراتے تھے۔ اتنی لطیف

مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ لقمان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا صرف ولی۔ مگر ان کے

ولی ہونے کی تقدیر پر بندہ زادہ ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے۔ نبی ہونے کی صورت میں نہیں۔ کیونکہ نبی بندہ زادہ نہیں

ہوتا۔ اور صحیح بخاری میں ہرقل کے قصے میں مذکور ہے۔ کہ اس نے کہا۔ وکذلک الرسول تبعث فی سبب

تو چھا۔ یعنی اسی طرح پیغمبر عالی خاندان ہی بھیجے جاتے ہیں۔ اور لقمان کا نبی ہونا راجح ہے۔ جس کی تائید شیخ

اکبر قدس سرہ کے قول سے ہوتی ہے۔ جو انہوں نے فصوص الحکم کے اندر فصل حکمت لقمانیہ میں سپرد قلم کیا

ہے۔ پس ان کی غلامی اور غلام زادگی کے قصے کے صحیح ہونے کی تقدیر پر کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ ادران کے

والد جبرائیل غلام بنائے گئے ہوں گے۔ جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جاسے گئے تھے۔ اور یہ واقعہ ان

کی نبوت سے پہلے کا ہوگا۔ پھر وہ آزاد ہو کر عالی نسب ثابت ہو چکے ہوں گے۔ تو اس کے بعد نبوت پر متمنا نہ ہوئے

ہوں گے۔ پس بیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ لقمان اگرچہ بظاہر غلام تھے۔ لیکن وہ ایک آقائے عالی نسب تھے۔

اور ابتدائے پیدائش سے خواہشات نفسانیہ سے آزاد تھے۔ جیسے کہ انبیاء کی شان ہوتی ہے (انتہی)

اسی ضمن میں مولانا رہ جو اسے نفس سے آزاد ہونے کے متعلق ایک اور حکایت بیان فرماتے ہیں۔

گفت شاہ شیخ را اندر سخن چیرے از بخشش زمین و خواہست کن

ترجمہ۔ کسی بادشاہ نے ایک بزرگ سے باتوں باتوں میں (خوش ہو کر) فرمایا کہ مانگو مجھ سے

کیا انعام مانگتے ہو؟

گفت اے شہ شرم ناپید مر ترا کہ چنیں کوئی مرا زیں بر ترا

لغات۔ زیں بر ترا کے لفظی معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کو اس گفتگو کے مقام سے بلند ہو جانا چاہیے۔

جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ گفتگو جو آپ کے درجے سے گری ہوئی ہے۔ نیچے کی نیچے رہ جائے۔ اور آپ اپنے

بلند درجے پر رہیں۔ مگر ہم نے ترجمہ میں ایک محاورہ اختیار کیا ہے۔

ترجمہ (ان بزرگ نے) کہا۔ اے بادشاہ! یہ مجھے ایسی بات کہتے کچھ بھی نہیں سمجھتے (براہ مہربانی) اس گفتگو کو رہنے دیجئے۔

من دوبندہ دارم ایشان حقیر و او بر تو حاکماند و امیر

ترجمہ (دیکھئے) میرے دو غلام ہیں۔ اور یہ (دونوں میرے نہایت) حقیر (غلام ہیں) اور دونوں کے دونوں آپ کے حاکم اور امیر ہیں۔

مطلب۔ وہ بزرگ بادشاہ سے فرماتے ہیں۔ کہ تم کو اپنی داد و دہش کے گھمنڈ پر مجھ سے برتر ہونے کا دعویٰ ہوگا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دیکھئے آپ نہ صرف مجھ سے کم رتبہ بلکہ میرے دو غلام کے محکوم ہیں۔ غلام بھی وہ جو نہایت حقیر اور کمینے ہیں۔ اور ان کے محکوم ہونے سے آپ کی بے وقربی ظاہر ہے۔ اب سنئے کہ وہ غلام کون ہیں؟

گفت شہنشاہ چنانچہ زلت گفت آں یک خشم و دیگر شہوت

لغات زلت کسر و تشدید لام لغزش بعض نسخوں میں زلت بزال معجمہ آیا ہے۔ ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا وہ دو (غلام ایسے) کیا ہیں (جو مجھ پر حکمران ہوں گے) یہ (تو آپ کی) غلطی (معلوم ہوتی) ہے (یا یہ تو میرے حق میں زلت کی بات ہے) فرمایا وہ (غلام) ایک خشم ہے اور دوسرا شہوت۔

تلمیح۔ بادشاہ نے پوچھا۔ "آں دو چنانچہ" اور "چہ" کے ساتھ غیر ذوی العقول کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ کیا چیزیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اتنی بات بادشاہ کو محسوس ہو چکی تھی۔ کہ یہ بزرگ کسی انسان کو میرا حاکم یا امیر قرار نہیں دے رہے۔ بلکہ وہ کسی غیر انسانی ہستی کو مجھ پر مسلط سمجھتے ہیں۔ جو ذائل اخلاق میں سے ہوگی۔ اور حکیمانہ طور پر مجھ کو اس سے بچنے کی نصیحت فرمانا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس نے "چہ" کے ساتھ سوال کیا۔ مطلب۔ ان بزرگ کے قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ خشم و شہوت وغیرہ انسان کے قلبی جذبات اس کے قابو میں ہونے چاہئیں۔ اور الٹا یہ تم پر مسلط ہیں۔ چنانچہ غصہ و غضب تم کو اپنی نوع کی آزار رسانی پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ اور شہوت کے زیر اثر تم مختلف خواہشات نفس کو پورا کرنے میں منہمک رہتے ہو۔

جذبات نفس تیرے سب اونٹ غلام ہیں صدیغ تو غلام ہو اپنے غلام کا

شاہ آں کو رشتہ ہی فارغ است بر مہ خورشید نورش بانغ نست

لغات۔ فارغ بے پروا مراد ہے۔ بانغ درخشاں۔ چمکنے والا۔ ترجمہ (تم کیا بادشاہ ہو) بادشاہ تو اس کو سمجھو۔ (جو تمام مال و زر اور جاہ خشم ختنے کے) بادشاہ سے (بھی) بے نیاز ہے (ایسے بادشاہ کا یہ رتبہ ہے کہ) چاند اور سورج پر بھی اس کا نور و رخسار (ہوتا) ہے۔

مطلب۔ صحیح معنی میں بادشاہ وہ ہے۔ جو عشق الہی کی دولت سے ہر وہ منہمک ہے۔ پھر بجز و بزرگی بادشاہ

اس کو حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس کی اسے پروا نہیں۔ جامی ۱۷۷

ہر کہ بارو سے چور گشت انگڑایان برش
ماہل مانے نشہ سودا سے جا ہے ہم نحد
چاند سورج پر نور درخشاں ہوئے کا مطلب یا قویہ ہے۔ کہ چاند سورج باوجود مکہ نورانیت کے اعلیٰ توئے ہیں۔ مگر
یہ بھی ان بزرگ سے اقتباس نور کرتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے۔ کہ ان بزرگ کو اس قدر نور باطن حاصل ہے۔ کہ ان تیرین
اعظمین کے انوار بھی اس کے آگے ماند ہیں۔ امیر خسرو ۷۷

ماہ و خورشوں تو نیندا میل و جاں منزل تو
کاں ولایت کہ تواری بہہ و خورند ہند

مخزن انداز کہ مخزن عار او ہشتی انداز کہ ہستی راعدو

لغات - مخزن - خزانہ - ذخیرہ - انداز - مبعثہ ذخیرہ مند - جمع کند - ہستی - زندگی -

ترجمہ - وہ (علم و معرفت کا ایسا) خزانہ رکھتا ہے - کہ (ظاہری) خزانہ اس کے لئے (موجب)
عار ہے - وہ (ایسی روحانی) زندگی رکھتا ہے کہ (جسمانی) زندگی کا خالف ہے۔ جامی ۱۷۷
کسوٹ خواجگی و ضلعت شاہی پکند ہر کرا غاشیہ بند گیت بردوش است

خواجہ لقمان بظاہر خواجہ و ش حقیقت بندہ لقمان خواجہ اش

ترجمہ - حضرت لقمان کا آقا بظاہر آقا یا نہ حیثیت رکھتا تھا۔ حقیقت وہ لقمان کا غلام
(تھا)۔ اور لقمان اس کے آقا (تھے) صاحب ۷۷

برہنہ اگرچہ دولت محمود دست یافت گردن نہاد حلقہ زلف اباز را

در جہان باز گو نہ زیں بسے دست در نظر شاں گو ہرے کم از خست

ترجمہ - آقا کے غلام اور غلام کے آقا بن جانے پر تعجب نہ کرو۔ کیونکہ اس (الٹی) نگری
میں اس قسم کی (الٹی) باتیں بہت ہیں (چنانچہ) لوگوں کی نظریں ایک (میتھی) مونی
ایک (تکے سے بھی کم) (میتھی) ہے۔ حافظ ۱۷۷

ہمے گو ممکن سایہ شرف ہرگز دریاں ویا کہ طوطی کم از زغن باشد

دلہ ۷۷

آہ آہ از دست صرافان گوہر ناشناس ہر زماں خر مہرہ را باور برا بر سیکند

وقیل ۷۷

یا قوت را مقابل خر مہرہ سے ہند سنگ سیاہ بزرخ زرد سرخ سے خوند

مرہایاں را مفازہ نام شد نام و ننگ عقل شاں را مام شد

لغات - مفازہ - جائے فوز - کامیابی کی جگہ - جھگل کو کہتے ہیں - عقل - دانش - خود - لغت میں یہ
مصدر ہے - جس کے معنی ہیں پاؤں میں رتی ڈالنا - چونکہ عقل و خود انسان کو اکثر ناجائز مقتضیات طبع

کی طرف جانے سے روکتی ہے۔ اس لئے یہ نام مقرر ہوا۔
ترجمہ۔ (اس الٹی نگری کا رواج دیکھو کہ) جنگل کا نام مغازہ (یعنی کامیابی کی جگہ)
 مقرر ہوا ہے (جو ناکامی کی جگہ ہے اور) مخروطی عماران کی عقل کے پاؤں کی بیڑی بن
 گئی (حالانکہ الٹا عقل مقتضیات طبع کے پاؤں کی بیڑی تھی)

مطلب۔ یہ نام رنگ کا عقل کے لئے دام ہوا یوں ہے۔ کہ مثلاً لوگ، صرف نام کے لئے بیاہ شادی
 پر ہزاروں روپیہ لٹا دیتے ہیں۔ اور دنیا کی شرم کے لئے ہزاروں شرم کے نا واجب اخراجات اٹھا لیتے
 ہیں۔ کہ مبادا براوری میں تک کٹی ہو۔ حالانکہ عقل اسراف و تبذیر سے روکتی ہے۔ اور اس کا انجام بد
 دکھا کر اس سے تفرک نہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر الٹا وہ نام و رنگ اس کے پاؤں کی بیڑی بن کر اس کو
 مجبور اور بے بس کر دیتے ہیں۔ جبکہ شرح ہمارے زیر نظر ہیں۔ سب میں دوسرے مصرعے کے لفظی ترجمہ
 پر اکتفا کیا گیا۔ یعنی "نام و رنگ ہی ان کی عقل کا دام ہو گیا۔ بس۔ اور کسی شرح سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس
 مصرعہ کو پہلے مصرعے سے کیا ربط ہے۔ اور اس سے وارث گوئی کی کیا نظیر پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے ترجمہ سے
 ظاہر ہے۔ کہ عقل کے لفظ کی لغوی تشریح سے کیا پر لطف ربط پیدا ہو گیا۔ فالحمید علی ذالک عرض یہ ہے
 کہ اکثر چیزوں کا الٹا نام رکھا جاتا ہے۔ اور ان سے الٹا کام لیا جاتا ہے۔ کما قبل ہے
 رنگی کو نارنگی بولیں بہتے دودھ کا کھویا اور چلی کو گاڑی کیس دیکھ کبیرا دیا

یک گزہ را خود معرف جامہ است و رقبہ گویند کوازعامہ است

لغات۔ گزہ مخفف گردہ۔ معرف۔ تعریف کرنے والا۔ عنوان شناخت۔ بچا پننے کی نشانی۔ قبا
 چو غہ۔ کو۔ کر اور عام۔ عام لوگ۔

ترجمہ۔ (اس طرح) ایک جماعت کے نزدیک بچانے کی نشانی صرف لباس
 ہے (جنانچہ جس کو گیر وے کپڑے پہنے دیکھا۔ تو سمجھ لیا کہ بس یہ کوئی ولی اللہ ہے۔ خواہ
 وہ کوئی تمکار بھی ہو اور اگر کوئی) چو غہ میں (ہو تو) کہتے ہیں یہ کوئی عام آدمی ہے (اگرچہ وہ
 کوئی خدا رسیدہ بھی ہو۔ پس یہ بھی الٹی بات ہے) کما قبل ہے

در جہاں از ظاہر آرائی ست انسان متمتی

صحف از خط نباشد نیست چندان متمتی

یک گزہ را ظاہر سالوس زہد و رقبہ بابتا بود جاسوس زہد

لغات۔ سالوس۔ کر و زب۔ جاسوس۔ خبر۔ سراغ لگانے والا۔ ترکیب ظاہر سالوس زہد
 مرکب اضافی خبر ہے۔ جس کا مبتدا معرف مقدر ہے۔ جس کی تقدیر کے لئے بیت سابق میں لفظ معرف
 قرینہ ہے۔ بعض نسخوں میں جو سالوس وزہد ترکیب عطفی درج ہے۔ غلط ہے۔ اس سے قافیہ بھی مخدوش
 ہو جاتا ہے۔ اور مطلب بھی خبط۔

ترجمہ۔ (اور) ایک جماعت کے نزدیک بناوٹ کی ظاہری پارسائی (ہی معیار
 شناخت ہے حالانکہ) نور (باطن) چاہئے جو (ان کی سچی) پارسائی کا پتہ دے۔

مطلب۔ بعض لوگ کسی کو نکات حقیقت بیان کرتے، جو حق کے نعرے لگاتے، اور شیخ کھٹکھٹاتے دیکھ کر مضطرب کر لیتے ہیں۔ کہ یہ تو کوئی بڑے غوث و قطب ہیں۔ حالانکہ یہ باتیں ہر شخص اختیار کر سکتا ہے خصوصاً مکار لوگ دام شیخت بچھانے کے لئے انہی حیلوں سے کام لیتے ہیں۔ حافظ رحمت

بزرگ دینی مرقع کسندہ دارند دراز دستی اس کو تہ استیناں ہیں
صاحب کلید نے خوب لکھا ہے۔ کہ آجکل تو اور بھی تغیر آگیا ہے۔ اب رندا و پانگل کو بزرگ سمجھا جاتا ہے۔ مولانا کے وقت تک تو حالت غنیمت تھی۔ کہ صورت ظاہری کی عمدگی دھوکے کی باعث ہوتی تھی۔ اب صورت ظاہری کی زشتی بھی موجب فزیب ہو گئی۔ (انتہی) مولانا فرماتے ہیں۔ یہ باتیں معیار کمال نہیں ہیں بلکہ معیار کمال نور باطن ہے۔ جس میں یہ نور ہوگا۔ وہ اپنے بہر حقہ و مرید کو تقویٰ اور صلاح کے رنگ میں رنگ دیکھا۔ اس کی صحبت باعث فوز و فلاح ہوگی۔ اور ایسے بزرگوں کو سامان ولایت سے خود آرائی کی ضرورت نہیں۔ صاحب رحمت

نور باید پاک از تقلید و عول تا شاسد مرد را بے فعل و قول
لغات۔ تقلید۔ بلا تحقیق کسی کی پیروی کرنا۔ عول۔ حد سے تجاوز کرنا۔

ترجمہ (ایسا باطنی) نور چاہئے (جس کے ہوتے ہوئے نہ) اندھے ہو کر کسی کی پیروی کرنے کی ضرورت پڑے) اور (نہ اپنی قوت عقلیہ کے گھنڈ میں) حد سے بڑھ جاتے) کئی جوأت ہو بلکہ وہ دونوں باتوں) اسے پاک (ہو)۔ تاکہ مرد کو (اس کے) فعل و قول کے بغیر پہچان لے۔

مطلب۔ مرد سے کون مراد ہے۔ اور اس کو پہچاننے والا کون ہے۔ اس کے متعلق دو احتمال ہیں۔ یا تو مرد وہ اہل اللہ ہے جس کو نور باطن چل ہے۔ لوگ اس کے انوار و برکات کو دیکھ کر جو اس کی زیارت و صحبت سے انہیں محسوس ہونے لگتے ہیں۔ اس کے کمال ہونے پر یقین کر لیتے ہیں۔ وہ مرد حق خود کو کئی اس قسم کا دعوئے مذہبان سے کرتا ہے۔ عملاً دعوئے کمال کا اظہار کرتا ہے۔ یہ احتمال اوپر کے مضمون کے ساتھ خاص طور پر مربوط ہے۔ یعنی جس طرح تعریف کمال کے لئے نہ جامہ ریا کی ضرورت ہے۔ نہ سالوس زہد کی بلکہ نور باطن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح قول و فعل کی بھی ضرورت نہیں۔ یا مرد سے ہر مرد عامی مراد ہے۔ اور شناسد کا فاعل صاحب نور باطن ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے نور باطن سے ہر شخص کا اندرونی حال معلوم کر لیتا ہے۔ اس کے قول و فعل سے قیاس کرنے کی اس سے ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگلے شعر کے ساتھ یہ احتمال زیادہ پیوستہ ہے۔ چنانچہ آگے ہی فرمایا ہے کہ وہ ہر شخص کے دل میں راہ پالیتا ہے۔

در رود در قلب او از راہ عقل نقد او بیند نباشد بند نقل

لغات۔ نقد۔ پرکھنا۔ کھراکھوٹا معلوم کر لینا۔ بند۔ پابند۔ نقل۔ دوسرے کا قول لے لینا۔

سنی سنائی باتیں۔ صنائع۔ نقد و نقل میں صنعت تجنیس لاتی۔
ترجمہ۔ وہ (اپنی) عقل کے ذریعے سے (لوگوں کے) دل میں جاگھستا ہے (اور ان
کے دلی اسرار معلوم کر لیتا ہے) وہ (ان کے حالات کو خود) پرکھ لیتا ہے (یا یوں کہو کہ وہ شہ
کر لیتا ہے) سنی سنائی باتوں کا پابند نہیں۔

بندگان خاصِ علام الغیوب ورجان جاں جو اس القلوب

لغات۔ علام الغیوب۔ غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جو اس القلوب
دلوں کے جاسوس۔ دلوں کی باتیں تاڑ لینے والے۔
ترجمہ۔ غیب کی باتیں جاننے والے (یعنی خداوند تعالیٰ) کے خاص بندے ایسے ہیں۔
جو روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں۔

مطلب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لكل شیء صقالہ وصقالہ القلوب ذکر اللہ
(بہیقی) یعنی ہر چیز صیقل ہو سکتی ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے۔ جب بندے کا دل صیقل ہو جاتا ہے
تو دوسرے لوگوں کے دلوں کی باتیں اس کے دل پر سنکس ہونے لگتی ہیں۔ اسی طرح وہ جاسوس قلب
بن جاتا ہے۔ اور بعض شارحین نے اس مقام پر یہ حدیث نقل کی ہے۔ احدثوہم فافہم
جو اسیس القلوب۔ یعنی ان سے ڈرو کیونکہ وہ دلوں کے جاسوس ہیں (بحر العلوم)

یہ حضرات جب کسی کے دل کی حالت اس کی اصلاح و تہذیب کی غرض سے معلوم کرنا مناسب سمجھتے
ہیں۔ تو ایسا کرتے ہیں۔ ورنہ بلا ضرورت محض امتحاناً یا تفریحاً ایسا کرنا ان کے نزدیک مستحکم ہے۔ وہ اس کو
نہی لا تدخلوا بیوتاً غیریہ تکلم اور نہی لا تجسسوا میں داخل سمجھتے ہیں (کلید) ادراک
خاطر اور کشف اسرار محض ایک ضرورت کی چیز ہے۔ کوئی خاص کمال نہیں۔ اکثر لوگ بعض غیر خدا رسیدہ
اشخاص سے اس قسم کے کرشمے دیکھ کر ان کے معترف کمال ہو جاتے ہیں۔ تو یہ ان کی غلطی ہوتی ہے۔
اور اس طرح بعض ہکار لوگوں کو بہت سے ضعیف الاعتقاد اشخاص کو کھٹکنے اور خوب ہاتھ رنکھنے کا موقع
ملتا ہے۔ امیر خسروؒ سے

صاحبان کشف بقید اندر در گاہ حق نیست در دیوان شاہ رتبہ جاسوس را

دورون دل در اید چوں خیال پیش شاہ کشوف باشد سر حال

ترجمہ (کسی کے) دل کے اندر جب کوئی خیال آتا ہے۔ تو ان (اہل اللہ) کے سامنے کمال
حالت کا بھید منکشف ہو جاتا ہے۔

مطلب۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ تو حسب موقع و ضرورت ان کو مخفی بات معلوم ہو جاتی
ہے۔ ورنہ لغو ذالک یہ حضرات عالم الغیب نہیں ہیں۔ نہ ان کو اپنی غیب دانی کا دعویٰ ہے صاحب سے

خود را نشانم زار باب بصیرت

با آنکہ شر در جگر سنگ شمارند

درتن گنجشک صیت از برگ و ساز کہ شود پوشیدہ آں بر عقل باز
ترجمہ - چڑیا کے بدن میں کہاں کا (بے پایاں) ساز و سامان ہے۔ جو باز کی عقل سے پوشیدہ رہے۔

مطلب - یہ حضرات بمنزلہ شہباز ہیں۔ اور عوام کو پا چڑیاں ہیں۔ باز جس چڑیا کو چاہے۔ چیر پھاڑ کر اس کے اندر کاسب دانہ دھکا معلوم کر سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے۔ اسی طرح یہ حضرات لوگوں کے خواطر و ضمائر معلوم کر سکتے ہیں۔

آنکہ واقف گشت بر اسرار ہو سر مخلوقات چہ بود پیش او
ترجمہ - جو (بزرگ) ذات باری کے اسرار پر واقف ہو جائے اس کے سامنے مخلوقات کا بےید کیا (مشکل) ہے۔

آنکہ بر آفتاب رفتارش بود بر زمیں رفتن چہ دشواریش بود
ترجمہ - جس (اکمال) کی رفتار آسمانوں پر ہو اس کو زمین پر چلنا کیا مشکل ہے۔

در کف داؤد کاہن گشت موم موم چہ بود در کف او اے ظلوم
ترجمہ (جب) حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا بھی موم (کی طرح نرم) ہو گیا۔ تو اے ہٹ و صہم! موم (کی) کیا (حقیقت) ہے (جو) ان کے ہاتھ میں (نرم نہ ہو)۔

بود لقمان بندہ شکل خواجہ بندگی بر ظاہریش و بیابہ لغات
ترجمہ - بندہ شکل۔ مرکب عین امتزاجی غلام کی سی شکل والا۔ و بیابہ۔ عنوان۔
ترجمہ (غرض) حضرت لقمان غلامانہ شکل میں ایک آقا تھے۔ غلامی ان کے ظاہر (حال) کی (صرف) ایک عنوان تھی۔
مطلب - یعنی وہ صرف ظاہر کہنے اور ماننے کو غلام تھے۔ ورنہ حقیقت میں غلام نہ تھے بلکہ آقا تھے۔ آگے ایک مثال کے ساتھ سمجھاتے ہیں کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے۔

چوں روڈ خواجہ بجائے ناشک بر غلام خویش پوشاند لباس
ترجمہ (اور) ایسا ہونا بےید نہیں مثلاً جب آقا کسی اجنبی جگہ جاتا ہے۔ تو کسی مصلحت سے اپنی (پوشاک) اپنے غلام کو پہنا دیتا ہے۔

او پوشت جا مہائے آں غلام مر غلام خویش را ساز و امام
ترجمہ - وہ (خود) اس غلام کے کپڑے پہن لیتا ہے (اور) اپنے غلام کو (اپنا) میٹھا بنا لیتا ہے۔

دیش چوں بندگاں در رہد تا نباید زو کسے آگہ شود
ترجمہ راستے میں (چلتا ہے تو) غلاموں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ تاکہ کوئی اس کی آقا کی غلام کی غلامی سے آگاہ نہ ہونے پائے۔

گوید اے بندہ تو زود صدر میں من بگیرم کفش چوں بندہ کہیں
ترجمہ (وہ آقا اس غلام کو چپکے سے کان میں) کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو چل صدر پر بیٹھ اور میں کمینہ غلام کی طرح تیری جوتی لے لوں گا۔

تو درشتی کن مراد شنام وہ مر مر تو بیج توقیر سے مینہ
ترجمہ تو (بظاہر مجھ سے) سختی کا سلوک کر اور مجھ کو گالیاں دے۔ اور میری بالکل تعظیم نہ کر۔ (کہ سب کو کوئی پہچان لے)

ترک خدمت خدمت تو د شتم تا بغیرت تخم جدیت کا شتم
ترجمہ جب تک (اس) سفر میں یہ جیلہ سازی کی بنیادیں نے رکھی ہے اس وقت تک میں نے تیری یہ نوکری تجویز کی ہے کہ کوئی خدمت نہ کر۔

خواجگاں ایں بند گیا کردہ اند تاگماں آید کہ ایشاں بزودہ اند
ترجمہ (اسی طرح سلسلہ طریقت و درویشی کے آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں تاکہ (دیکھنے والوں کو) یہ گمان ہو کہ یہ (حضرات) غلام ہیں۔

چشم پر بوند و سیر از خواجگی کار ہا را کردہ اند آمادگی
ترجمہ (وہ منصب) آقا کی سے سیر چشم اور بے طمع تھے۔ (وہ تو اصلی) مقاصد وصول الی اللہ کے لئے آمادگی عمل میں لاتے تھے۔ (اور اس کے نئے ہر حالت گوارا کر لیتے تھے)

وین غلامان ہوا بر عکس آں خوشتن بنمودہ خواجہ عقل و جاں

ترجمہ - برخلاف اس کے یہ ہوا (دہوس) کے غلام اپنے آپ کو عقل و جان کا آقا ظاہر کرتے ہیں مگر قبول کئے اسے

لباس شہرت اس قوم خالی از معنی بجز لباس قلم کا نیست چوں تصویر

آید از خواجہ رہ انگسنگی ناید از بندہ بغیر از بندگی

لغات - انگسنگی - ہنسار - خاکساری - تواضع - ناید - نیاید -
ترجمہ (حالانکہ جو فی الحقیقت) آقا (ہوتے ہیں) ان کے خاکساری کا طریقہ (ہی) آتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے پیارے بندے ہوتے ہیں - اور بندے سے بندگی کے سوا اور کچھ وقوع نہیں پاتا - مصائب سے

عین چہنا نیکہ از زانوے خود بایں کنند از شکست تن کند شوق را پُر میں کنند
انتباہ - پہلے حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر تھا - کہ باوجود غلام ہونے کے آقا یا نہ غنیمت رکھتے تھے - پھر ان کے آقا کا ذکر شروع ہوا کہ وہ باوجود آقا ہونے کے حضرت لقمان علیہ السلام کے ساتھ غلامانہ تواضع سے پیش آتا تھا - اس کے بعد یہ فرمایا - کہ بزرگان دین کا یہی شیوہ ہوتا ہے - کہ وہ باوجود آقائے نامدار ہونے کے اپنے آپ کو غلام سمجھتے - اور غلامی میں عمر بسر کرتے ہیں - یہاں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے - کہ آیا نتیجہ لقمان کے آقا کے حال سے اخذ کیا گیا ہے - جو آقا ہو کر غلامانہ تواضع کرتا تھا - یا لقمان کے حال سے جو آقا یا نہ شان رکھنے کے باوجود غلامی میں عمر بسر کر رہے تھے - پس واضح رہے - کہ یہ بیان اگرچہ بظاہر آقائے لقمان کے حال کا ایک نتیجہ ہے - مگر حقیقت اس کا تعلق خود حضرت لقمان کے ساتھ بھی ہے - یعنی ان کی غلامی میں حکمت تھی - کہ بزرگان دین غلامی ہی میں زندگی بسر کرنا پسند کرتے ہیں - ورنہ حضرت لقمان علیہ السلام بقول بعض اہل غلام نہ تھے - بلکہ کبھی ظلماً غلام بنائے گئے تھے - اور وہ اس حالت کو صبر و سکوت کے ساتھ برداشت کرتے رہے - چنانچہ حضرت شیخ سعدی بوستان میں ایک حکایت لکھتے ہیں - کہ کسی نے لقمان کو سیہ فام اور بد صورت دیکھ کر اپنے ایک سیہ فام غلام کے شبہ میں کپڑا کر تعمیر کے کام میں لگا لیا - پھر تحقیق حال کا موقع نہ آیا - لقمان نے ایک سال بھر تپھر ڈھوئے - گارے کے گھان کئے - ٹوٹریاں اٹھائیں - مگر ایک دن بھی یہ نہ پوچھا کہ مجھے اس بیکار میں کیوں اور کیا سمجھ کر لگا لیا گیا ہے - آخر سال کے بعد جب مالک تعمیرات نے ان کو پہچانا - اور ان کی عظمت معلوم کی - تو اٹھ کر جوڑ کر عذر کرنے لگا - حضرت لقمان علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا ہے

جو سالے زجورت جگر خوں کنم بیک ساعت از دل بر چوں کنم

اہل سیہ کی اس روایت کی بنا پر کہ لقمان کو یا ان کے والد کو جبراً و ظلماً غلام بنالیا گیا تھا - جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو دائرہ غلامی میں ڈال لیا گیا تھا - ممکن ہے کہ لقمان کے اس آقائے انیس پہلے آقا سے جس نے ان کو ظلماً غلام بنالیا تھا - جز یہ لیا ہو - اس صورت میں بھی اگر وہ قید غلامی سے آزاد ہونا پسند کرتے - تو یہ کچھ مشکل نہ تھا - جو آقا ان کی جوتیاں جھاڑنا فرماتا ہے - وہ ان کی رضامندی دیکھ کر انہیں آزاد کرنے میں ایک لمحہ بھی توقف نہ کرتا - پھر بھی انہوں نے غلام کے غلام رہنا پسند کیا - تو وہی بات تھی کہ ہے

خواجگان اس بند گہا کر وہ اند تاگماں آید کہ ایشان بروہ اند
غرض بزرگان دین جو تاج آقا فی زب سر رکھے ہیں۔ اپنے چہرے کو گرد غلامی سے غبار آلود رکھنا پسند کرتے ہیں
اور دنیا دار جو اپنے غلاموں کے غلام یعنی جذبات نفس کے مطیع ہیں۔ وہ الٹا آقا فی و خواجگی کے مدعی ہیں۔

پس ازاں عالم بدیں عالم چہا تعبیتا ہست بر عکس اس بد

لغات۔ آزاد کے لئے ہے۔ اضافت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا ترجمہ دو طرح ہو سکتا ہے۔ تعبیتا
جمع تعبیت۔ جس کے معنی ہیں۔ بناوٹ۔ طبع۔ باہر باہر کی سجاوٹ۔
ترجمہ (۱) پس اسی طرح اس عالم (بالا) سے لے کر اس عالم (دنیا) تک الٹی بناوٹ میں موجود
ہیں۔ اس کو (خوب سمجھ لو۔
(۲) پس اس عالم کی بہت سی باتیں اس عالم میں یوں الٹی طرح آراستہ ہیں اس کو
(خوب سمجھ لو۔

مطاب۔ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔ کہ عالم علوی سے عالم سفلی میں تمام تعبیت و تربیت بر عکس
ہے۔ چنانچہ امرار و معارف کی قسم سے جو بات اس عالم میں ظاہر ہے۔ وہ اس عالم میں مخفی ہے (الٹی)

خواجہ لقمان براحوال نہاں بو و واقف دیدہ بود از فتنہا
ترجمہ (غرض) حضرت لقمان کا آقا ان کے باطنی حالات سے واقف تھا۔ وہ ان کی
(مقبولیت کی) کوئی نشانی دیکھ چکا تھا (اس لئے ان کی عزت کرتا تھا)

راز میراندخت خوش میراندخت از برائے مصلحت آں راہبر
لغات۔ میراندخت۔ اپنا کام نکالتا تھا۔ یعنی خدمت لیتا تھا۔ مصلحت آں راہبر میں نیک اخلاص
ہے۔

ترجمہ (پھر بھی جو اس نے حضرت لقمان کو اپنی غلامی میں رکھا تو) وہ (ان کے اس) راز
کو جانتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو غلامی میں رکھنا پسند کرتے ہیں (جیسا کہ وہ اس راہبر
(یعنی حضرت لقمان) کی مصلحت کے لئے ان سے خدمت لیتا رہتا تھا۔

مرور آزاد کردے از سخت لیک خوشنودی لقمان محبت
ترجمہ (اور نہ وہ ان کو کبھی کا آزاد کر چکا ہوتا۔ لیکن وہ حضرت لقمان کی خوشی کا طالب رہا
(اور ان کو غلامی میں رہنے دیا۔

زانکہ لقمان را مراد ایں بود تا کس نداند سر آں شیر فنا
ترجمہ۔ کیونکہ لقمان کی مراد یہی تھی۔ کہ اس مقام فنا کے شیر مرد کا (یعنی میرا) راز کسی

کو معلوم نہ ہو اور سب یہی سمجھیں کہ ایک معمولی درجے کا غلام ہے) سعدی رحمت
بہر وقت شان خلق کے رہ بر بند
چوبیت المقدس دروں پر تاج
کہ چوں آپ حیواں بظلمت در اند
رہا کردہ دیوار بیروں خسراب

چہ عجب گرہ زہد نہاں کنی اس عجب کہ ہر زخود نہاں کنی

ترجمہ۔ اگر تم کسی بُرے آدمی کے اپنا راز چھپاؤ تو یہ کوئی عجیب بات ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ اپنے راز کو خود اپنے آپ سے مخفی رکھو۔

مطلب۔ حضرت لقمان کے قصے سے ایک ارشادی مضمون کی طرف انتقال ہے۔ جیسے لوگوں اپنے آپ کو مخفی رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔ بڑی بات تو یہ ہے کہ اپنی نظر سے بھی اپنے آپ کو گم کر دیں۔ اپنی خودی کو یہاں تک شادیں۔ کہ اپنا آپ نظر ہی نہ آئے۔ پھر نہ اپنے کمالات پر نظر ہوگی۔ نہ ان کی وجہ سے عجب وغیرہ پیدا ہوگا۔ خرقہ رہے

تو زنجیر زستی و زدمست خود بخستی
میدیاں سے پرستی دروہ پرستی زلات

کار نہاں کن تو از چہ شان خود تا بود کارت سلیم از چہ شتم بد

ترجمہ (جو اصل (خیر کرد) اپنی آنکھوں سے مخفی رکھ کر کرو۔ تاکہ تمہارا عمل (خود نہاری) النظر بد سے محفوظ رہے۔

مطلب۔ نغمہ کا۔ اتر جوتا ہے۔ کہ جس چیز پر پڑتی ہے۔ اس کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ یہ شخص اپنے اعمال کو آئینہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کی نظر کا اثر بھی ان اعمال پر وہی ہوتا ہے جو نظر بد کا ہوتا ہے۔ یعنی وہ تباہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس سے اعمال کا غور پیدا ہوتا ہے۔ جو ان اعمال کو باطل کر دیتا ہے۔

خوش را تسلیم کن بر وار غرور و انکہ از خود بے زخود چہ ہے بد زو

لغات۔ تسلیم کن۔ حوالہ بخدا کر دو۔ مژدہ مزدوری۔ بے زخود میں تہمید و تاخیر ہے۔ یعنی اس بے خودی بد زو۔ چرا لہ۔ اڑالو۔ نکال نو۔

ترجمہ (خود بینی کے کیا معنی بلکہ) اپنے آپ کو (حق تعالیٰ کے) سپرد کرو اور (اس کا) معاوضہ حاصل کرو۔ اور اس وقت اور اپنی خودی سے ترک خودی کی بدولت (اگرچہ ہو تو) کچھ (صفاتِ مذمومہ کو) زائل بھی کر لو۔

مطلب۔ تفویضِ نفس اپنا سسلک بنالو۔ پھر دیکھو اس کے کیا کیا ثمرات عجیبہ حاصل ہوتے ہیں۔ کیا کون فضائل حاصل بھی ہوں گے۔ اور مختلف ردائل زائل بھی اس کی توضیح کے لئے چند مثالیں پیش فرماتے ہیں :-

مید ہند افیوں مہر و زخم مند تاکہ پریاں از قمش بیروں کشند

لیغات - سید بہند - کھلاتے ہیں - زخم مند - زخمی - مجروح - تیر خورہ مراد ہے -
ترجمہ (سماج تیر کے) زخمی کو افیون کھلاتے ہیں تاکہ اس کے بدن سے (تیر کی) انی نکالیں -

مطلب - اوپر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ترک خودی سے انعامات خداوندی کے مستحق ہو سکتے ہیں - اور ساتھ ہی اپنے نفس کی صفات مکروہہ کا ازالہ بھی کر سکتے ہیں - ازالہ رذائل کی توضیح کے لئے یہ پہلی مثال دیتے ہیں - کہ دیکھو افیون خوردہ بخود ہو جاتا ہے - تو اس کے جسم سے باسانی تیر کی بھال بھال لیتے ہیں - اور اس کو خربک نہیں ہوتی - آگے دوسری مثال ہے -

وقت مرگ از بنج اور اسید رند اوبدان مشغول شد جاں مے برد

ترجمہ - (اسی طرح فرشتے) موت کے وقت اس کو (جان کنی کی ایسی) تکلیف (میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ گویا اس کو اس تکلیف) سے پرزے پرزے کر رہے ہیں (جب وہ اس تکلیف) میں مشغول (ہو جانے سے بے خود) ہو جاتا ہے - تو (اس کی) روح کو اڑا لے جاتے ہیں -

چوں بہر فکرے دل خواہی سپرد از توخیزے در نہاں خواہند پرد

ترجمہ (اسی طرح) جب ہمارا دل کسی خاص خیال میں ڈوب رہا ہو تو زچور موقع پا کر اچکے سے تمہاری کوئی چیز اڑا لے جاتے ہیں -

مطلب - چور اور جیب کترے عموماً لوگوں کی غفلت و بے توجہی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیا کرتے ہیں - اور جس شخص کو تاکتے ہیں - اگر وہ اپنے مال سے غافل و بے توجہ نہ ہو - تو اس کی توجہ کو کسی دوسری طرف منقطع کرنے کی تدبیر کیا کرتے ہیں - اس قسم کی وارداتیں عموماً سیلوں اور ریلوے سٹیشنوں اور کھیل تماشے کے مجموعوں میں وقوع پذیر ہوا کرتی ہیں - ہر دوڑ کے میلے میں دو ٹھگڈوں نے ایک بہند و عورت کو چاول پکاتے دیکھا - پاتیلی چولھے پر دم ہو رہی تھی - ایک ٹھگڈے نے دوسرے ٹھگڈے سے کہا - یا اگر یہ چاول کھلاؤ - تو تم کو ہستادمان لیں - دوسرے نے کہا - اوہ! یہ بھی کوئی بڑا کرتب ہے - تو تم دیکھی اٹھالانے کو تیار ہو جاؤ - اور مزے سے چاول کھاؤ - اتنا کہا - اور آزار بند کھول کر کچھ فاصلے پر اس عورت کے سامنے ہی بیٹاب کرنے بیٹھ گیا - عورت شرم سے اپنا منہ کپڑے میں چھپا کر دوسری طرف منہ کو ہٹیں - ادھر چوڑی دار ٹھگڈے نے لپک کر دیکھی اٹھالی -

ایک مسافر ریلوے ٹرین میں اپنی گٹھڑی سے ٹیک لگا کر پاؤں پھیلائے لیٹ رہا تھا - کسی نے اس کے پاؤں میں آجستہ سے تنکا جھبھایا - جیسے چھڑکاؤ - مسافر پاؤں کھجلاسنے کے لئے جو ذرا سیدھا ہوا - تو پیچھے سے گٹھڑی غائب تھی -

ایک تماشے کے گھنٹے بجمع ہیں کوئی تماشائی نہایت خوبصورت طلا دار جوئی پہنے کھڑا تھا - اور جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے - اس نے تھک کر جوئی اتار دی - اور اس پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا - تھوڑی دیر

کے بعد اس کو تختے میں چھڑکے کاٹنے کی طرح خلیش محسوس ہوئی۔ اس نے جونی کی طرف نظر کئے بدون پاؤں اٹھایا۔ اور کھجلا کر پھر جونی پر رکھ لیا۔ چند منٹ بعد دوسرے پاؤں میں اسی طرح خلیش ہوئی۔ اس نے اس پاؤں کو بھی اٹھایا۔ اور کھجلا کر رکھ لیا۔ اور تماشے کی دلچسپی نے ان کو جونی پر نظر کرنے کا موقع نہ دیا۔ جب تماشا ختم ہوا۔ مجمع منتشر ہونے لگا۔ اور یہ شخص اپنی جونی پہننے لگا۔ تو دیکھا کہ پاؤں کے نیچے ٹوٹا پھوٹا پیرا نا جوتا تھا۔

اس قسم کے واقعات کے بیان میں وقت صرف کرنا اگرچہ واجبات شرح سے ذرا اجنبیت رکھتا ہے۔ مگر اس سے یہ فائدہ مقصود تھا کہ ہر شخص ایسے مقامات میں محتاط و ہوشیار رہے۔ خصوصاً فقرا و صوفیہ کو سب سے زیادہ انتباہ کی ضرورت ہے۔ جو اپنی نیک نیتی اور حسن ظن کی وجہ سے اکثر عیاد و مشاظر لوگوں کا شکار ہوتے ہیں۔ صائبؒ سے

عالم از سنگد لاں قلم پر کیسا رست کشتی نوح دریں ورطہ دل ہشیارست
غرض چو جب کسی مال کو تاکتے ہیں۔ تو صاحب مال کی توجہ اس کی طرف سے ہٹا کر اپنے داؤ کے لئے رستہ صاف کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جس طرف صاحب مال کی توجہ ہوتی ہے۔ چور اس طرف سے داؤ نہیں لگا سکتا۔ بلکہ جدھر سے وہ غافل اور مطمئن ہوتا ہے۔ ادھر سے اپنا کام کرتا ہے۔ مولانا رحیمی کو فرماتے ہیں۔

ہر چیز اندیشی و تحصیل کنی مے در اید و زوار انسو کا مینی

لغات۔ اندیشی بخیاں مے آری۔ تحصیل کنی بحفظ و ضبط میداری۔ چال کنی۔ کامینی۔ کہ امین ہستی۔ **ترکیب**۔ ہر بلا مصرعہ شرط ہے۔ اور اس کی جزا یعنی دزدان سوئے آید مقدر ہے۔ **ترجمہ**۔ جس چیز کا تم کو خیال ہے۔ اور جس کو تم اپنے حفظ (و ضبط) میں رکھتے ہو۔ چور اس پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔ بلکہ وہ اس طرف سے (داؤ لگا کر) آتا ہے (جدھر سے) کہ تم مطمئن ہو۔

پس بدامن شغل شوکاں بہتر تا ز تو چیزے بردکاں بہترست

ترجمہ۔ پس تم اس چیز کی حفاظت میں مشغول نہ ہو۔ جو زیادہ اچھی ہے۔ تاکہ (چور) تمہاری اسی چیز کو چور اس کے جو کم رتبہ ہے (کیونکہ تمہاری توجہ اس کی طرف نہ ہوگی) **مطلب**۔ ترک خودی سے ازالہ ذائل کے ثبوت میں چور کی مثال دی گئی کہ دیکھو جس طرح چور کسی کو اس کے مال کی طرف سے غافل کر کے مال کو اڑالے جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اپنی امانیت سے قطع نظر کر لیں۔ تو تمام ذائل زائل ہو سکتے ہیں۔ اسی ذکر میں یہ بات بھی آگئی۔ کہ چور اس چیز کو نہیں اڑا سکتا۔ جس پر توجہ قائم رہے۔ بلکہ وہ خارج توجہ اشیاء کو چراتا ہے۔ اب اس سے یہ نکتہ اخذ فرمایا۔ کہ تم اپنے اچھے اوصاف پر نظر توجہ قائم رکھو۔ تاکہ وہ زائل نہ ہوں۔ اور مضربا غیر مفید اوصاف سے قطع نظر کر دو۔ کہ اگر زائل ہو تو وہی ہوں۔ اب اس کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں:-

بار بازار گال چو در آب اوفتد کشتی عمرش بغرقاب اوفتد

ہر چہ نازل تر بد ریا افکنند دست اندر کالہ بہتر ز نند

لغات - بار یعنی مال تجارت - بازار گال - تاجر سوداگر - نازل تر کم رتبہ - گھٹیا - کالہ - مال - متاع -
ترکیب - پہلے شعر میں دونوں مصرعہ دو جملے مطوفین ہیں - دونوں ل کر شرط ہوئی - دوسرے شعر کے
دونوں مصرعے بھی دو جملے مطوفین ہیں - اور یہ جزا -

ترجمہ - بب (کسی) سوداگر کا مال (اس کی کشتی کے گرانبار ہونے کے سبب سے) پانی میں غرق
(ہونے کے قریب) ہوتا ہے - (اور ساتھ ہی) اس کی کشتی عمر (بھی) غرقاب (فنا) میں گرنے
لگتی ہے - تو وہ (اپنے مال اور جان کو بچانے کے لئے کشتی کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے - گھٹیا مال
دریا میں ڈال دیتا ہے - اور اچھے مال کو محفوظ رکھتا ہے -

الخلافت - بعض نسخوں میں یہ دونوں شعر اس انداز میں درج ہیں :-

بار بازار گال چو در آب اوفتد دست اندر کالہ بہتر ز نند

کشتی مالش بغرقاب اوفتد ہر چہ نازل تر بد ریا افکنند

مطلب تو چاروں مصرعوں کی اس ترکیب میں بھی نکل آتا ہے - مگر کئی طرح کی بے لطفیوں کے ساتھ نکلتا ہے -
یعنی (۱) ہمارے نسخے میں قافیہ کی جو شان ہے - وہ اس نسخے میں قائم نہیں رہی (۲) ہمارے نسخے کی
تقدیر پر دونوں شعر جو ایک ہی بات پر مشتمل ہیں - ایک جملہ شرطیہ میں بلا تکلف مربوط ہو جاتے ہیں - مگر اس نسخے
میں دو جملے قائم ہو جانے سے بے لطف نگار کے انداز میں ایک بات کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں (۳) ہمارے
نسخے میں نازل تر کو گرا دینے اور کالہ بہتر کو رکھ لینے کا جو پر لطف مقابلہ ایک ہی شعر میں قائم ہے - وہ اس
نسخے میں ٹوٹ جاتا ہے - (۴) سب سے بڑی بات یہ کہ یہ نسخہ صرف حفظ مال کی تدبیر پیش کرتا ہے - مگر ہمارے
نسخے میں ایک ہی تدبیر سے مال و جان دونوں کی حفاظت ہوتی ہے -

چونکہ چیزے فوت خواہ شد در آب ترک کمتر گیر و بہتر را بیاب

ترجمہ - چونکہ تجھ نہ کچھ پانی میں ڈوب کر ہی رہے گا - (اس لئے بہتر ہے کہ) گھٹیا (چیز)
کو چھوڑ دو (کہ ڈوب جائے) اور اچھی (چیز) کو سنبھال لو - (کہ غرق ہونے سے بچ جائے) -
مطلب - یہ ناممکن ہے کہ قرب حق بھی حاصل ہو - اور ماسوی سے بھی پوری ولایتی رہے - دونوں میں
میں سے ایک سے دست بردار ہونا لازمی ہے - کماتیل سے

یار ز جانان باز یوں بالیست دل بردن کار عاشق نیست در کیدل و دلدردن

ان الدنیا والاخرۃ نفیضان ان رضیت احدا کما سخطت الاخری - دنیا اور آخرت
ایک دوسرے کی نفیض ہیں - ایک راضی ہوگی - تو دوسری ناراض ہو جائیگی - وکذا قال رحمہ

ہم خدا خواہی ہم دنیا سے دوں اس خیالت و حال ست وجوں

ولنعم ما قیس ہے

بیک دل کے توان اندیشہ و نیاہ دیں کردن کہ متواں ہر دو دست خویش در یک آستین کردن
پس حق کے طالب اور ماسوی اللہ سے بے تعلق ہو جانا چاہئے۔ حافظ رحمہ
باتو پیوستہ و از غیر تو دل ببردیم آشنائے تو ندارد سہر برگانہ و خویش

نقد ایمان را بطاعت گوشدار ترازوئے حق نگر دی شمر سار

لغات - گوشدار - نگہدار - زروے - روہرو - سامنے -

ترجمہ - طاعت (کی بجا آوری کے ذریعے) سے اپنے سرمایہ ایمان کو محفوظ رکھو تاکہ خداوند
نقائے کے حضور میں تم شرمندہ نہ ہو۔

چونکہ نقدت را نگہداری کنی حرص و غفلت را بر دو دیونی

ترجمہ - جب تم اپنے سرمایہ (ایمان) کی حفاظت کرتے رہو گے۔ تو شیطان نہیں دکا
اس اعلیٰ سرمایہ پر داؤ نہ چلے گا۔ (دروہ) حرص و غفلت (کے ناقص سرمایہ) کو اڑائیجا (لے
پر ہی مجبور ہو جائے گا)۔

ظاہر شدن فضل بہر لقمان پیش متحان کنندگان

حضرت لقمان کی بزرگی اور ہنر کا امتحان کرنے والوں پر ظاہر ہو جانا

خواجہ لقمان چو لقمان را شناخت بندہ بود اور او با او عشق باخت

ترجمہ - غرض جب لقمان کے آقا نے لقمان کی منزلت کو پہچان لیا۔ (تو اگرچہ) وہ اس کے غلام
تھے۔ مگر وہ ان کے ساتھ کمال محبت کا سلوک کرتے لگا۔

ہر طعمائے کا و بریدندے بوی کس سوائے لقمان فرستادے ز پئے

تا کہ لقمان دست سوائے آں برد قاصداً تا خواجہ پس خوردش خورد

لغات - کا و بریدندے - کہ آوردندے - قاصداً - بالارادہ - قصداً - پس خورد - بچا ہوا کھانا۔
ترجمہ - جو کھانا اس (آقا) کے لئے لایا جاتا وہ لقمان کے بغیر اسے نہ کھاتا فوراً کسی کو لقمان
کے پیچھے بھیجتا۔ تاکہ لقمان (اکر کھانے کے) قصد سے اس میں ہاتھ ڈالیں۔ جسے کہ آقا ان
کا چھوٹا کھانا کھائے۔

سُورِ خور دے و شورِ نگیختے ہر طعامِ کہ نخوردے رنجے

لیغات - سُور - سین مضموم کے بعد ہمزہ ساکن ہے جو واو سے تبدیل ہو گیا۔ شور - نگیختن - مستی کا اظہار کرنا
ترکیب خور دے - ایگھتے اور ریختے کا فاعل خواجہ ہے اور نخوردے کا فاعل لقمان صناع سور
اور شور میں تجنیس۔

ترجمہ - خواجہ ان کا پس خوردہ کھاتا اور (غایت نشاط سے) اظہارِ مستی کرتا جس طعام کو حضرت
لقمان نہ کھاتے اسے گرا دیتا۔

مطلب - جس طعام کے کھانے سے حضرت لقمان انکار کر دیتے۔ اس کو گرا دیئے کی یا تو یہ وجہ تھی کہ چونکہ
وہ نہایت متقی و پرہیزگار تھے۔ اس لئے ان کے انکار سے اس طعام کے مکروہ و حرام ہونے کا شبہ ہوتا
تھا۔ یا خواجہ کی نظر میں انتہائے محبت کے باعث ان کا ناپسند کردہ طعام پسندیدہ نہیں ہو سکتا تھا۔

درِ نخوردے بیدلِ بے شہتا ایں بودِ پیوستگی بے مُنتہا

ترجمہ اور اگر کھاتا بھی تو بے دلی کے ساتھ اور بے رغبتی سے کھاتا۔ (دیکھو) یہ ہے (دول)
کا (بے پایاں اتحاد۔ صائب ہے

جدا نہ شوز از ہم دودل کیے چو شود نئے تو از دل بن کشید پیکار

خریزہ آورده بودند از مغال لیک غائب بود لقمان ایں

لیغات - خریزہ - خر بوزہ - ار مغال - سوغات - تحفہ - ہدیہ -
ترجمہ (ایک دن اتفاقاً کہیں سے) ایک خر بوزہ بطور ہدیہ آیا (آقا نے چاہا کہ لقمان کو کھلا)
مگر لقمان دلیں موجود نہ تھے۔

گفت خواجہ با غلامِ کاے فلا زود و فرزند لقمان را بخواں

ترجمہ - آقا نے ایک غلام کو زنام لے کر پکارا کہ اے فلاں! جلدی جاؤ اور (میرے)
عزیزِ لقمان کو بلا لاؤ۔

(یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرزند کا لفظ بھی شفقت غلام کے لئے استعمال کیا ہو پھر مصرعہ کا ترجمہ دیں ہوگا)
بیٹا! جلدی جاؤ (اور) لقمان کو بلا لاؤ۔

چونکہ لقمان آمد و پیش نشست خواجہ پس بگفت سیکنے بدست

لیغات - سیکنے کبیرہ بین دکات شد و کمسور - چھری - کارو
ترجمہ - جب حضرت لقمان آئے اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ تو آقا نے ایک چھری
ہاتھ میں لی۔

چول بُریو دادا اور ایک بُریں، مچو شکر خورش و چول انگبیں

لغات بُریں بضم بار و یاء مسکونہ بُرش - قاش - پھانک - انگبیں - شہد -
ترجمہ جب اس نے (پھری سے خربوزہ کو کاٹا تو ان کو ایک پھانک دی جبکہ حضرت لقمان
نے شکر و شہد کی طرح (مزے لے لے کر اکھایا۔

ان خوشی کہ خور دادا اور ادوم تارسیاں شمشہا تا ہفد، ہم

لغات - تمش - قاش - پھانک - ہفد ہم - سترھویں -
ترجمہ انہوں نے جو (اس قاش کو) خوشی سے کھایا۔ تو ان کو دوسری (قاش) بھی دی جتنی کہ
(اسی طرح) اُن قاشوں کی نوبت سترھویں (قاش) تک پہنچی۔

ماند شمشے گفت ایں رس خرم تا چہ شیریں خربزہ بہت ایں نگرم

ترجمہ (جب) ایک قاش رہی تو (آقا نے) کہا اسکو میں کھاتا ہوں۔ تاکہ دیکھوں یہ خربوزہ کس قدر
مزے دار ہے (جس کو لقمان نے اس شوق سے کھایا ہے)

او چنان خوش مخور دکر ذوق او طبعها شد مشتہی و لقمہ جو

لغات - خوش بخورد مزے لے لے کر کھاتا ہے - ذوق - پھینکے کا لطف اور لذت - مشتہی - خوشہند -
راغب -

ترجمہ (کیونکہ) وہ اسے اس طرح مزے لے لے کر کھاتے ہیں کہ ان کی لذت گیری (کو دیکھنے) سے
حاضرین کے جی لپچاتے اور کھانے کو مانگتے ہیں۔

چول بخور از بلخیش آتش فروخت ہم زباں کردا بلہ ہم حلق سوخت

ترجمہ (لیکن) چونکہ (اس قاش کو) کھایا۔ تو اس کی کرواہٹ سے منہ کے اندر آگ لگ گئی
زبان پر آبلے پڑ گئے (اور) حلق بھی جلنے لگا۔

ساعتی بخود شد از تلخی آل بعد از ان گفتش کہ اے جان جہا!

نوش چول کردی تو چندیں زہرا لطف چول انگاشتی ایں قہرا

ترجمہ - وہ کچھ دیر تک تو اس کی تلخی سے بخود رہا۔ پھر اس کے بعد (جب) ہوش بجا ہوئے
تو ان سے کہا۔ اے جان جہاں! تم نے ایسے زہر (شدید) کو کیونکر تناول کیا؟ اس قہر کو تم نے
لطف کیونکر سمجھا؟

ایں صبر سے اس صبری از چہرہ
یا گزیش تو اس جانست عدوت
ترجمہ یہ تمہارا صبر کس طرح کا ہے۔ یہ برداشت کس لئے ہے۔ یا شاید تمہارے نزدیک یہ تمہاری
جان دشمن ہے کہ اس کو ہلاک کر ڈالنے کی ٹھان لی۔

چوں نیاوردی بہانہ و حججے کہ مرا عذر سے ست پس کن سناستے
ترجمہ (بھائی اگر انکار کرتے شرم آتی تھی۔ تو کوئی بہانہ اور حیلہ ہی کیوں نہ پیش کر دیا۔ کہ کھوڑی تو
کے لئے ٹھیر جائیے میں اس وقت کھانے سے معذور ہوں (پھر کھا لوں گا))

گفت من از دست نہت بخش تو خور وہ ام چندانکہ از شرمم دو تو

لغات از شرمم۔ از شرمم بہتم۔ دوسرا شرم شکم رابطہ جملہ بندہ۔ دو تو۔ دوہرا۔ شرم کہ۔
ترجمہ (حضرت لقمان نے اس کے جواب میں فرمایا میں نے آپ کے نسبت تجھے، اے لوطہ سے اس قدر (لذیذ)
نشتیں ٹھکانی میں کہ شرمندگی کے بارے سے دہرا ہوا جانا ہوں۔

شرم آمد کہ یک تلخ از گفت من نوشتم اے تو صاحب معرفت

ترجمہ۔ مجھے شرم آئی کہ (اس قدر شیریں نعمتیں کھا چکنے کے بعد) آپ کا منہ سے ایک تلخ
(چیز) نہ نکلاؤں (اور اس سے انکار کروں) اسے آقا آپ تو دعا سنے میں کہ محسن کے احسان کا
کھاؤ کس قدر ضروری ہے (معدی سے)

بہری است کہ نہرا نیا بلقہ بخش کن نہ رہے رسدت ایذا بخش کنی

چوں ہمہ اجزایم از انعام تو رستہ اند و عرق دانہ و دام تو

گزایک تلخے کتم نہرا و دام خاک صدر پر میرا خیرام باد

لغات اجزایم سے بدن کے اجزا مراد ہیں۔ بونی بونی رنگ و ریشہ۔ صدرہ۔ سورا سنہ۔ اجزایم اجزائے
میں۔ میرے بدن کے اجزا۔

ترجمہ۔ جب میرے بدن کی بونی بونی آپ کے انعام سے (غذا یا کر) پیدا ہوئی
ہے۔ اور وہ آپ کے (احسانات کے) دانہ و دام میں عرق ہے۔ تو اگر (آپ کی کھلائی ہوئی)
ایک تلخ چیز سے میں فریاد دوا یا کر سنے لگوں تو میرے (تمام) اجزائے جسم پر سورا سنہ کی
خاک (ندامت) پڑے۔

لذت و مست شکر بخش تو داشت اندر تلخ تلخی کے گذشت

لغات لطیحہ - خربوزہ ترکیب - داشت کی ضمیر فاعلی خربوزہ کی طرح راجع ہے۔ اور گذاشت کا مرجع دست ہے۔ ایک نسخہ میں لذتے بیاضے بیانہ درج ہے۔ یعنی لذتیکہ دست تو داشت باس صورت میں لذت ہی گذاشت کی فاعل ہوگئی۔ اور اس تقریب پر ترکیب بالک صاف ہو جاتی ہے۔ اور انتشار رضا کر کا بھی ارتکاب نہیں کرنا پڑتا۔ ترجمہ دونوں طرح ملاحظہ ہو:-
 ترجمہ (۱) وہ (خربوزہ) آپ کے شکر بخشنے والے ہاتھ کی لذت (شیرینی کا اثر) رکھتا تھا
 (پھر مجھے تلخ کیوں محسوس ہوتا۔ آپ کے ہاتھ نے) اس خربوزے میں تلخی کہاں چھوڑی ہے۔
 (۲) آپ کا شکر بخشنے والا ہاتھ جو لذت (شیرینی) رکھتا ہے اس نے اس خربوزے میں
 تلخی کہاں چھوڑی ہے۔ (پھر مجھے اس کا کھانا کیوں ناگوار ہوتا)

از محبت تلخنا شیریں شود از محبت مسہا ز ریں شود
 ترجمہ محبت (کی چاشنی) سے کڑوی چیزیں بھی میٹھی بن جاتی ہیں۔ محبت (کی اکیر) سے
 تانے بھی سونے کے ہم شکل بن جاتے ہیں۔
مطلب - یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ لقمان کے لئے کڑوا خربوزہ شیریں
 کیوں بن جائے۔ جبکہ محبت سب کچھ کر دکھاتی ہے۔ صائب سے
 موم در دامن دریا سے کرم عنبر شد کفر در عشق محالست کہ ایماں نشود

از محبت در دوا صافی شود و از محبت در دوا شافی شود
صنائع - درد بضم اور در و بفتح میں اور صافی و شافی میں تجنیس ہے اور شعر مرصع ہے۔
 ترجمہ - محبت کی وجہ سے (وہ) مکدر شراب بھی (جو محبوب کے ہاتھ سے ملے) صاف محسوس
 ہوتی ہے۔ اور محبت سے (پیدا ہونے والے) درد بھی (صدہا مستم کے امراض و ذائل کو)
 شفا بخشنے لگتے ہیں۔

از محبت خار ہا گل مے شود و از محبت ہسر کما مل مے شود
 ترجمہ - محبت سے (کوچہ دلبر کے) کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں۔ اور
 محبت نمی وجہ سے (محبوب کے ہاتھ کے) ہسر کے بھی شراب (کی طرح سرور انگیز) بن
 جاتے ہیں۔ حافظہ سے
 یارب این کہیہ مقصود تماشا گر کلیست کہ میخلائ طریقت گل دلنرین من است

از محبت وار تخت مے شود و از محبت باز بنخت مے شود
 ترجمہ محبت رکھی گیر و دار میں سولی بھی تخت (کی طرح باعث فخر و عزت) بن جاتی ہے اور
 محبت نمی وجہ سے (مشقوتوں کے) بوجھ بھی خوش نصیبی (کے مترادف) بن جاتے ہیں۔ صائب سے
 آنچه مے جبت از درخت وادی ایمن کلیم بہت منصور ہے رحمت ز چوب دارایت

از محبت سخن گلشن مے شود بے محبت روضہ گلخن مے شود

لغات - سخن - قید خانہ - روضہ - باغ - گلخن - آگ کی بھٹی۔

ترجمہ محبت (کے معاملے میں قید ہو جانے) سے قید خانہ بھی باغ بن جاتا ہے۔ اور بے محبت (لوگوں کے ساتھ) باغ بھی آگ کی بھٹی نظر آتا ہے۔ سعدی ۱۰۷

پاے در زنجیر پیش دوستاں بہ کہ با بیکانگاں در بوستاں

از محبت نار نورے مے شود و از محبت دلو جو رے مے شود

ترجمہ - محبت (کی آنکھ) سے آگ بھی نور دکھائی دیتی ہے اور محبت (کی نگاہ) سے (دیکھو) ایک چڑیل بھی حور نظر آتی ہے۔

از محبت سنگ روغن مے شود بے محبت موم آہن مے شود

ترجمہ محبت (کی گرمی) سے پتھر بھی تیل بن (کر رہ) جاتا ہے محبت نہ ہو۔ تو موم بھی لوہے کی طرح (نخست اور ٹھوس) ہو جائے۔

از محبت حزن شادی مے شود و از محبت غول ہادی مے شود

لغات - حزن - غم - غول - چھلاوا۔ جو سازوں کو بہکا تا ہے۔ ہادی راستہ دکھانے والا۔

ترجمہ - محبت (کی برکت) سے غم بھی خوشی بن جاتا ہے۔ اور محبت کی بدولت غول بیابانی کی طرح گمراہ کرنے والا آدمی (بھی) لوگوں کو ہدایت دینے لگتا ہے۔

از محبت نیش نوشے مے شود و از محبت شیر نوشے مے شود

ترجمہ - محبت میں ڈنک بھی شہد کا سا مزادے جاتا ہے۔ اور محبت سے (مجبور ہو کر) شیر کا سا تند خو و بد مزاج آدمی (بھی) چوہیا کی طرح مغلوب و عاجز بن جاتا ہے

حافظ ۱۰۷

عجائب رہ عشق اے رفیق بسیارست زین آہوے این دشت شیر زبر سید

از محبت سقم صحت مے شود و از محبت فہر رحمت مے شود

ترجمہ محبت کی بدولت (صدہ اخلاقی) بیماریاں صحت (سے) تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اور محبت (آجائے) اس (سے) تندی غضب رحم (و شفقت) میں بدل جاتی ہے۔

از محبت خار سوسن مے شود و از محبت خانہ روشن مے شود

ترجمہ محبت (کی منزلوں میں) کا نٹا بھی سوسن بن جاتا ہے اور محبت (کی صحبت) میں تاریک گھ بھی جگمگانے لگتا ہے۔
الخلافت - یہ شعر ہمارے نسخے میں نہیں ہے۔

از محبت مُردہ زِندہ مے شود و از محبت شاہ بندہ مے شود
 ترجمہ - محبت کی کرامت سے جمادات زندگی پاتے ہیں اور محبت سے (مجبور ہو کر) بادشاہ غلام بن گئے ہیں۔ صائب

بے سون را جان شیریں کرد و در تن کوہ کن عشق اگر بستگ اندازد نظر آدم شود
 غنی ارجم عشق بربک فرش نباشد گداو شاہ را سیل کیساں میکند پست و بلند راہ را

اس محبت ہم نتیجہ دانش است کے گزافہ بر جنیں نتجے نشست

لغات - نتیجہ دانش - مرکب اضافی ہے بلفک احسانت - گزافہ - ہیروہ - بے عقل۔
 ترجمہ - یہ محبت (یعنی عشق حقیقی) بھی عقل کا نتیجہ ہے (اور نہ کوئی) بے عقل کب ایسے (عالمی پایہ) تخت پر بیٹھ سکتا ہے۔

مطلب - اوپر بیان کیا تھا کہ حضرت لقمان کے خربوزہ تلخ کو اس طرح مزے لے کر کھانا جیسے وہ نہایت شیریں ہو۔ بقاضا سے محبت تھا۔ اس پر متعدد مثالیں ایسی پیش فرمائیں کہ اسی طرح محبت تلخ کو شیریں، خار کو گل اور غم کو خوشی بنا دیتی ہے۔ یعنی قلب ماہیت کر دیتی ہے۔ اب یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ محبت پیدا کیوں کرتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ یہ عقل سے پیدا ہوتی ہے۔ اور عقل سے حق تعالیٰ کو پہچاننا مراد ہے۔ یعنی جس کو خداوند تعالیٰ کی پوری ست ناخت ہے۔ اس کا عشق بھی کامل ہے۔ اور حق تعالیٰ کو پہچاننے سے مقصود یہ ہے کہ اس کو وجود و محبت اور موجود و غنہ سمجھے۔ اور عالم کو اس کے منظر کا مجموعہ جانے۔ اور جو حسن ان مظاہر میں مشاہدہ کرے۔ اس کو ظاہر کا حسن سمجھے (کذا فی بحر العلوم) اس میں یہ اشارہ بھی مرکوز ہے کہ حق کی محبت یا عشق حقیقی ایک عقلی امر ہے۔ بخلاف اس کے پر و فرزند وغیرہ کی محبت ایک طبعی امر ہے۔ اسی طرح رسول کی محبت بھی عقلی ہے۔ اور وہ طبعی محبتوں سے افضل و ارفع ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین یعنی تم میں سے کوئی شخص کامل الايمان نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ اس کو سیری محبت اپنے باپ اور اپنے فرزند اور باقی تمام لوگوں کی محبت سے بڑھ کر نہ ہو۔

پر و فرزند وغیرہ کی محبتیں طبعی ہیں۔ ان کا اتقنا خود طبیعت میں موجود ہے۔ ان محبتوں کی تخلیق و بقا کے لئے کسی امر و حکم اور غلط و نصیحت کی ضرورت نہیں۔ اس محبت کا بیج طبیعت میں پنہاں ہے۔ جو بہت ضرورت خود بخود پھوٹتا ہے۔ بیشک ماں باپ کی محبت فرزند کے ساتھ بقائے نوع کے لئے اور فرزند کی محبت ماں باپ کے ساتھ قیام بالواجبات کے لئے از بس ضروری ہے۔ جو نظام عالم کی مصالح عظیمہ میں سے ہیں۔ مگر طبیعت خود کفیل ہے کہ یہ محبت وجود میں آئے۔ اور نظام عالم خلل سے محفوظ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت

اور علم اخلاق اس محبت کی شدید ضرورت کے باوجود اس پر تاکید کرنے سے فارغ اور سکتا ہیں۔ بخلاف اس کے محبت رسول ایک عقلی امر ہے۔ طبیعت کے اندر اس کا کوئی اقتضا موجود نہیں۔ کہ وہ خود بخود پیدا ہو جائے۔ بلکہ اس کا پیدا ہونا مبنی ہے اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلیل الشان شخصیت پر نظر کر جائے۔ آپ کے فوق العادہ کارناموں کو تصور میں لایا جائے۔ اور نزع بشر بلکہ کاذہ خلائق پر آپ کے احسانات عظیمہ کو میزان قیاس میں تولایا جائے۔ پھر آپ کا جلال آپ کی عظمت آپ کا علو منزلت آپ کا تقرب حق و بہن نشین ہو جاتا ہے۔ اور ان باتوں کو خیال میں لانے والے کے دل میں وہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو حب نبی کہتے ہیں۔ اور جو حدیث مذکور کی رو سے شرط ایمان ہے۔ غرض اس جذبہ کا پیدا ہونا امر طبعی نہیں۔ بلکہ کسب و نظر پر موقوف ہے۔ جس کے لئے مطالعہ کتب۔ غور و فکر۔ اعتدیل و استبصار۔ حضور مجالس۔ اور استماع مواظب کی ضرورت ہے۔ اس لئے شریعت نے اس جذبہ محبت کے لئے تاکید شدید کی ہے۔ اور کلامیوں من احد کحکم کی وعید سے کام لیا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی محبت جس کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔ ایک امر عقلی ہے۔ اس کے لئے اصابت نظر۔ صفائی ذہن۔ حسن تعقل۔ خوبی فہم۔ غور و فکر۔ کی ضرورت ہے۔ یہ کوئی امر طبعی نہیں کہ از خود پیدا ہو جائے۔

دانش ناقص کجا اس عشق زاد عشق زاید ناقص اما بر حباد

لغات۔ زاد۔ پیدا کیا۔ حباد سے ماسوی اللہ مراد ہے۔ ترجمہ۔ ناقص عقل اس عشق (حقیقی) کو کہاں پیدا کر سکتی ہے۔ (ہاں) ناقص عقل بھی ایک قسم کا عشق پیدا کرتی ہے (جس کو عشق مجازی کہتے ہیں) لیکن (اس کا تعلق) ماسوی سے (ہوتا ہے۔ نہ کہ حق سبحانہ سے)۔

مطلب۔ تمام کائنات صفات حق کے مظاہر کا مجموعہ ہے۔ اور عشق و محبت کے لائق ذات حق ہی ہے۔ جس کے پر تو جمال اور انوار کمال نے عالم کو منور کر رکھا ہے۔ لیکن یہ کام ایک کامل العقل آدمی کا ہے کہ جو چیز زبور کمال اور زینت جمال سے مزین ہے۔ اس سے قطع نظر کر کے اسی ذات کیساتھ لو لگائے جس کے پر تو جمال و کمال سے یہ چیز منور ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی صحت قیاس اور اصابت اور اک کی بدولت حقیقت اور مجاز میں فرق سمجھتا ہے اور فرع کے حسن و جمال کو اصل کا حسن و جمال سمجھ کر اصل کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ صائب ہے

گر بظاہر بنظر چشم غزالاں دارد ہشت و در پردہ تماشای دگر مخزون
بخلاف اس کے ناقص العقل کو یہ کہاں توفیق کہ حقیقت پر نظر کر سکے۔ اور اصل کو پیش نظر رکھے۔ وہ تو فرع کو منظر حسن دیکھ کر اسی کا دلدادہ ہو جائے گا۔ اور اصل پر توجہ نہیں کرے گا۔ ظاہر سے غافل ہو کر منظر کو ہی قبضہ توہمات بنا لے گا۔ صائب ہے

بحسن نقش ازل نقاش ہر کس چشم برگیرد چو خاہد بگذر ہر لحظہ دامن دگر گیرد

ولہ

از رہ مرو بجلوہ خوابان سنگدل
تایغ ز وصل کعبہ بسنگ نشان مباحث

برجاءے رنگ مطلوبے چو دید از صفیرے بانگ مجوبے شنید

لغات - صفیر - پند - سے کی پیچھے کی آواز - شکاری کی سیٹی کی آواز جن کو پرندوں کو پھانسنے کے لئے نکالتا ہے۔
ترکیب - پہلا مصرعہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ جن کی جزا مفرد ہے۔ اور ایک طرح دوسرا مصرعہ بھی جزا ہو سکتا ہے۔ ترجمہ دونوں طرح ملاحظہ ہو:-

ترجمہ (۱) جب وہ ماسوی اللہ پر مطلوب (حقیقی) کا رنگ (درخشاں) پایا ہے تو اسی کو اپنا مطلوب بنا لیتا ہے۔ جیسے ایک پرندہ شکاری کی سیٹی (سن کر اس) سے (سمجھتا ہے کہ اپنے) محبوب (پرندے) کی آواز سن رہا ہے (اور جال میں پھنس جاتا ہے)
(۲) وہ ماسوی اللہ پر مطلوب (حقیقی) کا رنگ جو (درخشاں) پا کر دھوکا کھا تا ہے۔ تو اس کی مثال یہ ہے۔ جیسے ایک پرندہ شکاری کی سیٹی۔ الخ

مطلب - جس طرح ایک پرندہ شکاری کی نقلی سیٹی کو اپنے ہم جنس پرندے کی اصلی آواز سمجھ کر دھوکا کھاتا اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح یہ عاشق مجازی معشوق مجازی کو ہی مٹھ نظر بنانے کے قابل سمجھ کر محبوب حقیقی سے غافل ہو جاتا ہے۔ ولعم القیل سے

سدا راہ عالم بالاست معشوق مجاز
دامن میں سرو پا درگل نئے باید گرفت

دانش ناقص نداند فرق را لاجرم خورشید و اند برق را

ترجمہ - ناقص عقل (حقیقی، مجازی، اصلی و نقلی) - باقی و فانی کے (فرق کو نہیں سمجھتی)۔ اس لئے بجلی (کی چمک) کو ہی آفتاب سمجھ لیتی ہے۔

چونکہ ملعون خواند ناقص را رسول ہست و تاویل نقصان عقول

ترجمہ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ناقص کو ملعون کا لقب بخشا ہے اس سے ہر کوئی تاویل عقول کا نقصان (مراد ہے)۔

نوٹ - مولانا بھراہم العلوم فرماتے ہیں کہ شارحین نے یہاں یہ حدیث نقل کی ہے۔ الناقص ملعون۔ صاحب کلید فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث کہیں نظر سے نہیں گذری۔ اور مذوقاً یہ حدیث معلوم ہوئی ہے۔ ممکن ہے موضوع ہو۔ ہاں یہ مضمون اس طرح مستنبط ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہل کی مذمت فرمائی ہے۔ کہ یہ باعدن الحق ہے۔ اور جہل بھی ایک نقصان ہے۔ اور جو چیز باعدن الحق ہو۔ اس کے ملعون ہونے میں کیا شک ہے۔ لہذا اس تاویل سے ناقص بھی ملعون ہو سکتا ہے۔ مگر اس مضمون میں کوئی حدیث صریح اللفظ تو ملوگا نہیں ہوئی۔ (زانتی) آگے اس بات کی دلیل پیش فرماتے ہیں۔ کہ جس ناقص کو ملعون کہا گیا ہے۔ اس سے ناقص لعن ہی مراد ہے۔ نہ کہ ناقص البدن اندھا۔ لولا۔ لنگڑا وغیرہ۔

زآنکہ ناقص تن بود مرحوم رحم نیست بر مرحوم لائق لعن و زخم

لغات - ناقص تن - جس کے بدن میں کوئی نقص ہو - جیسے اندھا - کانٹا - انگڑا - ٹولا وغیرہ - مرحوم رحمہ قابل رحم
ترجمہ - زحمت - زحمت - سختی -
ترجمہ - کیونکہ ناقص البدن تو رحم کے قابل ہوتا ہے - اور قابل رحم آدمی لعنت و زحمت
کا سزاوار نہیں ہوتا -

نقص عقلت آنکہ بد بخوریست موجب لعنت سزا دوریست

لغات - بخوری مرض - بد بخوری - بُری بیماری -
ترجمہ (پس ثابت ہوا کہ) بُری بیماری جو ہے تو وہ نقص عقل ہی ہے - وہی موجب لعنت اور
اسی کا ترک (باقی بعد) (عن الحق) ہے -
نوٹ - آگے اس بات کی دلیل دی ہے کہ کیوں نقص عقل موجب لعنت ہے اور نقص بدن نہیں -

زانکہ تکمیل خرد ہا دور نیست **لیک تکمیل بدن مقدور نیست**
ترجمہ - کیونکہ عقول کی تکمیل (اگر کوئی کرنی چاہے تو یہ) بعید نہیں - لیکن بدنوں کی تکمیل پر
کسی کو قدرت نہیں -
مطلب - پس جو بات اختیار سے باہر ہو اس پر لعنت کیسی؟ آگے اس بات کی دلیل دی ہے کہ نقصان
عقل کو اگر کوئی رفع کرنا چاہے - تو کر سکتا ہے - یہ اس کے اختیار سے باہر نہیں - بخلاف اس کے نقصان جسم
ایک قدرتی امر ہے -

کفر فرعون و ہر گبر عنید جملہ از نقصان عقل آمد پدید

لغات - گبر آتش پرست - یہاں مطلق کا مراد ہے - عنید جھگڑالو -
ترجمہ - فرعون اور (فرعون جیسے) ہر جھگڑالو کا کفر سراسر نقصان عقل سے وقوع
میں آیا ہے -
مطلب - جب نقصان عقل سے کفر کا ارتکاب ہوتا ہے اور کفر پر عذاب ہوگا - تو اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ منشاء کفر یعنی نقص عقل کا ازالہ ان کے اختیار کی بات تھی - کیونکہ اگر اس کا ازالہ ان کی قدرت سے باہر ہوتا -
تو اس کے نتیجے یعنی کفر پر ان کو عذاب کیوں ہوتا -

بہر نقصان بدن آمد فرج ورنہ کہ ماعلے الاعمی حرج

لغات - فرج کشایش - راحت - تپے بضم نون دیاے مجہول قرآن مجید -
ترجمہ (بخلاف اس کے) بدن کے نقصان میں راحت (کا ملنا) منصوص ہے - چنانچہ قرآن
میں (وارد ہے) کہ لیسْ عَلَیْہِ حَرْجٌ (یعنی نابینا پر کوئی تنگی نہیں)

مطلب - یہ دلیل ہے اس بات کی انقص جسم سے بچنا کسی کے اختیار میں نہیں۔ اگر اختیار میں ہوتا تو اس کے وقوع پر ضرور عتاب و عذاب ہوتا۔ حالانکہ اس پر رحم و شفقت کا سلوک کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰی حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْاَعْمٰی حَرْجٌ یعنی نابینا پر کوئی تنگی نہیں اور نہ بیمار پر تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر تنگی ہے (سورہ فتح) اور کسی پر رحم اس کے اس نقصان کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ جو اس کے اختیار سے باہر ہو۔ چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ جب بندہ اپنی پیاری آنکھوں سے محروم ہو جائے۔ اور اس پر صبر کرے۔ تو اس کا عوض جنت ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص دیدہ و دانستہ اور اپنے اختیار سے اپنی آنکھیں نہیں کھوتا۔ بلکہ یہ تقدیر الہی ہے۔ ہاں اگر کوئی بالارادہ اپنے کسی عضو کو قلع اور خلعت الہیہ کو متیز کرے۔ وہ البتہ قابلِ سزا ہے۔ حدیث میں ہے۔ لعن اللہ الواشمات و المستوشمات و النامصات و المتنصصات و المتفلجات للحسن المخیلات خلق اللہ خدا لعنت کرے بدن گوندنے والی عورتوں پر اور گوند والیوں پر اور بال چھنے والیوں اور چنوائے والیوں پر اور خوبصورتی کے لئے دانتوں کو فاصلہ دار بنانے والیوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہدایت کو بدلتی ہیں (جامع صغیر للسیوطی) اسی طرح خودکشی کا فعل بھی چونکہ اپنے اختیار سے وقوع پاتا ہے۔ اس لئے عذاب شدید کا موجب ہے۔ بخلاف اس کے جو دوسرے کے ہاتھ سے بگینا قتل ہو۔ وہ شہید ہے۔ کیونکہ یہ فعل مقتول کے اختیار سے باہر تھا آگے پھر اسی مضمون کی طرف عود ہے۔ کہ لاجرم خورشید داند برق را۔ جس سے یہ ارشاد مقصود ہے کہ فانی و ناپایدار چیز کا عشق اچھا نہیں۔ باقی حقیقی ذات کا عشق چاہئے۔

برق آفل باشد پس بیوفا آفل از باقی نذابے صفا

لغات - آفل چھپ جانے والا۔ بے صفا۔ جس کا دل روشن نہ ہو۔ ترجمہ - بجلی تو چھپ جانے والی چیز ہوتی ہے۔ اور بالکل ناپایدار (جو شخص کمال عقل کے نور سے عاری ہے وہ) چھپ جانے والی چیز اور باقی رہنے والی چیز میں فرق نہیں سمجھتا۔

برق خند، برکہ منجد و بگو برکے کہ دل نہد بر نور او

ترجمہ (تم دیکھتے ہو کہ) بجلی ہنستی ہے۔ بتاؤ (یہ) کس پر ہنستی ہے؟ (یہ) اس شخص پر ہنستی ہے جو اس کی چمک کا دلدادہ ہو رہا ہے (حالانکہ یہ ناپایدار چیز قابلِ لبستگی نہیں) غنی ج ۵

نیت حسن ہے تقاضا نیت لبستگی
با چراغ برق یک پروانہ ہمراہی کو
نور ہاے برق بہریدہ پے بہت
آں جولا شرفی ولا غری کے است

لغات - بہریدہ پے۔ قدم بہریدہ۔ ختم۔ منقطع۔ جس کا سلسلہ آگے نہ چلے۔ لا شرفی ولا غری۔ نہ منسوب بہ مشرق اور نہ منسوب بہ مغرب جو خداوند تعالیٰ کے نور کی صفت ہے۔ اور یہ ایک آیت کے مضمون کی طرف

اشارہ ہے۔ کما سیاتی۔

ترجمہ: بجلی کے انوار تو قدم بریدہ ہیں (چنانچہ ان کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا) وہ اس (نور) خداوندی سے مشابہ کب ہیں جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی۔

مطلب۔ اس میں اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مِثْلُ نُوْرٍ مَّكْسُوْرٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ مِّنْ مِّصْبَاحٍ فِیْ زُجَاجٍ اَلْزَّجَاجُ کَاْتَهَا کُوْکُبٌ ذَرِّیُّ نُوْرٍ مِّنْ شَجَرٍ مُّبَارَکٍ ذٰلِکَ الَّذِیْ نُوْرُہٗ لَا شَرِیْقَیْہٖ وَلَا غَرْبَیْہٖ وَلَا یَؤْثِرُ اَشْفَاکُہٗ (ہی کے نور سے) آسمان و زمین کی روشنی ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک طاق ہو (اور) طاق میں ایک چراغ رکھا ہے (اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے۔ (اور) قندیل اس قدر شفاف ہے کہ گویا وہ سور کی طرح چمکتا ہو ایک ستارہ ہے۔ (وہ چراغ ازیتوں کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے۔ کہ جو نہ مشرق کے رخ واقع ہے۔ نہ مغرب کے رخ (سورہ نور ۵) آیت نور کی تفسیر نہایت شجرح و بسط کے ساتھ اور اس کے اسرار و رموز عجیب طریق سے سابق جلد مفتاح العلوم میں بیان ہو چکے ہیں۔

برق را خود میخطف الانبصار وال نور باقی را ہمہ انصار وال

ترجمہ: بجلی کو نگاہوں کی اُچک لے جانے والی سمجھو۔ (کہ اس کی چمک سے آنکھیں جیدھیا جاتی ہیں اور سمجھی نگاہ مضمود بھی ہو جاتی ہے بخلاف اس کے۔ ذات حق کے) باقی رہنے والے نور کو (آنکھوں کے لئے) سراپا لے بصارت سمجھو۔

مطلب۔ یہ آیت قرآن مجید کی اس آیت سے ہے کہ یُکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ الْبَصَارَ دھم کے قریب ہے کہ بجلی ان کا فزون کی نگاہوں کو اُچک لے جائے (بقرہ ۲۴) بعض نسخوں میں دوسرے مصرعہ کے لفظ البصار بیاے موحده کی بجائے انصار بنون درج ہے۔ اس صورت میں اگرچہ کافیا کا وہ نقص جو ہمارے نسخے میں ہے۔ رفع ہو جاتا ہے۔ مگر نور برق اور نور باقی کے مقتضا ذاتوں کا بر لطف تقابل جو البصار کے لفظ کے ساتھ نمایاں ہے۔ وہ اس نسخے میں قائم نہیں رہتا۔ ہمارا نسخہ شجرح و بسط کے مطابق ہے۔

برق و یافرس را راندن نامہ را در نور برقی خواندن

از خرمی عاقبت ناویدنست بر دل و عقل خود خندیدنست

لغات۔ گفت۔ جھاگ۔ راندن۔ خواندن میں پہلا نون غنہ ہے۔ بیاں نون ساکن کا استعمال بضرورت ہوا ہے۔ خرمی۔ حرص و طمع ترکیب۔ پہلے شعر میں دونوں مصرعے دو جملے ترکیب عطفی مل کر

مبتدا ہوا۔ دوسرا شعر خبر۔ ترجمہ۔ دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑا (لے کی کوشش کر) نا اور بجلی کی چمک میں خطا پر مٹنے لگنا (اپنی اندھی) حرص میں (بے سود) نتیجہ سے آنکھیں بند کر لینا ہے (اور) اپنے (غیر

دورانِ دل اور ناقصِ عقل کی ہنسی اڑاتا ہے۔

مطلب - ناپایداری چیز کا عشق اختیار کرنا اسی طرح لغو و بیہودہ ہے۔ جیسے کف دریا پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش جس کا نتیجہ غرق ہے۔ اور جیسے بجلی کی چمک میں خط پڑھنے لگنا جس کا نتیجہ قطعاً ناکامی ہے۔ ناقصِ عقل ان نتائج کو نہیں دیکھتا۔ پس ماسوی اللہ کی فرط محبت کا ثمرہ بھی تباہی و ناکامی ہے۔ جامی رو ۷

ہر کہ بصورتِ شیریں لپٹاں عشقِ تباہت نیرت از منہ پیراں ریشِ بچ نصیب
ہر کہ خواہد کہ چو حافظ فستود سرگرداں دل بخوبی ندمد و نہ پئے ایشان نرود
نور برقی سے اس بجلی کی چمک مراد ہے۔ جو ابر کے اندر چٹھک زن ہوتی ہے۔ اور جس کی ناپایداری ضربِ امثل ہے۔ کما قیل ۷

ہنگامہ گرم ہستی ناپیدار کا چٹھک ہے برق کی کتبِ شمس دار کا
یہاں یہ بجلی کی روشنی مراد نہیں جس کے منعمے آج دروہام کو بقتہ نور بنارہے ہیں۔ کیونکہ یہ روشنی مولانا کے زمانہ میں نہیں بھتی۔

عاقبتِ بینِ عقل از خاصیت **نفس باشد کونہِ بیدِ عاقبت**
ترجمہ عقل تو بالخاصیت عاقبت میں ہے۔ اور جو عاقبت میں نہ ہو تو وہ نفس ہے (عقل نہیں)۔

مطلب - انسان کو آمادہ فعل کرنے والی دو طاقتیں ہیں۔ ایک عقل جو نتائج کو ملحوظ رکھ کر کسی کام کا مشورہ دیتی ہے۔ دوسرا نفس جو اسے غصہ۔ حسد۔ کینہ۔ حرص۔ شہوت وغیرہ ناپاک جذبات کے زیر اثر کسی کام پر آمادہ کرتا ہے۔ اور اس کام کے نتیجہ بد سے اسے سروکار نہیں ہوتا۔ اوپر لکھا تھا کہ ”از جریعی عاقبت نادمین ست“ اب فرماتے ہیں کہ یہ نفس ہی کا کام ہے۔ کہ وہ حرص کے جذبہ سے متاثر ہو کر انجامِ برنظر کئے بدوں کوئی کام کرانے لگتا ہے۔ عقل کا کام نہیں۔ ہاں جو عقل نفس کے آگے بے بس ہو جائے۔ تو وہ نفس کی ہمنوا ہو جاتی ہے۔ اور غیر دورانِ دنیا نہ کام کرانے لگتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

عقل کو مغلوبِ نفسِ افسوس شد **مُشری ماتِ رُحل شد شخص شد**

ترجمہ۔ جو عقل نفس سے مغلوب ہو جائے (وہ بھی (بمنزلہ) نفس بن جاتی ہے۔ (جب) ستارہِ مشرعی (جو سعد اکبر ہے۔ شخص اکبر یعنی) رُحل کے زیر اثر آجائے۔ تو شخص ہو جاتا

مطلب۔ بُری چیز اچھی چیز کو بھی اپنا ہم رنگ بنالیتی ہے۔ کما قال السعدی رو ۷

تحکم کند سیر بر بوسے گل فروماند آوازِ جنگِ از دُئل
ستاروں کی سعادت و نحوست کا ذکر علی سبیلِ العرف ہوا ہے۔ شرعاً ایسا اعتقاد صحیح نہیں۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ۔ یہ بحث اس شرح کی پہلی جلد میں حکایتِ بادشاہِ جہود کے اداکُل میں بشرح و بسط گزر چکی۔ آگے فرماتے ہیں۔ کہ عقل کی مغلوبیت کی حالت میں بھی تعلقِ باللہ سے غافل نہ ہونا چاہئے۔

ہم دریں بخشی بگرداں این نظر در کسے کہ بخش کزوت در نگر
ترجمہ (مگر تم پر لازم ہے کہ) اس نحوست (کی حالت) میں بھی اپنی اس (کو تہ میں) نظر کہ حق کی
طرف منعطف (کرنے کی کوشش) کرو (جس کی آسان صورت یہ ہے کہ اپنی نحوست کے
خیال سے) اس (ذات) کو دیکھو جس نے تم پر نحوست وارد کی ہے۔

مطلب۔ اگر غلبہ نفس اور طریقان نحوست نفس میں متوجہ بھی ہوئے گا موقع نہیں ملتا۔ تو ہم ایک آسان تدبیر
بتاتے ہیں۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ تم کم از کم اپنی اس نحوست پر توجہ کر سکتے ہو۔ اور ہر چیز کا کوئی نہ کوئی فاعل بھی تو
ہے۔ اس طرح تم اپنی نحوست کے خالق اپنی نظر کر سکتے ہو۔ جو حق بل و علا ہے۔ پس یہی توجہ بھی ہے۔ اگر اس
کو ترقی دیتے جاؤ گے۔ تو نفس کی نحوست بھی رفع و دفع ہو جائے گی۔ یہاں حضرت شارح کلید ثنوی سلمہ نے
حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ سے ایک عجیب تلمیح قول زانی ہو۔ لیکن جب وسوسہ و خطرات کا دل پر
ہجوم ہو۔ تو ان کے ازالہ و ابطال کے لئے اپنی قوت نظریہ کو زیادہ صرف نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ایک طرح سے
ان وسوسہ پر مزید توجہ ہے۔ جس سے ان کے ترقی پانے کا احتمال ہے۔ بلکہ ان سے نظر پھیر کر حق سبحانہ کی طرف
متوجہ ہونا چاہئے۔ اور سوچنا چاہئے۔ کہ سبحان اللہ کیسی با قدرت ذات ہے۔ جس نے یہ وسوسہ و خیالات میرے
دل میں ڈالے۔ اب وہی ان کو زائل بھی کر دے گا۔ اس مراقبہ سے وہ وسوسہ آپ سے آپ منتفی ہو جائینگے۔
(انتہی) یہی گویا مرض و وسوسہ کا علاج بالمثل ہے۔ اور علاج بالمثل بمقابلہ علاج بالفصد کے سہل الحصول اور
مؤثر تر اور ساتھ ہی تعجب انگیز ہوتا ہے۔ آگے ہی ارشاد ہے۔ کہ جو شخص اپنے اس موجب مرض کو ہی خاص
سلیقہ سے بطور دوا استعمال کرتا ہے۔ وہ اسی کی بدولت شفا پاتا ہے۔

آں نظر کہ بگر و این جذر وند اور بخشے سوے سعدے نقب و

لغات۔ جذر وند۔ پانی کا اتار چڑھاؤ۔ جو اربھٹا۔ نقب زدن۔ سینہ کھانا۔ چاکا کسی گھڑ میں داخل ہونے کیلئے
دیوار میں بڑا پھید کرنا۔ مگر یہاں راہ پانا مراد ہے۔

ترجمہ۔ جو نگاہ (نفسانی وسوسہ کے) اس اتار چڑھاؤ کو تار جائے (کہ کہاں سے ان وسوسہ
کی چڑھائی ہوئی)۔ اور کیونکہ ان کی طغیانی کم ہوگی، وہ نحوست سے (نکل کر) سعادت کی طرف
راہ پا جاتی ہے۔

نوٹ۔ آگے اس تبدیلی احوال کی مصلحت بیان فرماتے ہیں۔

زاں ہمیکر داندت حالے بحال ضد بضد پد اکتاں و انتقال

تاکہ از عشرے نہ پنی خوفنا کے زئیرے باز یابی لطفنا

لغات۔ ہمیکر داند۔ بھرتا ہے۔ بدل کرتا ہے۔ متغیر کرتا ہے۔ انتقال۔ ایک حالت سے دوسری حالت
میں آنا۔ عشر۔ ستر۔ زئیر۔ خفا۔ خوفنا و لطفنا کا بے لطف قافیہ ضرورتاً اختیار کرنا پڑا ہے۔

ترجمہ - (خداوند تعالیٰ شانہ) اس لئے (ایک) مخالف (کیفیت) سے (دوسری) مخالف (کیفیت) پیدا کرتا ہوا ازراہ تبدیل تمہاری ایک حالت کو دوسری حالت میں پھیرتا ہے۔ کہ جب تک تم کو تنگی سے خوف نہ آئے گا۔ اس وقت تک تم فراخی سے لطف کب محسوس کر سکتے ہو۔

مطلب - یہ عام قاعدہ ہے کہ "قدر عافیت کسے داند کبلا سے گرفتار آید" یعنی سلامتی کی قدر وہی کرتا ہے۔ جو کسی بلا میں مبتلا ہو کشتی نشینی کی ٹھیک قدر غرق ہونے والا ہی سمجھتا ہے۔ صحت کا مزہ مرض کی تکالیف برداشت کرنے والے سے پوچھنا چاہئے۔ خشک و لطیف ہوا کے جھونکوں کی تعریف موسم گرما کی چلیاٹی دھوپ میں چل کر آنے والے سے سننی چاہئے۔ پس حق تعالیٰ نے جو یہ گوناگوں رحمتوں کے ساتھ ساتھ مختلف رحمتوں کے سامان پیدا کئے ہیں۔ تو اس میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح اس کی رحمتوں اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا احساس ہوتا ہے۔ اگر بندہ پر ہمیشہ رحمتوں کا ہی سایہ رہتا۔ اور وہ رات دن نعمتوں کے مزوں میں مستغرق رہ کر رہتا۔ تو اس کو احسانات الہیہ کا کچھ بھی احساس نہ ہوتا۔ نہ اس کے دل میں اپنے محسن حقیقی کے لئے شکر و امتنان کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ حافظ رحمہ

از دست ہجر یا رشکایت نئے کم گزشت غیبیہ ند ہر لذت حضور
مدعا اس بحث سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ سالک کے احوال کو جو قبض و بسط میں بدلتا رہتا ہے۔ تو اس میں حکمت یہی ہے۔ کہ اس کو بسط کی قدر آجائے۔ اور وہ بیش از پیش ترقی مدارج کی کوشش کرے۔ ربڑ کی گیند کو زور سے زمین پر اسی لئے پھینکا جاتا ہے۔ کہ وہ بلندی پر جائے۔ ورنہ اگر قبض کی حالت نہ ہوتی۔ تو بسط کی قدر نہ آتی۔ اور نہ ترقی و عروج کا جوش پیدا ہوتا۔ کما قال رحمہ

وصل پیدا گشت از عین بلا
ریخ گنج آمد کہ رحمت ہا در دست
ز ازل حلاوت شد عبارت ماقلا
مغز تازہ شد چونچراشید پورست
اں بہار ان مضمهرت اندر خزان
دربہارست آں خزان گمیز زان

تاکہ خوفت ز اید از ذات الشمال لذت ذات الیمین نیجی الرجال

لغات - زاید۔ پیدا ہو۔ ذات الشمال۔ بائیں جانب۔ مراد گنہگار و کافر۔ کیونکہ قیامت کے روزان کے بائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ ذات الیمین دائیں جانب۔ مراد پرہیزگار اور مومن لوگ۔ کیونکہ قیامت کے روزان کے دائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ یوحی۔ امید دلائے۔ فعل مضارع ازار جا۔ الرجال لوگ۔

ترجمہ (غرض حق تعالیٰ تم پر مختلف احوال طاری کرتا رہتا ہے) تاکہ تم کو بائیں جانب نامہ اعمال دیئے جانے سے خوف آئے۔ (اور تم دائیں جانب نامہ اعمال دیئے جانے سے مستحق بننے کی کوشش کرو۔ کیونکہ) دائیں جانب (والوں کو جو نجات و فلاح کی لذت حاصل ہوگی۔ وہ) لوگوں کو امید دلاتی ہے کہ ہم بھی کوشش کریں تو وہاں جس جانب والوں میں شامل ہو سکتے ہیں

مطلب۔ یعنی تاکہ قبض سے جو ایس کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ بسط کی بدولت ذائل ہو جائے۔ اور اس کی بجائے اسید پیدا ہو جائے۔ اور ہیبت کی حالت انس میں بدل جائے۔ جیسا کہ اکثر سالکوں کو پیش آتا ہے کہ پہلے ان پر ہیبت کی حالت طاری ہوتی ہے۔ پھر وہ انس کی حالت میں بدل جاتی ہے۔ یعنی وہ

گر فلک کار ترابر ہم زند از جامرو
جامہ را خیا ط سازد قطع بہر دو وقتن

تائید بینی خوف نفس مشامہ کے شناسی قدر لطیف مہمنہ

لغات۔ نفس نخست۔ مشامہ۔ بائیں جانب۔ سیمنہ۔ دائیں جانب۔ صانع نفس اور مشامہ میں ایہام تناسب ہے۔ کیونکہ مشامہ کے معنی نخست کے بھی ہیں۔

ترجمہ۔ جب تک کہ تم بائیں جانب والوں کی نخست کے خوف سے آگاہ نہ ہو جاؤ (اس وقت تک) دائیں جانب والوں کے لطف کی قدر کیا کرو گے۔

مطلب۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فَأَصْحَبُ الْمُؤْمِنَةِ مَا أَصْحَبُ الْمُؤْمِنَةِ وَ أَصْحَبُ الْمُشَامَةِ مَا أَصْحَبُ الْمُشَامَةِ** (ایک) تو داہنے ہاتھ والے سوداہنے والوں کا کیا کہنا اور (ایک) بائیں ہاتھ والے سوداہنے والوں کا کیا کہنا (سورہ واقعہ) پس جس طرح اصحاب مشامہ کے برے انجام کا خوف طاری ہوئے بغیر اصحاب سیمنہ کے مدارج کی قدر نہیں آسکتی۔ اسی طرح جب تک قبض کی حالت طاری نہ ہو۔ بسط کی قدر اور اس کا لطف چل نہیں ہو سکتا۔ لہذا دونوں حالتوں کا ہونا ضروری ہے۔ صرف ایک حالت سے مشاعرہ تک پورا نہیں ہو سکتا۔ آگے اس کو ایک تمثیل سے واضح فرماتے ہیں۔

الخلاص۔ ہیبت ہمارے نفع میں نہیں ہے۔

تا دو پر باشی کہ مرغ یک پر عا جز آمد از پریدن کیسہ

لغات۔ مرغ یک پر۔ پرہ کی مانند ہے۔ عا جز آمد۔ کیسہ کی مانند ہے۔ ترجمہ (قبض و بسط کی دونوں حالتیں اس لئے ضروری ہیں) تاکہ تم دو پروالے (درندے کی طرح پرواز ترقی کے قابل) ہو جاؤ۔ کیونکہ ایک پروالہ بجا رہے پرندہ اڑنے سے بالکل عاجز ہوتا ہے (اسی طرح ایک حالت کے ساتھ تم بھی اوج ترقی پر اڑ نہیں سکتے)

مطلب۔ یہ سارے تغیرات اس لئے ہوتے ہیں کہ تمہارے اندر رجاء و خوف کی دونوں صفتیں پیدا ہوں اس لئے کہ ایمان میں الخوف والرجاء ہے۔ اور اسی پر مدار نجات ہے۔ عن انس قال دخل آلنبی صلی اللہ علیہ وسلم علی شات وھو فی الموت فقال کیف تجدك قال ارجو اللہ یا رسول اللہ والی اخاف ذنوبی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجتمعان فی قلب عبد فی مثل ہذا الموطن الا اعطاه اللہ ما یرجو وامتنہ مما یخاف۔ یعنی انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور وہ نزع کی حالت میں تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تم اپنی حالت کیسی پاتے ہو۔ وہ بولا۔ یا رسول اللہ میں

اللہ سے اچھی امید رکھتا ہوں۔ اور اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں باتیں یعنی (امید اور خوف) جب ایسے وقت بندے کے دل میں جمع ہوں۔ تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کی امید پوری کرتا ہے۔ اور اس کو خوف سے امن میں رکھتا ہے (مشکوٰۃ)

خوف درجا دونوں کی ضرورت اس لئے ہے۔ کہ ان میں سے صرف ایک کا موجود ہونا بندہ کے لئے مضر ہے۔ چنانچہ اگر صرف خوف ہوتا۔ تو اس سے بایں کلمی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ جس کا ایک لازمی نتیجہ ترک طاعات و عبادات اور ارتکاب معاصی ہوتا۔ اور اگر صرف رجاء ہوتی۔ تو اس سے جرأت و دلیری پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اس صورت میں بھی بندہ تارک طاعات و ترکب خطیات ہونے سے باز نہ رہتا۔

ہائیں گذرا زمیمہ و زمیمہ در سرے سابقاں آل کیسہ

لغات۔ مینہ دایں طرف کی فوج۔ مینہ بایں طرف کی فوج گریہاں اس سے وہی مینہ و مشامہ مراد ہیں جن کا اوپر سے ذکر آ رہا ہے۔ یعنی دایں ہاتھ کے اعمال نامے والے اور بایں ہاتھ کے اعمال نامے والے۔ سابقاں آگے بڑھ جانے والے۔ بقاعدہ فارسی سابق کی جمع ہے۔

ترجمہ۔ ہاں ہاں! دایں طرف والوں اور بایں طرف والوں سے بھی گزر کر ان سابقین کے گھر میں داخل ہو جاؤ (جو سبق میں خاص ہیں)۔

مطلب۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اصحاب مشامہ اور اصحاب مینہ کی دونوں جماعتوں کے ذکر کے بعد فرماتا ہے۔ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَدَّمُونَ۔ اور (زمیرے) جو (سبق) آگے (سامنے) بٹھائے گئے ہیں) سو یہ آگے ہی (بٹھانے کے قابل) ہیں۔ (کہ) یہ (بارگاہ خداوندی کے) مقرب ہیں (واقعہ ۱) مولانا فرماتے ہیں۔ کہ تم نہ صرف اصحاب مشامہ کے ساتھ شامل ہونے سے بچو۔ بلکہ اصحاب مینہ کے درجہ پر بھی قناعت نہ کرو۔ اور مدارج ترقی میں بڑھتے بڑھتے سابقین مقربوں میں جا پہنچو جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تلویں سے کل کر تکلیں کا درجہ حاصل کرو۔ کہ وہ قرب حق کا اقرب ترین طریقہ ہے جاسی ہو

ایک درستی خداوندان حال

سنت آمدن زوئیا تمافتن

میکنی از سنت و فخر سوال

فرض راہ قرب مولیٰ یا فتن

الخلاف۔ یہ بیت بھی ہمارے نسخے میں نہیں ہے۔

آگے مولانا سامع کی بے توجہی دیکھ کر ناراض ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں!

یار ہاکن تانیا یم در کلام یا بدہ دستور تاگویم تمام

لغات۔ راکن۔ چھوڑ دو۔ دستور۔ اجازت۔

ترجمہ۔ (اے سامع!) یا تو اس قصے کو ہی چھوڑ دو۔ تاکہ میں کلام ہی نہ کروں یا رسنے پر آمادہ نہ کروں) مجھے اجازت دو کہ پوری طرح بیان کر دوں۔

مطلب۔ نہ تو تم یہ کہتے ہو۔ کہ میں اس بحث کو جانے دو۔ کہ میں اس کے سننے کا شوق نہیں ہے۔ اور نہ پوری طرح متوجہ ہوتے ہو۔ یہ کیا بات ہے۔ یا تو صاف کہہ دو کہ ہم سننا نہیں چاہتے۔ تاکہ ہم کو

زحمت تقریر سے نجات ملے۔ یا پوری طرح تقریر کر کے نہ کی اجازت اور خود ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔ سعدی رحمہ سے
گورشت حدیث میثنود ہوش بے خبر در حلقہ بصورت و چوں حلقہ بر درمی

ورنہ اس خواہی نہ آن فہمات کس چہ اندر ترا مقصد کجاست

لغات۔ فرمان تراست ایک محاورہ ہے۔ جو اپنی طرف سے کسی کو کسی اپنی خواہش کے موافق قول و فعل کی اجازت کئی دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ تم کو اختیار ہے۔ تم مختار ہو۔ تم جانو تمہارا کام۔ جو چاہو کرو۔

ترجمہ۔ اور اگر تم نہ یہ چاہو نہ وہ۔ تو پھر تم جانو تمہارا کام (ہم اس تقریر کو جاری رکھنے سے معذور ہیں۔ کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ تمہارا مقصد کیا ہے۔ جسکو بیان کیا جائے) **مطلب** صاحب کلیہ مثنوی فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ مثنوی شریف کا طرز تصنیف انہیں ہے۔ بلکہ ناصحی و واعظانہ مکالمات کا انداز ہے۔ اور جس طرح ایک واعظ و ناہج یا ایک استاد اثنائے درس میں تقریر کرتے ہوئے بیچ میں کھدیتا ہے۔ کہ بھائی بات سنتے ہو۔ تو سنو ورنہ میرا مغز کیوں خالی کیا ہے۔ اس کے بعد پھر وہی سلسلہ تقریر شروع کرتا ہے۔ اسی طرح یہاں مولانا اثنائے تقریر میں فرماتے ہیں۔ کہ بھائی یا تو سنو۔ یا ہمارا چھوڑو۔ چونکہ سامع اس تنبیہ سے متوجہ ہو جاتا ہے۔ لہذا پھر وہی سلسلہ بیان جاری فرماتے ہیں۔ اور بتائیں یہی طرز قرآن مجید کا بھی ہے۔ اس کا انداز بھی تالیف کا نہیں۔ بلکہ مکالمات کا ہے۔ مکررات قرآن بھی اس لئے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد و بے انتہا رحیم و کریم ہیں۔ اس لئے ایک ایک بات کو کئی کئی مرتبہ فرماتے ہیں۔ تاکہ خوب ذہن نشین ہو جائے (انتہی)

مولانا بحر العلوم رحمہ لکھتے ہیں۔ یہ خطاب جناب حق سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مولانا راجح بیان اسرار میں امر حق کے تابع ہیں۔ چونکہ اس مقام میں بعض اسرار مجمل بیان کئے ہیں۔ تفصیلاً بیان نہیں کئے۔ اور ممکن ہے کہ بعض اور اسرار بھی بیان کرنا چاہتے ہوں۔ مگر حق تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بیان نہ کر سکتے ہوں۔ لہذا حق تعالیٰ کی جناب میں مناجات کرتے ہیں۔ کہ الہی یا تو ان اسرار کو مفصلاً بیان کرنے اور ناگفتہ اسرار کو معرض بیان میں لانے کی اجازت ہو۔ یا بالکل سناٹ و خاموش رہنے کا حکم ہو جائے۔ اور اگر نہ یہ اجازت دینی منظور ہے۔ نہ وہ حکم۔ بلکہ تیری مرضی یہی ہے۔ کہ بعض اسرار مجمل بیان ہوں اور بعض پر لب کشائی ہی نہ کی جائے۔ تو جو میرا حکم۔ میں تابع فرمان ہوں (انتہی) آگے پھر اسی سلسلہ بیان کو جاری فرماتے ہیں۔

جان ابراہیم باید تا بنور ہمینا ندر نار فر ووس و قصور

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سہی جان چاہئے جو (اپنے) نور (باطن کی روشنی) سے آتش (نور) کے اندر رہت (اور محلات کو دیکھ لے)۔

مطلب۔ اوپر فرمایا تھا۔ نقصان عقل برامریض ہے۔ ع "نقص عقدت آنکہ بدر بخوری سست" لہذا عقل کامل حاصل کرنی چاہئے۔ اب اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ ادراک ہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سا کامل ادراک ہو۔ جن کو دشمنوں کی آگ کے اندر بھی مراتب آخرت کا نقشہ نظر آتا تھا۔ اور اس کی دہر

سے وہ منصب نبوت میں فاضل نہیں ہوئے۔ بلکہ اس مشاہدے کی بنا پر جو وہ آگ کے اندر اپنے کمال عقل و ادراک اور کمال ادغان و یقین کی بدولت کر رہے تھے۔ بخوشی آگ میں گھس گئے۔ صاحب نے یہ عزم زائقی سوزندہ چوں خلیل مرا کہ عشق اوز بلانا بود کفیل مرا

پایہ پایہ بر رو و در ماہ و خور تا نماند بچو حلقہ بند در

لغات پایہ۔ درجہ۔ زمینہ۔ خور۔ آفتاب اس میں داؤ غیر لغو ہے۔ بفتح خار پڑھا جاتا ہے۔ جس میں داؤ کا کسی قدر شام ہو حلقہ۔ دروازے کا کٹنا۔ بند۔ پایہ۔ سقید۔ ترجمہ (سلاک کو) زمینہ بہ زمینہ (ترقی کرتے ہوئے) ہر ماہ سے بھی اونچے چڑھ جانا چاہئے تاکہ وہ دروازہ کی زنجیر کی طرح (خلوت راز سے علیحدہ اور) صرف دروازے کا سقید نہ رہے۔

چوں خلیل از آسمان بفتیں بگذر و کہ لا احب الا فلیں

لغات بفتیں بہتر ساتوں۔ لا احب میں دوست نہیں رکھتا۔ آفلیں۔ چھپ جانے والے۔ ترجمہ اور تاکہ وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح (ترقی مدارج کرتا ہوا) آسمان سے بھی اونچا چڑھ جائے (اپنے اس کمال ایمان اور خلوص توحید کی بدولت) کہ ان کی طرح کہے میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

مطلب۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ۔ چاند اور سورج کو باری باری دیکھ کر کہا تھا۔ لا احب الا فلیں۔ میں چھپ جانے والی ہستیوں کو دوست نہیں رکھتا۔ پھر کہا۔ ارجی و جھٹ و جھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً و ما انا من المشرکین۔ میں تو سب سے رخ پھیر کر اپنا رخ اسی ذات پاک کی طرف کرتا ہوں۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں شرکوں میں سے نہیں ہوں (انعام ۹۷) فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ترک آفلیں سے ترقی مدارج حاصل کی تھی۔ سلاک کو بھی چاہئے۔ کہ فانی و ناپائیدار شیاء سے قطع تعلق کر کے ذات حق کو اپنا مقصد بنائے۔ جامی ۲۲۷

نواے لا احب الا فلیں زن

خلیل آسا در ملک یقین زن

اس جان تن غلط انداز شد جز مرا اثر اگز شہوت باز شد

لغات جان تن۔ عالم اجسام۔ عالم سفلی۔ غلط انداز غلطی میں ڈال دینے والا۔ ترجمہ۔ یہ عالم اجسام تو لوگوں کو اپنے انہماک میں ڈال کر غلطی میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ سوائے اس شخص کے جو خواہشات نفس سے باز رہے۔ غنی رہے۔ دل سوز کے متلو در غفلت آباد۔ شمع را روشن بنے سازند تا دقایق

ان مباحث و ذبیقہ کے بعد اب مولانا م اسی غلام کے قصے کو پھر پھیرتے ہیں۔ جس کا ذکر ان ابیات سے شروع

ہوا تھا کہ :-

ایک فسانہ راست آید یاد روض تا دہر مر اسیتھا را فردغ
 پادشاہ ہے بندہ را از کرم برگزیدہ بود از جملہ حشم
 اور یہ قصہ پہلے قصے سے جدا گانہ تھا۔ جس میں دو غلاموں کا ذکر ہے۔ کہ ایک غلام خوبصورت مگر بدخلق اور دوسرا
 بدصورت مگر خوش اخلاق تھا۔ اور اس قصے کا سابقہ قصے سے جدا گانہ ہونا "ایک فسانہ" اور "پادشاہ ہے" کے
 کلمات سے عیاں مگر ایک شایع صاحب لکھتے ہیں کہ "اب مولانا اس غلام کی حکایت کو پورا فرماتے ہیں کہ جس کو
 بادشاہ نے دو میں سے پسند کیا تھا۔ اور وہ بدصورت تھا۔ مگر اس کی سیرت عمدہ تھی" معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان شایع
 صاحب نے دونوں قصوں کو ایک سمجھ لیا۔ یا اس کے عنوان کا خیال نہیں کیا کہ اس کا ربط صرف دوسرے
 قصے سے ہو سکتا ہے۔ نہ کہ پہلے قصے سے۔ واللہ اعلم۔

تمتہ قصہ حاسدان بر غلام سلطان حقیقت آل

بادشاہ کے غلام پر حسد کرنے والوں کا قصہ اور اس کی حقیقت

قصہ شاہ و امیر ان محسد بر غلام خاص سلطان ابد
 دور ماند از جر جرہ کلام باز بایگشت و کرداں رتام

لغات۔ سلطان ابد۔ جس کی بادشاہی ہمیشہ ہو۔ یہ صفت حق تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ جو شہنشاہ حقیقی
 ہے۔ مجازی بادشاہوں پر صادق نہیں آ سکتی۔ پس اس کو یا تو محمول بر مالہ کیا جائیگا۔ جیسے کہدیتے ہیں۔ حضور
 کا قبیل ابدالابو تک قائم رہے۔ اور خود مولانا راج بھی ایک تنجیکہ لکھ چکے ہیں "خل مولانا ابد پائیدہ باد" یا اس کی یہ
 تاویل ہوگی۔ کہ چونکہ وہ بادشاہ مقبول حق تھا۔ اس لئے جس طرح وہ دنیا میں صاحب جاہ و شرف تھا۔ عقبتے
 میں بھی اللہ اس کے جاہ و شرف کو ابد تک قائم رکھے گا۔ اس لئے وہ سلطان ابد تھا۔ جرار۔ کھینچنے والا۔ جوار کلام
 جو کلام کو طول دیتا اور بڑھاتا چلا جائے۔ اور اس سے مراد بقول مولانا بحر العلوم وہ مباحث میں جو سلسلہ کلام میں
 واقع ہوں۔ اور ان سے کلام طول پکڑ جائے۔ چنانچہ عربی مثل ہے کہ الکلام یجس الکلام یعنی ایک کلام دوسرے
 کلام کو کھینچتا چلا جاتا ہے۔ اور بقول حضرت شایع کلید اس سے مراد حق تعالیٰ ہے۔ کہ وہی الفاظ معانی اور الفاظ
 اسرار سے کلام کو طول دلاتا ہے ترکیب قصہ شاہ و امیر ان انحر مرکب عطفی فاعل ہے۔ دور ماند کا۔ دوسرے
 شعر کا دوسرا مصرعہ الگ جملہ ہے۔

ترجمہ۔ بادشاہ اور اس کے امیروں کا اور سدا (بادشاہی والے) بادشاہ کے غلام خاص پر
 دان کے احمد کرنے کا قصہ بات کو طول دینے والی (باتوں) کے طول دینے سے دور رہ گیا۔
 لہذا اب واپس چلنا اور اسکو پورا کرنا چاہئے۔

باغبان ملک باقبال وخت چوں درختے راندا ناز وخت

ترجمہ (خیال فرمائیے کہ ایک سیدار مغرب بادشاہ جو گویا ملک کا باغبان (ہے) باقبال و خوش نصیب (ہے۔ وہ اپنے باغ کے) اچھے برے درخت میں تمیز کیوں نہ کرے گا؟ مطلب بادشاہ نے اپنے ایک غلام خاص کو رب سے زیادہ قابل پاکر امتیاز خاص بخشا۔ تو اس پر لوگوں کا حسد کرنا بے محل تھا بادشاہ ملک کے باغ کے لئے بمنزلہ باغبان ہے۔ باغبان خود جانتا ہے کہ اچھا درخت کونسا ہے۔ اور ناقص و غیر مفید کونسا۔ پھر وہ اچھے درخت کی پرورش کرتا ہے اور برے کو کاٹ ڈالتا ہے۔ جس طرح ایک فن باغبانی سے نادان قہ آدمی کا باغبان کے اس فعل پر اعتراض ہونا لغو ہے۔ اسی طرح لوگوں کا اس بادشاہ کے غلام کو تو قیر بخشے پر حسد کرنا فضول تھا۔

اَل درختے را کہ تلخ و رد بود و اَل درختے کہ کیش ہفصد بود کے برابر دار و اندر مرتبت چوں بیندشان بختیم عاقبت

لغات رد۔ مردود۔ غیر مقبول نہ پسند ہفصد۔ سات سو۔ عاقبت سے عاقبت مبنی مراد ہے۔ ترجمہ وہ (باغبان ملک) جب ان (درختوں) کو عاقبت (مبنی) کی نظر سے دیکھے گا۔ تو ان درختوں کو جو تلخ اور ناقابل پسند ہوں۔ اور ان درختوں کو جن میں سے ایک (ایک درخت) سات (سات) سو کے برابر ہو مرتبے میں برابر رکھے گا؟

مطلب بادشاہی کے فرائض کو وہی بادشاہ بخوبی ادا کر سکتا ہے۔ جو رعایا کے ہر غلے و ادنیٰ فرد کو جانے پہچانے۔ اور ان سے حسب مراتب ملوک کرے۔ شیخ سعدی رح فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ چراگاہ میں ٹھوڑے دیکھنے گیا۔ داروغہ مصیبل کچھ عرض کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ بادشاہ اس کو پہچانتا نہ تھا۔ سمجھا دشمن ہے کوئی دارکرسے کار۔ فوراً کمان اٹھینچ کر تیر چڑھا لیا۔ داروغہ چلائے لگا۔ کہ میں تو نکاحی و سرکار ہوں

من آنم کہ اسپان ستہ پرورم بخدرست دریں مرغزار اورم
اس کے بعد خادمانہ لہجے میں یہ ملاحظہ فرمائی کہ حضور! یہ غلام اکٹھ گھوڑوں میں سے کھوٹا پرچان لیتا ہے۔ کیا بادشاہ ایک داروغہ کے برابر بھی نہ ہو۔ جو رعایا و ملازمین کے خاص خاص احوال کو نہ پہچانتے۔

تو آنم من اسے نامور شہر یار	کہ اسپے بروں آرم از صہ ہزار
مرآنگہ بانی بعقل مست و راے	تو ہم کلمہ خویش داری بلیے
چنان مست در ہتری شرط نصیت	کہ ہر کہتر سے را بانی نہ نیست
دراں و اہلک۔ از خلص غم بود	کہ تدبیر شاہ از شبان کم بود

ترکیب سے ظاہر ہے کہ آخری مصرعہ شرط موخر ہے۔ اور اس میں کلمہ چوں حرف شرط ہے اور پہلے تین مصرعہ جزائے مقدم قرار پائے ہیں۔ ایک شارح صاحب نے آخری مصرعہ کے کلمہ چوں کو حرف استعظام اور افظ بیند کی بجائے بنید۔ صیغہ سنہنی سمجھا ہے۔ اس صدرت میں مصرعہ ہذا کار ربطا کلمے شعر کے ساتھ نوب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اگلے شعر کا ترجمہ اسی تقدیر پر ہوگا۔

کال درختان نہایت چسپت گرچہ یکساں نہایت در نظر

لغات نہایت۔ آخر کار۔ انتہا میں۔ بڑ۔ پھل۔

ترجمہ۔ (وہ ان کو اس خیال سے بنظر ماقبت بینی کیوں نہ دیکھے گا) کہ اگرچہ یہ اس وقت دیکھنے میں یکساں (نظر آتے) ہیں۔ مگر ان درختوں کا پھل انجام کار یکساں ہوگا؟

کما تیل ۵

علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد دروغ نمود ندارد چو کار رفت از دست

شیخ کو منتظر بنور اللہ شد از نہایت وز نخست آگاہ شد

لغات۔ شیخ۔ پیر طریقت۔ منتظر الخ یہ اشارہ ہے۔ اس حدیث کی طرف جو ترجمہ میں مروی ہے۔ کہ لا تقربوا سدة المؤمن فانه ينظر بنور الله عن وجل۔ یعنی ہوس کی فراست سے

ڈرو وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے (جامع صنیع لسیوطی ص) نہایت۔ انجام۔ نخست۔ آغاز۔ ترجمہ (جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کے حال سے واقف ہوتا ہے۔ اسی طرح) شیخ کمال (بھی) جو ناظر بنور اللہ ہو (طالبین کے) انجام و آغاز (کے حال) سے واقف ہو جاتا ہے۔

چشم آخر نہیں مہبت از بہر حق چشم آخر ہیں کشاد اندر سبق

لغات۔ آخر بقسم غار وہ جگہ جہاں موسیٰ باندھے۔ اور ان کے چرنے کھانے کا سامان رکھتے ہیں۔ پنجابی کھڑی۔ یہاں عالم اجسام مراد ہے۔ بایں مناسبت کہ آخر پر حیوانات کی پرورش ہوتی۔ اور

عالم اجسام بھی وحقیقت عالم حیوانیت ہے۔ جو انسان و بہائم میں مشترک ہے۔ سبق۔ پہلے۔ آگے۔ سابقاً۔ ترجمہ۔ اس نے آخر کو دیکھنے والی (یعنی حیوانی) آنکھ حق (تعالیٰ کی رضا) کے

لئے بند کر رکھی ہے۔ اور آخرت کو دیکھنے والی (یعنی روحانی) آنکھ ابتدا سے کشادہ کر رکھی ہے۔ صائب ۵

بقدر رم ازین عالم توانی آرمید اینجا کہ اینجا ہر گہستی کرد نتواند رسید اینجا

نوٹ۔ یہ دو شعر سلسلہ بیان میں بطور جملہ معترضہ آگئے تھے۔ آگے پھر غلام کا قصہ چلتا ہے۔ اور اسی باغ و باغبان اور۔ رختوں کی مثال میں اظہار مطلب فرماتے ہیں۔

آں حسوداں بد و خصال بودہ اند تلخ گوہر شور و خجال بودہ اند

لغات۔ تلخ گوہر۔ جس کا مادہ تلخ ہو شور و خجالت۔ بد بخت۔

ترجمہ۔ وہ غلام تو گویا ایک عمدہ درخت تھا۔ اس لئے باغبان یعنی بادشاہ کو محبوب تھا۔ (اور) وہ حاسد لوگ بُرے درخت۔ پیدا ہونے لگے اور بد بخت تھے (اس لئے محبوب

نہ تھے

از حسد جوشان کف میر سختند در نہانی مکرے انگیزتند

تا غلام خاص را گردن زنند بیخ اور از زمانہ برکنند

ترجمہ - وہ حسد کے سبب سے جوش میں آ رہے تھے۔ اور (غصے کے مارے منہ سے) جھاگ گراتے تھے۔ (ساتھ ہی) اندر ہی اندر (یہ) سازش کرتے تھے کہ (اس) خاص غلام کو قتل کر دیں (اور) اس کی جڑ دینا سے کاٹ ڈالیں۔

چون شرفانی چو جانش شاہ بود بیخ او در عصمت اللہ بود

لغات - فانی - قتل - عصمت - حفاظت -

ترجمہ - لیکن وہ قتل کیونکر ہو سکتا تھا۔ جبکہ بادشاہ اس کی جان تھا۔ (لہذا اس کا قتل گویا بادشاہ کا قتل تھا) اس کی جڑ تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں (محفوظ و مومن) تھی (اوپن اسکو کیونکر کاٹ سکتے تھے)

شاہ از اسرارِ شاں واقف شدہ پنچو بکر ربانی تن زدہ

لغات - ابو بکر ربانی - ایک دلی مجذوب کا نام ہے جو مستور الحال تھے۔ اور سات سال تک بالکل خاموش رہا۔ تن زدہ - خاموش ہو رہنا۔

ترجمہ - بادشاہ ان (حاسدوں) کے (منصوبوں کے) بھیدوں سے واقف ہو گیا۔ گرا ابو بکر ربانی کی طرح چپ تھا۔

در تماشاے دل بدگوہراں میرزے خٹک بران کو زہ گرا

لغات - تماشا - شاہدہ - مطالعہ - بدگوہراں - بد ذات لوگ - خٹک - تالی - کوزہ گراں - سنی کے برتن بنانے والے - چونکہ کوزہ گرمی کے برتنوں پر مختلف رنگ درو عن مل کر ان کو ککڑی - چینی - پتھر اور دھات کے مشعل بنادیتے ہیں۔ لہذا کوزہ گراں سے جل ساز و ملمع ساز مراد ہیں۔

ترجمہ - وہ ان بد ذاتوں کے (پر فریب) دلوں کے مشاہدے میں ان جل سازوں پر (بطور مضحکہ) تالی بجاتا تھا۔

مکرے سازند قوم حیلہ مند تاکہ شہ را در قعاع افکنند

لغات - شہ سے یہاں شیخ طریقت بھی مراد ہو سکتا ہے - قلع - دھوکہ -

ترجمہ - حیلہ ساز لوگ (مکرو) فریب کر رہے ہیں۔ تاکہ بادشاہ کو دھوکے میں ڈالیں۔

مطلب - صاحب کلید لکھتے ہیں کہ یہاں سے مولانا رحمہ اللہ شیخ اور اس کے بعض برادر عقاد مریدان کا یہی معاملہ بیان دیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح وہ حاسد لوگ بادشاہ کو اس کے غلام کے خلاف اپنی طمع کاریوں سے دھوکا دے رہے تھے۔ اسی طرح جب کوئی مرید اپنے اندر کسی قدر کیفیت محسوس کرتا ہے اور اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی سمجھنے لگتا ہے۔ تو ظاہر واری کے لئے نہیں بناوٹ لے ساتھ اپنے آپ کو شیخ کا معتقد نمایاں کرتا ہے۔ حالانکہ شیخ اپنی اس بصیرت کی بدولت جو اسکو اسدک ذکر سے غافل ہوئی ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اور اس کی مجلس اس کے سامنے بالکل نہیں چلتی۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس نے یہ دوا اسی سے سیکھے ہیں۔ اور پھر اسی پر استعمال کرنے لگتا ہے۔ دوا سے مراد آداب شیخ ہیں۔ چنانچہ آداب شیخ کی تعلیم مرید نے پیر ہی سے پائی ہے۔ اور پھر اسی کو بناوٹی آداب سے خوش رکھنا چاہتا ہے۔ یہ بخت چلتا فراموشی ہے۔ سعدی ج ۵

کس نیا موقت علم تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نمکد

پادشاہ پس عظیم و بے کراں **درفقاع کے گنجائے خراں**

ترجمہ ارے اوگدھوا داتا تو سوچو کہ ایسا عظیم الشان اور غیر محدود سلطنت کا مالک بادشاہ دھوکے میں کیونکر آسکتا ہے۔

مطلب - جس بادشاہ کا اتنا دماغ ہو کہ ایک وسیع سلطنت کی ہمت کو قابو میں کئے بیٹھا ہے۔ بھلا وہ ایسے ویسے منصوبوں سے دھوکا کھا سکتا ہے۔ شیخ طریقت ایسے۔ روں کی رہا باریوں سے دھوکا نہیں کھائے گا۔ حافظ ج ۵

بازی چرخ بگشتش بھیسہ در کلاہ زہرہ کہ غرض شعیبہ باہل راز کرد

ازبرائے شاہ دامے و وقتند **آخراں تدبیر از او موقتند**

ترجمہ - ان لوگوں نے بادشاہ کے پھانسنے کے لئے جال تیار کیا۔ آخر یہ تدبیر بھی اسی سے سیکھی تھی۔

مطلب - مقابلہ و معرکہ اور جنگ و جدل کی جو تدبیر بادشاہ عمل میں لاتا ہے۔ اس کے بعض ملازمین یا سے دیکھ کر سیکھ لیتے ہیں۔ پھر بارادہ غدرو بغاوت ان تدابیر کو اس کے خلاف استعمال کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح ایک مرید ناپاس اپنے پیر سے آداب شیخ سیکھ کر پھر اسی کو دھوکا دینے کے لئے ان کو استعمال میں لاتا ہے۔ اور دل میں دعوے ہمہ سہی رکھتا ہے۔ یہ بدترین ناپاسی و احسان فراموشی ہے۔ صائب ج ۵

گرچہ جہاں بخش بود پچھو سیجا نفرت پیش آں آکس نہ ساز نباید دوم زد

نخشاگردے کہ با استاد خوش **ہمسری آغاز دوا ید بہ پیش**

ترجمہ - اسی شاگرد کی نحوست (کی انتہا نہیں) جو اپنے استاد کے ساتھ برابری کا دعوے چھیڑ دے اور اس کا سامنا کرنے لگے۔ صائب ج ۵

کسے کہ بر سخن اہل حق ہند ان گشت بخون خود کمر ذوالفقار سے بند

بالکدام استادِ استادِ جہاں پیش او کیساں ہویدا و نہاں
ترجمہ (مقابلہ بھی) کو لئے استاد کے ساتھ جو جگت گرو ہے۔ جس کے سامنے چھپی کھلی (سب
باتیں) نیکیاں ہیں۔ صائیہ

در پیش صبح شب تو اندھ جاب شہ ادب پرودہ رُخ اقبال چوں شود

چشم او نیظرِ بنورِ اللہ شدہ پڑو ہلے ہلے را خارقِ بدہ
ترجمہ۔ اس کی آنکھ حق تعالیٰ کے نور سے دیکھنے والی ہے (اور) اس نے جہل کے پردے
کو چاک کر ڈالا ہے۔

از دلِ سوراخ چوں کہنہ کلیم پردہ بند و بہ پیشِ آلِ حکیم

لغات۔ سوراخ۔ سوراخِ خدا پرودہ ہے۔ حکیم سے شیخِ کامل مراد ہے۔
ترجمہ (دو ہادان مرید اپنے) ایسے دل کے آگے جو پرانے کھیل کی طرح سوراخدار ہے۔
اس کی مخفی نیت کو چھپانے کے لئے) اس (مرشد / صاحبِ حکمت کے حضور میں (حیلہ و
بہانہ کا) پردہ باندھتا ہے۔

پردہ میخند و برو با صد دہاں ہر دمانے گشتہ اشکافے براں

ترجمہ (مگر خود) پردہ (اس کا راز فاش کر رہا ہے) اور سینکڑوں منہ کے ساتھ اس کی ہنسی
اُٹا رہا ہے (بکھوت مرید اتنا نہیں سمجھتا کہ) اس (پردے) کا ہر چاک اظہارِ راز کے لئے ایک
ایک منہ بنا ہوا ہے۔

گویداں استادِ مرشا گز و را اے کم از سنگِ نسبتِ با من وفا

ترجمہ (ادھ) وہ استادِ طریقت اپنے شاگرد سے کہتا ہے۔ کہ اے کم از سنگِ نسبتِ با من وفا
بتجہ کو میرے ساتھ وفا نہیں ہے۔

مطلب۔ استاد یہ بات یا تو دل ہی دل میں بطور افسوس کہتا ہے۔ یا شافقتِ مرثا کو سرزنش کرتا
ہے۔ کہ شاید وہ راہِ راست پر آجائے۔ کم از سنگ اس لحاظ سے کہا ہے۔ کہ کتا و فادار جانور مشہور ہے
اگر مرید اپنے پیر کے ساتھ اتنی وفا بھی نہ کرے۔ جو کتا اپنے مالک کے ساتھ کرتا ہے۔ تو وہ کتے سے بھی گیا
گنہگار ہو جائے۔ ایک بادشاہ سیر کو جارہا تھا۔ ایک فقیر کے ڈیرے کے پاس سے گزر ہوا۔ جس کے پاس
ایک کتا بندھا تھا۔ بادشاہ نے بطور ظرافت کہا۔ شاہ صاحب! تم اچھے ہو یا تمہارا کتا۔ فقیر نے کہا
بابا! یہ کتا ہمیشہ میرا حکم مانتا ہے۔ اگر بادشاہ اور فقیر بھی اپنے مالک حقیقی کا حکم مانیں۔ تو کتے سے اچھے

ہیں۔ ورنہ کتا ہم دونوں سے اچھا ہے۔ علاوہ ازیں کتا ایک لقمہ کے انسان کو یاد رکھتا ہے۔ اس لئے جو مرید اپنے پیر کے مدتوں کے فیض تربیت کو بھلا دے۔ وہ کتے سے بدتر ہے۔ سعدی رحمہ اللہ

سنگے رالقمہ ہرگز فراموش
نگر دگر زنی صد فو بقیہ ہنگ

دگر عمرے نوازی سفید را
بکتر چیزے آید با تو در جنگ

خود مرا اُستاکمیر آہن گسل
ہمچو خود شاگرد گیر د کور دل

نہ از منت یاری سرت جان رواں
بے منت آہن گیر دور رواں

لغات۔ اُستاکمیر۔ مختلف استاد۔ آہن گسل۔ لوہے کو توڑ دینے والا۔ وہ استاد جو شاگرد کے لوہے کے سے ٹھوس اور جامد دل کو قبول ہنر کے لئے نرم کر سکے۔ غیر۔ سمجھو۔ فرض کرو۔ آہ کسے روان شدن کسی کا کامیاب ہونا صنائع روع رواں کے لفظ میں صنعت تجنیس ہے۔

ترجمہ۔ تم مجھے (قابل تعظیم) استاد جو آہن (دل شاگردوں کو) نرم (دل) بنا دینے والا ہو۔ نہ سمجھو (تو نہ سہی۔ جلد) مجھے (اپنے بیسیا) شاگرد (محتاج تعلیم) اور تاریک دل والا ہی سمجھ لو (گرد بندہ خارا! اتنا تو سوچو کہ) کیا تمہاری جان و دل کو مجھ کے مدد میں (ملی) ہے۔ (کیوں) نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ) میرے بغیر تم کو کامیابی حاصل ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ (پھر یہ احسا فراموشی کیوں کرتے ہو؟)

پس دل من کا رگاہ تخت تست
چہ شکنی اس کار کہ اے نادرست

لغات۔ کار کہ۔ کارخانہ۔ چہ شکنی کا لفظ چشکنی ہونا چاہئے۔ نادرست۔ ناقص صنائع کار گاہ۔ تخت شکنی۔ نادرست مناسبات ہیں۔

ترجمہ۔ پس (یاد رکھو کہ) تمہارے تخت (عزت) کا کارخانہ (جس میں وہ تیار ہوا ہے) میرا ہی دل ہے۔ اے ناقص۔ تم اس کارخانہ کو کیا توڑ رہے ہو۔ صائبؒ

بر خاطر لطیف بزرگاں مشو گراں
نگر دین محیط بقدر حباب کن

نوٹ۔ یہاں تک پیر کا مقولہ تھا۔ اب مولانا بطور نصیحت فرماتے ہیں۔

گویش نہاں زخم آتش زرنہ
نہ نقب از قلب باشد روزنہ

لغات۔ آتش زرنہ۔ چھاق۔ وہ چھر جس سے اگلے زمانے میں آگ نکالتے تھے۔ اور اس سے وہ کام لیتے تھے جو آتش دیا سلامی سے لیا جاتا ہے۔ روزنہ۔ دریچہ۔ کھڑکی۔

ترجمہ۔ اے مرید تم جو اس مرشد سے بطور غدر کہتے ہو کہ میں (اپنے دل میں) آپ کے عشق کی آگ سلکانے کے لئے (اندر ہی) اندر (محبت کا) چھاق مار رہا ہوں (تو تمہارا یہ عذر بکا رہے) کیا (تم کو) یہ (معلوم) نہیں ہے کہ دل کو دل کی طرف راستہ ہوتا ہے۔

آخر از روزن سپیند کُتو دل گواہی مہدزیں ذکر تو
ترجمہ۔ آخر وہ (اپنے دل کے) درتیکے سے تمہارے (دل کے) خیالات کو دیکھ لے گا۔ اور
تمہارے اس ذکر (اور عشق و محبت) کی گواہی خود دل ہی دے دیگا۔

لیک در رُویت نالدا ز کرم ہر چہ گوئی خند و گوید نغمہ

لغات۔ در رُویۃ اللیدن۔ کسی کے سبز چہات بات کہنا۔ نغمہ ہاں۔ حن ایجاب ہے۔
ترجمہ۔ لیکن وہ ازراہ کرم تمہارے منہ پر یہ بات صاف نہیں کہتا (کہ تم جھوٹ بولتے ہو
بلکہ جو کچھ تم بطور عذر) کہتے ہو (اس کو سن کر ہنس دیتا ہے اور کہتا ہے ہاں (ہاں آپ کا
کہنا سچا ہے)

اونے خند و ذوق مالشت اوہے خند و بریں اسگالشت

لغات۔ مالش سے یا تو معنی ظاہری مراد ہیں۔ یعنی ملنا۔ صیقل کرنا۔ یا یہ استعارہ ہے۔ چالوسی اور غلی
چڑھی باتیں کرنے کے لئے۔ اسگالشت۔ پہلا سین ہلہ دوسرا ہنہ ہے۔ صل میں سگالشت تھا۔ یعنی فکر و خیال والی
الف زائمشال کر لیا گیا۔ جیسے سوار سے اسوار کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ وہ تمہارے (آؤ عالی) صیقل (دل) کے لطف سے نہیں ہنس رہا (یا وہ تمہاری چکنی
چڑھی باتوں کے مزے سے نہیں ہنس رہا۔ بلکہ وہ تمہارے ان (منافقانہ) خیالات پر
(بطور تحقیر) ہنس رہا ہے۔ (کہ با حق کے دانت کھانے کے اور میں دکھانے کے اور)
مطلب۔ چونکہ اسکو تمہاری اصلاح سے ناامیدی ہو چکی ہے۔ اس لئے محض دفع الوقتی کے لئے ہاں
میں ہاں ملاتا ہے۔ کیونکہ تنبیہ و سرزنش تو اس کو کی جاتی ہے۔ جس کی اصلاح مقصود ہو۔ اور اس کی اصلاح
کی امید بھی ہو۔ نیز شیخ اس کو اپنا سمجھتا ہو۔ لیکن جب وہ اس کو بیکار سمجھتا ہے۔ پھر اسے کیا کئے۔

پس خداعی را خداعی شد جزا کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا

لغات۔ خداعی مکاری۔ فریب کاری۔ کاسہ زن کوزہ بخور۔ پیالی مارو گئے تو کوزہ کھاؤ گئے یعنی
اگر تم ہمارے پیالی مارو گئے۔ تو اس کے عوض میں ہم تمہارے کوزہ ماریں گے۔ جو پیالی سے بڑا ہوتا ہے۔
یہ ایک محاورہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں اینٹ کا جواب پتھر۔ اور اس محاورہ کا مولد غالباً بزم شرا بخوالاں ہوگی۔
کیونکہ وہی دھول و چٹے۔ دھنیکاشنی کا مقام ہوتا ہے۔ اور وہاں ہی اسلحہ جنگ موجود ہوتے ہیں۔
ترجمہ۔ پس مکر کا جواب مکر ہے۔ ایلو اینٹ کا جواب پتھر (تمہاری)
سزا ہے۔

ورنبدے باتو ورا خندہ رضا صد ہزاراں گل شکفتے مرثرا

ترجمہ اول اس کو خوشی کا ہنسنا نہ سمجھو کیونکہ اگر اس کی ہنسی ہمارے ساتھ خوشی کی ہنسی ہوتی تو اس کا نمایاں نتیجہ یہ ہوتا کہ ہمارے لئے لاکھوں (فیوض و برکات کے) پھول کھل جاتے لیکن جب تم پر اس کے فیضان کا کوئی نور نمایاں نہیں بلکہ ظلمت ہی ظلمت ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ تم سے خوشنود نہیں)

چوں دل اور رضا اور عمل آفتابے دال کہ آید و رحل

لغات - دل اور اپنے دل اور رضا - خوشی - عمل - کام - فعل - ایک برج فلکی کا نام ہے۔ حل کے سننے بکری کا بچہ یہ برج اس کا ہم شکل ہے۔ جب آفتاب اس برج میں آتا ہے تو موسم بار آتا ہے۔ جو نباتات و اشجار کے پھلنے پھولنے کا موسم ہے۔ ترجمہ - جب اس کا دل خوشی سے (کوئی کام کرے۔ تو ریوں) سمجھو کہ سورج (برج) حل میں آگیا (پھر تو تم سہرا پائے باغ و بہار بن جاتے)

زوبخت و ہم بہار و ہم ہزار ہم در آمیزد شکوفہ و سبز زار

ترجمہ (جب آفتاب برج میں آتا ہے۔ تو اس سے بہار بھی ہنسی ہے اور دن بھی (ہنسنا ہے) شکوفے اور سبزے بھی آپس میں ملتے ہیں (پھر تیرے عالم باطن کی بھی یہی کیفیت ہوتی)

چوں ندانی تو نزاں را از بہار چوں بدانی رمز خندہ و ر شمار

ترجمہ - جب تو نزاں و بہار (کے فرق) کو نہیں سمجھتا۔ تو پھلوں کے ہنسنے کی رمز کو کیا سمجھے گا۔

مطلب - پھلوں کے ہنسنے سے ان کا پک کر خوش رنگ و شیریں ہونا مراد ہے۔ کیونکہ خوشی سے ہنسنے وقت آدمی چہرے پر ایک خاص تازگی نمایاں ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ جب مہرشد کی رضا و ناز آگئی تو اس سمجھتے۔ تو ان فیوض و برکات کو کیونکر محسوس کرو۔ جو بطور ثمرات تم کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ یعنی تم حق باطن سے بے بہرہ ہو۔ مہرشد کی کیفیت قلب کو سمجھتے ہو۔ نہ اپنے ثمرات باطن کا احساس ہے۔ اگر یہ احساس ہوتا۔ تو فوراً یہ معلوم کرتے ہی کہ میرا باطن زور فیوض سے عاری ہے۔ اور اپنے مہرشد کو خوش کرنے کی کوشش کرتے۔

صد ہزاراں لبیل و قمری نوا افکند اندر جہان بے نوا

لغات - نوا - آواز - صدا - بے نوا - بے سامان - مراد اجاڑ۔ دیران صنائع نوا کے لفظ ہیں صنعت تجنیس پر لطف ہے۔

ترجمہ - لاکھوں لبیل و قمری (اس) اجاڑ دنیا میں اپنے پیچھے لبند کر رہی ہیں۔

مطلب - خوش نصیب مریدوں کے جسم فانی میں ان کے اپنے مرشد کے افاضہ سے لاکھوں ثمرات نمایاں ہو رہے ہیں۔ مگر تم ان فیوض سے بے بہرہ ہو۔

چونکہ بزرگ روح خود زرد و سیاہ مے بینی چوں بدانی ختم شاہ
ترجمہ (جسم تو بادکنار) جب تو اپنی روح کے پتوں کا (مرحبا کر) زرد و سیاہ ہونا (بھی) محسوس نہیں کرتا تو (اپنے حضرت) شاہ (صاحب) کی ناراضگی کو تو کیا سمجھے؟
مطلب - جب تم کو اتنی بھی خبر نہیں کہ شیخ کی ناراضگی سے میرا کیا نقصان ہو گیا۔ تو تم اس ناراضگی کو کیا بچاؤ گے۔ اور پھر اس کے رفع کرنے کے لئے کیوں سعی ہونے لگے۔

آفتاب شاہ در برج عتاب میکند رو ہا سیہ بچوں کتاب
ترجمہ (وہ) آفتاب جو (تحت طریقت کا) بادشاہ ہے عتاب کے برج میں (طلوع کر کے) ان لوگوں کے (چہروں کو) (جن سے وہ ناراض ہے) نامہ اعمال کو سیاہ کر دیتا ہے
مطلب - بعض نسخوں میں آخری کلمہ کتاب کی بجائے کباب ہر دو باسے موعده درج ہے۔ اس کے ساتھ بھی معنی درست ہو سکتے ہیں۔ یعنی وہ لوگوں کے چہروں کو کباب کی طرح جلا کر کائے کر دیتا ہے۔ غرض مطلب یہ ہے کہ مرشد کامل جن مریدوں سے ناراض ہوا ان سے انوار فیوض و برکات سلب کر کے ان کے قلوب کو تاریک و بے نور بنا سکتا ہے۔ صائب

بزرگان مشو بحلم دلیر سپہ آفتاب تیغ زن ست

آل عطار و راور قما جان مات آل سپیدی آل سیمیزان مات

لغات - عطار و ایک ستارہ کا نام ہے۔ جس کو دبیر فلک یعنی آسمان کا منشی کہتے ہیں۔ اس لئے ادبیات فارسی میں تحریر و رقم کے مضامین میں اس کا استعارہ کرتے ہیں۔ اور اسی لئے مولانا رحیمی اس مناسبت کے لحاظ سے اس کے ساتھ اوراق و فکر کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہاں درخت سے اوراق شجر مراد لینا غلطی ہے۔ جو ایک شاخ سے سرزد ہوئی ہے۔ کیونکہ اوراق اشجار کو عطار سے کوئی مناسبت نہیں۔ سیزان - ترازو، یہاں معیار مراد ہے۔

ترجمہ اس (آسمان ولایت کے) عطار کے لئے ہماری جان بمنزلہ کاغذات ہے (جس پر وہ جو اس گنجی چاہے لکھتا ہے اور وہ سادگی اور وہ (نفوس) سیاہ (جو اس کے صفحات پر نمایاں ہوئے ہیں) ہمارا (فیوض سے بے بہرہ رہنے یا بہرہ مند ہونے کا معیار ہے۔

مطلب - اگر ہماری روح پر کچھ آثار خیر نمایاں ہوں۔ تو ظاہر ہے کہ ہم فیضان مرشد سے مستفیج ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرشد ہم سے خوش ہیں۔ بخلاف اس کے اگر ہماری روح ان آثار سے عاری ہو۔ تو اس سے ہمارا فیضان مرشد سے بے بہرہ ہونا اور حضرت مرشد کا ہم سے ناراض ہونا یا بنا بنا ہے۔ پیر کے اتباع کو ترک کرنے کا یہی نتیجہ ہے۔ کما قیل سے۔

مرد کہ گردن کشد از حکم سپید
در حق میشه کہ امید از شبان
سپیش از یوسف سگار به
نیچہ گرگان جگر خوار به

بار منشوے نویں سرخ و سبز تار ہند از و اح از سودا و عجز

ترجمہ پھر (جب) وہ (فلک و لایت کا دبیر خوش ہوتا ہے۔ ایک دلکش) فرمان سرخ و سبز (حروف میں) لکھتا ہے۔ جسے کہ ارواح (لذات نفسانیہ کے) سودا اور (وصول الی الحق سے) عاجز آجانے سے رہائی پاتی ہیں۔

مطلب۔ جب مرشد کامل خوش ہوتا ہے۔ تو اپنی توجہ تمام سے مرید میں اعلیٰ آثار پیدا کر دیتا۔ ہے۔ چونکہ اوپر مرشد کو عطا کردہ تشبیہ دی جاتی تھی۔ اس لئے اس کے ان آثار فیض کو فرمان دلکش سے تعبیر کیا ہے اور اچھا فرمان طرح طرح کے رنگین حروف اور لایزال انداز میں لکھا جاتا ہے۔ نیز چونکہ اوپر مرشد کے فیض کو بہار سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ اور موسم بہار ہرے ہرے پتوں اور لال لال پھولوں کی نظر ہوتی تھی۔ اس لئے اب مرشد کے فیضان کو جو فرمان سے تشبیہ دی۔ تو اسی مناسبت سے اس کے لئے ہرے اور لال حروف کا اثبات کیا ہے۔ فلسفہ ہ۔

سرخ و سبز افتاد شدہ نو بہار چوں خط قوس قزح در اعتبار

ترجمہ۔ (شیخ کے گوناگون فیوض کی) نو بہار کا شدہ سرخ و سبز (وغیرہ مختلف الاوان) واقع ہوا ہے۔ جو قیاس کرنے میں قوس قزح کے (رنگارنگ) خط سے مشابہ ہے۔

مطلب۔ قیاس کرنے سے یا تو محسوس پر غیر محسوس کو قیاس کرنا مقصود ہے یعنی ان کو شیخ کے فیوض کی رنگارنگی کو جو ایک امر معنوی و غیر حسی بہت سمجھ نہیں سکتے۔ تو اس کو قوس قزح یعنی دھبہ رنگ پر قیاس کر دیا کہ جس طرح سبز زرد و نیل و سفید۔ سرخ۔ ارغوانی وغیرہ کئی طرح کے رنگ بھٹکتے ہیں۔ اسی طرح مرشد کے فیوض بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ جس طرح قوس قزح کی رنگین تحریر قدرت حق کی تساعی ہے۔ اسی طرح نو بہار فیض کی رنگارنگی شیخ کے تصرفات سے ہے۔ غنی و جہ۔

دم جہاں بخش او تارنگ حیرت رحمت در عالم زہر اکینہ در پیش نفس دیدم سیحارا

آگے اس مضمون کی تائید میں حضرت بقیس ملکہ سیاحی ایک حکایت بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ بقیس نے حضرت سلیمان کی تحریر کی پوری قدر کی۔ اس تحریر کو پہنچانے والے یعنی بد مذہب کی حقیر ہستی پر نظر نہیں کیا۔ بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خیال اپنے دل میں راسخ رکھا جن کی شوکت و ہیبت کا وہ بد مذہب نہ تھا۔ اسی طرح عقل کامل بھی شیوخ اور اہل اللہ کو جلال حق کا مظہر پاکر ان کی تعلیم کرتی ہے۔

عکسِ پیامِ پیغمبرِ سلیمان علیہ السلام و دلِ مقبیلِ صوتِ ہد ہد

ہد ہد کی (حقیر) صورت سے بلقیس کے دل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغام کی تعظیم واقع ہوئی
خدمتِ صد توہرانِ بلقیس باد کہ خدائش عقلِ صد ہواں بداد
 ترجمہ: اس (ملکہ سبا یعنی) بلقیس پر سو گئی رحمتیں ہوں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے سوا آدمیوں کے
 برابر عقل عطا فرمائی تھی۔ تنہا ہی وہ ہے
 ہزار آفریں بر زنِ نیک راے کہ مارا بمر دی شود رہناے

ہد ہدے نامہ بیاورد و نشان از سلیمان چند حرفے باباں
 ترجمہ: ایک ہد ہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ایک خط چند واضح کلمات (پرستش)
 اور (ایک) نشانی (ان کے پاس) لایا۔
مطلب: ملکہ بلقیس شہر سبا کی حکمران تھی۔ جو ملک بین کا ایک خوبصورت شہر تھا۔ اس کا قصہ قرآن مجید
 میں سورہ نمل کے پہلے تین رکوعوں میں درج ہے۔ جس کا آغاز یوں ہے :-

”اور سلیمان نے پندول کی موجودات لی۔ تو کہا کیا بات ہے کہ ہم ہد کو نہیں دیکھتے۔ (کیا وہ پندول کی کمرے سے نظر نہیں آتا) یا (واقع میں) غیر مجاز
 ہے۔ (اگر غیر حاضری ہے تو) ہم اس کو ضرور سخت سزا دیں گے۔ یا اسے حلال ہی کر ڈالیں گے۔ یا وہ ہمارے حضور میں (اپنی غیر حاضری کی)
 وجہ بیان کرے۔ (جس سے) ظاہر (ہو کہ وہ بے تصور ہے)۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہد ہد آ حاضر ہوا۔ اور
 لگا کہنے کہ مجھ کو ایک ایسا حال معلوم ہوا ہے۔ جو (اب تک) حضور کو معلوم نہیں ہوا۔ اور میں (شہر) سبا کی
 تحقیق خبر لے کر حضور میں آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ کہ وہاں کے لوگوں کی ملکہ ہے۔ (اور ان پر
 حکمرانی کر رہی ہے) اور ہر طرح کے ساز و سامان (سلطنت) اس کو میسر ہیں۔ اور اس کے یہاں (ایک بہت)
 بڑا تخت (بھی) ہے۔ میں نے ملکہ اور اس کے لوگوں کو دیکھا۔ کہ خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔
 اور شیطان نے ان کے اعمال کو انہیں سمجھ کر دکھایا ہے۔ اور ان کو راہِ راست سے روک دیا ہے۔ تو ان
 کو (اتنی بات بھی) سوچہ نہیں پڑی۔ کہ خدا ہی کے آگے (کیوں) نہ سجدہ کریں۔ جو آسمان و زمین کی چھپی ہوئی
 چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کام تم لوگ چھپا کر کرو۔ اور جو علانیہ کرو۔ سب سے واقف ہے۔ اللہ وہ
 ذات پاک ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) وہی عرشِ بریں (کے تخت) کا مالک ہے۔ (سلیمان نے)
 کہا (اچھا) ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے۔ یا جھوٹ ہے۔ اِذْ هَبْ بَلَدِي هٰذَا هٰذَا اَفَا لَعِبِهِم
 اِلٰهُهُمْ ثُمَّ تَوَلَّيْ عَنْهُمْ فَانْطَرَا مَا ذَا يُرْجِعُوْنَ۔ (یعنی) یہ ہماری تحریر لے جا۔ اور اس کو
 ان کی طرف ڈال دے۔ پھر ان سے الگ ہٹ جا۔ پھر دیکھتا رہ کہ وہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں“

خواندواں گشتاے باشمول و حقارت نگریداندر رسول

لغات - باشمول جامع جس میں سارا مطلب آجائے۔ رسول - قاصد - نامہ بردار - ایچی۔ ترجمہ اس (بیدار مغر ملک یعنی بلقیس) نے وہ جامع لکھے (جو اس پتھر میں درج تھے) ٹرھے اور اس نے (اس ذرا سے) نامہ بردار (یعنی ہمد) کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا (بلکہ نامہ بھیجے والے کی عظمت کو ملحوظ رکھا)۔

مطلب - بد حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق اُن کا نامہ شہر سبائیں لے گیا۔ اور ملک بلقیس کے دربار میں ڈال دیا۔ ملک نے اس نامہ کو اٹھا کر رکھ لیا۔ آگے اس کا قصہ قرآن مجید میں یوں درج ہے۔
 قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ إِنِّي أَلْقَيْتُكَ كِتَابٌ كَرِيمٌ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَلَا تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 ایک فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے۔ یہ سلیمان کی طرف سے ہے۔ اور (عبارت اسکی) یہ ہے۔ بحمد اللہ الرحمن الرحیم (پھر یہ لکھا ہے) کہ ہم سے سرکشی نہ کرو۔ اور فرمان بردار بن کر ہمارے حضور میں آ حاضر ہو (سبح ۲)۔

اس کے بعد ملک نے اہل دربار سے مشورہ لینا چاہا۔ درباریوں نے کہا۔ اگر جنگ کا ارادہ ہو۔ تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ آگے جو حضور کو مناسب نظر آئے۔ ہم اس کو بھی مانتے۔ کے لئے حاضر ہیں۔ ملک نے ارادہ سلامت پسندی ہی مناسب سمجھا۔ کہ حضرت سلیمان کی اطاعت کرنی جائے۔ چنانچہ وہ ان کے حکم کے مطابق اپنے امراء و وزراء سمیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہو گئی۔ آگے مولانا حضرت بلقیس کی اسی حقیقت شناسی اور راست بینی کی تعریف فرماتے ہیں :-

جسم ہمد وید و جان غفقاں و جس چو کفے دیو دل و ریش وید

لغات - غفقاں ایک فرضی پرندے کا نام ہے۔ غفقاں کے معنی دراز گردن جانور۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ اس نام کا ایک دراز گردن و عظیم الجثہ اور خوبصورت پرندہ ہوتا تھا۔ جس کی نسل اب دنیا سے نابود ہو چکی۔ اس لئے اب یہ نام فرضی و مہجور اشیاء کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ اس مقام پر پہلے معنی میں اس کا ایراد ہوا ہے۔ نہ کہ معنی مشہور میں۔ غفقاں کے سین کا فتح صحیح ہے۔ اور ضمہ جو عموماً مشہور ہے غلط ہے۔ ترکیب - پہلے وید کا فاعل جسم دوسرے کا جان ہے۔ تیسرے وید کا فاعل جس اور چوتھے کا دل ہے۔ اور اس صورت میں بلقیس کے جسم و جان اور جس و دل مراد ہیں۔ ایک شاعر صاحب نے دوسرا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ یعنی وید کے چاروں فعلوں کی ضمیر فاعلی راجع بہ بلقیس ہے۔ اور چاروں جملوں میں دو دو مفعول ہیں۔ مثلاً پہلے جملے میں جسم مفعول بہ اول اور ہمد مفعول ثانی علیٰ ہذا باقی تین جملوں میں اور غفقاں کا شین ضمیر جان کا مضاف الیہ ہے۔ اسی طرح و ریش کا شین دل کا مضاف الیہ اور جس بمعنی محسوس مراد ہے۔ اب دیکھئے ان دونوں تقدیروں میں ترجمہ کا رنگ کس طرح پلٹتا ہے۔
 ترجمہ ۱۔ (بلقیس کے) جسم (کے احساس) نے تو (اس کو ایک ذرا سا پرندہ) ہمد دیکھا۔

اور (ان کی) روح (کے ادراک) نے اس کو عقار کی طرح عظیم الشان پایا۔ (ان کی احسن نظام) نے (اسے) گویا جھاگ محسوس کیا۔ اور (ان کے) دل نے اس کو دریا پایا۔ ترجمہ ۲۔ (بلقیس نے اس پرندے کے) جسم کو تو (صرف ایک) ہڈی دیکھا (اور اس کی پروا نہیں تھی) اور اس کی روح کو (نامہ بری کے شرف سے بمنزلہ) عقار پایا (اور اس کی قدر کی) اس کے محسوس (جسم) کو کف (دریا) سے مشابہ (اور ناقابل التفات) پایا۔ اور اس کے دل کو دریا (کی طرح) باوقفت دیکھا۔

عقل جس میں طلسمات و وزنگ چوں محمد با ابوجہل بجنگ

لغات۔ باتقابلہ کے لئے ہے۔ ابوجہل جمع ابوجہل۔ یہ ایک کافر کا نام ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنے میں سب کافروں سے پیش پیش تھا۔ یہاں مطلق کفار مراد ہیں۔ ترجمہ۔ اس دو قسم کے (روحانی و جسمانی) طلسمات کے سبب سے عقل جس کے ساتھ (اس طرح مصروف) بجنگ (رہتی) ہے۔ جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کو) ابوجہل جیسے کٹر کافروں کے ساتھ (نبرد آزار بہنا پڑتا تھا)

مصطلح۔ نور عقل اور جس ظاہر کا مدار عقل اور رفتار سعی الگ الگ ہے۔ کارگاہ عالم میں بھی دونوں طرح کے کاروبار موجود ہیں۔ عقلی اور حسی۔ باطنی اور ظاہری۔ عقل عقلی کاروبار میں نہمک اور حسیات سے مستغنی ہے۔ اور جس حسی کاروبار میں مصروف اور عقلی کاروبار سے بے تعلق و بیگانہ ہے۔ اور ان دونوں طاقتوں کے اختلاف بلکہ مخالفت کی مثال ایسی ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے باہم مخالفت رہی ہے۔ کہ آپ کثور باطن کے تاجدار تھے۔ اور لوگوں کو عالم باطن کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ چنانچہ جو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرح آپ کے اس باطنی جلال و عظمت کو دیکھتے تھے۔ وہ آپ کی ظاہری بشریت اور آپ کے عام انسانی حالات پر نظر نہیں کرتے تھے۔ بخلاف اس کے۔ کفار کو آپ کے باطن کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ وہ صرف آپ کا ظاہر دیکھتے۔ اور اسی پر فضول اعتراضات جڑتے رہتے تھے۔ وَتَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ مَا يَمْلِكُ الطَّعَامَ وَيُمِثُّ فِي الْأَشْيَاءِ لَوْ كُنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ مَلَكٌ لَّنَكُنَّ مَعَهُ نَذِيرًا أَوْ يُلْقَى إِلَيْكَ كَلِمٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا اور کافریہ بھی کہتے ہیں کہ کیا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں (پڑا) پھرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ کہ اس کے ساتھ ہو کر (وہ بھی لوگوں کو عذاب الہی سے ڈراتا)۔ یا اس پر کوئی خزانہ برستا ہوتا۔ یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا۔ کہ اس سے (سیوے) کھاتا۔ اور ظالم کہتے ہیں۔ کہ تم تو ایسے آدمی کے پیچھے ہوئے جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے (فرقان ۱) آگے کفار کے احساس کی غلطی کا ثبوت دیتے ہیں۔

کافراں دیدند احمد بشر چوں ندیدند ازوے لشی القمر؟

ترجمہ۔ کافروں نے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (صرف ایک) بشر (کی حیثیت سے) دیکھا

(ان کو تباہ میں لوگوں نے) آپ کے (مجروحہ) شوقِ القہر کو کیوں نہ دیکھا؟

مطلب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں۔ اور بشریت میں دیگر اذنیہ کیساتھ شریک ہیں۔ ساتھ ہی آپ بنی بلکہ خیر الانبیاء۔ سید المرسلین اور "بعد از خدا بزرگسا" بھی ہیں۔ اور اس مرتبہ عظمیٰ میں آپ کل اذنیہ بشر سے اور تمام جن و ملک سے بلکہ خدا کے بعد ساری موجودات سے افضل و اشرف و اعلا ہیں۔ مگر وہ فر لوگ! آپ کی صرف بشریت کو دیکھتے تھے۔ اور اسی بنا پر آپ کے روحی رسالت پر تعجب و انکار کرتے تھے۔ اور آپ پر اسی قسم کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ جو کسی عام بشر پر ہو سکتے ہیں۔ ان کی وجہ تک وہ آپ کو صرف اپنی جس ظاہر سے دیکھتے تھے۔ باطنی بصیرت سے نہیں دیکھتے تھے۔ اور ندان کے اندر یہ طاقت موجود تھی۔ اگر وہ باطنی بصیرت سے آپ کو دیکھ سکتے۔ تو ایک مجروحہ شوقِ القہر ہی آپ کے کمالات نبوت پر رسالت کا یقین دلانے کے لئے کافی تھا۔ مگر ان بدجستہوں نے اس کو بھی جیسی نظر سے دیکھا۔ و جیسی قیاس سے پرکھا۔ اور کہا یہ بجا و سہ۔ کیونکہ ان لوگوں کی عقل بھی مغلوبہ جہش ہو کر سراپا ہے جس بن گئی تھی۔

انتباہ۔ اس زمانے میں بعض مبہدع اپنے غلو و اعتقاد اور اذعائے ارادت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے منکر ہوتے جاتے ہیں۔ وہ آپ کی ہستی کو باور لے کر بشر نہ سمجھتے ہیں۔ اور اپنے اس یہودہ دعوے کے ثبوت میں جہاں آیات قرآن کی تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں۔ شذوی شذیعت کے اس شعر کا بھی پورا ترجمہ کرتے ہیں :-

حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشری حیثیت سے تو کافروں نے دیکھا ہے۔ جب کہ ان کو آپ کا مجروحہ شوقِ القہر اپنے حقیقی معنی میں نظر نہیں آیا۔ کوئی مسلمان آپ کو بشر کی حیثیت سے نہیں دیکھے گا (استغفر اللہ ربی)۔

واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے اثبات میں خود قرآن مجید بعد از جہوری مطلق ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَاكْسِبُوا لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَأَنَا مَخْشَوْكُمْ كَمَا تَخْشَوْنَ رَبَّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اسے بغیر کمد و میں اور کچھ نہیں تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ تمہارا خدا تو ایک ہی خدا ہے۔ سیدھے اسی کی طرف رخ رکھو اور اس سے معافی مانگو (حم سجدہ ع ۱) اِنَّ تَحْنُ الْاَنْفُسُ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَنْتَظِرُ مِنْ عِبَادِهِ (اسے بغیر کمد و بے شک ہم اور کچھ نہیں تمہاری طرح آدمی ہیں۔ مگر خداوند تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے (ابراہیم ع ۲)

حقیقت یہ ہے کہ مذہب جی میں استدراذنا سے ہمیشہ تحریفات ہوتی آئی ہیں۔ اور اہل مذاہب اپنے پیشواؤں کو غلو و اعتقاد سے کچھ سے کچھ قرار دیتے اور مانتے آئے ہیں۔ جیسے یہود نے حضرت عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا فرزند سمجھ لیا۔ اور جیسے ہنود رام اور کرشن کو ایسٹور جھگوان کے اوتار مانتے ہیں اور ان کی پیدائش بھی انسانی فرزند کے تولد کی طرح نہیں مانتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ہر اوتار دنیا میں اس طرح پرگت ہوا ہے۔ کہ ایک بنا بنایا بچہ غیب سے ماں کی گود میں آ پڑا۔ اسی قسم کے اعتقادی خرافات اب اسلام میں مبتدعین کی بدولت پیدا ہونے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے اثر سے بچائے۔

خاک ن بردن جس میں خوش دیدہ جس دشمن عقل پرست و کیش

لغات - خاک زن - مٹی ڈالو یعنی اس کی پروا نہ کرو۔ کیش طریقہ - مذہب - دین -
ترجمہ - اپنی ظاہر میں آنکھ پر مٹی ڈالو - (اور باطنی آنکھ سے کام لو - کیونکہ) ظاہری آنکھ تو عقل
اور دین کی دشمن ہے -

دیدہ جس را خدا عماش خواند بت پرست خواند و ضد ماش خواند

لغات - اعلا - اندھا - نابینا - ضد ماش - ضد ماش - شین ضمیر مفعول ہے - عماش میں بھی شین ضمیر
ہے - مگر یہ زائد ہے -

ترجمہ - ظاہر میں آنکھ کو اللہ تعالیٰ نے اندھی کہا ہے - اس کو بت پرست (بھی) کہا ہے
اور اس کو ہماری دشمن (بھی) کہا ہے -

مطلب - حق تعالیٰ کے ظاہری آنکھ کو اعنی - بت پرست اور ضد ماش کہنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید
میں اس کو یہ لقب دینے گئے ہیں - چنانچہ اس کو اندھی اس آیت میں فرمایا ہے - وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ
کھا اور ان کا فؤاد کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ نہیں سکتے - اس آنکھ کا بت پرست ہونا بطور اشارہ اس آیت
سے ثابت ہے - قُلْ أَفَاتُخَذُكُمْ مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ كَلْفِئِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا
قُلْ هَلْ نَسْتَوِي أَنْعَمَ وَالْبَصِيرَةُ اے پیغمبر کمد و پھر کیا تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا الٰہ
بنالیا - جو اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا (بھی) اختیار نہیں رکھتے - کمد و کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو
سکتے ہیں - (رعد ۲۷) اس آیت میں غیر اللہ کو معبود بنانے والے یعنی بت پرست وغیرہ مشرک کو اندھے
سے تشبیہ دی ہے - اور جو شخص بت پرست ہونے کی وجہ سے بمنزلہ کور ہوگا - اس کا اہل اسلام کے حق میں دشمن
ہونا اس آیت سے ظاہر ہے - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَاطِلَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ
خَبْرًا وَلَا دَوْلًا مَعَكُمْ تَمْتَحُ ذُنُوبَكُمْ لَا تَتَّخِذُوا الْبَغْضَاءَ مِنْ أَنْوَاعِهِمْ مَثَلًا وَمَنْ يَتَّخِذْهُمُ
اَلْكَرَاهَا سَلَامًا فَإِنَّهُ يَكُونُ مِنَ الْكَافِرِينَ (مخالفین میں سے کسی کو راز دار نہ بناؤ - کہ وہ تمہاری خرابی میں کچھ اٹھائیں گے
چاہتے ہیں - کہ تم کو تکلیف پہنچے - دشمنی تو ان کی باتوں سے ظاہر ہو چکی ہے - اور (غیظ و غضب) جو ان کے
دلوں میں زنجیر ہے) ہیں وہ (اس سے بھی) بڑھ کر ہیں (آل عمران ۶۱)

زاتکے اوکھ دید و وزیران دید زاتکے حالے دید و فرواران دید

ترجمہ (ظاہر میں آنکھ اندھی) اس لئے (ہے) کہ اس نے جھاگ (یعنی ظاہری حالات کو) دہی
دیکھا (باطن کو) نہ دیکھا (اور) اس لئے کہ اس نے (موجودہ حال کو) دہی (دیکھا) - کل کو
(جو حالت بطور نتیجہ پیش آنے والی تھی اس) کو نہ دیکھا
مطلب - ظاہر میں آنکھ کو مطلقاً اندھی نہیں کہا گیا - بلکہ وہ اس اعتبار سے اندھی ہے - کہ معنی شناس
نہیں اور عاقبت میں نہیں - صاحب سے

شعبہ سرت کہ شایستہ بالین مزار است

پیشہ کہ ذوق از ادلی بیدار ندارد

خواجہ فردا و حالی پیش او اوئے بیدار گنجے بر سر مشو

لغات - خواجہ مالک - سردار - آقا - حالی - موجودہ حالت سے تعلق رکھنے والا - تسو - وزن قلیل اور ایک گواچو میواں حصہ مراد شے قلیل - ذرہ بھر تر کیسیب - خواجہ فردا خبر ہے - جس کا ہمتہ اس قدر بہت - لینے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم - او کی ضمیر راجع بہ کافر ہے -

ترجمہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو) روزِ آخرت کے سردار (باوقار) ہیں اور اس کا وظاہر اس کی نظر کے سامنے ان کا معاملہ صرف اسی عالم دنیا تک محدود ہے - وہ (کا فر کوۃ نظر) ایک گنج (کمالات) سے ذرہ بھر (یعنی نہایت) کے سوا اور کچھ نہیں دیکھ سکتا -

ذرہ زان آفتاب آروپیام آفتاب آں ذرہ را گرد و غلام

صناع - ایک نبی کی ذات کو بلحاظ بشریت اور بمقابلہ ذاتِ باری ذرہ - یہ تشبیہ دی ہے - اور آں آفتاب سے آفتاب حق مراد ہے - چونکہ ذرہ آفتاب کے پر تو سے منور ہوا تو نور علی نور بن جاتا ہے - اس لئے ایک نبی کے حق تعالیٰ کی طرف سے انوارِ وحی سے مستفیہ ہونے کے لئے یہ تشبیہ و ربط ہے -

ترجمہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بڑی ہے اگر) ایک ذرہ (بھی) اس آفتاب (حق) کا پیغام لائے - تو آفتاب (فلک) اس ذرہ کا غلام بن جائے -

قطرہ کنج و حدت شد سفیر ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر

ترجمہ (اسی طرح اگر) ایک قطرہ (بھی) بحر و حدت کا قاصد بن جائے - تو ساتوں سمندر اس قطرہ کے حلقہٴ بگوش ہو جائیں -

گر کفے خاک کے شود چالاک او پیش خاکش سر نہ افلاک او

ترجمہ اگر ایک مشت خاک بھی اس کی (اطاعت میں) سپرد ہو جائے تو اسکی (طبیعی) خاک کے آگے اس کے آسمان (ازراہ ادب) سر جھکا دیں -

مطلب - جب ایک ذرہ - ایک قطرہ - اور ایک ہشت خاک کی سی ادنیٰ کمالات ذاتِ حق کے کمالات کی منظر بن کر یہ ذرہ حاصل کر سکتی ہے - کہ بڑی بڑی ہستیوں اس کی طبیعت و منقاد ہو جاتی ہیں - تو پھر وہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو کیوں سلائے - فرمانبردار نہ ہو گئی - جبکہ آپ حق سبحانہ و تعالیٰ کے منظر اتم و اکمل ہیں - مگر انھوں نے کہ جب دیکھنے والا ہی ہے پھر کوہِ نظر ہو - تو اس کو آپ کے کمالات کیونکر نظر آئیں - سعدی رح -

گر نہ بیدار و ز شپہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

خاک آدم چونکہ شد چالاک حق پیش خاش سر ہند املاک حق

ترجمہ - (دیکھو حضرت) آدم علیہ السلام کی خاک جب حق تعالیٰ کی درخما بزرگاری میں تیز رو ہو گئی۔ تو ان کی خاک (کی صورت) نے سامنے حق تعالیٰ کے فرشتوں نے ہر جھٹکا دیا۔

مطلب - حضرت آدم علیہ السلام کا خاکی پتلا جو سجود ملائک ہو گیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ درجہ صرف خاک کا نہ تھا۔ ورنہ خیر خاک سے تو دوسرے انسان بھی پیدا ہونے والے تھے۔ ان کو بھی یہ درجہ حاصل ہوتا۔ پس یہ درجہ ان کمالات کی بدولت ان کو ملا۔ جو اس خاص جسد عنصری میں ولایت رکھے گئے تھے۔ ان کمالات کو دیکھنا چاہئے۔ صرف جسد عنصری کو نظر نہ رکھنا مفید نہیں۔

نوٹ - بعض متبعین جو سجدہ نصی کے اثبات میں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے خاک کے سجدہ کرنے کا واقعہ پیش کیا کرتے ہیں۔ ان کے دعوے کا ابطال پیچھے کسی جگہ دلائل تحقیقیہ والزامیہ سے بخوبی کیا جا چکا ہے۔

السماء انشقت آخرا زحیہ بود از یکے چشمے کہ ناکہ بر کشود

لغات - السماء - آسمان۔ انشقت - پھٹ گیا۔ یہ اقتباس اس آیت سے ہے۔ إِذَا السَّمَاءُ انشقتْ وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ جب آسمان (خدا کے حکم سے) پھٹ جائے گا۔ اور اپنے پروردگار کے اس حکم کی تعمیل کرے گا۔ اور (نبیوں نے) ذکر سے یہ اس کا فرض ہے (سورہ الشقاق ۱۱) آسمان کی یہ حالت قیامت کے روز ہوگی۔ مگر اس سے یہ اشارہ مقصود ہے۔ کہ عارف اس وقت بھی اس حالت مستقبلہ کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یا اس سے معراج کی طرف اشارہ ہوگا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو جسد عنصری آسمان سے گزر کر عالم بالا کو تشریف لے گئے۔ تو یہ ایک طرح سے خرق فلک تھا (بجرا)

ترجمہ (اور لیجئے) آسمان (جو کسی کی نظر میں آج قیامت کے روز کی طرح اشکافنہ (نظر آ رہا) ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟ (یہ مشاہدہ) ایک (خاص) آنکھ (کی خصوصیات) سے (ہے) جو اچانک کھل کر ناظر نور اللہ ہوا گئی ہے۔

خاک از دودی نشیند زیر آب خاک میں کر نشین گنیش تار است

لغات - دودی بضم دال ویاءے معدود ہے۔ گدالین - میلان۔ گشت - گشت۔ ترجمہ - خاک (کا خاصہ ہے کہ اپنی) گشت کی وجہ سے پانی میں تہ نشین ہو جاتی ہے (دیکھو) ایک (خاک) سے پیدا ہونے والی ہستی (کو دیکھو جو) خدا کا حکم پاتے ہی (فوراً) اس قدر بلند می پرچی (عرش سے) (بھی) گدگشتی۔

مطلب - اس سے ظاہر ہے کہ خاکی جسم کے ساتھ کوئی اور باطنی قوت شامل تھی۔ جو جسم کو عرش سے بھی زلزلہ بلند پر لے گئی۔ حالانکہ عناصر جسم ہمیشہ اہل بطن ہوتے ہیں۔ مولانا کے اس قول سے یہ بات بھی

صاف ہو گئی۔ کہ صوفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراجِ صوفی کے قائل ہیں۔ لہذا یہ جو کہا جاتا ہے کہ صوفیہ معراجِ روحانی مانتے ہیں غلط ہے۔

آں لطافت پس ہاں کز انبیت خیر عطا ہے مُبدِ ع و مابِ نیت

لُغَات - رُوحِ قُوت - پاکیزگی - صفائی - مُبدِ ع - پیدا کرنا والا - و مابِ - عطا فرمایا والا۔
ترجمہ - پس جسم کی ایسی لطافت نہ کہ وہ سبوح و پاک ہو۔ بھی ہو۔ ترقیِ افلاک بھی دیکھے عرشِ پاک بھی جانتے۔ آپ (روحانی) کے خواص سے نہیں ہے بلکہ وہ پیدا کرنے والے (اور) عطا فرماتے والے (حق تعالیٰ) کے انعام کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کمال ہے۔
پس سعادتِ یزور بازو نیست تانہ بخشہ خداے بخشندہ

گر کہ سفلی ہوا و نار را ورز گل او بگذراند خارا
ما کم است و یفعل اللہ ما یشاء اور عین و زدا نگیزد دوا

لُغَات - سفلی - مائل پھل - تنزل یافتہ - نار - آگ - بگذراند - آگے بڑھا دے۔
ترجمہ - اگر وہ ہوا اور آگ کو (جو راجع بدلو میں اپنی قدرت سے) مائل پھل کر دے۔ اور اگر وہ کائنات کو پھول سے ردِ صی میں (بڑھا دے تو وہ حاکم ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ خود در کو دوا (بنانا چاہے تو) بنا دیتا ہے۔

مطلب - اوپر یہ ذکر چلا آتا تھا کہ ایک مشت خاک کو کیا کیا رہتے بخشے ہیں۔ اب فرماتے ہیں کہ اسکی قدرت سے یہ باتیں کچھ بعید نہیں۔ وہ چاہے تو اس آسمان کو نیچے اور زمین کو اوپر کر دے۔ غارِ زار کو روکش گلزار اور باغِ بہشت کو ایک بے آب و گیاہ دشت بنا دے۔ امید نہ ہو۔

ہاں فل کہ دزد باد قدش عالم میان عدد سرصر سے بکسارت
بے نیازی او کہ چرخِ خرابات است در آفرینش او کہ چوں لیبارست

گر ہوا و نار را سفلی کند تیرگی و وز دی ثقلی کند

ترجمہ - اگر وہ ہوا اور آگ (وغیرہ علویات) کو سفلی کر دے (اور ساتھ ہی ان میں) گدلاپن اور کثافت اور لچھٹ دہی پیدا کر دے۔

ورز زمین و آب رُعلوی کند راہِ گردوں را بیا مطوی کند

لُغَات - زمین سے یہاں خاک اور کرہ ارضی دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ رُعلوی - بنام عینِ مہندی میں رہنے والا۔ مطوی - روندنا ہوا۔

ترجمہ - اور اگر (برعکس اس کے) خاک و آب (وغیرہ سفلیات) کو رُعلوی بنا دے بلکہ آسمان

کے راستے کو کسی وجود خاکی کے پاؤں سے طے کرادے (جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں آسمانوں کی سیر فرمائی) تو:-

نیت کس را زہرہ را گوید کہ چوں؟ بس جگر ہا کا نذرین ہو گشت خو

کسی کو (یہ) طاقت نہیں کہ کہے (ایسا) کیوں (ہو) بہت سے جگر اس (راز قدرت کے نبھنے کی) راہ میں خون ہو چکے ہیں۔ حضرت عطار رحمہ اللہ

ہست سلطانی سلیم و را نیت کس را زہرہ را چوں و چرا
پس یقین شد کہ تجو من تشاء خاکے را گشت پر را بر کشا
آتش را گشت روا بپس شو زہرہ ہم خاک با لبس شو

لغات۔ تجو من تشاء اس آیت سے اقتباس ہے۔ و تجو من تشاء فتدلی من تشاء۔ بیدار الخیر! الی تو جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلت نصیب کرے۔ بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے (آل عمران) ہفتم خاک زمین کا ساتواں طبقہ تلبیس کروزیب۔

ترجمہ۔ پس (ان) آثار قدرت کو دیکھ کر یقین ہو گیا کہ (یہ جو قرآن مجید میں دعا آئی ہے کہ الہی) تو جسے چاہے عزت دے (جسے چاہے ذلیل کرے)۔ بالکل درست ہے چنانچہ ایک خاکی مخلوق کو وہ حکم دیتا ہے کہ جانو شیطان بن جا (اور زمین کے ساتویں طبقے کے اندر مکر و فریب کے کھنڈے ہیں) را کر (تو وہ منزل کے گڑھے میں گر جاتا ہے)

آدم خاکی! پرو تو بر شہا لے لبس آتشی روا تا شہا

لغات۔ شہا۔ ایک بار یک ستارے کا نام ہے۔ جو اپنی ہندی اور بابر کی کے لئے ضرب انش ہے۔ ترے خاک۔ زمین۔ یہاں تحت الشہا یعنی زمین کا طبقہ سفلی مراد ہے۔

ترجمہ۔ اس نے حکم دیا کہ اے آدم خاکی (نیز او) تم زرتقی کر کے ستارہ (سہا پر پہنچ جاؤ (اور) اے ابلیس آتشی (نیز او) تو (نزل کر کے) تحت الشہا تک پہنچ جا۔

مطلب۔ خداوند تعالیٰ کی نشان دہی کہ خاک کو جو غلیات سے ہے۔ علوی طرف بھیجتا ہے۔ اور وہ ایک لطیف و مجرب چیز کی طرح راجع بعبود بناتی ہے۔ اور آگ کو جس کو سیلان علوی طرف ہے۔ سفلی کی طرف بھیجتا ہے۔ وہ کثیف و ارضی شیا کی طرح نیچے اترتی مٹتی جاتی ہے۔ جیسے کہ حدیث آدم علیہ السلام کہ کہ خاکی تھے۔ مرتبہ علیا میں رکھا۔ اور ابلیس کو کناری تھا۔ مرتبہ سفلی میں گرا دیا۔ مولانا اسماعیل مرحوم سے

کیا جو کہ شیطان کے ہاتھ کیا آیا وہی عزیز ہے عزت جسے خدا نے دی

آگے مولانا فلاسفہ کے بعض عقائد یا خلک کی تردید فرماتے ہیں۔ اور چونکہ مولانا پر اس وقت توحید کا غلبہ ہے۔ اسلئے

یہ تقریباً بصیغہ تکلم فرماتے ہیں۔ گویا خود حق تعالیٰ کی زبان سے تکلم فرمایا ہے۔

چار طبع و علتِ اولیٰ نیم و تصرف و ائمان باقیم

لغات۔ چار طبع اربعہ عناصر۔ یعنی خاک۔ آب۔ اب۔ آتش۔ یہ صفت کا خیال ہے۔ کہ عنصر ہوا، آتش، خاک، پانی، ہوا، یہ عناصر کے بقا، اضطرار یہ ہیں۔ کہ یہ افعال خود اپنی عناصر سے جدا و آزاد ہیں اس میں کسی قاصر مطلق کی قدرت کا رفرمانہیں۔ استغفر اللہ عنہ۔ اسی فلاسفہ حق تعالیٰ کی ایجاد و خلق کی علتِ اولیٰ مانتے ہیں۔ پھر اپنے اس سلسلہ اصول کی بنا پر کہ الواحد لا یصلہ عنہ الا الواحد (ایک سے صرف ایک ہی پیدا ہو سکتا ہے) کہتے ہیں کہ اس نے عقل اول کو پیدا کیا۔ اور پھر خود خلق و تدبیر سے فارغ و بیکار ہو گیا۔

خدا ہم اللہ۔

ترجمہ۔ میں (قادر مطلق ہوں) اربعہ عناصر (کی طرح متصرف بالا اضطرار) نہیں ہوں۔ نہ علتِ اولیٰ (کی طرح بیکار) ہوں۔ میں (اختیار مطلق کے ساتھ) تصرف (کر کے) میں ہمیشہ باقی ہوں

کارِ من بے علتِ مستقیم و نیست تقدیرِ مبعوتِ استقیم

لغات۔ علتِ پہلے مصرعہ میں یعنی مستقیم و نقص دوسرے مصرعے میں یعنی مبعوتِ علتِ مانیہ ہے علت سے وہ امر راہ ہے جس کا وجود بطور سبب کسی دوسرے امر کے وجود کا مستلزم ہو۔ اور اس کی چار قسمیں ہیں۔ علتِ مادی۔ علتِ صورتی۔ علتِ فاعلی۔ علتِ غائی۔ اگر علت یعنی سبب اپنے سبب میں داخل بالفقہ ہو۔ تو اس کو علتِ ادوی کہتے ہیں۔ جیسے لکڑی تخت کی علتِ مادی ہے۔ اگر داخل بالفعل ہو۔ تو وہ علتِ صورتی ہے۔ جیسے تخت کی صورت کہ مربع ہے۔ یا سیدس اور اگر علت یعنی سبب اپنے سبب سے خارج ہو۔ تو پھر اگر وہ سبب اس سبب کا موجد ہے تو اسے علتِ فاعلی کہتے ہیں۔ جیسے برہمی تخت کے لئے۔ اور اگر اس سبب کی ایجاد اس سبب کے لئے ہوئی ہے تو وہ علتِ غائی ہے۔ جیسے تخت نشین ہونا۔ تخت کی علتِ غائی ہے۔ علتِ غائی کا ظہور ذہن میں ساری علتوں سے مقدم اور خارج میں سب سے مؤخر ہوتا ہے۔ اور واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں علتِ غائی کا اطلاق جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اشیاء کے پیدا کرنے میں کسی غرض و غایت کا ٹھیک نہیں۔ بلکہ وہ بے نیاز و بے پروا ہے۔ تاہم اس کی پیدا کردہ اشیاء سے جو فوائد و منافع ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ تو ان سے اس کی قدرت کا ظہور مقصود ہے۔ دوسرے مصرعے میں ہی مضمن ہے۔ مستقیم۔ راست۔ سیدھا۔ ٹھیک۔

ترجمہ۔ میرے کام (بالکل) بے نقص اور ٹھیک میں۔ اسے (سلسلہ اسباب و علل کے) بیمارا میری تقدیر (کسی) علت (غائی وغیرہ) پر (موقوف) نہیں۔

مصلحت۔ یعنی میرے افعال موقوف بعلل نہیں ہیں۔ کہ ان کا ہر کسی دوسرے امر کے وجود پر موقوف و منحصر ہے۔ بلکہ میں تصرف بالا اختیار المطلق ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ شیخ غطار در سے

اورت سلطان ہرچہ خواہاں کند

عالمے را دروے ویراں کند

عادت خود را بگردانم بوقت اس عیار از پیش نشانم بوقت

ترجمہ - میں اپنی عادت کو بوقت مناسب بدل لیتا ہوں (اس عادت کے) عیار کو (اپنے) سامنے سے بوقت مناسب چھوڑ دیتا ہوں۔
مطلب - عادت حق یا سنی اللہ جو بظاہر افعال اللہ کا پروہتی ہوئی ہے جس کو لوگ قانون قدرت یا نیچہ کہا کرتے ہیں۔ اور اس کے متعلق وہ یہ خیال ظاہر کیا کرتے ہیں کہ قانون قدرت کے خلاف کوئی امر وقوع نہیں پاسکتا۔ جس سے یہ شبہ ناشی ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ خلاف عادت کچھ کرنے سے عاجز ہے۔ اور جس سے اس کے قاذر مطلق ہونے میں نقص لازم آتا ہے۔ اس کی تردید فرماتے ہیں کہ ہم قاذر مطلق ہیں۔ اگر کوئی کام کسی حکمت کی بنا پر خلاف عادت کرنا چاہیں۔ تو کدیم یہ عادت کا ردہ اٹھا دیتے ہیں۔ اور بظہر خرق عادت ایسے ایسے کام کر دکھاتے ہیں کہ بہار کی چٹان میں سے ادھنی نکل پڑے۔ آتشکدہ گلزار بن جائے۔ لکڑی اڑوٹا کی صورت اختیار کر لے۔ چنانچہ:-

بخر را گویم کہ میں پر نار شو گویم آتش را کہ رو گلزار شو

ترجمہ (اگر) میں دریا کو حکم دوں کہ ہاں آگ سے پُر ہو جا (تو فوراً اسی طرح ہو جاتا ہے۔ اگر) میں آگ کو حکم دوں کہ جا گلزار بن جائے (تو معاً اس حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے) سوری ۷۷
 گلستان کن آتش بر خلیل گردے آتش بر دنا بن

کوہ را گویم سبک شو بچویشم چرخ را گویم فرور ویشم چشم

ترجمہ (اگر) میں پہاڑ کو کہوں کہ بشیم کی طرح (ہلکا) ہو جا (تو اسی طرح ہو جائے اگر) میں آسمان سے کہوں کہ آنکھوں کے سامنے بھیجے اتر آ (تو فوراً اتر آئے)
مطلب - پہلے مصرعہ کا مضمون اس آیت سے اخذ ہے۔ وَكُلُّونَ الْجِبَالِ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ قیامت کے روز پہاڑ وحشی ہوئی رونی کی طرح ہونگے (سورہ قارع) دوسرے مصرعہ کا مضمون اس آیت سے مقتبس ہے۔ اَوْشَقُّظَّ عَلَيْهِمْ كَيْسًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَلَّتْ أَحْشَاءُ قَوْمِهَا خَا ضِعِينَ۔ یعنی اگر ہم کوئی نمکڑا آسمان سے ان پر گرا دیں تو ان کی گردیں اس کی وجہ سے جھک جائیں۔

گویم اے خورشید مقرر شو بہا ہر دورا سازم خود وابر سیاہ

ترجمہ (اگر) میں حکم دوں کہ اے سورج چاند کے ساتھ مل جا۔ (تو فوراً مل جائے۔ اور اگر میں چاہوں۔ تو) دونوں کو کالے بادل کی طرح بے نور کر دوں۔
مطلب - پہلا مصرعہ ان آیات میں سے تیسری آیت کے مضمون پر مشتمل ہے۔ فَإِذَا بَرَقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ جب مارے ہدیت کے آئیں پھر جائیں گی۔ اور چاند گھٹنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے (سورہ قیامہ ۱) دوسرے مصرعہ کا مضمون

اس آیت کے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اِذَا الْاَشْمَاسُ كُوِّرَتْ۔ جب سورج (کے نور کی بنیادوں کو) سمیٹ لیا جائیگا (سورج کا نور) اور حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ قیامت کے روز سورج اور چاند ایسی حالت میں آئیں گے کہ وہ تپنے لگے اور ہو جائیں گے۔

چشمہ خورشید سازیمشک چشمہ خورشید سازیمشک چشمہ خورشید سازیمشک

لغات۔ چشمہ منبع آب زمین سے پانی بھرنے کی جگہ جیکو سورج منبع نور ہے۔ اس لئے یہ لفظ اس کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ یہاں چشمہ کا لقب آفتاب کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مگر اس کے معنی اصلی یعنی منبع آب کے لحاظ سے آفتاب کے نور کو پانی سے۔ شائبہ دی گئی ہے۔ یہی لئے سب نور کو نہنگ ساز خورشید کے معنی میں لیا ہوا ہے۔ جن طریقہ، حیلہ، حکمت۔

ترجمہ چشمہ آفتاب کو ہم (ترسب جیسا ہے) اسے نور کر دیں۔ (اور) چشمہ خون کو (اپنے) حکمت سے مشک بنا دیں۔

آفتاب و مہ خود و گاہ سیاہ یوغ پر گردن پر بند و شاں الہ

لغات۔ یوغ۔ وہ لکڑی جو گاڑی یا بن کے بنیاد کے کندھے پر رکھی جاتی ہے۔ (خارجہ) ترجمہ۔ حق تعالیٰ (اگر چاہے تو) سورج اور چاند کو دوکانے میں رکھ دے گا (اٹھے کر کے) ان کی گردن پر جو اُٹھ دے۔

مطلب۔ اور چونکہ اللہ ذات الہیہ کو نصیحت نہ کلام میں کر رہے تھے۔ اس لیے ذکر بعبیہ غائب کر دئے گئے۔ یعنی حق تعالیٰ اگر چاہے تو سورج کو سیاہ اور بے نور بھی کر دے۔ اور ان کو ان کے نور کو وہ لطیف سے باز رکھ کر ان کے جلوں کی طرح کسی اور شکل میں بھی رکھ دے۔ (خاص حق تعالیٰ کے خلق عبادت کے لیے اور پانی کو آگ اور آگ کو پانی بھی بنا سکتا ہے۔ مرکز نقل کو بدل کر پھاڑ کر روئی کی طرح بھی آڑا سکتا ہے۔ یہ حدیث اخلاک کو متاثر کر کے ان کو زیر زمین بھی لا سکتا ہے۔ نظام شمسی کو درہم برہم کر کے یہ واہ کو اکٹھے بھی کر سکتا ہے۔ اور ان کو بے نور بھی کر سکتا ہے۔ تلب ماہیت کے طور پر چشمہ خورشید کو اٹھا کر مشک بھی بنا سکتا ہے۔ پس جو قوا و مطلق اس قدر وسیع قدرت اور قوت رکھتا ہے۔ اگر وہ کسی انسان کو اپنا مقرب اور نائب عالم پر مقرر کر دے تو اس کے لئے کیا مشکل ہے۔ لہذا انبیاء و اولیاء کی صورت ظاہری پر قیاس کر کے ان کے کمالات باطنی کا انکار کرنا عقل سے بعید ہے۔ اور باعث غائب شدہ ہے۔ آگے اس پر مضمون کی آئیں یہاں تک کہ بتائے ہیں۔

انکارِ فلسفی و آریہ ان اصح ما علم غوراً

آریہ ان اصح ما علم غوراً میں فلسفی کا انکار

مگر یہ میخواند از روئے کتاب ماء کلم غوراً چشمہ بنم آب

لغات - قاری - کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ غور - زمین میں اُتر جانا۔ یہ قرآن مجید کی اس آیت کا ذکر ہے۔ قُلْ اَدْعٰیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاءٌ کَثْرًا غَوْرًا اَمْ لَكُمْ اَنْتُمْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ دُوْنِہِ (اسے پیو، ان لوگوں سے) کہو کہ جہلا دیکھو تو وہی کہ یہ بہتا رہا پانی (جو تم پیٹے ہو) اگر زمین کے اندر اُتر جائے۔ تو کون تمہارے نیچے پانی کی سب سے بہا لائے گا۔ (سورہ ملک ۱۴)

ترجمہ - ایک قاری قرآن مجید میں سے (آیہ) مَاءٌ کَثْرًا غَوْرًا (جس کے معنی ہیں) بند کروں میں پانی کو پڑھ رہا تھا۔

آبِ رَاوِر غَوْرًا پَنہاں کَنم **چَشْمَا اَشْکِکَ وَشَکْطَا کَنم**

ترجمہ - (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں (اگر تمہارے پانی کو زمین کے اندر چھپا دوں اور چشموں کو خشک اور خشکی کا خطہ بنا دوں۔ تو:-

آبِ رَاوِر چَشْمَہ کَہ آرد و کَر **جُز مَن بَیْ شَکْلِ فَضْلِ وَخَطَر**

لغات - کَر بمعنی کد ام - خطر - اہمیت - علوشان -

ترجمہ کون ہے جو اس پانی کو دوبارہ چشموں میں لائے۔ سوائے میرے جو کہ بے مثل ہوں۔

بزرگ اور اہمیت والا ہوں۔

فَلَسْفِی مَنْطِقِی مَسْتہاں **مِیگَزَشْت اَرْسُوئے مَکْتَبِ اَنْزِل**

لغات - مَسْتہاں - ذلیل - حقیر -

ترجمہ - ایک ذلیل فلسفی منطقی اس وقت در سے کے پاس سے گزر رہا تھا (جہاں یہ آیت پڑھی جا رہی تھی)۔

چُونکہ بَشْنِیْدِ آیَہ اور اَلْبَیْن **گُفْتُ اَرِیْمَ آبِ رَا مَا بِاَکَلْتَد**

لغات - کَلْتَد - کدال - پھاڑ ڈال - زمین کو کھودنے کا آلہ -

ترجمہ - جب اس نے اس قاری کی (اس آیت کو) (آواز نہ بلند کیا۔ تو گداز ہم باپنی نوکدال سے (زمین کھود کر) کال میں گئے۔

مطلب - چونکہ آیت مذکور میں حق تعالیٰ کے اظہار قدرت کے ساتھ ایک ایسی چیز کے نام لے ہو جانے کے امکان کی ہولناک بندی بھی ہے۔ جو تمام حیوانات و نباتات کی مائے حیات ہے۔ چنانچہ اگر فی الواقع دنیا میں اَصْبَحَ مَاءٌ کَثْرًا غَوْرًا کا منظر پیش آجائے۔ تو چاروں میں دنیا کا گلشنِ نبوت گلشن بن جائے۔ انسان و حیوان تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔ اور قیامت کا پورا نقشہ بندھ جائے۔ اور ساتھ ہی آیت مذکور سوال کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لئے اہل ایمان اور ارباب یقین اس آیت کی تلاوت کے بعد بطور جواب یہ کلمات کہہ لیا کرتے ہیں۔ جن میں اپنے پروردگار کی قدرت کاملہ کا اعتراف اور اس کے لطفِ کرم پر بھروسہ مضمر ہے۔ کہ اللہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ هُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ یعنی اس پانی کو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نکال لائے گا۔ اور وہ سب سے بڑھ کر رحم والا ہے۔ مگر فلسفی لوگوں کے نزدیک اس قسم کے ایمان و یقین کے نور سے بہرہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس فلسفی نے اس آیت کے جواب میں ایسا دوسرا یہ کلمات کہہ ڈالے کہ ذَا رَيْبٍ يَدَّيْنِ يَدَايِهِ يَلْمِزُ النَّبِيَّ یعنی میں اس پانی کو خود کمال دیکھ کر کسی مددگار کے ذریعے سے نہ مل لائوں گا۔

ما برحیم بل و تیزی تہہ آپ را رحیم از پستی زہر

لغات۔ زخم۔ چوٹ۔ ضرب۔ پیل۔ ایسا دوا۔ زہر۔ دیر۔ ہندی پر۔ ترجمہ (اور بولا) ہم بھلاؤں کے کسی ضرب اور تیزی سے (زہر کو کھو دیکھو) اپنی کو پستی سے بلند کر لیں گے (اب تمہارے قدرت دیکھئے۔ کہ)

شب بخت و دید او یک شیرد زو طیا کچھ ہر دو پیش کو رکرو ترجمہ۔ وہ رات کو سویا اور (خواب میں) اس نے ایک شیر مرد کو دیکھا۔ جس نے اس کے منہ پر ایک (تھپڑ مارا اور اس کی دونوں آنکھیں اندھی کر دیں۔)

گفت زیں و چشمہ چشم اشقی با تبر نورے بیار از صادقی

لغات۔ شقی۔ بد بخت۔ صادقی میں یا سے خطاب (ایطی جملہ ہے۔ ترجمہ (اور ساتھ ہی جھٹک کر) کہا کہ اے بد بخت اگر تو (قدرت حق کے مقابلے میں چشمہ آب سے کلند و تبر کے ساتھ پانی نکال لانے پر قادر ہے اور اس دعوے میں) بچا ہے۔ تو ذرا اپنے ان دونوں چشمہ چشم میں سے تبر کے ساتھ نور نکال لا۔

رور چہرست و دو پیش کو روید نور فاضل از دو پیش تا پدید

ترجمہ (خیر یہ تو خواب کا معاملہ تھا۔ مگر جب) دن کو (بستر سے) اٹھا۔ تو سوچ سوچ اپنی دونوں آنکھوں کو اندھی پایا۔ اور نور بصارت جو (ہر طرف) پہنچتا تھا اس کی دونوں آنکھوں سے نابود تھا۔

گر بنا لیدے و مستغفر شدے نور رفتہ از کرم ظاہر شدے

ترجمہ۔ اگر وہ (اپنی اس گستاخی کو نامہ ہو کر) رو دیتا اور استغفار کرتا۔ تو (بعید نہ تھا کہ اس کا) گم شدہ نور (بصارت خدا کے) کرم سے (بچھڑ) ظاہر ہو جاتا۔

لیک استغفار ہم در نیست فوق توبہ نقل ہر نیست

لغات۔ در دست۔ قبضہ اختیار میں۔ نقل۔ کھانے پکھنے کی تھوڑی سی چیز جو شراب کے بعد چکھتے ہیں

زینت سے مست گناہ اور غافل مراد ہے۔

ترجمہ۔ لیکن (کیا کیجئے کہ) استغفار (پر ناکل ہونا) بھی ہر شخص کے اختیار میں نہیں۔ توبہ کے مزے کی چاٹ ہر غافل کو نہیں ہوتی ہے

حدیث توبہ رہا کن کہ غفلت صلا ازالہ گزشت کہ اندیشہ صواب کند

زشتی اعمال و شومی محمود راہ توبہ بردل اوبستہ بود

لغات۔ زشتی۔ بدی۔ شومی۔ نحوست۔ بخود۔ انکار۔

ترجمہ۔ اعمال (بد) کی خرابی اور انکار (حق) کی نحوست نے اس کے دل پر توبہ کا راستہ بند کر رکھا تھا۔

از نیاز و اعتقاد آں خلیل گشت ممکن امر صعب تحصیل

لغات۔ آں خلیل سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مراد ہیں۔ صعب۔ مشکل۔ تحصیل۔ حاصل۔ ترجمہ۔ (جس طرح) ان حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے (درگاہ حق میں عجز و) نیاز اور (کمال) اعتقاد کی بدولت ایک مشکل و محال امر ممکن ہو گیا (اسی طرح اس کمبخت فلسفی کو بھی نور بصارت مل سکتا تھا)

مراد فلسفہ۔ اس شکل و محال امر سے ناز کا گلزار بن جانا مراد ہے۔ مولانا بجز العلوم شیخ اکبر سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ ایک فلسفی نے کہا آگ کا گلزار بن جانا عقلاً و تیاراً محال ہے۔ تو اولیاء اللہ میں سے ایک ولی نے آگ کی بھٹی کی طرح اشارہ کر کے اس سے فرمایا۔ دیکھو یہ آگ بھونک ڈالنے کی خاصیت رکھتی ہے یا نہیں فلسفی نے کہا ہاں رکھتی ہے تو اس بزرگ نے اس آگ کو دونوں ہاتھوں سے اکٹھا کر کے اپنے دامن میں ڈال لیا۔ مگر نہ آگ کو کچھ سینک پہنچا۔ اور نہ ان کا دامن جلا۔ پھر انہوں نے وہی آگ اس فلسفی کے دامن میں اٹھ دی۔ اور اس کا آگ پکڑ کر اُس سے چھو ادیا۔ مگر آگ کے اثر سے اس کے ہاتھ پر بھی آبلے پڑ گئے۔ اور دامن بھی جلنے لگا۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ فلسفی صدق دل سے ایمان لے آیا۔ مولانا بجز العلوم لکھتے ہیں۔ و بطن ایں فقیر میرسد کہ آں ولی نفس نفیس شیخ اکبر قدس سرہ بیچے خاکسار کے خیال میں وہ ولی جس نے فلسفی کو یہ کرامت دکھائی۔ خود حضرت شیخ اکبر تھے۔ غرض نیاز و اعتقاد کا یہ اثر تھا۔ اور انکار و استہزاء کا اثر اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

ہچنین بر عکس آں انکار مرد مس کند زرا و صلحے را نبرد

ترجمہ۔ اسی طرح برخلاف اس کے اس مرد (فلسفی) کا انکار (اپنی شامت سے) سونے کو تانا بیا اور صلح کو جنگ بنا دے۔

دل سنجی ہجو روے سنگ گشت چوں شگاف توبہ آزار بہر گشت

ترجمہ۔ اس فلسفی کا دل تو سختی سے سطح سنگ کا سا ہو گیا۔ پھر تو اس کو (اعمال کی) کھیتی (بونے) کے لئے کیونکر شگافتہ (اور نرم) کرے۔

مطلب۔ جب دل ایسے افعال و محنت سے متاثر ہو۔ تو توبہ مفید ہو سکتی ہے۔ ورنہ جب پتھر کی طرح سخت ہو۔ اور اپنے اعمال سے کچھ ندامت نہ ہو۔ تو صرف زبانی توبہ کی رٹ لگانے سے کہا جوتا ہے۔ کما قیل۔

بیچہ بکفت توبہ بربل دل پر از ذوقی گناہ

محصیت را خندہ سے آید برہستغفار ما

چوں شعیب کو کہ تا آواز دعا بہر کشتن خاک ساز و کوہ را
ترجمہ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرح کون ہے جو (اپنی) دعا (کی برکت) سے کھیتی

مطلب۔ دل نرم ہو اور گناہ سے ندامت تامل ہو۔ تو توبہ اور دعائیں وہ تاثیر ہو سکتی ہے۔ کہ چاہیں تو پہاڑ پرزہ پرزہ ہو کر ہوا زمین بن جائے۔ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا سے ہو گیا تھا۔ حضرت سحر العلوم رحم فرمائے ہیں۔ کہ تواسخ میں منقول ہے۔ کہ شعیب علیہ السلام نے دعا کی۔ تو پہاڑ نرم اور قابل ذراعت ہو گیا۔ انتہی۔ اگر یہ روایت صحیح ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ مگر مشہور یہ ہے۔ کہ حضرت شعیب علیہ السلام سے کوئی معجزہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ بخلاف دیگر انبیاء علیہم السلام کے کہ ہر ایک سے کسی نہ کسی معجزہ کا ظہور مروی و منقول ہے۔

یا بذریعہ مقوقس از رسول سنگلاخے مزرعے شد با و صول

لغات۔ در پوزہ۔ بھیک مانگنا۔ یہاں سوال و التماس مراد ہے۔ مقوقس ایک بادشاہ کا لقب ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فرمانروا سے مصر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے بادشاہوں کی طرح اس کے نام بھی فرمان بھیجا۔ جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی۔ مقوقس نے آپ کے التجوی کی بہت توفیر کی۔ آپ کے فرمان کو ایک صندوق میں محفوظ رکھا۔ اور سفارت کو بہت سے پیش ہوا تھا لف کے ساتھ واپس بھیجا۔ مگر دولت ایمان سے بہرہ مند نہیں ہوا۔ اور جواب میں لکھا کہ میں ہر دست و پب کی دعوت قبول کرنے سے معذور ہوں۔ غور کر رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک جو مقوقس کے نام گیا تھا۔ آجکل مصر کے آثار قدیمہ سے برآہ ہوا ہے۔ اور اس کے نوواخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ سنگلاخ۔ پہاڑی خطہ۔ مزرعہ۔ کھیتی۔ با و صول۔ جس کی بیاد و اصول ہوتی ہو۔

ترجمہ یا (جیسے) شاہ مقوقس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں التماس کرنے سے ایک پہاڑی خطہ کھیتی بن گیا جس سے (پیداوار) وصول ہو۔

مطلب۔ اگر یہ روایت صحیح ہے۔ کہ مقوقس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی تو اس سے اس کا سامان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب مکاشفات لکھتے ہیں۔ کہ مقوقس مصر کے بادشاہ کا نام ہے۔ جو عیسائی تھا۔ اور مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کی التماس۔ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ تو اس کی برکت سے سنگلاخ مزرعہ سبز بن گیا (انتہی)۔ مراد ان کے علوم فرمائے ہیں۔ کہ پہلے

مقدوس کا، صحابہ میں درج ہو گیا تھا۔ مگر پھر اس فہرست سے کاٹ ڈالا گیا۔ اور بنین غالب وہ اسلام نہیں لایا۔

کھرباے مشخ آدیں دعا خاک قابل را کند رنگ و صا

لغات - کھربا - زرد رنگ کا ایک ہر ہوتا ہے جس کو قدر سے مل کر تنکے کے پاس لاتے ہیں۔ تو وہ تنکے کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے۔ یہاں مطلق جاذب اور محرک مراد ہے۔ مسخ - خراب صورت بنادینا۔ بگاڑ دینا۔

ترجمہ (لیکن) یہ دعا (جو اس منکر فلسفی کا سا کوئی شخص بد اعتقادی کے ساتھ کرے۔ مقصد کو) کچھ ناکچھ بنا دینے کی محرک ہے۔ (وہ کھیتی) اس کے قابل ارضی کو پتھر کنکر (سے پُر) کر دیتی ہے۔

ہر دلے را سجدہ ہم دشواریت مزدور حمت قسم ہر مزدور نیست

لغات - دستور - اجازت - مزدور - مزدوری - معاوضہ - اجرت - قسم - حصہ - نصیب - قسمت ترجمہ (ساتھ ہی) ہر ایک دل کو سجدہ (مقبول و دعا کے استجاب) کی اجازت بھی نہیں۔ ہر مزدور کی قسمت میں رحمت کی مزدوری (کبھی ہو یہ ضروری) نہیں۔ مطلب - دعا مساجات اور توبہ واستغفار کرنے کو تو بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ مگر سب شرائط کی بجا آوری کے ساتھ نہیں کرتے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ سب کی دعا مقبول ہو۔ اور سب اپنی اس محنت کا ثمرہ پائیں۔ صائب سے

حضور قلب اگر در نماز شرط شدہ است عبادت ہمہ رو سے زبیں قضا دارد

بدین پستی آل مکن جرم و گناہ کہ کغم توبہ در ایچم و پناہ

ترجمہ - خبردار اس بھروسہ پر جرم و گناہ کے مرتکب نہ ہونا کہ میں (پھر کبھی) توبہ کر لوں گا اور حق تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤں گا۔

مے ببا یاد آب و آبے توبہ را شرط شد برق و سحابے توبہ را

لغات - آب - سوزش - آب سے اشک مراد ہیں۔ برق - بجلی - سحاب - بادل۔ ترجمہ - (کہو کہ) توبہ کے لئے سوزش (قلب) اور اشکباری (حیثم) کی ضرورت ہے۔ توبہ کے لئے بجلی (کی سی بھڑاری) اور بادل (کی سی اشکباری) چاہئے اور یہ باتیں کیا معلوم پھر میسر ہوں یا نہ ہوں)

آتش و آبے ببا یاد یوہ را واجب آمد ابو برق این شہوہ را

ترجمہ (دیکھو) میوہ (کی پختگی) کے لئے حرارت اور پانی چاہیے۔ اور اس لحاظ سے بادل اور بجلی (دونوں) ضروری ہیں۔ (اسی طرح میوہ اعمال کی پختگی کے لئے سوزش قلب اور آہستگی جیسم کی ضرورت ہے)۔

تانا باشد برق دل آب و چشم کے نشیند آتش تہدید و خشم
ترجمہ (ورنہ) جب تک (سوزش) دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں (کے آتشیوں) کا پانی نہ ہو (حق تعالیٰ کی) دھکی اور ناراضگی کی آگ کب تسکین پاسکتی ہے۔

تانا باشد گریہ ابراز مطر تانا شد خندہ برق لے سپر

کے بروید سبزہ ذوقِصال کے بچو شد چشمہ زاب زلال
لغات - مطر - بارش - سینہ صنایع گریہ و خندہ کا تضاد اور ابر - مطر - برق - آب - چشمہ - سبزہ
مناسبات بہار پر لطف ہیں۔ ترکیب پہلا شعر شرط ہے۔ دوسرا شعر اگلے سات اشعار سمیت اس کی جزا۔

ترجمہ - اے عزیز! جب تک بارش کے ساتھ بادل کا گریہ نہ ہو اور جب تک بجلی کا خندہ نہ ہو۔ اس وقت تک وصول (الی الحق) کے (ذوق) کا سبزہ کب آگ سکتا ہے؟ (اور حق تعالیٰ کی رحمت کے) چشمے صاف پانی کیسا تھ جوش کب مار سکتے ہیں۔

مطلب - جب تک اپنے گناہوں پر افعال کلی نہ ہو۔ رحمت خداوندی کب جوش میں آتی ہے نہامت حے رسد صائب بغیر باد خطا کا لال کہ خون در ناف گرد و مشک آہوئے خطائی را
اگلے سات اشعار تک وہی مناسبات بہار کا ذکر ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب تک بندہ درگاہ خدا کی طرف پورے تضرع و اہتمال کے ساتھ رجوع نہ کرے۔ اس وقت تک رحمت حق کب اس کے شامل حال ہو سکتی ہے۔

کے گلستاں راز گوید با جمن کے نبفشہ عہد بند و با سمن
ترجمہ - کب باغ جمن کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرے۔ کب نبفشہ (گل) سمن کے ساتھ (نارنگی) و شادابی کا عہد باندھے۔

کے چنارے کف کشاید درعا کے درختے برفشا ند میوہ را
لغات - چنار ایک درخت کا نام ہے جس کے پتے انسانی پیچہ کے ہم شکل ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے پتے دست بدعا ہونے کا استعارہ کیا جاتا ہے۔ صنایع - براور میوہ میں ایہام تناسب ہے۔
ترجمہ - کب کوئی (درخت) چنار (اپنے پیچہ نما پتوں سے) دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کب

کوئی درخت میوہ گرائے

کے شکوفہ آستین پر نشا برفشا ندن گیر دایام ہبار

لغات - آستین پر نشا پر پراہن و قبا کی وہ کشادہ آستین جس کے اندر سونے چاندی کے سکے اس غرض سے بھر لئے جائیں۔ کہ ان کو نشا رکھا جائے۔ تاکہ محتاج لوگ اٹھالیں۔ اگلے زمانے میں آستینوں کے اندر اس قسم کے کیسے بنائے جاتے تھے۔ جن میں نقدی۔ کاغذ پروغیر رکھ سکتے تھے۔ ترکیب برفشا ندن گیر دکا فاعل شکوفہ ہے۔ آستین پر نشا اس کا مفعول۔ دایام باز ظرف۔

ترجمہ - کب شکوفہ موسم بہار میں (اپنی) آستین (جو) نشا رکھنے کی غرض سے نقدی) سے پر (کی گئی ہو) جھاڑنی شروع کر دے۔

کے فروز دلالہ رانچ بچوں کے گل از کیسہ برادر بر بول

لغات - لالہ ایک پھول کا نام ہے۔ جو اندر سے نہایت سرخ ہوتا ہے۔ زرا کیسہ برادر بول جیب سے سونے کے سکے نکالنا۔ پھول کے کھلنے کی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ جب عین اپنے سبز غلاف کو چاک کر کے کھلتا اور سنہری پھول کی شکل اختیار کرتا ہے۔ تو گویا سنہری سکے جیب سے نکل پڑتے ہیں۔

ترجمہ - کب (گل) لالہ کا چہرہ خون (کے) سے رنگ کی طرح دکھنے لگے۔ کب پھول (اپنی) جیب سے سونا باہر نکالے۔

کے بیایہ بلبل و گل بوکند کے چو طالب فاختہ گو گو کند

لغات - بوکند - بوکند - طالب جستجو کرنے والا - گو گو - فاختہ کی آواز۔ چونکہ گو کے معنی کہاں کے ہیں۔ اس لئے یہاں طالب کی مناسبت سے اسم صوت سے اسم استفہام کی طرف اشارہ ہے۔

ترجمہ - کب بلبل آئے اور پھول کو سونگھنے لگے۔ کب فاختہ (ایک) طالب کی طرح (جو اپنے مطلوب کو ڈھونڈتا ہے) کو کو کہہ رہا ہے کہاں ہے کہاں ہے کی صدا لگائے۔

کے بلوید کلک آں کلک بجا کلک چہ باشد ملک لک یا مستعلا

لغات - کلک - کلک ایک آبی پرندے کا نام ہے۔ بقلق اسکا معرب ہے۔ کلک کلک - کلک کی آواز۔

ترجمہ - کب کلک (دل و) جان سے کلک کلک کہے۔ کلک کیا ہوتا ہے (بلکہ کہے) اَلْمَلِكُ لَکْ یا مُسْتَعْلٰی (یعنی اے وہ ذات پاک جس سے مدد مانگی جاتی ہے بادشاہی تیری ہی ہے)

کے نماید خاک اسرار ضمیر کے شود چوں آسمان بُتال منیر

لغات - نماید دل کی باتیں۔ منیر روشن۔

ترجمہ۔ کسب زمین (راستہ اندر کے چھپے بھید) ول کو ظاہر کرے۔ سے (جو بچوں کے پھوٹنے کیلئے سے ظاہر ہوئے ہیں) کسب باغ (چھپیلے پھولوں سے یوں) روشن ہو جس طرح آسمان (چاند، سورج اور ستاروں سے روشن ہوتا ہے)۔

مطلوب۔ بہ نام سامان بہار اور سرسبزی نگار و موقوف ہے۔ اس پر کلمہ بجلی چکے اور بارش ہو۔ اسی طرح جب توبہ کے اندر سوزش قلب اور شکباری یہیم ہو۔ تو پھر رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے۔ اور نزول برکات سے کشت مراد سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ ورنہ توبہ فضول و لاعمل ہے۔ حافظہ ۵

گریہ آجے بچ سے جنگاں باز آورد نالہ زیاد رس عاشق سکین آمد

از کجا آوردہ اندازِ حلّما مِنْ کَرِیمِ مَنْ رَحِیمِ کُلّہا

لغات۔ حلّما۔ جمع حذ۔ لباس۔ پوشاک کریم۔ بزرگ۔ کرم والا۔ رحیم۔ رحم والا۔ کُلّہا۔ سب کے سب۔ ترجمہ۔ دو میرا مصرعہ عربی میں ہے۔ جو گویا پہلے سوالیہ مصرعہ کا جواب ہے۔ جس کی تفسیر یہ ہے۔ اَللّٰہُ اَحْلَلَّ کُلّہا مِنْ کَرِیمِ وَ رَحِیمِ۔ آیت فضل ماضی واحد غائب مؤنث مقدر اور اس کی تفسیر فاعلی کائنات بہار کی طرح پھرتی ہے۔ کُلّہا یا علل محذوف ہو کہ کُلّہا اس کی تاکید۔ دونوں بل کر مفعول بہ میں کریم اور رحیم اس کے متعلقات

ترجمہ۔ (تو نہ لانا چین اور عروسان بہار) یہ (غرضاً صورت) پوشائیں کہاں سے لائی ہیں؟ یہ ساری (پوشائیں اس) کریم و رحیم سے لائی ہیں (جو تمام عالم کا خالق و رازق ہے)۔ جامی ۵

قصہ باغبان و سان بہاری قیام آمیز سرود جو بہاری
آں لطافتِ نشانِ بہارِ ست کہ ہر ساعتِ صد جاشِ فست

لغات۔ لطافت۔ پاکیزہ صفات۔ شاہد۔ محبوب۔ مراد محبوب حقیقی۔ ہر ساعت سے مراد ہر لمحہ۔ ہر دم۔ دوصد سے مراد عمدہ و مخصوص نہیں۔ بلکہ کثرت مراد ہے۔ فست۔ خدا کا مالہ ہے۔ قربان۔ نثار۔ ترجمہ۔ وہ پاکیزہ صفات جو عروسان بہار سے ظاہر ہوتی ہیں۔ دراصل اس محبوب حقیقی کے نشان ہیں۔ جس پر ہر دم سینکڑوں جانیں قربان ہیں۔

مطلوب۔ مصنوعات اپنے صنایع کے وجود کا نشان ظاہر کر رہی ہیں۔ صاحب ۵
چمن سبز فلک را چمن آراستہ است زیرا اس رنگ نہاں آئینہ سیمائے بہت

مگر ان نشان کو دیکھنے والوں میں بھی فرق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

آں شو و شاوازِ نشانِ کو و شاہ چوں ندید اور انباشد ایتباہ

لغات۔ ایتباہ۔ متنبہ ہونا۔ ہوش میں آنا۔ متاثر ہونا۔ ترجمہ۔ (ان مصنوعات کو) نشان (صانع پانے) سے وہ (شخص) خوش ہوتا ہے جس نے

(اس) بادشاہ (حقیقی) کا (جو صنایع عالم ہے) مشاہدہ کیا ہو (مگر) جب اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ تو پھر اسکو ان مصنوعات سے (تاثیر نہ ہوگا۔

مطلب۔ بہارِ باغ۔ خندہ گل۔ نالہ لیل۔ آبِ رواں۔ سر و خزاں ایک عارف کی نظر میں بھی ہے اور ایک عامی کی نظر میں بھی۔ مگر عامی ان چیزوں کے صرف رنگ و بو اور طرز و انداز سے محفوظ ہوتا ہے۔ اور عارف ان کی بات میں محبوبِ حقیقی کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس فرقِ مشاہدہ کی وجہ یہ ہے کہ عامی کی نظر صرف مصنوع اور اس کے رنگ و بو تک محدود ہے۔ اور عارف کی نظر مصنوع سے صنایع تک پہنچتی ہے۔ کیونکہ وہ صنایع کا مشاہدہ اس کے مشاہدہ سے محفوظ ہو چکا ہے۔ اور پھر اس سے محفوظ ہونے کا ہر وقت مشتاق رہتا ہے۔ وہ جب مصنوعات کو دیکھتا ہے۔ تو شدتِ شوق اور فرطِ عشق سے جھٹ صنایعِ حقیقی کے جلال و عظمت کا نقشہ اس کی نظر کے سامنے بندھ جاتا ہے۔ اور اس پر ایک حالت طاری ہو جاتی ہے۔ غنی رہے

چشم ہر کس کہ مشاہدہ سرمد عرفان روشن آتش طور زہر سنگ تواند دیدن

عامی نہ اس دولتِ مشاہدہ سے بہرہ مند ہوا ہے۔ اور نہ مصنوعات کے مشاہدہ سے اس پر یہ تاثیر ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ جیسے ایک شخص نے بادشاہ کو تختِ سلطنت پر لیکن دیکھا ہو۔ اور اس کے جاہ و اقتدار اس کے جلال و جبروت۔ اور اس کی جانتانی و جاں بخشی کے کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوں۔ وہ جب اس بادشاہ کا فوٹو دیکھے گا۔ تو معاً اس پر نظر پڑے ہی اس کی ساری آن بان اور حشمت و شوکت کا نقشہ ہو ہوا آنکھوں میں پھر جائے گا۔ اور اس کے احسانات و انعامات کی بار بار تازہ ہو جائے گی۔ جس سے اس پر ایک وحید کی حالت طاری ہو جاتی تو بخلاف اس کے جس شخص نے آج پہلی مرتبہ اس بادشاہ کی تصویر دیکھی ہے۔ اس پر یہ تاثیر نہ ہوگا۔ وہ صرف اس کے تاج کی صناعتی۔ تخت کی طرحداری اور اس کی پوشاک کی رنگینی کو کسی قدر غور اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا۔ اور بس۔

غرض مولانا فرماتے ہیں۔ کہ جس نے چاشنی میل چکھی ہے۔ وہ مصنوعات کے عجائبات سے لطفِ حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو اس دولت سے محروم ہے۔ اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ کہ چیزیں کس پر دال ہیں۔ وہ تو صرف ان کے ظاہر کو دیکھے گا۔

روحِ آنکس کو ہنگامِ الست ویدرپ خوش و شاد بخوش مست
ترجمہ (مصنوعات کو دیکھ کر صنایع کے خیال سے) اس شخص کی روح (خوش ہوگی) جس نے الست (برکھم یعنی بومِ مشتاق) کے وقت۔ اپنے پروردگار کا دیدار کیا تھا۔ اور وہ (اسکے دیدار سے) مست و بخود ہو گئی تھی۔
نوٹ۔ آٹکے اس کی چند مثالیں دیتے ہیں۔ ایک مثال یہ ہے:-

اوشناسد بوی مے کہ مے بخورد چوں نخورد او مے چہ داند بوی کرد
ترجمہ۔ شراب کی بوتلوں کو وہ شخص پہچان سکتا ہے جس نے شراب پی ہو۔ جب شراب نہ پی ہو تو وہ کیا جانے سو گھٹا (اور یہ تمیز کرنا کہ شراب ہے یا سرکہ)

مطلب - جس شخص نے حق تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کیا ہوگا - وہی نشانوں کو پہچان سکتا ہے - اور جس کو دولت مشاہدہ کبھی بھی حاصل نہیں ہوئی - وہ کیا جائے کہ کس کی نشانی ہے - کیا قیل ہے - اگر شود بینش و چندان بے بصیرت را چہ فیض میکشد احوال و میل سرہ چشم خویش را آگے دوسری مثال بیان فرماتے ہیں :-

زانکہ حکمت ہونا قضا ہے ؛ محمود لال شہنشاہ است

لغات - نادر - اونٹنی - ضاٹہ - گم شدہ - دائہ - دلالت کرنے والا - صنائع - ضاٹہ و دائہ تجنیس ہے - ترجمہ - کیونکہ حکمت (مومن کے لئے) گم شدہ اونٹنی کی مانند ہے - وہ (اقلم ولایت کے) بادشاہوں کو دلالوں کی طرح راہ (مقصود) دکھاتی ہے -

مطلب - اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے - یونزدہوی اور ابن ماجہ میں مروی ہے - اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةٌ لِّلْحَكِيمِ فَتَبْتَ وَحِدَهَا فَمَوْأَحَتْهَا اَلْكَلْبُ الْعَلَمُ (دانی کی بات دانا آدمی کی گم شدہ چیز ہے - پس اُسے وہ جہاں پائے - وہ اس کا زیادہ حقدار ہے - (مشکوٰۃ) مطلب اس حدیث کا یہ ہے - کہ دانا آدمی کسی غیر دانا سے کوئی حکمت کی بات سُن لے - تو وہ اس پر عمل کرنے کا زیادہ حقدار ہے - شعر کا مطلب یہ کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مشاہدہ نصیب کیا ہے - اور یوم میثاق میں اس کو حکمت عطا فرمائی ہے - جو جو عنصری میں اس سے گم ہو گئی ہو پس یہ حکمت اس کا گم شدہ نادر تھا - جواب اس کو مل گیا ہے - اور یہ حکمت اولیاء کو جو تحت طریقت و سلوک کے تاجدار ہیں - اسرار الہی کی طرف رہنمائی کرتی ہے (حجر العلوم) جس طرح مومن کے سامنے جب کوئی کلمہ حق کہا جاتا ہے - تو اس کا قلب فوراً اس کو قبول کر لیتا ہے - اور ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ یہ پہلے سے بھی دل ہی میں تھا - لیکن ذہول تھا - ورنہ اگر پہلے سے دل میں نہ ہوتا - تو پھر اس کی تصدیق کرنا اور اس کو تسلیم کر لینا کیونکر ممکن ہوتا - اس طرح آیات حق کو دیکھ کر ذات حق پر جو دلالت ہوتی ہے - تو اس کی ویرہی ہے - کہ پہلے سے اس کی یاد دل میں ہوتی ہے - مگر اس سے ذہول ہونے کی وجہ سے التفات نہیں رہتی - اور جب کوئی نشانی سامنے آ جاتی ہے - تو فوراً اس ذات کی طرف توجہ ہو جاتی ہے - اور معلوم ہو جاتا ہے - کہ وہی ہے - جس کا دیدار یوم الملت میں کیا تھا - اور یہ بات ہر مسلمان کو محال ہے - پھر ذہول کی کمی بیشی کے مطابق تنبیہ کے مراتب میں بھی فرق ہے - جس کو کم ذہول ہوتا ہے - وہ صرف مشاہدہ آیات سے متنبہ ہو جاتا ہے - اور جس کو ذہول زیادہ ہوتا ہے - اُس کو مشاہدہ کے علاوہ تقریر و بیان کے ساتھ زبانی انتباہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے (کلید شہوی) -

آگے ایک اور مثال پیش فرماتے ہیں - جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مثلاً تمہاری ایک آرزو ہو - خواب میں کوئی یہ بشارت دے - کہ کل تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی - جس کی ایک علامت یہ ہے کہ ایک سوار آئے گا - اور تم سے ملاتی ہوگا - دوسرے یہ کہ تم خواب کی کیفیت کسی سے بیان نہ کر سکو گے - بیان کرنا چاہو - تو زبان بند ہو جائے گی - یہ علامتیں نمودار ہوئیں - تو سمجھنا کہ ضروری تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی - اب صبح کو جو وہ شخص اٹھتا ہے - تو فی الواقع سوار اس سے ملاتی ہوتا ہے - جس کو دیکھتے ہی وہ شخص اپنی مراد برآنے کے یقین میں خوشی سے چھوڑا نہیں سماتا - اور خوشی سے لپچنے لگتا ہے - دوسرے اشخاص جن کو اس شخص کے خواب کی کیفیت

معلوم نہیں۔ وہ حیران ہوتے ہیں۔ کہ معمولی سوار کو دیکھ کر اس کی یہ حالت کیوں ہو گئی۔ آگے ہر شعر سے اس مطلب کو مطابق کرتے چلیے۔ مولانا بجز العلوم فرماتے ہیں۔ کہ یہ مثال اس شخص کی ہے۔ جس نے روزانہ صبح میں رب العزت کا مشاہدہ کیا۔ اس کی علامات و نشانات کو سمجھا۔ پھر وجود عنصری کے بعد جو اس کا طالب ہوا۔ اور کائنات و رزق کی۔ تو اس کو پاتے ہی اس میں محو ہو گیا۔

تو بہینی خواب یک خوش تھا کو دہر و وعدہ و نشانی مر ترا

ترجمہ۔ (اور مثلاً) تم خواب کے اندر ایک مبارک صورت (آدمی) کو دیکھو۔ جو تم کو (آرزو پوری ہونے کا) وعدہ اور (اس کی) نشانی (کاپتہ) دے (اس طرح کہ :-)

کہ مراد تو شود و اینک نشان کہ پیش آید ترا فردا فلاں

ترجمہ۔ کہ تیری مراد حاصل ہوگی۔ یہ لو اس کی نشانی کہ کل تمہارے پاس فلاں آئیگا

یک نشانے آنکہ او باشد سوار یک نشانے کہ ترا گیرد کنار

ترجمہ۔ ایک نشانی یہ کہ وہ سوار ہوگا۔ ایک نشانی یہ کہ وہ تم سے بغلیہ ہوگا۔

یک نشانے کہ بچند و پیش تو یک نشان کہ دست بند پیش تو

ترجمہ۔ ایک نشانی یہ کہ تمہارے سامنے ہنسے گا۔ ایک نشانی یہ کہ وہ تمہارے سامنے ہاتھ جوڑے گا۔

یک نشانی نہ آنکہ این خواب نہ ہوں چوں شود فردا نکونی پیش کس

ترجمہ۔ ایک نشانی یہ کہ جب صبح ہوگی (اور اس تم اس خواب کو (بیان کرنے کی) خواہش سے (بیان کرنے لگو۔ تو کسی سے بیان نہ کر سکو گے۔

زاں نشان با والد یحییٰ گفت کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت

لغات۔ والد یحییٰ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد یعنی حضرت زکریا علیہ السلام۔ گفت۔ پہلے مصرعہ میں فعل ماضی دوسرے میں حال مصدر۔

ترجمہ۔ اس قسم کی نشانی (حق تعالیٰ نے) حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد (یعنی حضرت زکریا علیہ السلام) کو ارشاد فرمائی تھی کہ تم تین روز تک بالکل بات نہ کر سکو گے۔

مطلب۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ یہ اس کی طرف تلمیح ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے درگاہ حق میں دعا کی کہ الہی میں بڑھا ضعیف ہو گیا۔ مجھے اپنی دفات کے بعد خوف ہے کہ میرے ہم قوم دین میں کچھ خرابی نہ ڈال دیں۔ مجھ کو ایک جانشین عطا فرما۔ جناب باری سے ارشاد ہوا۔

لَا تُكُونُوا آيَةً لِّبَشَرٍ لَّكُم بِعِلْمِنَا اسْمُهُ يَحْيَى لَمَّ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔ یعنی اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اور اس سے پہلے ہم نے اس نام کو کوئی آدمی پیدا نہیں کیا۔ حضرت زکریاؑ نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میری بی بی تو بچھ ہے۔ اور میں بے حد ضعیف ہوں۔ ارشاد ہوا۔ یہ بات ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار مجھے میرے بیٹا ہونے کی کوئی نشانی بتا دے۔ تو ارشاد ہوا۔ اَلَيْسَ اَلَا نَكَلِمَةَ النَّاسِ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۔ یعنی تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم برابر تین دن رات تک لوگوں سے بات نہ کرو گے (سورہ مریم ع ۱۷) یہ حالت حصول مراد کی نشانی اس لئے قرار پائی۔ کہ اس سے یہ یقین ہوتا ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ایک جلتی ہوئی قوت کو بند کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایک بند قوت کو چلا سکتا ہے۔ یعنی وہ قبض سے بسط کر سکتا ہے۔ بس طرح اس نے بسط سے قبض کیا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح خواب میں تم کو حصول مراد کی ایک نشانی عدم حکم بتائی جائے۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی تو لہذا زندگی یہ علامت بتائی گئی تھی۔ کہ تم اشارات سے بات چیت کر سکو گے زبان سے گفتگو نہ ہو سکے گی۔

تاسع شب خاموش کن ایں نیکو بد ایں نشان باشد کہ یحییٰ آیت

ترجمہ تین دن رات تک تم کو اپنی بھلی بری باتوں سے خاموش رہنا ہوگا۔ یہ اس بات کی نشانی ہوگی۔ کہ یحییٰ تمہارے ہاں (کنتم عدم سے عالم وجود میں آئیں گے۔

دم مزن سر روز اندر گفتگو کہ سکوت است آیت منصور تو

ترجمہ تین دن تک بات چیت کے لئے دم نہ مارنا۔ کیونکہ خاموشی (اپنی مراد پر) تمہارے فحشیا (ہونے) کی نشانی ہے۔

نوٹ۔ یہ منہا حضرت زکریا کے قصے کا خلاصہ ذکر کیا تھا۔ اب پھر اصل قصے کی طرف عود ہے۔

ہیں میا و ایں نشان از تو گفت ایں سخن را دار اندر دل نہفت

ترجمہ۔ خبردار اس نشانی کو تم ہرگز (دائرہ) بیان میں نہ لانا (بلکہ) اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھنا۔

ایں نشانہا گویدت ہجوں شکر ایں چہ باشد صد نشانہا دگر

ترجمہ (غرض وہ) یہ نشانیاں شکر کی مانند (شیریں لہجے میں) تم سے بیان کرے (اور) یہ کیا بلکہ سو نشانیاں (اور) بتائے۔ (اور پھر کہے)

ایں نشان آں بوکاں مک و جا کہ ہے جوئی بیابی از الہ

ترجمہ - یہ اس بات کی نشانی ہے کہ جو ملک وجاہ تم چاہو خدا سے پاؤ گے۔

آنکھ میگری بشبہاے دراز و آنکھ میسوزی سحر کہ در نیاز

ترجمہ - (تم) وہ (مراد پاؤ گے) کہ (جس کے لئے) تم لمبی (لمبی) راتوں میں روتے رہے اور وہ (مراد) کہ (جس کے لئے) صبح کے وقت دلسوزی سے دعا کرتے رہے ہو۔

آنکھ بے آں روز تو تار یک شد ہچودو کے گردن تار یک شد

لغات - دُک - نکلا - لاغری کے لئے تشبیہ دیتے ہیں

کیے را حکایت کنند از ملوک کہ بہار ہے رشتہ کر دوش چودوک

ترجمہ - وہ (مراد) جس کے بغیر تمہارا دن اندھیر ہو گیا۔ (اور) تمہاری گردن (شدت غم سے) شکلے کی طرح پتلی ہو گئی۔

و آنکھ دادی آنچہ داری در زکات چوں زکات پاک باران بر چہا

ترجمہ - وہ مراد کہ (جس کے حصول کے لئے) تم نے (اپنا سب اندوختہ) جو تم رکھتے ہو بطور خیرات دے ڈالا۔ جیسے بارش کی پاک (وصاف پانی کی) خیرات اطراف (زمین) میں (برستی ہے)

الخلاف - دوسرا مصرعہ بعض نسخوں میں یوں درج ہے "چوں زکات پاک باران بر خہات" اس تقدیر پر خہات داری کا مفعول یہ ہے۔ اور اس کا مفعول مقدر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے کہ پہلے نسخے میں کرنا پڑا۔ البتہ اجزائے جملہ کا بعد و تفرق محل مطلب ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا۔

وہ مراد کہ (جس کے حصول کے لئے) تم نے اپنا (تمام) سامان و اسباب جو تم رکھتے ہو۔ پاک باران کی طرح بطور خیرات دے ڈالا۔

خہتا دادی و خواب رنگ رو سرفدے کردی گشتی ہچو خود

ترجمہ (جس کے لئے) تم نے اپنا سامان و اسباب دے ڈالا اور نیند (قربان کردی) اور چہرہ کا رنگ (کھولیا) تم نے سرفدا کر دیا۔ اور تم (گھل گھل کر) بال کی طرح (دبے پتلے) ہو گئے۔

چند در آتش نشستی ہچو عود چندیش تبغ رفتی ہچو خود

ترجمہ - بارہا تم آتش (رفت میں یوں) جلتے رہے جس طرح عود (جلتا ہے) بارہا تم (تیر) تلوار کے آگے (یوں) سینہ سپر ہوتے جس طرح عود (تلوار کی شرب کو سہست ہے)

زیرِ حُسنِ بجا پر کیا صد ہزار خوں عشاق ہر ت ناپید و شما

ترجمہ۔ ایسی ایسی لاکھوں بے بسی کی حالتیں سہنا عاشقوں کی عادت میں داخل ہے۔ جو شامیں نہیں آسکتیں۔ (تم بھی سب کو برداشت کر چکے ہو)۔

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا آنکہ بودی آرزویش سالہا

ترجمہ۔ جب تم نے خواب میں (اس آرزو کے پورا ہونے کے حالات دیکھے جس کی آرزو میں) تم برسوں رہے ہو۔

چونکہ شب آں غابِ ندیدی روز شد از امید آں دلت پیروز شد

ترجمہ (اور) جب تم نے رات کو وہ خواب دیکھا۔ (اور) دن چڑھا۔ تو اس (آرزو کے پورا ہونے) کی امید سے تمہارا دل بھر پور ہو گیا۔

چشم گرداں کردہ بر چہ راست کاں نشان آں علامتہا کجاست

ترجمہ۔ تم دائیں بائیں نظر پھراتے ہو۔ کہ وہ نشانی اور علامتیں (جو خواب میں بتائی گئی تھیں) کہاں ہیں۔

بر مثالِ برگِ لرزی کہ واسے گر و در روز و نشاں ناپید بجا

ترجمہ۔ (اور) تم اس خوف سے درخت کے پتے کی طرح لرزتے ہو۔ کہ بے! اگر دن گزر گیا۔ اور وہ نشانی نمودار نہ ہوئی (تو پھر ٹہری حسرت کی بات ہے)

میدوی در کوئے بازار و سرا چوں کسے کو کم کند گو سالہ را

ترجمہ۔ تم دگلی (کو) چے اور بازار میں اور گھر گھر (اس طرح) دوڑے پھرتے ہو۔ جیسے وہ شخص جس کا پچھرا کم ہو (اور اسے تلاش کرتا پھرتا ہے)

خواجہ خیریت ہاں وادِ حقیقت گم شدہ اینجا کہ داری ہر کمیت؟

لیغات۔ وادِ حقیقت۔ لیسنٹ۔ وہ تمہارا رشتہ میں کیا ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ خیریت یہاں ہو کر پوچھیں اسیاں خیر تو ہے۔ یہ بھاگ دوڑ کیوں کر رہے ہو۔ تمہارا یہاں کون گم ہو گیا۔ وہ رشتے میں تمہارا کون ہوتا ہے۔

گو سیش خیریت یکایں خیرین کس نشاید کہ بداند غیر من

ترجمہ - تم (جواب میں) اس سے کہو (ہاں ہاں) خیر ہے۔ لیکن یہ میری خیر میرے سوا اور کوئی شخص نہیں جان سکتا۔

گر گویم یک نشا نم فوت شد چوں نشا شد فوت وقت موت شد

ترجمہ - اگر میں (بیان خواب کرنے کے لئے) یہ مان لوں (کہ چلو) ایک نشانی (عدم بیان خواب کی) فوت ہو گئی (تو ہو جانے دو تو یہ گوارا نہیں۔ کیونکہ جب ایک نشانی (بھی) فوت ہو گئی۔ تو (عدم حصول مراد سے) موت کا وقت آ گیا۔

ہنگری دروئے ہر مردے سوار گویت منکر مراد یوانہ وار

ترجمہ - تم ہر مرد و سوار کے منہ کو تکتے لگتے ہو۔ تو وہ تم سے کہتا ہے (بھائی) مجھے دیوانوں کی طرح (لگاتار) مت تکو۔

گویش من صاحبے گم کردہ ام روجبت وجوے او اور وہ ام

ترجمہ - تم اس سے کہتے ہو کہ جناب! میرا ایک دوست گم ہو گیا۔ میں اس کو تلاش کر رہا ہوں۔

دولت پایندہ باداے سوار! رحم کن بر عاشقان محذور دا

ترجمہ - اے سوار! ہمارا اقبال قائم رہے۔ ہم (عاشق لوگ) بخود ہی کی حالت میں اکثر غلطی کرتے رہتے ہیں، عاشق لوگوں پر رحم کرو (آپ کو ٹھنکی لگا کر دیکھنے کی جو خطا ہو گئی معاف فرماؤ اور) محذور سمجھو۔

چوں طلب کردی بجد آید نظر جد خطا کند چہیں آمد خبر

ترجمہ - جب تم مقصود کو کوشش کے ساتھ طلب کرو۔ تو وہ نظر آ ہی جاتا ہے (اسی لئے) آشوش را بگان نہیں جاتی۔ ایسا ہی حدیث میں آیا ہے۔

مر طلب - یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ مَنْ طَلَبَ شَيْئًا وَجَدَ وَجَدَ - یعنی جو کسی چیز کو طلب کرتا ہے۔ اور کوشش کرتا ہے۔ وہ اسے پالیتا ہے۔ کلید شتوی میں لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث صحاح میں تو نظر سے گزری نہیں۔ لیکن ہے کوئی حدیث ہو۔ مگر مضنون صحیح ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص طلب کرتا ہے۔ اور اسی میں لگا رہے۔ تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔

ناگہاں آمد سوار سے نیک بخت پس گرفت اندر رت سبخت

ترجمہ - اچانک ایک نیک بخت سوار آ گیا۔ پھر اس نے تم کو بغل میں لیا (اور گرم جوشی سے)

سخت (بھیجا)

توشہ بیہوش افتادی بطاق بیخبریت اینت سالوس و نفاق

لغات - طاق - محراب - محراب دار و دروازہ - سالوس - مکر - نفاق - دل میں کچھ ہونا اور ظاہر کچھ کرنا - بناوٹ ظاہری -

ترجمہ - تم (اس کی تاثیر جذب سے) بیہوش ہو گئے - اور دروازے ہی کے اندر (جہاں اس سوار نے معافہ کیا تھا) گر پڑے - تو (جو شخص اس باطنی کیفیت سے) بے خبر ہے وہ (دیکھنے) عجیب (مکر اور بناوٹ) ہے - کہ ایک سوار سے گلے ملتے ہی بیہوش ہو گئے (ہو)۔

اوجہ مے بلیند ورواں شعوریت اوندانداں نشان وصل کہیت

ترجمہ - مگر وہ بے خبر کیا جانے کہ اس (بیہوش ہونے والے) میں کسنی چیز کا شور (برپا ہو رہا) ہے وہ نہیں سمجھتا کہ وہ (سوار) کس کے وصل کی نشانی ہے -

مطلب - جو شخص معاملات باطن سے بے خبر ہے - وہ تو واقعہ کا صرف ظاہری پہلو دیکھتا ہے - اس نے اس کو تعجب آتا ہے - کہ ایک سوار سے معافہ کرتے ہی دھڑام سے گر پڑا چھٹے دارو؟ اسے کیا معلوم کہ بیہوش ہونے والے کے دل میں کس بلا کا جوش پیدا ہوا ہے - اور کس عالی پایہ مراد کے حصول کے یقین نے اس پر شادی مرگ کی کیفیت طاری کی ہے - کما تیل ۵

لطف نے تجھ سے کیا کہیں زاہد ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

ایں نشان دُحق اوباشد کہ دید آں دگر را کے نشان آید پید

ترجمہ - یہ نشانی تو اسی شخص کے حق میں (اثر انداز ہو سکتی) ہے جس نے پہلے اس مطلوب کو (دیکھا ہے) جس کی یہ نشانی ہے (اس دوسرے شخص پر) جس نے اس کا کبھی بھی مشاہدہ نہیں کیا - اسکا (نشان) (ہونا) کب ظاہر ہو سکتا ہے -

ہرزماں کر دے نشانے میر سید شخص اُجانبے بجانبے میر سید

ترجمہ (ادھر اس بیہوش ہونے والے کی حالت یہ ہے کہ) جوں جوں اس (سوار) سے اس کو (خواب کی بشارت کے مطابق) نشان ملتے جاتے ہیں - اس شخص کی جان میں جان آتی جاتی ہے -

ماہی بچارہ را پیش آمد آب ایں نشانہا تِلْكَ الْآيَاتُ الْكَلِمَاتُ

صناع - دوسرے مصرعہ میں قرآن مجید کی اس آیت سے اقتباس ہے - الْمَوْءِدَةُ تِلْكَ الْآيَاتُ الْكَلِمَاتُ الْمُبِينَاتُ یہ چند آیات کتاب واضح کی ہیں (یوسف ع)

ترجمہ - بیجاری ٹھیلی (جو پانی کے بغیر تڑپ رہی تھی - اس کے سامنے پانی آگیا - یہ نشانیاں آیات قرآنہ کی طرح بے شک و شبہ ہیں -

مطلب جس طرح ہی بے آب کو پانی مل جائے - تو اس کی جان میں جان آجاتی ہے - اسی طرح یہ طالب مراد جب حصول مراد کی نشانیاں دیکھ لیتا ہے - جو آیات قرآن کی طرح قطعی و یقینی ہیں - تو اس کی خوشی کا کیا ٹھکانا - کہ ان سے بعزم و نوازی ہمارے آید کہ درگوشم صدائے آمد آمد سے بردار دل پسینہ

پس نشانیاں کہ اندر نبیاست خاص آن طالب را بود کو آشناست

ترجمہ - پس (اس تقریر سے ظاہر ہے کہ) جو نشانیاں انبیاء کے اندر ہیں وہ خاص اسی روح کو محسوس ہوتی ہیں - جو پہلے سے (حق تعالیٰ سے) آشنا ہے -

مطلب - اب پھر ذرا خواب اور اس کی تعبیر یا مثال اور مثل میں تطبیق کر کے دیکھ لیجئے - مطلوب حقیقی سے مراد خاص ذات حق ہے جس کی طلب میں وہ شخص برسوں آہ و زاری - گریہ و شکباری کرتا رہا - اسوار جو نظر آیا - اس سے مراد نبی وقت ہے - معاف سے مراد نبی کی تعلیمات ہیں - بیہوش ہونا جانے سے مقصود و اجل بختی ہونے کا شدید اشتیاق ہے - چونکہ یوم الست میں ہر شخص نے باری تعالیٰ کا دیدار اور اس کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے - اس لئے کم و بیش ہر شخص کے دل میں اس عنصری زندگی میں بھی کچھ نہ کچھ ایک برتر ہستی کے وجود کا تخیل موجود ہے - پھر بعض صحیح طور پر اور بعض غلط طریق پر اس کی پرستش کی کوشش بھی کرتے ہیں - لیکن جب نبی برحق باری تعالیٰ کی طرف سے پیغام لے کر آتا ہے - اور لوگوں کو اس کی درگاہ کی طرف صحیح طریق سے رجوع کرنے کی دعوت دیتا ہے - تو جن لوگوں کے دل میں پہلے سے پروردگار برحق کی طلب و فراز یادہ موجود ہوتی ہے - وہ تہی کی زبان مبارک سے اس کی صحیح نشانیاں سن کر جوش و خروش سے از خود رفته ہو جاتے ہیں - لیکن یہ حالت انہی لوگوں کی ہوتی ہے - جن پر "کو آشناست" کا قول صادق آتا ہے - یعنی ان کو حق تعالیٰ کے نام کے ساتھ خاص اُسن ہوتا ہے - اور وہ پہلے سے اس کی درگاہ تک بار یاب ہونے کے ذریعہ کے متلاشی ہوتے ہیں - عزتی رہے

ہے گردم بگرد ہر سرائے نے یا ہم نشان دوست جا

جب ان کو نبی برحق کی بدولت اس کی درگاہ میں بار یاب ہونے کا صحیح راستہ مل جاتا ہے - تو وہ باقی تمام طرفوں سے مستغنی ہو جاتے ہیں - حافظ رہے

از ان زمان کہ بریں آستان ہندام روے فراز سید خورشید مکیہ کا وہن سست

ایں سخن ناقص بہ اندوہ قرار دل ندرم بیدلم معذور دار

ترجمہ - یہ بات (یعنی انبیاء علیہم السلام کے نشانوں کی تفصیل) ادھوری رہ گئی - اور (جو کچھ بیان ہوئی تو) اکٹھڑی اکٹھڑی (ہوئی - مگر کیا کیجئے) میرا دل ہی قائم نہیں - میں بیدل ہوں مجھے معذور سمجھئے -

مطلب - انبیاء علیہم السلام کی نشانوں کا ذکر تو کر دیا - مگر افسوس ان کی کچھ تفصیل نہ ہو سکی - جس کی دو وجہ ہیں - ایک تو یہ کہ اس وقت اپنے آپ میں نہیں ہوں - اور پیغمبروں کی صفات بیان کرنے کے لئے بقول

شیخ باعزاد پوانہ باش، و باجمہ ہوسشیار، میزان ادب کو مستقیم رکھنے کے لئے ہوش و حواس بجا ہونے ضروری ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ ان کی صفات لا تعد ولا تحصى ہیں۔ ان کو تقریر و بیان سے حصر میں لانا مشکل ہے۔ اور یہی دونوں عذر ہیں۔ اس لئے یہ بیان ادھورارہا۔ پہلا عذر اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں مذکور ہے۔ دوسرا عذر آگے فرماتے ہیں:-

دُورِ ارا کے تواند کس شہرہ خاصہ آل کو عشق از عقل بُرد

ترجمہ (ہمنہوں کی صفات و کمالات تو مٹی کے) ذروں کی طرح ان گنت ہیں۔ پس ان کو کون شمار کر سکتا ہے۔ خاص کر وہ شخص جس کی عقل کو عشق نے زائل کر دیا ہو۔

مے شمارم ہر گہاے باغ را؛ مے شمارم ہانگ کبک وزاغ را؛

ترجمہ (اتنا تو سوچو کہ اگر) میں باغ کے پتوں کو گنے لگوں (اور) چکورا ور کوئے (وغیرہ پرندوں) کی آوازوں کو شمار کرنے بیٹھوں (تو کیا شمار کر سکتا ہوں؟ ہرگز نہیں)

در شمار اندر نیاید یک من مے شمارم ہر شدائے مُتَحَن

ترجمہ (درحقیقت وہ کمالات پوری طرح) شمار میں آہی نہیں سکتے۔ تاہم اے آزمائے والے! میں (ان میں سے) کچھ کچھ اوصاف سامعین کی (بصیرت (افزائی) کے لئے شمار کرتا ہوں۔ (جس کی مثال یہ ہے کہ:-)

نخس کیواں یا یکہ سعدِ مشتری ناید اندر حضر اگر چہ شہری

ترجمہ (دیکھو) زحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت (کی تاثیرات) کو اگرچہ تم شمار (کرنے کی کوشش) کرو (مگر) وہ گنتی میں نہیں آ سکتی۔

لیک ہم بعضے ازیں ہر دواثر شرح باید کرد بہر نفع و ضرر

ترجمہ۔ لیکن (لوگوں کے) نفع و نقصان کے خیال سے ان دونوں کے اثروں سے کچھ نہ کچھ بیان کرنے ہی چاہئیں۔

تا شود معلوم آثارِ قضا شتمہ مرا ہل سعد و نخس را

ترجمہ۔ تاکہ سعد و نخس (کی تاثیرات میں مبتلا ہونے) والوں کو قضاے الہی کے آثار معلوم ہو جائیں۔

مسطار پ۔ مفتاح العلوم کے پہلے حصے میں کسی جگہ تاثیر کو اک کے متعلق عقیدہ اسلام کی بحث گزر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تاثیر کو اک بلا استقلال کا عقیدہ کفر ہے۔ اگر کوئی ان کی تاثیر بقضا و قدرہ ماننا ہو۔

تو اس میں مضامین نہیں۔ اس شعر میں اس کی اسی جائز صورت کا اشارہ ہے۔ مگر یہاں حقیقتہً کو اک کی تاثیر سعد و محسن مرد نہیں۔ بلکہ لوگوں کی اپنی سعادت و شقاوت مراد ہے۔ یعنی لوگوں کی سعادت و شقاوت کے اسباب شمار نہیں ہو سکتے۔ مگر چونکہ لوگوں کی ہدایت کے لئے ان کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

طالع انگس کہ باشد مشتری شاد گزرد از نشاط و سروری

ترجمہ۔ تاکہ جس شخص کا طالع مشتری ہو۔ وہ فارغ البالی اور عزت سے خوش ہو۔

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور احتیاطش لازم آمد در امور

ترجمہ۔ اور جس شخص کا طالع زحل (ہو) اس کو (تمام) امور میں جملہ خرابیوں سے (بچنے کیلئے) احتیاط لازم ہے۔

گر نگویم آں زحل ستارہ را زارش سوز و مرآں بیچارہ را

ترجمہ۔ اگر میں اس کو یہ ستارہ زحل (کی تاثیرات) نہ بتا دوں تو وہ اس غریب کو (اپنی سختی کی) آگ سے پھونک ڈالے۔

مطلب۔ اہل سعادت وہ ہیں جن کا طالع سعید ہے۔ اور سعادت سے مراد بینائی دل کا طالع ہے۔ جن سے وہ حقائق کو ان کی اصلی کیفیت میں دیکھ سکے۔ اور یہ وہ فوز و فلاح کا درجہ ہے کہ جس قدر بھی اس پر خوشی ہو کم ہے۔ اور اہل شقاوت وہ ہیں جن کا طالع محسن ہے۔ اور وہ دل کی کوری ہے۔ پس کو۔ دل کو چاہئے کہ خطوط نفسانیہ سے احتیاط کرے۔ تاکہ ہلاکی میں نہ پڑے۔ (بحر العلوم)

بس کن اے بیہودہ تازاں آفتاب آتشے ناید بیکبارہ بتاب

ترجمہ۔ اے بیہودہ (گو) بس کر (آیات حق کے بیان کرنے میں زیادہ زبان نہ کھول) تاکہ ایسا نہ ہو کہ آں آفتاب (حق کی کوئی تجلی چمک اُٹھے) (اور تجھ کو فنا کر دے)

از کو اک در سپہر بیکراں در دے نے نور ماند نے نشاں

ترجمہ (اس تجلی کے غلبہ سے) ایک لمحہ میں آسمان (کی) بے پایاں (فضا) کے اندر ستاروں میں نہ نور رہے۔ نہ ان کا نشان (باقی) رہے۔

آںچہ برادر و دباں مشغول شو وز دیگر گفتار با معزول شو

لغات۔ برادر کے دو معنی تھیں (۱) پھل رکھتا ہے (۲) اٹھاتا ہے۔ معزول۔ کنارہ کش۔
ترجمہ ۱۔ (پس) جس بات کا کوئی (منفید) نتیجہ ہو۔ اسی (کے بیان کرنے) میں مشغول ہو۔ اور دوسری (بے نتیجہ) باتوں (کے ذکر) سے کنارہ کش رہو (کلید)

۲۔ پس جس بات کو سن کر ہر شخص پر برداشت کر سکے۔ اسی کے بیان کرنے میں مشغول ہو۔ اور دوسری ناقابل برداشت باتوں (کے ذکر) سے کنارہ کش رہو (بجراہِ علوم)

جنبش اختر نیاید چو چرخیم بر نیاید چرخ که ال لطیف رحیم

لغات۔ جنبش۔ حرکت۔ بیان۔ سیر و اسیر۔ اختر۔ ستارہ۔ حقیقہ۔ بالکل۔ بے نتیجہ۔ ترجمہ۔ سیر کو اکب بے نتیجہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس (خداوند) رحیم کی مہربانی کے سوا کسی چیز نے پھل نہیں ملتا۔

چلو پڑو اسے کو اکب نہ ہو چاہیہ فلک ہاتھ اٹھا ہر عابض خداوند فلک

نوٹ۔ آگے حق تعالیٰ کے رحم و کرم سے مستفید ہونے کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَذْكُرُوا اللَّهَ شَاهِدًا مَدُتُورًا وَاذْكُرُوا اللَّهَ شَاهِدًا مَدُتُورًا

ترجمہ۔ ہمارے بادشاہ (حقیقی) نے اجازت دے دی ہے کہ اللہ کو یاد کیا کرو (ہمارے جو افعال جنم کی آگ میں لے جانے والے ہیں اس نے ان میں بھی (ہماری) آنکھوں کو (بصیرت ایما کی) نور بخشا ہے۔

مطلب۔ باوجودیکہ ہم براہِ علی کی ایسی ناپاکیوں سے لوث تھے۔ جو جنم میں لے جانے والی ہیں۔ تاہم نے اپنے کم سے کم کو یہ نور ایما فی نصیب فرمایا۔ جس سے سعادت و ابرار میں ہو سکتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ ذکر حق سے خود ہمارا فائدہ ہے۔ خدا کی خدائی میں اس سے کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

گفت اگرچہ پاکم از ذکر شما نیست لائق مژمر تصویر ما

ترجمہ (حق تعالیٰ نے) فرمایا (ہے) اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں (اور یہ) تمثیلات (جو تم بیان کر رہے ہو) میرے لائق نہیں ہیں۔

لیک ہرگز مست تصویر خیال دنیا بد ذات مارا بیشال

ترجمہ۔ لیکن (جو شخص) تمثیل و تخیل کے ساتھ مطالب کو سمجھنے کا خوگر (ہے وہ) مثال کے بغیر ہماری ذات کو سمجھ نہیں سکتا۔

مطلب۔ حق تعالیٰ کی ذات پاک تشبیہات سے تو بالکل منزہ ہے۔ مگر چونکہ عقل انسانی ناقص ہے۔ اسکو تمثیل کے بغیر سمجھ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اجازت دیدی گئی۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ بلا تشبیہ تمثیلات لطیفہ سے ذات و صفات کا مفہوم سمجھا دیا جائے۔ اور نہ کیس کی تشبیہ شیخی۔ امیر خسرو ؎

لواہج مفتش بہت چہم پوش عقول چو آفتاب کہ نورش حجاب البصارت

ذکر چہمانہ خیال ناقص است وصف شامانہ از انہا خاص است

ترجمہ۔ جسمانی چیزوں کی طرح (تمثیلات کے ساتھ) ذکر کرنا ایک خیال ناقص ہے۔ خداوندی صفت ان (تمثیلات) سے منزہ ہے۔ (مثلاً:-)

شاہ رگوید کے جولاہ نیست ایں چند ست اوگر آگاہ نیست

ترجمہ۔ اگر کوئی شخص بادشاہ کے حق میں (بطور مدح) کہے کہ وہ جولاہ نہیں ہے۔ تو یہ کہاں کی بات ہے۔ وہ شاید (اس سے) آگاہ نہیں کہ مدح کیسی ہونی چاہئے۔

مطلب۔ اگر کوئی مدح بادشاہ کی یوں تعریف کرے۔ کہ حضور جولاہ ہے نہیں۔ سوچی نہیں ہیں۔ دھنسنے نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ باتیں صحیح ہیں۔ مگر مدح کے مقام پر موزوں بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ایک لحاظ سے جو بیجا ہے۔ کیونکہ بادشاہ میں جولاہہ۔ سوچی اور دھنسنے پونے کا تو شان و گمان بھی نہیں تھا۔ تو پھر ان باتوں کی نفی کے کیا معنی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدح کو بادشاہ کی ذات میں ان باتوں کی موجودگی کا شبہ تھا۔ جس کو وہ اب دفع کر رہا ہے۔ لیکن اگر بادشاہ اس تعریف کو سن کر خوش ہو۔ اور اس کو دوسرے مدحین کی طرح انعام و اکرام کے مستحق سرفراز کرے۔ تو یہ اس کی غایت رحمت پر وال ہے۔ پس ہماری تقدیس و تتریبہ بالکل ایسی ہے۔ جیسے حق تعالیٰ کی تعریف میں کہا کرتے ہیں۔ کہ اس کے ہاتھ پاؤں نہیں۔ منہ نہیں۔ کان نہیں۔ وہ سوتا اور گھٹا نہیں۔ بیٹھا اور اٹھتا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ان باتوں کے وجود کا وہاں شبہ ہی نہیں۔ پھر ان کی نفی کے کیا معنی۔ یہ صریح گستاخی و بے ادبی ہے۔ مگر حق تعالیٰ کی کمال رحمت ہے۔ کہ وہ اس کو مثل مدح قراوے کہ اس پر اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور ہم کو ہمارے قصور عقل و نقص ادراک کے باعث معذور رکھتا ہے۔ ورنہ اگر اس ناقص عقل ادراک کے ساتھ ہر شخص معرفت نام پر مکلف ہوتا۔ تو کوئی بھی درجہ ایمان پر فائز نظر نہ آتا۔ اس لئے ہر شخص کو علی قدر استعداد مناسب تکلیف دی گئی ہے۔ اور مومن ہونے کے لئے ایمان محل کافی سمجھا گیا ہے۔ نظامی مدح

چو دانسی کہ معبودے تراہست بدار از چند و چون جب خود ست

آگے مولانا اس مضمون کی تائید میں ایک دلچسپ حکایت سناتے ہیں۔ کہ جس شخص کو مبتدی عقل و دانش ملی ہے۔ اسی پیمانہ پر وہ خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات کو سمجھنے پر مکلف ہے۔ اور اس کا اسی قدر ایمان قبول بلکہ خوشنودی حق کا باعث ہو سکتا ہے۔ **والا خود عوانا ان المحمد لله رب العالمین واللہ اعلم علی تمام الجملہ** **الثانی من الد فتور الثانی من مثنوی مولانا مود علیہ الہد الہد رحمة من اللہ** **الحی القيوم**

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مفتاح العلوم متعلق معارف کرام کی ہیں

قبلہ عالم علی حضرت مولانا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کتاب مفتاح العلوم شرح قدس سرہ مولانا روم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ گو علم تصوف میں بزرگان فارسی سینکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن ان میں سے جتنی متون مولانا روم علیہ الرحمۃ کی شہرت و مقبولیت ہے وہ آج تک کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ علامت کرام ظاہری اور باطنی تو اپنی اپنی استعداد و اور علم کے اعتبار سے اس یا اسے نابینا بنا رہے تھے جو سب ہیں۔ لیکن عوام کم استعداد اور کم علموں کو اس مستفیض و نیکو آج تک مقیم نہیں تھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اہل علم میں سے کوئی صاحب طبع علوم عقلیہ و نقلیہ ہونے کے علاوہ رموز تصوف سے واقف اور حد فہم کرام کا انتخاب غلام ہو۔ اس کتاب کی اردو زبان میں ایسی حیرت سے تیار کرتا کہ جس سے ادنیٰ طبقہ کے متعلم یافتہ بھی فائدہ حاصل کرتے۔ اور اس کتاب کی برکت سے یہ تمام امتداد پر قائم رہنے کے علاوہ ان کے دلوں میں بزرگان دین کی عزت و عظمت جاگزیں ہوئی۔ الحمد للہ کہ اس ضرورت کو عزیز مولوی محمد عظیم اللہ صاحب قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی کشمیری بادرہ پور نے محسوس کیا۔ اور انہوں ایک ایسے فاضل اہل سے جو خاندان نقشبندیہ کے حلقہ گوش ہو چکے علاوہ رموز تصوف اور نکات معرفت سے بخوبی ماہر ہیں۔ سے متون مولانا روم کی شرح مرتب کرانی۔ شرح نے متون کی لغات مشکل اور ترکیب نوحی کو حل فرما کر اس کے اشعار کا سلیس اردو میں ترجمہ کر کے متون شریف کو بالکل آسان کر دیا ہے۔ شعر کا مفصل مطلب شائع موصوف نے جس محنت اور کوشش سے قرآن و حدیث و اقوال آئمہ کے حوالہ جات دیکر بیان کیا ہے۔ وہ بلاشبہ و شبہ محسوس کے قابل ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص مولانا روم علیہ الرحمۃ کے قول سے فائدہ نہ اٹھائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بڑا ہی بدبخت ہوگا۔ فقیر اہل اسلام سے عوام اور اہل طریقت سے خصوصاً اس بات کی توقع رکھتا ہے کہ وہ ضرور بالضرور مفتاح العلوم شرح متون مولانا روم کو خرید کر لطف اٹھائیں۔ اور تصوف کے حقائق و معانی سے واقفیت حاصل کر کے سعادت و اربین حاصل کریں۔ کتاب کی لکھی تصنیف یا فائدہ جلد وغیرہ نہایت ہی عمدہ ہے۔

بقلم فقیر جماعت علی عفی عنہ از علی پور سیدان۔ ضلع سیالکوٹ۔ یکم مئی ۱۹۲۹ء

عالیجناب مولوی محمد بن عبداللہ صاحب باکون صوبہ دہلی و ضلع دیاب حیدر آباد دکن سے تحریر فرماتے ہیں :- کہ کتاب مفتاح العلوم شرح متون مولوی معنوی جس کے اول حصہ سے پیچھے حصہ تک موصول ہوا۔ اور زیر مطالعہ رہا جس تاہیج سے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ سبحان اللہ گوئی کہ ہزار بلکہ زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر اس شرح متون کا کچھ لگ ہی آ رہا ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور با محاورہ کہ سے کم فہم والا شخص عبارت معانی کو سمجھ سکتا ہے۔ علامت کرام ظاہری و باطنی اپنی اپنی استعداد کے موافق سمجھ لیتے ہیں۔ اور بفضل خدا فیض یاب ہوتے ہیں۔ گو میں نے کتب تصوف میں بہت سی کتابیں عربی و اردو کا مطالعہ کیا۔ کس کس کتاب کا نام بیان کروں۔ بسنہ بیان دہاں ہوگا۔ مختصر یہ کہ جناب مولوی محمد عظیم اللہ صاحب قریشی تاجر کتب و مالک قریشی بک ایجنسی کشمیری بادرہ پور نے محسوس کیا۔ اول تو یہ کہ شائع نے متون کی لغات مشکل اور ترکیب نوحی کو حل فرما کر اس کے اشعار کا سلیس اردو میں ترجمہ کر کے متون شریف کو بالکل آسان کر دیا۔ اور کوشش و جانفشانی کر کے قرآن و حدیث و اقوال آئمہ کے حوالہ جات دیکر بنادیا۔ اس قدر محنت و مشقت کے بعد بھی کئی مسلمان بھائی اپنی تنگدلی اور بدقسمتی سے مولانا روم علیہ الرحمۃ کے اقوال سے فائدہ نہ اٹھائے۔ تو خدا اس پر اپنا فضل و کرم کرے۔ آمین۔ کیا عجب ہے کہ مشائخ اس موقع کو بآہستہ سے جانے نہ دیں گے۔ اور ہر فرد بشر کو نہ کچھ حصہ متون

مولانا روم سنگو اگر مضیاب ہو گئے۔ مجھ کو یقین ہے۔ کہ جو شخص مولانا روم کی شرح منوی کا ایک حصہ بھی دیکھ لے گا تو گردید ہو جائیگا۔

عالمیناب صوفی علی بخش صاحب قادری عظیم پور ضلع ہوشیار پور سے تشریف فرما تھے ہیں۔ کہ مورخہ ۲۵ راج ۱۹۳۱ء کو مفتاح العلوم شرح منوی مولانا روم کا وی۔ پی مبلغ دس روپیہ کو وصول پایا ہے۔ یہ شرح واقعی بہت اچھی ہے۔ اس سے پہلے میں نے کوئی ایسی شرح نہیں دیکھی۔ خدا آپ کو توفیق دے۔ نوادہ جوبائی دفتر میں۔ اس کی شرح بھی مکمل کر دی چکے۔ درجوں میں سے تیار ہوتے جائیں۔ اس خاکسار کو بھی اطلاع دیتے رہیں۔

فخر المحدثین عالمیناب مولانا محمد جمیل صاحب انصاری مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ سے تشریف فرما تھے ہیں۔ کہ آپ کے دل جو منوی مولانا روم کی شرح شائع ہو رہی ہے۔ وہ نہایت ہی عمدہ اور غنی اور مفید ہے۔ براہ کرم سندرہ ذیل قطعہ تاریخ کسی آئندہ ایڈیشن میں درج فرما دیجئے۔

چھپی یہ منوی کی مشرق نایاب ہے کشف طریقت اور تہذیب
جیل بیکدی روس میں نے پچھا کہا لائف نے تصنیف طریقت

عالمیناب شیخ رکن الدین صاحب سینئر سبج فخر نادر وال ضلع سیالکوٹ سے تشریف فرما تھے ہیں۔ کہ آپ کی دکان سے میرا سپر ایک جلد مفتاح العلوم حصہ اول لایا تھا۔ اس کے مطالعہ سے مکمل مسرت حاصل ہوئی۔ واقعی حضرت شاعر سلیمانے کہاں کر دیا ہے۔ نہایت عمدہ شرح لکھی ہے۔ اور نکات تصوف و زبانی کو نہایت خوبی سے واضح کیا ہے۔ آپ نے چھاپے میں بھی بہت محنت کی ہے۔ میں اس شرح کی تکمیل کا بہت متنبی ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ حتی الاسکان حلقہ ہی یہ شرح مکمل ہو جائے۔ براہ مہربانی میرا نام فہرست خرداران میں درج کر کے جوں جوں یہ شرح چھپتی جائے۔ مجھے بھی دی۔ پی ارسال کرتے رہیں۔ والسلام

عالمیناب پیر امیر احمد صاحب واعظ انصاری پیش نام جامع مسجد جوہ پور تشریف فرما تھے ہیں۔ کہ مفتاح العلوم دفتر اول کے چاروں حصے کیے بعد دیگرے وصول ہوئے۔ اور کافی سے زیادہ مطالعہ کر چکا ہوں۔ اب میں بخوشی اقبال کرتا ہوں۔ کہ جناب شاعر صاحب نے ایسی جامع و مبسوط شرح لکھ کر دنیا سے اسلام پائیمان کیا۔ جس کے شکر سے زبان قاصر ہے۔ نکات تصوف کو نہایت سلیس اردو میں بیان کیا۔ ہر شعر کا مطلب بیان کرتے وقت قرآن مجید و حدیث شریف کا حوالہ دیکر "ہست قرآن در زبان پہلوی" کو ثابت کیا۔ اور بعض پیچیدہ مسائل کو جن کے سمجھنے کی عوام الناس کو طاقت نہیں۔ ایسی خوبی سے سمجھائے ہیں۔ کہ بے اختیار حضرت شاعر کے حق میں اعوذ باللہ فی الدارین کما اعوذت اخوانی دینا گناہنا ہی۔ اگرچہ اس سے پہلے بہت سی شرحیں زیر مطالعہ رہ چکی ہیں مگر بسیار شرح دیدہ ام لیکن اس چیز سے دیکری۔ اگر دوسرے دفتر کا حصہ شائع ہو چکا ہو۔ تو جلد از جلد داند کے مشکور فرمائیں۔ اور ہر حصہ کے تیار ہونے پر مہربانی فرما کر کئی الفور اطلاع دیا کریں۔ والسلام

عالمیناب مولوی محمد عابد اللہ صاحب مدرسہ اسلامیہ کالج پشاور سے تشریف فرما تھے ہیں۔ کہ میری جناب و فیضی صاحب پچا رسدہ محمد مفتاح العلوم شرح منوی مولانا روم در آل حصہ دوسرا ہر حصہ دی۔ پی وصول ہوا۔ محمد علی مولوی مرزا محمد زید صاحب کی عورتی اور محققا تخریر اہل علم کے سینے واقعی قابل قدر اور شکر ہے۔ جنہوں نے منوی پر ایسی بلند پایہ کتاب کی تشریح میں مبتدی اور منتہی کے لئے کوئی دقیقہ و نگہ اشت نہیں کیا۔ خدائی ایسے دقائق شناس علماء اکرام کو عرواز عطا فرما کر ایسی نادرہ خدمات کی گئیں اور انجام دہی کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ جہاں اللہ فی الدارین احسن الجزا ہر حصہ شرح کے ہونے پر مہربانی کر کے فحجہ کو فوری اطلاع دیا کریں۔ والسلام

مطبوعات قریبی ایک کنکشنی لاہور

مجلات طبی

جس کو پنجاب یونیورسٹی سے طب کی اعلیٰ ڈگری حاصل کئے ہوئے اور ہندوستان کے مشہور و نامور حکیموں کے علاوہ مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی مرحوم و امیرالاجل حکیم نور الدین صاحب بھیروی کی شاگردی کا فخر حاصل کئے ہوئے ایک فاضل اجل اور لائق طبیب نے سالہا سال کی محنت اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں قابلِ مصنف نے سر سے پاؤں تک کی کل امراض کا مفصل حال ان کی تشخیص کا طریقہ ان کا علاج ایسے آسان اور آسان اور تجرب و زود اثر نسخوں سے لکھا ہے کہ جس کے مطالعہ کرنے سے ہر شخص بغیر کسی حکیم کی امداد کے خود بخود اپنا اپنے خویش واقارب اور بال بچوں۔ عزیزوں۔ دوستوں کا کماحقہ علاج کر سکتا ہے۔ ہر مرض کی مختلف قسمیں لکھ کر بتایا ہے کہ اس قسم کی مرض کے لئے ایسا نسخہ کارگر ہوگا۔ مہر دل اور عورتوں کی خاص بیماریوں کی تشخیص اور ان کا مجرب اور زود اثر صحیح علاج خاص طور پر لکھا گیا ہے۔ غرضیکہ یہ کتاب اردو کی تمام طبی کتابوں سے آسان سہل و مفید ہے۔ اور اس کا ہر نسخہ ہر جگہ سے آسانی سے مل جائیگا اور ادویات سے جو زود اثر اور مجرب ہے لکھا گیا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی اعلیٰ قیمت صرف بلا جلد کے لئے دو روپے (چار) اور مجلد جس پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے علاوہ محصول سودہ خاص کتاب ہے کہ جس میں اس کے مصنف نے خلق خدا کی بھلائی کے لئے ہر قسم کے صنعت و حرفت کے کام نہایت ایمان داری سے بہت سی چیزیں جو کر کے درج کر دیئے ہیں۔ معمولی آدمی بھی اس کتاب کے مطالعہ سے کوئی نہ کوئی ہنر سیکھ کر اپنا اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکتا ہے۔ سداور اگر چند روز تک استقلال سے کام کرے۔ تو یقیناً ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپے کا مالک بن سکتا ہے۔

استاد روزگار

اس میں صابون سازی کے ہر قسم کے طریقے۔ ہر قسم کے شربت۔ ہر قسم کے حلے۔ ہر قسم کے اجار۔ ہر قسم کے مربے و تیار کیوں کے علاوہ خضاب کے نسخے۔ امرت و صابن کے نسخے بال اڑانیکا پودہ بنانے کے طریقے۔ ہر قسم کی سیابیوں کے تیار کرنے اور ان کو فروخت کرنے کے راز۔ ڈبل روٹی۔ بسکٹ۔ کیک وغیرہ بنانا۔ نقلی سونا۔ نقلی چاندی۔ نقلی پیرا بنانا۔ فروغ رانی۔ گھڑی سازی۔ عطاری۔ حکمت غرض کوئی ایسا کام نہیں جس کی سہل ترکیب اس کتاب میں درج نہ ہو۔ مصنف کا دعویٰ ہے کہ اس سے پیشتر ایسی اعلیٰ ایسی عمدہ کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ قیمت بلا جلد کے لئے ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ مجلد جس پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے۔ کے لئے دو روپے۔ علاوہ محصول ملاک۔

مجموعہ خواب صدیقی

اگر آپ کو خواب کی صحیح تعبیر معلوم کرنے کا شوق ہو۔ اگر آپ کو یہ معلوم کرنا ہو کہ کس قسم کی خواب قابلِ تعبیر ہوتی ہے۔ یا اگر آپ کو یہ دیکھنے کا شوق ہو۔ کہ آپ کے خواب کی تعبیر طبعی ظاہر ہوگی یا دیر سے۔ یا اگر آپ اپنے زاموش شدہ خواب کو دوبارہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کتاب کو مطالعہ فرمائیے۔ یہ خواب کی تعبیر لکھے۔ اور اپنے عزیزوں و دوستوں کو ان کے خواب کی تعبیر بتائیے۔ ایسا صحیح ایسا مکمل اور ایسا اعلیٰ خواب نامہ ہے کہ اس سے پیشتر ایسا شائع نہیں ہوا کہ کتاب کے آخر میں لکھے کا طریقہ لکھنے کے خطوط کے ذریعہ تمت کا نیک معلوم کرنا۔ اور ان کے گزشتہ و آئندہ زندگی کی معلومات حاصل کرنا۔ اس کی بدولت قیادت کے متعلق ایک ایسا لاجواب رسالہ درج ہے کہ جسے مطالعہ کر کے آپ شخص کے چہرہ کو دیکھ کر ان کو نیک و بد کا اندازہ کر لیتے۔ قیمت باوجود اس قدر خوبیوں کے بلا جلد کے لئے ایک روپیہ آٹھ آنہ اور مجلد کے لئے دو روپے۔ علاوہ محصول ملاک۔

تعلیم النسا کا قاعدہ جس میں حروف شناسی و عبارت خوانی کے ساتھ ساتھ چھوٹی لڑکیوں کے خیالات اور محاورات کا خاص لحاظ رکھا ہے۔ اور اس سلسلہ کی آئندہ دینی اور ادبی تعلیم کا آغاز مفرد مرکب الفاظ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ایک آنہ (۱۱)

تعلیم النسا کی پہلی کتاب جس میں آئندہ دینی و ادبی تعلیم کی بنیاد رکھنے کے لئے آسان لفظوں میں توحید و رسالت کے تصور کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔ پھر چند مناظر قدرت دکھائے گئے ہیں۔ اور کئی نصیحت آمیز کہانیوں کے نتائج پر توجہ دلائی گئی ہے۔ قیمت صرف دو آنہ (۱۲)

تعلیم النسا کی دوسری کتاب جس میں دینداری۔ سلیمہ۔ عام آداب و اخلاق کے متعلق ابتدائی باتیں چھوٹی لڑکیوں کے ذہن اور ادراک کے موافق مختلف دلچسپ پیرایوں میں درج ہیں۔ قیمت چھ آنہ (۱۶)

تعلیم النسا کی تیسری کتاب جس میں اسلامی عقائد اور مسائل طہارت و نماز کا بیان۔ بزرگوں اور عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک کی ترغیب اور خانہ داری کے ہر شعبہ کا ذکر شاد و روزی کا روبرو کے آداب اور نیک اخلاق کا بیان تفصیل کے ساتھ مختلف دلچسپ پیرایوں میں کیا گیا ہے۔ قیمت نو آنہ (۱۹)

تعلیم النسا کی چوتھی کتاب (متعلقہ مسائل و ضمیمہ) اس کتاب میں تمام دینی مسائل مفصل طور سے درج ہیں۔ شروع سے لے کر اخیر تک کوئی ایسا ضروری مسئلہ نہیں۔ جو اس میں نہ ہو۔ عورتوں کے علاوہ مرد بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جس مسئلہ کی ضرورت ہو۔ اس کتاب میں مل سکتا ہے۔ عورتوں اور لڑکیوں کو مسائل دینی سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت بارہ آنہ (۱۳)

تعلیم النسا کی پانچویں کتاب جس میں عبادات کے فضائل و آداب کا ذکر۔ خانہ داری کے صیغوں میں سے گھر۔ مال و متاع۔ کھانے پینے کے سامان۔ کپڑے۔ زیور۔ کام۔ کلج۔ کھانے پکانے۔

سینے پر رونے۔ کپڑے رنگنے۔ آمد و خرچ۔ سودا سلف۔ عورتوں کے شغل و غیرہ وغیرہ کا تفصیلی بیان اور آداب و اخلاق کے متعلق خاص مستورات کے مناسب حال باتیں درج ہیں۔ قیمت پندرہ آنہ (۱۵)

تعلیم النسا کی چھٹی کتاب جس میں تربیت اطفال کے متعلق مفصل و مکمل بیان موجود ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ دو آنہ (چھ)

تعلیم النسا کی ساتویں کتاب (لقب بر شیر منزل) یعنی کتاب وسنت کی اخلاقی تعلیم کا لب لباب بچیوں سے لیکر بوڑھیوں تک کے لئے مثلاً آداب دین اسلام کا مہیار۔ تہذیب۔ مقلید

یورپ کے لئے ازبائے طالب ہدایت کے لئے رہنما دینی و دنیوی ذوات بصیرت کے لئے اُردو کی مثنوی معنوی۔ قیمت ایک روپیہ پانچ آنہ (عیر)

سوانح نبی کریم ﷺ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی کے پاکیزہ حالات نہایت ہی آسان اور دو میں سبقاً درج ہیں۔ اور ساتھ ہی پانچ مقامات کی نگاہی نوٹ ہیں۔ ۱۲

حیات سلطان صلاح الدین غازی (مع فوٹو)۔ اس کتاب میں سلطان صلاح الدین کی ولادت۔ تعلیم۔ تربیت۔ خصائل عادت اور اس کی فتوحات اور عیسائی دنیا کے مقابلے اور

فتح بیت المقدس کے تفصیلی حالات نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں بظاہر یہ سوانح غازی کی زندگی و حقیقت ایک صدی کی پہلی اور اسلامی تاریخ مرقع ہے۔ کتاب کے شروع میں غازی کی فوٹو اور پھر میں سلطان موصوف کی مزار کا فوٹو دیا گیا ہے۔ قیمت چار علاوہ محصول۔

اسرار العلوم ترجمہ اردو منظوم احیاء العلوم
 محمد الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نام النبی سے کون
 شخص ہے جو واقعہ نہیں۔ آپ ان کمال ہستیوں میں سے
 تھے۔ کہ جن کا شہرہ دنیا سے اسلام میں ابد الابد تک رہا ہوگا۔ دین و دنیا میں کے علاوہ کئی کئی کے لئے آپ نے جو خدمت
 دین و دنیا کی فرمائی۔ وہ شاید ہی کسی دوسرے شخص کو غیب ہوئی ہو۔ آپ نے جتنے کتب میں شریعت، طریقت اور فلسفہ کے متعلق
 تحریر فرمائی ہیں ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہو لیکن جو کتاب نے ان کی شہرت کو چار چاند لگا دیے۔ اور ان کی اور آپ عالم اسلام کے امام کا نام لگائے
 وہ کتاب **احیاء العلوم** ہے جس میں امام نے صوفیہ طریقت کے ایسے ایسے رموز و نکات بیان کئے
 ہیں۔ کہ پڑھنے والا مشغول ہو کر اٹھتا ہے۔ شریعت کے لئے مستطابہ کرو۔ تمام مسائل کی جامع، طریقت کے لئے پڑھو۔ تو
 تصوف کا بحر ناپید کنار ہے۔ غرضیکہ یہ وہ کتاب ہے کہ جس کو عالم اسلام میں ہر طرح سے خاص وقت حاصل ہے۔ جس ایسی
 نادر اعلیٰ کتاب کو ہم نے بصرف در کثیر ایک ایسے فاضل اجل اور عالم بے بدل و شاعر شیریں بیان سے نہایت سلیس
 اور دو زبان میں فتویٰ مولانا روم کے وزن پر ایسی دلکش اور دلچسپ نظم میں منظوم کرایا ہے کہ جس کو پڑھ کر آپ کو خاص
 لطف آئیگا۔ فاضل موصوف نے اپنی خداداد لیاقت سے ایسی استیاض سے کتاب کا ترجمہ نظم میں کیا ہے۔ کہ آپ
 پڑھتے وقت یہی خیال فرمائیے کہ امام غزالی نے کتاب کو نظم ہی میں لکھا تھا۔ لکھا ہی چھپائی۔ کا نہ نہایت دیدہ زیب اور
 اعلیٰ۔ جو لوگ ہماری شائع کردہ کتاب مفتاح العلوم شرح فتویٰ مولانا روم کو ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ وہ انشاء اللہ اس
 بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ ہم سقدر کوشش سے ایسی کتابوں کے ترجمے اور شریعتیں شائع کر رہے ہیں۔

بحفاظ اسقدر محنت اور خرچ کثیر کے قیمت صرف بلا جلد کیلئے دو روپیہ اور جلد کے لئے دو روپے دس آنہ علاوہ محصول
 جس میں شہر کے کے ابتداء آج تک کے مفصل تاریخی حالات اور قابل زائر مقامات کی مفصل فہرست
تاریخ مکہ معظمہ بیان کے حالات کے درج ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ (پندرہ)

تاریخ مدینہ منورہ
 (معدنہ منورہ مدینہ منورہ و نقشہ مبارک و خلافت روضہ مبارک) جس میں شروع سے تاریخی حال لکھ کر
 بتایا گیا ہے۔ کہ کب اس مقدس شہر کی تعمیر ہوئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لائے
 تک جو جو واقعات رونما ہوئے۔ ان کا تذکرہ کر کے بعد حضور کے عہد میں جو جو ترقیاں اس شہر کو نصیب ہوئیں۔ ان کا حال لکھ کر خلفاء راشدین
 اور خلفائے راشدین اور دیگر خلفائے عظام و سلاطین اسلام نے جو جو اس شہر کے بارون بنائے کیلئے طریقہ استعمال کئے ان کا ذکر حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک کے صحیح صحیح حالات اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر حضور انور کے کس طرف
 اس طرح واقع ہیں۔ نقشہ ذکر کجا گیا ہے مسجد نبوی کے تاریخی حالات غرضیکہ کوئی ایسا تاریخی حال نہیں جو درج نہ ہو بہت عمدہ تحریر
 مع حالات جنگ و کاروان و یونان جس میں سلاطین ترکی اور غازی سلطان لال پاشا اور غازی انور پاشا
تاریخ سلاطین آل عثمان مرحوم کی نہایت اعلیٰ تصاویر کے علاوہ سلاطین صوفیہ قسطنطنیہ اور شہر انکارہ کا نقشہ بھی شامل ہے۔

اس کتاب میں سلاطین عثمانیہ (ترکی) کے بانی سلطان عثمان خاں اول سے لیکر آخری سلطان عبدالجبار خاں کی مغزونی تک کے حالات درج
 کئے گئے ہیں۔ حجم ۲۵ صفحات۔ قیمت بلا جلد پندرہ - مجلدی -
خلافت صدیقی خلافت فاروقی خلافت عثمانی خلافت حیدری خلافت فاطمہ صدیقی ہر دور علیہ السلام
 دیگر غیر کی کتابیں مل سکتی ہیں۔ فہرست کتب بلا قیمت بھیجی جاتی ہے۔

المشہد محمد حنفیہ قریشی تاجر کتب و مالک قریشی ایک کنبی لاہور

مجموعہ خوابنامہ صدیقی

اس میں ہر قسم کے نظریات و خواب کی تفسیر
تیسرا حصہ ہے اور اس کا ہی نام ہے دیکھنے اور قافیت
نیک و بد معلوم کرنے کے خاص طریقہ درج
تہت (۱۰۰)

مغرب عملیات و تعویذات

خاص اور زرد اور تجرب عملیات و تعویذات کا مجموعہ ہیں میں ایک ایک عمل
مغرب اور آزمودہ ہے علاوہ ہم ایک مرض اور ہم ایک بیماری کے عمل
کے حسب و نفس کے تیر ہدف عملیات میں ہیں جن کی اجازت ہے
ساتھ درج ہے قیمت صرف پڑھ دو پیسہ (۱۰۰)

اسرار لغت نوم

توحید و در و مصطفیٰ
اہم غالی کی حرکت الا کرتا ہے باہم معلوم کا مفسر
ترجمہ جدید ہے ایک ہفتہ انداز میں قیمت ہالیہ
مجلد (۱۰۰)

سلسلہ تعلیم النساء

اس سلسلہ کی کتابیں سلمان و سید اور سید کی
تعلیم کیلئے ہیں یعنی اس کے اسلامی مدارس میں کتابیں
پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کتابوں کی خاص خوبی یہ
ہے کہ انہیں یعنی تعلیم کا ماحول خراب نہ لکھا گیا ہے
قیمت تعلیم النساء کا قاعدہ (۱۰۰) تبدیلیاں
پہلی (۱۳) دوسری (۱۴) تیسری (۱۵) چوتھی (۱۶)
پانچویں (۱۷) چھٹی (۱۸) ساتویں (۱۹)

مفتاح العلوم شرح سنوی ناروم

مثنوی کی یہ لاجواب اور بے نظیر مشن نہایت ہی آسان اور سہل اردو میں اس
طرز پر تیار کی گئی ہے کہ ادا دل مثنوی کا شعر جمعی قلم سے اعراب دیکر بھی اس
لغات اور صرفی نحو کی ترکیب اور شعر کا ترجمہ اور مفصل مطلب و قرآن و حدیث
اقوال ائمہ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام علما و فضلاء
اور صوفیوں و نامور اخباروں نے اس شرح کو بہترین تسلیم کیا ہے کاغذ لکھا
چھپائی نہایت اعلیٰ قیمت حصہ اول (۱۰۰) حصہ دوم (۱۰۰)
حصہ سوم (۱۰۰) حصہ چہارم (۱۰۰) حصہ پنجم (۱۰۰) حصہ ششم (۱۰۰)

زنانہ تالیق خط و نویسی

عورتوں اور لڑکیوں کے لئے خطوط و نویسی
کتاب میں ہر قسم کے عربیوں کے
لکھنے کے طریقے اور ان کے القاب
میں اور شریعت میں سے لکھے گئے ہیں جن کے
سیبہ و نو میں ہر قسم کی تالیفات
تہت (۱۰۰) چھٹا (۱۰۰) تہتم (۱۰۰)

سلسلہ خلافت اسلامیہ

ان چار کتابوں میں صحابہ کرام کی زندگی کے حالات
بطور رسالہ جواب عورتوں کی زبان میں درج ہیں
قیمت خلافت صدیقی (۱۰۰) خلافت زلفی (۱۰۰)
خلافت مظلومی (۱۰۰) خلافت حسینی (۱۰۰)
خلافت عباسی (۱۰۰)

تاریخ سلاطین آل عثمان

ترکوں کی سات سو سال گذشتہ حکومت کی تفصیل تاریخ جس میں چالیس کے
تربہ بان ترک کی تصاویر بھی دیکھی ہیں مسلمانوں کی گذشتہ عظمت اور فتوحات
کا اندازہ لگانا چاہو تو اسے ضرور مطالعہ کیجئے قیمت علاوہ مصروف (۱۰۰)

مغربات علی سیدنا تہو

جس میں عربوں کے خاص تعلقات اور ان کی ہمت
کے خاص و تجرب علی مفسر طور پر درج
قیمت (۱۰۰) مجلد (۱۰۰)

سوانح نبی کریم علیہ السلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک زندگی کے
حالات سلمان لوگوں اور لڑکیوں کے لئے ہے
آسان اور دل نشین پیریز میں لکھے گئے ہیں کہ ہر
آسانی سے پڑھ سکے۔ مقامات مقدسہ اور ذوق مقدسہ
اور نامزدیہ کے اصلی اور صحیح فوٹو کے ساتھ
لگائے گئے ہیں جو دین کی تکریم و تہنیت ہیں
قیمت صرف (۱۰۰)

سوانح سلطان صلاح الدین

غازی صلاح الدین ایوبی کی تفصیل سوانح عمری صلیب و ہلال کی آویزش کا
مفصل حال پڑھنے چاہو تو اسے مطالعہ کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ موقوفہ
صلاح الدین و مزار غازی موصوف قیمت صرف دو روپے (۱۰۰)
دگر قسم کی کتابیں بھی ہیں ہر قسم کی مفت
مکتبہ کا پتہ محمد حفیظ اللہ قریشی تاجر کتب و قریشی کتب
(کشتی باری بازار لاہور)

باورچی خانہ جدید

خیرتر و عزیز ملک صاحب نے ہدایت سے
لیا ہے۔ اس میں ہر قسم کے کھانے پکانے
ترکیبوں کے علاوہ مربے حلوے
چٹنیاں بنانے اور ان کو محفوظ رکھنے کا
آسان اور دس سہانے گئے ہیں ہر
اسکات کا بہرہ ناضر ہے یہ قیمت
چھ روپے (۱۰۰)

تاریخ میکہ معظمہ

مکہ معظمہ کے مفسر تاریخی حالات ابتدا و ابتدا جنگ
کے بیان کے لئے ہیں مگر مکتبہ کو شریف کی سرکار نے
کی بہترین کتاب ہے جو ہر مکتبہ تیار کی گئی
ہے قیمت صرف (۱۰۰)

تاریخ مدینہ منورہ

ماہان سال کی یہ کتاب ہے اس میں اس کی تاریخ و مکتبہ کو شریف کی سرکار نے
مغربات طبیب
جس میں انسانی مرض کی تشریح مفصل ہے اور عرب و زرد ترکہ قیمت نفیس علاج لکھا گیا ہے
قرن طب میں بے نظیر کتاب ہے قیمت صرف دو روپے (۱۰۰)

مجموعہ فانیات صدیقی

صحیح اور مستند فانیات میں کی کتاب کی شریف
کر کے شائع کی گئی ہے حکام کا انجام معلوم کرو
نور اسلام ہر جا قیمت (۱۰۰)